

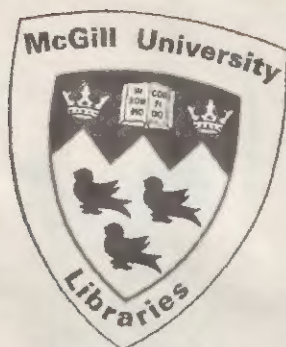


McGill University Libraries



3 102 104 336 P

281
243 ft
281



بسم الله الرحمن الرحيم

كامل القرآن

الطبعة الأولى

مطبعة

الكتاب

مطبعة

الكتاب المطبعة

الكتاب المطبعة

الكتاب المطبعة

بسم الله الرحمن الرحيم





Ibn al-Athir

نصرت علیہ السلام علیہ السلام علیہ السلام

Kamil

(بی۔ اے۔ کے لئے)
کامل ابن اثیر

(خلافت بنو امیہ)

حصہ اول

(ترجمہ از عربی)

مترجمہ

مولوی محمد جمیل الرحمن صنا۔ ایم۔ اے۔ آر۔ اے۔ ایس،

مددگار پرفیسر تاریخ اسلام کلین جامعہ عثمانیہ

۱۳۴۱ھ ۱۳۳۲ھ ۱۹۲۲ء

1780251

islam

v. 1

کتاب جامع تاریخ اسلام



کتب خانہ نجف قادیان



اطلاع

اس جلد میں تاریخ کامل ابن اثیر کے عربی نسخے مطبوعہ
جرمنی کی جلد سوم اور جلد چہارم کے اجزا کا ترجمہ کیا گیا ہے۔
جلد سوم کا ترجمہ صفحہ ۳۳۹ سے صفحہ ۴۳۲ تک ہے اور
جلد چہارم کا ترجمہ صفحہ ۱ سے صفحہ ۲۹۶ تک ہے۔
مضمون کے لحاظ سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ
کے خلع خلافت سے شہادت عبد اللہ بن زبیر تک کے
حالات ہیں۔

قوله

الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على
سيدنا محمد وآله الطيبين
الطاهرين
الذين هم خير البرية
والذين هم خير الناس
والذين هم خير الأئمة
والذين هم خير القادة

فہرست مضامین

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۱	واقعات ۱۴۰۰ء حسن ابن علیؑ	۱	۱۲	سہم ابن غالب کے خروج کا بیان	۱۵
	کے معاویہ کو خلافت سپرد کر دینے		۱۵	حوادث متعددہ	۱۶
	کا بیان -		۱۶	۲۴۲ء کے واقعات	۱۷
۲	معاویہ اور قیس ابن سعد کی	۵	۱۷	خوارج کی نقل و حرکت کا بیان -	۱۷
	صلح کا بیان -		۱۸	زیادہ کے امیر معاویہ کے پاس آنے	۱۸
۳	خوارج کے معاویہ پر خروج کرنے	۷		کا بیان -	
	کا بیان -		۱۹	واقعات متعددہ	۲۱
۴	حوشرہ ابن وداع کے خروج	۸	۲۰	۲۴۳ء کے واقعات	۲۱
	کا بیان -		۲۱	مستورد غازی کے قتل کا بیان -	۲۲
۵	فروہ ابن نوفل کے خروج اور	۹	۲۲	عبدالرحمن کے ولایت ہجستان	۳۵
	اس کی موت کا بیان -			کی طرف عود کرنے کا بیان -	
۶	شعیب ابن بجرہ کا بیان -	۹	۲۳	غزوہ سندھ کا بیان -	۳۶
۷	معین غازی کا بیان -	۹	۲۴	عبداللہ بن خازم کی ولایت	۳۶
۸	ابو مریم کے خروج کا بیان -	۱۰		خراسان کا بیان -	
۹	ابو ایمن کے خروج کا بیان -	۱۰	۲۵	متعدد واقعات	۳۸
۱۰	مغیرہ ابن شعبہ کے عامل کو قہ	۱۱	۲۶	۲۴۴ء کے واقعات	۳۸
	مقرر ہونے کا بیان -		۲۷	عبداللہ بن عامر کے بصرہ سے	۳۸
۱۱	بسر کی حکومت بصرہ کا بیان -	۱۲		مغزول ہونے کا بیان -	
۱۲	معاویہ کی جانب سے ابن عامر کے	۱۳	۲۸	امیر معاویہ کا زیادہ کے ساتھ الحاق	۴۰
	عامل بصرہ ہونے کا بیان -			فی النسب طلب کرنے کا بیان -	
۱۳	قیس ابن الحیثم کے والی خراسان	۱۳	۲۹	مہلب کی سندھ پر فوج کشی	۴۵
	مقرر ہونے کا بیان -			کا بیان -	

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۳۰	متعدد واقعات	۴۵	۴۹	نیر و ابن شعیبہ کی وفات اور	۵۹
۳۱	۴۵ھ کے واقعات	۴۶		زیادہ کے والد کو فہ ہونے کا بیان۔	
۳۲	زیادہ ابن ابیہ کی حکومت بصرہ	۴۶	۵۰	قریب کے خروج کا بیان۔	۶۱
	کا بیان۔		۵۱	امیر معاویہ کے مدینہ سے نکلنے کا بیان	۶۲
۳۳	زیادہ کے عامل کا بیان۔	۵۱		کے ارادے کا بیان۔	
۳۴	متعدد واقعات	۵۲	۵۲	عقبہ ابن نافع کی ولایت افریقیہ	۶۳
۳۵	۴۵ھ کے واقعات	۵۳		اور بناء مدینہ قیروان کا بیان۔	
۳۶	عبد الرحمن ابن خالد ابن ولید کی	۵۳	۵۳	مسئلہ ابن محمد کی ولایت افریقیہ	۶۵
	وفات کا بیان۔			کا بیان۔	
۳۷	سہم اور خظیم کے خروج کا بیان۔	۵۴	۵۴	فرزدق کے زیادہ سے فرار کرنے کا بیان۔	۶۵
۳۸	متعدد واقعات	۵۴	۵۵	حکم ابن عمرو و النعمان کی ولایت	۶۹
۳۹	۴۷ھ کے واقعات	۵۴		کا بیان۔	
۴۰	عبد اللہ ابن عمر و ابن العاص کی	۵۵	۵۶	متعدد واقعات کا بیان۔	۶۹
	ولایت بصرہ سے معزولی اور ابن		۵۷	۵۱ھ کے واقعات	۷۰
	حج کے تقرر کا بیان۔		۵۸	ربیع کے عامل خراسان مقرر	۸۸
۴۱	جنگ غور کا بیان۔	۵۵		ہونے کا بیان۔	
۴۲	مہلب کے مکر کا بیان۔	۵۵	۵۹	متعدد واقعات کا بیان۔	۸۹
۴۳	۴۸ھ کے واقعات۔	۵۶	۶۰	۵۲ھ کے واقعات۔	۸۹
۴۴	۴۹ھ کے واقعات۔	۵۶	۶۱	زیادہ ابن خراش العجلی کے خروج	۹۰
۴۵	جنگ قسطنطنیہ کا بیان۔	۵۷		کا بیان۔	
۴۶	مروان کے مدینہ سے معزول ہونے	۵۸	۶۲	معاذ الطائی کے خروج کا بیان۔	۹۰
	اور سعید کے تقرر کا بیان۔		۶۳	متعدد واقعات کا بیان۔	۹۰
۴۷	امام حسن ابن علی کی وفات کا بیان۔	۵۹	۶۴	۵۳ھ کے واقعات۔	۹۰
۴۸	۵۵ھ کے واقعات	۵۹	۶۵	زیادہ کی وفات کا بیان۔	۹۱

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۶۶	ربیع کی موت کا بیان۔	۹۲	۸۲	خوارج میں سے عمرو ابن اوس	۱۱۳
۶۷	متعدد واقعات کا بیان۔	۹۳		وغیرہ کے قتل کا بیان۔	
۶۸	۵۴ھ کے واقعات۔	۹۴	۸۳	متعدد واقعات کا بیان۔	۱۱۶
۶۹	مدینہ سے سعید کے عزل اور	۹۴	۸۴	۵۹ھ کے واقعات۔	۱۱۶
	مروان کے تقرر کا بیان۔		۸۵	عبدالرحمن ابن زیاد کے	۱۱۷
۷۰	عبید اللہ ابن زیاد کے حاکم	۹۵		خراسان پر تقرر کا بیان۔	
	خراسان مقرر ہونے کا بیان۔		۸۶	ابن زیاد کے بصرہ سے مغزول	۱۱۷
۷۱	متعدد واقعات کا بیان۔	۹۶		ہونے اور پھر واپس ہونے	
۷۲	۵۵ھ کے واقعات۔	۹۷		کا بیان۔	
۷۳	ابن زیاد کی ولایت بصرہ	۹۷	۸۷	یزید ابن مفرغ الحمیری کے بنو زیاد	۱۱۸
	کا بیان۔			کی ہجو کرنے اور اس کے نتیجہ	
	کا بیان۔			کا بیان۔	
۷۴	متعدد واقعات کا بیان۔	۹۸		۵۶ھ کے واقعات۔	۱۲۱
۷۵	۵۶ھ کے واقعات۔	۹۸	۸۸	متعدد واقعات کا بیان۔	۱۲۱
۷۶	یزید کی ولایت عہد کا بیان۔	۹۹	۸۹	۶۰ھ کے واقعات کا بیان۔	۱۲۲
۷۷	ابن زیاد کے خراسان سے	۱۰۹	۹۰	امیر معاویہ ابن ابی سفیان کی	۱۲۲
	مغزول ہونے اور سعید ابن			وفات کا بیان۔	
	عثمان کے تقرر کا بیان۔		۹۱	امیر معاویہ کے نسب ان کی کنیت	۱۲۶
۷۸	۵۷ھ کے واقعات۔	۱۱۰		اور ان کے ازواج و اولاد کا بیان۔	
۷۹	۵۸ھ کے واقعات۔	۱۱۱	۹۲	امیر معاویہ کی سیرت ان کے احوال	۱۲۷
۸۰	کوفہ سے ضحاک کے مغزول	۱۱۱		ان کے قصائد و کتاب کا بیان۔	
	ہونے اور ابن ام الحکم کے		۹۳	بیعت یزید کا بیان۔	۱۳۰
	تقرر کا بیان۔		۹۴	مدینہ سے ولید کی معزلی	۱۳۵
۸۱	طوائف ابن غلاق کے خروج	۱۱۲		اور عمرو ابن سعید کی ولایت	
	کا بیان۔			کا بیان۔	

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۹۵	اہل کوفہ کے امام حسینؑ کو اپنے ہاں بلانے کے لئے خط لکھنے اور مسلم بن عقیل کے قتل کا بیان۔	۱۳۷	۱۰۷	زبیر ابن قیس کے ولایت افریقیہ اور ان کے کسب کے قتل کا بیان۔	۲۴۰
۹۶	امام حسینؑ کے کوفہ جانے کا بیان۔	۱۵۸	۱۰۸	متعدد واقعات کا بیان۔	۲۴۲
۹۷	متعدد واقعات کا بیان۔	۱۶۶	۱۰۹	۶۳ھ کے واقعات جنگ حرہ۔	۲۴۳
۹۸	۶۳ھ کے واقعات امام حسینؑ کی شہادت کا بیان۔	۱۶۸	۱۱۰	متعدد واقعات کا بیان۔	۲۵۵
۹۹	ابو ہلال مرداس بن جدیر غنظلی کے قتل کا بیان۔	۲۲۵	۱۱۱	۶۳ھ کے واقعات مسلم کی ابن زبیر کے محاصرے کے لئے روانگی اور موت کا بیان۔	۲۵۶
۱۰۰	سلم ابن زیاد کے خراسان و سجستان کے والی ہونے کا بیان۔	۲۲۷	۱۱۲	یزید ابن معاویہ کی موت کا بیان۔	۲۵۷
۱۰۱	یزید ابن زیاد اور طلحہ الطلیحات کے والی سجستان ہونے کا بیان۔	۲۲۹	۱۱۳	اس کی بعض سیرت اور اخبار کا بیان۔	۲۵۸
۱۰۲	ولید ابن عقبہ کے والی مدینہ حجاز ہونے اور عمرو ابن سعید کی مغزولی کا بیان۔	۲۲۹	۱۱۴	معاویہ ابن یزید ابن معاویہ اور عبداللہ ابن زبیر کی بیعتوں کا بیان۔	۲۶۲
۱۰۳	۱۰۳ھ کے واقعات متعدد کا بیان۔	۲۳۲	۱۱۵	یزید کی موت کے بعد ابن زیاد کے حال کا بیان۔	۲۶۴
۱۰۴	۱۰۴ھ کے واقعات اہل بیت کے وفد شام کا بیان۔	۲۳۳	۱۱۶	عبداللہ ابن حارث کی ولایت بصرہ کا بیان۔	۲۶۱
۱۰۵	عقبہ ابن نافع کے دوبارہ افریقیہ پر عامل مقرر ہونے ان کی فتوح اور قتل کا بیان۔	۲۳۴	۱۱۷	ابن زیاد کے شام کی طرف فرار کا بیان۔	۲۷۱
۱۰۶	کسیلہ ابن کرم بربری کے عقبہ کے مقابلے میں خروج کا بیان۔	۲۳۵	۱۱۸	اہل رے کی مخالفت کا بیان۔	۲۸۰
			۱۱۹	مروان ابن حکم کی بیعت کا بیان۔	۲۸۱
			۱۲۰	جنگ مرج راهط اور نعان ابن شیبہ کے قتل کا بیان۔	۲۸۶
			۱۲۱	مروان کی فتح مصر کا بیان۔	۲۹۰

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۱۲۲	اہل خراسان کی مسلم ابن زیاد سے بیعت اور عبداللہ ابن خازم کے امر کا بیان۔	۲۹۱	۱۳۴	نجدہ ابن عامر الحنفی کا بیان۔	۳۲۷
۱۲۳	تو ابین کے امر کا بیان۔	۲۹۶	۱۳۵	نجدہ سے اختلافات ہونے اور ابو فدیک کی ولایت کا بیان۔	۳۵۰
۱۲۴	خوارج کے عبداللہ ابن زبیر سے مفارقت کرنے اور ان کے انجام کا بیان۔	۳۰۳	۱۳۶	مہر عبد کے مدینہ پر عامل مقرر ہونے کا بیان۔	۳۵۲
۱۲۵	خنزار کے ورود کوفہ کا بیان۔	۳۰۸	۱۳۷	ابن زبیر کی بنیاد کعبہ کا بیان۔	۳۵۶
۱۲۶	متعدد واقعات کا بیان۔	۳۱۵	۱۳۸	ابن خازم اور بنو تمیم کی جنگ کا بیان۔	۳۵۸
۱۲۷	۴۵ھ کے واقعات تو ابین کے کوچ اور ان کے قتل کا بیان۔	۳۱۶	۱۳۹	متعدد حوادث کا بیان۔	۳۶۱
۱۲۸	عبد الملک ابن مروان اور عبدالعزیز ابن مروان کی ولایت اور بیعت کا بیان۔	۳۲۲	۱۴۰	۴۶ھ کے واقعات۔ خنزار کے کوفہ پر حملہ کرنے کا بیان۔	۳۶۵
۱۲۹	ابن زیاد اور حبیش کی بیعت کا بیان۔	۳۳۳	۱۴۱	خنزار کے امام حسین کے قاتلوں کے قتل کرنے کا بیان۔	۳۶۸
۱۳۰	مروان ابن الحکم کی موت اور اس کے بیٹے عبد الملک کی خلافت کا بیان۔	۳۳۴	۱۴۲	عمر ابن سعد اور ان دیگر اشخاص کے قتل کا بیان جو امام حسین کے قتل کے وقت موجود تھے۔	۳۹۰
۱۳۱	مروان ابن حکم کے حالات اور نسب کا بیان۔	۳۳۶	۱۴۳	شعیب بن عبدی کے بصرہ میں منہارت سے بیعت کرنے کا بیان۔	۳۹۳
۱۳۲	نافع ابن ازرق کے قتل کا بیان۔	۳۳۷	۱۴۴	خنزار کے بن زبیر سے کر کے قتل کا بیان۔	۳۹۶
۱۳۳	مہلب کے خوارج سے جنگ کا بیان۔	۳۳۹	۱۴۵	ابن حنفیہ کا حال ابن زبیر کے ساتھ اور کوفہ سے فوج کے روانہ ہونے کا بیان۔	۳۹۹

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۱۴۶	فتنہ و فساد کا بیان۔	۴۰۵	۱۵۸	رے کے محاصرے کا بیان	۴۳۸
۱۴۷	ابن اثیر کے ابن زیاد سے جنگ کے لیے روانہ ہونے کا بیان۔	۴۰۸	۱۵۹	عبید اللہ ابن حر کا حال اور اس کے قتل کا بیان۔	۴۳۹
۱۴۸	اس کرسی کا بیان جس سے مختار و عارف نصرت لیا کرتا تھا۔	۴۰۹	۱۶۰	متعدد واقعات کا بیان۔	۴۴۰
۱۴۹	متعدد واقعات کا بیان۔	۴۱۱	۱۶۱	۶۹ھ کے واقعات۔ عمر ابن سعید الاشدق کے قتل کا بیان۔	۴۵۰
۱۵۰	۶۷ھ کے واقعات ابن زیاد کے قتل کا بیان۔	۴۱۱	۱۶۲	شام میں جراحہ کی سرکشی کا بیان۔	۴۵۷
۱۵۱	مصعب ابن زبیر کی ولایت بصرہ کا بیان۔	۴۱۷	۱۶۳	متعدد واقعات کا بیان۔	۴۵۸
۱۵۲	مصعب اور مختار کی جنگ اور مختار کے قتل کا بیان۔	۴۱۸	۱۶۴	۷۰ھ کے واقعات جنگ (واقعہ) حضرہ عمیر ابن حباب بن جندہ السلمی کے قتل کا بیان۔	۴۵۹
۱۵۳	مصعب ابن زبیر کی مغزولی اور حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر کی ولایت کا بیان۔	۴۲۰	۱۶۵	جنگ فہین	۴۶۵
۱۵۴	متعدد واقعات کا بیان۔	۴۲۱	۱۶۶	جنگ سکیر	۴۶۶
۱۵۵	۷۸ھ کے واقعات حمزہ کی مغزولی اور بصرہ پر مصعب کی ولایت کا بیان۔	۴۲۲	۱۶۷	جنگ بلخ	۴۶۷
۱۵۶	فارسی اور عراق میں فوج کے عروج کا بیان۔	۴۲۳	۱۶۸	جنگ حشاہ اور عمیر ابن حباب السلمی اور ابن ہویہ کے قتل کا بیان۔	۴۶۸
۱۵۷	ابن ماحوزہ کے قتل اور قطری بن فہادہ کی امارت کا بیان۔	۴۲۸	۱۶۹	جنگ کھیل	۴۷۰

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۱۷۷	جنگ بصرہ	۴۷۲	۱۸۳	عبداللہ ابن خازم کے قتل کا بیان -	۴۹۹
۱۷۸	سلسلہ کے واقعات -	۴۷۵			
	مصعب کے قتل اور عبدالملک کے عراق پر قابض ہونے کا بیان -	۴۷۵	۱۸۴	متعدد واقعات کا بیان -	۵۰۱
			۱۸۵	سلسلہ کے واقعات - عبداللہ ابن زبیر کے قتل کا بیان -	۵۰۲
			۱۸۶	عبداللہ ابن زبیر کی عمر اور سیرت کا بیان -	۵۱۵
۱۷۹	خالد ابن عبداللہ کی ولایت بصرہ کا بیان -	۴۹۰			
۱۸۰	عبدالملک اور زفر ابن حارث کے امور کا بیان -	۴۹۰	۱۸۷	محمد ابن مروان کی ولایت حمزیدہ وارثینہ کا بیان -	۵۱۷
۱۸۱	متعدد واقعات کا بیان -	۴۹۵	۱۸۸	ابو فدیك خارجی کے قتل کا بیان -	۵۱۷
۱۸۲	سلسلہ کے واقعات -	۴۹۶			
	خوارج کا بیان -		۱۸۹	متعدد واقعات کا بیان -	۵۱۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

کامل بن اثیر

جلد سوم
خِلَافَتِ بَنُو امِيَّةَ

واقعات ۴۱

حسن ابن علی رضی اللہ عنہما کے معاویہ کو خلافت سپرد کرنے کا بیان

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے انکے لشکر کچا لیس ہزار آدمیوں نے موت تک ان کا ساتھ دینے کے وعدے سے بیعت کی تھی یہ اس وقت کا واقعہ ہے کہ جب وہ ان لوگوں سے شام کے متعلق کچھ باتیں بیان کرتے تھے۔ مگر اس اثناء میں کہ وہ روانگی کی تیاریاں کر رہے تھے شہید ہو گئے۔ حق یہ ہے کہ جب خدائے تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اسے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ غرض کہ جب وہ شہید ہو گئے اور لوگوں نے بڑے صاحبزادے امام حسن رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لی تو آپ کو یہ خبر ملی کہ معاویہ اہل شام کو ہمراہ لیکر ان پر حملہ کرنے واسطے ہیں۔ یہ سننے ہی وہ اور ان کا وہ لشکر جس نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ماتھے پر بیعت کی تھی تیار ہو کر معاویہ کے مقابلے کے لئے کوفے سے روانہ ہوئے۔ اس عرصے میں معاویہ مسکن تک پہنچ چکے تھے۔ اور حضرت امام حسنؑ نے مدائن تک پہنچ کر قیس ابن سعد ابن عبادۃ الانصاری کو اپنے بارہ ہزار آدمیوں کے مقدمہ الحیش کا سرور مقرر کر دیا۔ اور یوں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امام حسنؑ نے مقدمہ الحیش پر عبداللہ ابن عباس کو مقرر کیا تھا۔ اور انہوں نے قیس ابن سعد ابن عبادہ کو فوج کے حاکم کے طور پر مقرر کیا۔ جب امام حسنؑ مدائن پہنچے تو کسی نے فوج میں یہ آواز بلند کیا کہ قیس ابن سعد شہید ہو گئے یہاں سے بھاگ چلو، یہ سننے ہی لوگ امام حسنؑ کے خیمے میں گھس گئے اور آپ کا سامان لوٹنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جس بچھونے پر آپ بیٹھے تھے اس کو بھی کھینچ لیا جس سے امام حسنؑ کا غصہ زیادہ ہو گیا۔ اور ان سے خون زدہ ہو گئے وہ مدائن کے مقصورۃ البیضاء میں

داخل ہو گئے۔ ان دنوں میں سعد بن مسعود الثقفی (مختار بن ابی عبیدہ کا چچا) مدائن کا حاکم تھا۔ مختار اس زمانے میں بالکل نوجوان تھا۔ اس نے اپنے چچا سے کہا کہ ”کیا آپ غنا اور شرف چاہتے ہیں؟“ سعد نے کہا ”وہ کیا ہے؟“ مختار نے جواب دیا کہ ”وہ یہ ہے کہ آپ امام حسن کو باندھ لیں اور اس کے ذریعے سے معاویہ کی پناہ میں آجائیے۔“ اس کے چچا نے کہا ”تم پر لعنت ہو“ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں رسول اللہ صلیع کے نواسے پر حملہ کر دوں اور اسے جکڑ دوں؟ تم بہت برے آدمی ہو۔“ آخر جب امام حسن نے دیکھا کہ اس معاملے میں یوں اختلاف رائے ہے تو انھوں نے معاویہ کو ایک خط لکھا جس میں چند شرائط بیان کیں۔ اور لکھا کہ ”اگر آپ یہ باتیں مان لیں تو میں سماعت و اطاعت کے لئے حاضر ہوں۔ آپ کو چاہئے کہ آپ اُن شرائط کو ضرور پورا کریں۔“ پھر اپنے بھائی امام حسین اور عبداللہ بن جعفر سے کہا کہ میں نے صلح کے بارے میں معاویہ کو مراسلہ لکھا ہے۔“ امام حسین نے کہا کہ ”میں آپ کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں۔ کہ آپ معاویہ کے قول کی تصدیق اور اپنے باپ کے قول کی تکذیب نہ کیجئے۔“ امام حسن نے جواب دیا کہ ”خاموش رہو۔ میں اس معاملے کو تم سے زیادہ سمجھتا ہوں۔“ جب امام حسن کا خط معاویہ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اسے رکھ لیا۔ اس سے قبل وہ عبداللہ بن عامر اور عبدالرحمن ابن عمر ابن حبیب بن عبد شمس کو امام حسن کے نام ایک کاغذ دیکر روانہ کر چکے تھے۔ جواب بالکل سادہ تھا اور جس کے نیچے مہر لگی ہوئی تھی۔ معاویہ نے ان کو لکھا کہ ”اس کاغذ کے نیچے مہر لگی ہوئی ہے۔ آپ اپنی شرائط درج کر دیجئے وہ شرائط مجھے قبول ہیں۔“ جب امام حسن کے پاس وہ خط پہنچا تو انھوں نے معاویہ سے اس سے قبل کی پیش کردہ شرائط سے کئی شرطیں کیں۔ اور اس خط کو اپنے پاس رکھ لیا۔ الخضر جب امام حسن نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا اور ان سے ان کے ہر شدہ خط کی مندرجہ شرائط کا ایفا چاہا تو معاویہ نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ”چھ آپ چاہتے تھے وہ میں آپ کو دے چکا ہوں۔“ آخر کا جب دونوں میں صلح ہو گئی تو امام حسن نے اہل عراق کے ایک مجمع میں کھڑے ہو کے فرمایا کہ ”اے اہل عراق! تین باتوں نے مجھ کو تم سے جدائی اختیار کرنے پر آمادہ کیا۔ تمہارا میرے باپ کو شہید کرنا۔ تمہارا خود مجھ پر نیزے کا وار کرنا۔ اور میرے مال و متاع کو لوٹنا۔“ امام حسن نے امیر معاویہ سے جو امور طلب کئے تھے وہ یہ تھے کہ کونے کے بیت المال کی تمام رقم جس کی مقدار پچاس کھنٹی اور فارس کے دارا بکرو کا خراج انھیں دیا جائے۔ اور یہ کہ حضرت

علی کرم اللہ وجہہ کو سب دشتم نہ کیا جاسے۔ معاویہ نے سب دشتم سے باز رہنے کو منظور نہ کیا۔ امیر امام حسنؑ نے پھر طلب کیا کہ انکو ایسے وقت میں سب دشتم نہ کیا کریں کہ وہ سستے ہوں۔ اس کو انھوں نے منظور کیا مگر بعد میں یہ شرط بھی پوری نہ کی۔ باقی ربا دار الجبرہ کا خراج لے لیا اور پھر یہ کہ ہر روک دیا کہ وہ ہمارے مال غنیمت میں سے ہے اور وہ ہم کسی کو نہ دینگے۔ انھوں نے اس میں بھی معاویہ ہی کے حکم سے رکاوٹ پیدا کی تھی پڑ

معاویہ نے اس سال ربیع الاول کی چوبیسویں یا پچیسویں کو امر خلافت قبول کیا اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الآخر میں اور بعض کہتے ہیں کہ جمادی الاول میں پڑ کہتے ہیں کہ امام حسنؑ نے امر خلافت امیر معاویہ کو اس لئے سپرد کر دیا کہ جب انھوں نے تسلیم خلافت کے متعلق معاویہ کو مراسلہ بھیجا تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ اور خدا کے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا :-

”خدا کی قسم ہمیں کسی قسم کا شک یا ندامت اہل شام پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور ہم ضرور اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑتے۔ مگر سلامت عدالت کی وجہ سے اور صبر بقراری کی وجہ سے ضعیف و کمزور ہو گئے ہیں۔ جس وقت تم صفین کے میدان جنگ کی طرف جا رہے تھے تو تمہارا دین تمہاری دنیا کے آگے تھا۔ مگر آج تمہارا حال یہ ہے کہ تمہاری دنیا تمہارے دین سے آگے ہے۔ سنو تم اس وقت دو کشتوں کے درمیان میں ہو۔ ایک کشتہ صفین جس کے لئے تم روتے ہو اور دوسرے کشتہ نہروان جس کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو جو اس وقت باقی ہے وہ ساتھ چھوڑ چکا ہے اور جو نالہ دہکا کر رہا ہے وہ حملہ کرنے والا ہے۔ ہاں۔ معاویہ ہمیں ایسے امر کی طرف دعوت دے رہے ہیں جس میں نہ عزت ہے اور نہ انصاف۔ اگر تم موت چاہتے ہو تو ہم ان کی دعوت کو رد کر سکتے ہیں۔ اور تلواروں کی دھاروں پر خدا کے تعالیٰ سے اسکا حما کر سکتے ہیں۔ لیکن اگر تم حیات چاہتے ہو تو ہم اسے قبول کر لینگے۔ اور تمہارے لئے رضامندی طلب کریں گے“ جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ ”ہم حیات چاہتے ہیں۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ آپ صلح کر لیجئے“ پڑ

جب آپ نے امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا تو لوگوں کے سامنے تقدیر کی اور فرمایا کہ ”اے لوگو! ہم لوگ تو تمہارے امرا ہیں اور تمہارے ہمنان ہیں۔ ہم لوگ تمہارے بنی کے وہ اہل بیت ہیں کہ خدا کے تعالیٰ نے ان کی ہر لودگی اور نجاست کو دور فرما کر انکو پاک

کر دیا ہے" امام صاحب نے اس فقرے کو بار بار دہرایا۔ حتیٰ کہ تمام مجلس میں کوئی شخص ایسا نہ رہا کہ جو رونہ نہ ہو۔ اور روتے روتے ہنسی نہ لگ گئی ہو۔
 القصد جب وہ سب ملکر صلح کرینی غرض سے معاویہ کے پاس گئے تو دونوں صاحبوں نے انھیں شرائط پر آپس میں صلح کر لی جنکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اور امام حسنؑ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا۔

امام حسنؑ کی خلافت کا زمانہ ان لوگوں کے قول کے مطابق جن کا بیان ہے کہ انھوں نے بیع الادل میں امر خلافت سپرد کر دیا تھا ساڑھے پانچ مہینے کا ہوتا ہے۔ اور ان لوگوں کے خیال کے مطابق جو بیع الآخر کا ذکر کرتے ہیں چھ مہینے اور کچھ دن۔ اور جنکی رائے جمادی الاول میں سپرد خلافت کرنے کی ہے۔ سات مہینے اور چند دن کی ہوتی ہے واللہ اعلم۔
 صلح ہونے اور امام حسنؑ کے معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد معاویہ کو فتنے میں داخل ہوتے۔ اور لوگوں نے ان سے بیعت کی۔ اور امام حسنؑ نے قیس ابن سعد کو بارہ ہزار جوانوں کے مقدمہ الحبشہ پر مامور تھے ایک خط لکھا جس میں ان کو یہ حکم دیا کہ وہ بھی معاویہ کی اطاعت کریں۔ اس پر قیس نے لوگوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا۔
 "اے لوگو! اگر تم چاہو تو امام ضلالت کی اطاعت میں آ جاؤ۔ اور اگر چاہو تو غیر امام کے ساتھ ہو کر جنگ کر دو۔

بعض لوگوں نے کہا کہ "ہم امام ضلالت کی اطاعت میں داخل ہونا چاہتے ہیں" چنانچہ انھوں نے بھی معاویہ سے بیعت کر لی۔ اور قیس اپنے چند ہارمیوں کو ساتھ لیکر دہان سے ہٹ آئے۔ جب معاویہ کو فتنے میں پہنچ گئے تو عمر ابن العاص نے ان سے کہا کہ وہ امام حسنؑ کو حکم دیں کہ وہ لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کریں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ وہ تقریر میں عاجز ہیں۔ چنانچہ معاویہ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور امام حسنؑ کو حکم دیا کہ وہ بھی تقریر کریں۔ اس پر آپ کھڑے ہوئے اور خداے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا "اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم کو ہم میں سے بہت شخص کے ذریعہ سے ہدایت دی اور آخر شخص کے ہاتھوں تمھارے غمخو کو محفوظ کیا۔ اس امر کے لئے ایک مدت معینہ ہے اور دنیا نام ہے گردشوں کا۔ اللہ عز وجل نے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرمادیا تھا کہ "کیا معلوم شاید کہ وہ تمھاری آزمائش ہو در چند دن کی آسائش جب انھوں نے یہ فرمایا تو معاویہ نے ان سے کہا کہ "اب آپ تشریف لے گئے" بلکہ یہ سنکر ان کو عمر دس سے بعض ہو گیا۔

اور وہ ان سے کہنے لگے کہ یہ سب کچھ آپ کے کہنے پر عمل کرنے سے ہوا ہے۔ ۲

امام حسنؑ اپنے اہل بیت اور ختم اور خدم کے ساتھ مدینہ میں پہنچ گئے جس وقت وہ سب کوفہ سے روانہ ہوئے ہیں لوگ رو رہے تھے۔ کسی شخص نے امام حسنؑ سے سوال کیا کہ آپ کو کس بات نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا؟ انھوں نے فرمایا کہ مجھ کو دنیا سے نفرت ہو گئی اور میں نے دیکھا کہ اہل کوفہ ایسے لوگ ہیں کہ جن پر کبھی کسی شخص کو اعتبار نہیں کرنا چاہئے۔ ان میں سے کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی رائے یا خواہش سے موافقت نہیں کرتا۔ بلکہ سب کے سب آپس میں اختلاف رکھتے ہیں اور خیر میں الکی کوئی خاص نیت ہے اور شامور شر میں۔ میرے والد کو ان سے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچیں۔ اے کاش کہ مجھے معلوم ہوتا کہ میرے بعد اور کس شخص سے وہ اچھا سلوک کریں گے۔ یہ شہر سب شہروں سے پہلے برباد و تباہ ہو جائیگا جس وقت امام حسنؑ کوفہ سے روانہ ہوئے ایک شخص نے ان کے پاس آکر خطاب کیا ”اے مسلمانوں کے منہ کالا کرنے والے“ حضرت نے جواب میں فرمایا کہ ”مجھے طاعت نہ کرو۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دیکھا تھا کہ نبو امیہ یکے بعد دیگرے ان کے منبروں پر چڑھ رہے ہیں اس سے ان کو رنج ہوا تو خدا نے آیت اَنَا اَعْطَيْتُكَ الْكَوْثَرَ (اور کوثر جنت کی ایک نہر کا نام ہے) اور اَنَا اَنْزَلْنَا فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ تَاوِیْرَ تَعَالٰی حَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ نازل فرمائیں اور خبر دی کہ آپ کے بعد نبو امیہ اس پر قابض ہو جائیگے۔

معاویہ اور قیس ابن سعد کی صلح کا بیان

اسی سال کے دوران میں معاویہ اور قیس ابن سعد میں صلح ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ قیس ابن سعد صلح کو پہلے سے رک گئے تھے جس کا سبب یہ تھا کہ جب عبداللہ ابن عباس کو یہ خبر ہوئی کہ امام حسنؑ امر خلافت کو معاویہ کے سپرد کرنے والے ہیں تو انھوں نے معاویہ کو خط لکھا اور اپنی جان و مال کی امان طلب کی۔ معاویہ نے قبول کیا۔ اور عبداللہ ابن عامر کو ایک لشکر جرار کیساتھ ان کی طرف روانہ کر دیا۔ عبداللہ رات کے وقت اپنی فوج کو (جس پر وہ مامور تھے) بغیر امیر کے چھوڑ کر عبداللہ ابن عامر کی ملاقات کے لئے نکلے۔ اسی فوج میں قیس ابن سعد بھی تھے۔ اہل فوج نے انکو اپنا امیر بنا لیا اور اپنے مال و جان کی قسمیں کھا کھا کر آپس میں عہد و پیمان کیا کہ جب تک

معاویہ شیعان علیؑ اور ان کے دیگر ہمراہیوں کی شرائط نہ قبول کرینگے ان سے برابر جنگ کبھی نہ ہوگی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خود قیس ہی اس فوج کے مقدمہ کے سردار تھے (جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے) اور وہ معاویہ ابن ابی سفیان کی امارت سے سخت متنفر تھے۔ جب ان کو حضرت حسنؑ ابن علیؑ کے صلح کرنے کی خبر ملی تو ایک جماعت کثیران کے ساتھ ہو گئی کہ تا وقتیکہ معاویہ سے شیعان علیؑ اور ان کے متبعین کی جان و مال کی حفاظت کیلئے شرط نہ کرائی جائے ہم ان سے لڑتے رہینگے۔ یہ سنکر معاویہ نے ایک مراسلہ لکھ کر قیس ابن سعد کو اپنی اطاعت کے لئے دعوت دی۔ اور ایک سادہ کاغذ کے نیچے اپنی مہر لگا کر ان کے پاس بھیجا اور لکھا کہ آپ اس میں جو شرطیں چاہیں لکھیں میں ان کو پورا کر دوں گا۔ عمرو نے معاویہ کو اسے دی کہ ”آپ یہ کاغذ ان کے پاس نہ بھیجیں بلکہ ان سے جنگ کریں“ معاویہ نے کہا ”ذرا ٹھہرو ہم ان لوگوں کو قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ اہل شام کے اتنے ہی آدمی قتل نہ ہو جائیں۔ پھر اس کے بعد زندگی میں کچھ بھی مزہ نہ رہیگا خدا کی قسم میں قیس سے ہرگز نہ لڑ دوں گا جب تک کہ میں یہ نہ سمجھ لوں کہ ان سے جنگ کرنا بالکل لاپرواہی ہے۔“ غرض جب وہ سادہ کاغذ قیس کے پاس پہنچ گیا تو انھوں نے اس میں یہ شرائط درج کیں کہ انکو اور شیعان علیؑ جس جس کی جان سے سابقہ پڑا ہے اور جو مال انکے ہاتھ لگا ہے اس سے امان دی جائے مگر شرائط میں کوئی رقم طلب نہیں کی۔ چنانچہ معاویہ نے ان کے حسب درخواستہ امور ان کو عطا کئے۔ اور قیس اور ان کے ہمراہی معاویہ کی اطاعت میں داخل ہو گئے۔

جس وقت یہ فتنہ برپا ہوا ہے اس وقت پانچ آدمی ایسے تھے جنکو نہایت زیر اور تیز فہم خیال کیا جاتا تھا۔ اور وہی لوگ اہل عرب میں اصحاب رائے و فکر تھے یعنی معاویہ عمرو۔ تغیرہ ابن شعبہ۔ قیس ابن سعد۔ اور عبداللہ بن بدیل الخزاعی۔ ان میں سے قیس اور ابن بدیل حضرت علیؑ کے ہمراہ تھے۔ اور تغیرہ طاقت میں گوشہ نشین تھے۔

جب معاویہ کے لئے امر خلافت مستحکم ہو گیا تو سعد ابن ابی وقاص ان کے پاس آئے اور کہا ”السلام علیک ماے بادشاہ“ معاویہ ہنس پڑے اور کہا کہ ”اے ابو اسحق اگر تم“ اے امیر المؤمنین کہتے تو تمھارا کیا حرج تھا؟“ انھوں نے جواب دیا کہ ”کیا آپ یہ بات خوش ہو کر کہہ رہے ہیں؟“ خدا کی قسم جس طرح آپ نے خلافت حاصل کی ہے میں کبھی اس کو پسند نہیں کرتا۔“

خوارج کے معاویہ پر خرخرج کرنا کی بیان

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ فرزد بن نوفل الاشجعی پانچ سو خوارج کو لیکر علمدہ ہو گیا تھا۔ اور حضرت علیؓ کے خلاف خوارج کشی کو ترک کر کے شہر زور کی طرف چلا گیا تھا جب امام حسنؓ نے امر خلافت معاویہ کے سپرد کر دیا تو انہوں نے کہا کہ اب وہ وقت آ گیا ہے جس میں کسی قسم کا شک نہیں ہو سکتا۔ لہذا اب معاویہ کی طرف چلو اور ان سے جہاد کرو۔ چنانچہ خوارج فرودہ کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہوئے اور کوفہ کے قریب مقام نخیلہ میں ٹھہرے۔ اس اثناء میں امام حسنؓ مدینہ کے ارادے سے روانہ ہو چکے تھے۔ معاویہ نے ان کو خط لکھ کر فرودہ کے مقابلے کے لئے بلایا۔ معاویہ کا قاصدان کو قاصد میں یا اس کے قریب ملا۔ مگر وہ واپس نہ آئے بلکہ یہ لکھ بھیجا کہ اگر میں اہل قبلہ میں سے کسی کے خلاف جنگ کرنا چاہتا تو سب سے پہلے آپ ہی سے ملتا۔ مگر میں نے آپ کو امت کی بیہودگی اور ان کے جان و مال کی حفاظت کے لئے جھوٹا پتہ دیا ہے۔ معاویہ نے اہل شام کی ایک جماعت کو خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ لڑائی ہوئی اور اہل شام کو شکست ہوئی۔ معاویہ نے اہل کوفہ سے کہا کہ خدا کی قسم جب تک کہ تم خوارج کو روک دو گے میں تم کو کسی طرح کی امان نہ دوں گا۔ اس پر اہل کوفہ نے نکل کر ان کا مقابلہ کیا۔ مگر خوارج نے اہل کوفہ سے کہا کہ ”یہ معاویہ ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن نہیں؟ تم ہمیں ان سے ملنے دو۔ اگر ہم جیت گئے تو ظاہر ہے کہ تم تمکو تمہارے دشمن سے بچاؤ گے اور اگر وہ جیت گئے تو تم ہم سے بچ گئے۔“ انہوں نے جواب دیا کہ ”تم تم سے ضرور لڑینگے۔“ اور خوارج کے دلیر ترین آدمی فرودہ کو پکڑ لیا۔ اس سے گفتگو کرتے رہے۔ اس کو نصیحتیں کیں مگر وہ باز نہ آئے تو اہل کوفہ ان کو جبراً وقہراً پکڑ کر کوفہ کے اندر لے گئے۔

فرودہ کے بعد خوارج نے قبیلہ طے کے ایک شخص عبداللہ بن ابی احو سار نامی کو اپنا امیر بنا لیا۔ اور ماہ ربیع الاول (اور بقول بعض ماہ ربیع الثانی) میں اہل کوفہ نے ان سے جنگ شروع کی اور ان کو قتل کر دیا۔ ابن ابی احو سار بھی جنگ میں مارا گیا جس وقت یہ خوارج کا امیر بنا یا گیا ہے اس وقت سے اسے بادشاہ سے خطرہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے ضرور رسولی دے دیں گے۔ چنانچہ اس نے یہ اشعار کہے :- (ترجمہ)

دہماری ردہوں کے قبض ہو جائیکے بعد مجھے اسکی پروا نہیں کہ تم ہمارے جسم کے جوڑوں اور ہڈیوں

چہرے کی کھاؤں کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہو۔ کہکشاں۔ فسادِ واقع اور فسادِ طائر مقررہ روش سے اور اسی طرح آفتاب و مہتاب بھی مقررہ مقدار کے ساتھ برابر چلتے رہینگے۔ مجھے بخوبی معلوم ہو گیا ہے (اور حق یہ ہے کہ بہترین قول وہی ہے جو سب سے زیادہ نفع مند ہو) کہ خوش نصیب وہی ہے جو آگ سے نجات پائے گا

خوثرہ ابن وداع کے خروج کا بیان

ابن ابی الحواری کے قتل ہونے کے بعد تمام خوارج نے اتفاق کر کے خوثرہ ابن وداع ابن مسعود الاسدی کو اپنا سردار بنالیا۔ اس نے کھڑے ہو کر تقریر کی جس میں فرود ابن نوفل کی عیب جوئی کی کہ اس نے حضرت علیؑ سے جنگ کرنے میں شک کیوں کیا۔ پھر خوارج کو دعوت جنگ دی اور برازاں روز سے روانہ ہو کر تخیلہ پہنچنے تک وہاں اس کے پاس ڈیڑھ سو آدمی جمع ہو گئے تھے۔ وہاں پہنچنے پر ابن ابی الحواری کی شکست خوردہ فوج بھی اس سے آ ملی۔ جسکی تعداد تھوڑی تھی۔ معاویہ نے خوثرہ کے باپ کو بلا کر کہا کہ تم باہر جا کر اپنے بیٹے سے ملو شاید تم کو دیکھ کر وہ کچھ رقیق القلب ہو جائے۔ چنانچہ ابو خوثرہ باہر آیا۔ اور اپنے بیٹے سے گفتگو کی۔ اور قسمیں دیکر کہا کہ کیا میں تمہارے پاس تمہارے بیٹے کو لیکر آؤں؟ ممکن ہے کہ تم اسے دیکھ کر اسکی جدائی کو پسند کرو؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بیٹے کی ملاقات سے زیادہ ایک کافر کے ماتھے سے نیزے کی ایسی ضرب کا مشتاق ہوں کہ جس میں میں تھوڑی دیر تڑپتا رہوں یہ سن کر اس کا باپ واپس چلا گیا اور معاویہ سے اسکا قول بیان کر دیا۔ اس پر معاویہ نے عبداللہ ابن عوف الاحمر کو دو ہزار آدمی دیکر اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ ان میں خوثرہ کا باپ بھی تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنے بیٹے کو مقابلے کے لئے بلایا۔ مگر خوثرہ نے کہا کہ میرے سوا تمہارے لئے اور مقابل بہت ہیں۔ ابن عوف جان توڑ کر ان پر بل پڑا۔ اور خوب زور شور سے لڑائی ہوئی۔ خوثرہ نے عبداللہ ابن عوف سے مقابلہ کیا۔ ابن عوف نے ایک نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ علیؑ ہذا القیاس اس کے اور سب ہمراہی بھی کالے صرف پچاس آدمی زندہ بچے اور وہ سب کے سب ماہِ جمادی الآخر سنہ ۱۷ھ میں کوفہ میں داخل ہوئے جب ابن عوف نے خوثرہ کی بیٹھائی پر سجدے کا نشان دیکھا اور اسطرح اسکا عابد و زاہد ہونا معلوم ہوا تو اسے اس کے قتل پر مذمت ہوئی اور اسے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ) "میں نے نبو اسد کے بھائی کو یو تونی اور جہالت سے قتل کیا مجھے اپنے باپ کی جان کی قسم ہے کہ میں نے

اچھا نہ کیا۔ میں نے ایک نمازی اور شب زندہ دار شخص کو قتل کیا۔ جو اکثر رنج و تکلیف میں مبتلا رہتا تھا اور نیک اور میانہ رو آدمی تھا۔ میں نے دنیا کو حاصل کرنے کے لئے ایک صاحبِ تقویٰ کو قتل کیا۔ یہ میری بد بختی اور کم نصیبی کے لہجے ہیں۔ اسے میرے خدا میں نے جو کچھ خطا یا عدا گناہ کیے ہیں انکو بخش دے اور میری توبہ قبول کرے؟

فرورہ ابن نوفل کے خروج اور اسکی موت کا بیان

معاویہ کے چلے جانے کے بعد فرورہ ابن نوفل الاشجعی نے مغیرہ ابن شعبہ پر فوج کشی کی مغیرہ نے اس کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی جس کا سردار شبہ بن ربیعہ اور بقول بعض مقتل ابن قیس تھا۔ شہر زور کے مقام پر فرورہ سے اسکی ٹھیکرٹھ سوئی۔ اور فرورہ قتل ہوا یہ بھی کہاجاتا کہ وہ علاقہ سواہ کے کسی مقام پر قتل ہوا تھا۔

شعیب ابن بجرہ کا بیان

جب ابن لجم نے حضرت علیؑ کو شہید کیا تو شعیب اس وقت اسکے ہمراہ تھا۔ جب معاویہ کو نے میں داخل ہوئے تو شعیب ان کا تقرب حاصل کرنے کے لئے انکے پاس گیا اور کہا کہ "بیٹے اور ابن لجم نے حضرت علیؑ کو شہید کیا تھا" یہ سنکر معاویہ خوف کے مارے اپنی جگہ سے اٹھل پڑے اور اپنے گھر میں چلے گئے۔ پھر اشجع کو بلا کر کہا کہ اگر میں نے اب سے شعیب کو کبھی یہاں دیکھا یا مجھے یہ معلوم ہوا کہ وہ میرے دروازے پر ہے تو میں تم سب کو ہلاک کر ڈالوں گا۔ اسے اپنے شہر سے نکال دو۔ جب رات ہو گئی تو شعیب نکلا اور جو جو شخص راستے میں ملا اُسے قتل کرتا گیا۔

جب مغیرہ والی کو نہ مقرر ہوئے تو اسے کو نے کہ قریب کے مقام انق (یا طبق) سے اُن پر حملہ کیا۔ مغیرہ نے اسکے مقابلے کے لئے چند سوار بھیجے جن کا سردار خالد بن عرفطہ اور بقول بعض مقتل ابن قیس تھا۔ جنگ ہوئی اور شعیب اور اسکے ہمراہی قتل ہو گئے۔

مُعَیْن خارجی کا بیان

مغیرہ کو اطلاع ملی کہ مُعَیْن ابن عبد اللہ خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یہ شخص تبدیلہ محارب

میں سے تھا۔ اس کا اصلی نام معن تھا۔ اور اسے مصغر صورت میں تبدیل کر کے مُعین کر دیا تھا۔ مغیرہ نے اس کے مقابلے کے لئے چند آدمی بھیجے۔ اس وقت اس کے پاس ایک جماعت تھی۔ مگر وہ پکڑا گیا اور قید کر دیا گیا۔ مغیرہ نے اسکے حال کی اطلاع معاویہ کو دی۔ انہوں نے لکھا کہ اگر وہ میرے خلیفہ ہونے کی شہادت دیتا ہے تو اسے چھوڑ دو۔ چنانچہ مغیرہ نے اسے بلا کر اس سے سوال کیا کہ ”کیا تم شہادت دیتے ہو کہ معاویہ خلیفہ اور امیر المؤمنین ہیں۔“ اس نے جواب دیا کہ ”میں شہادت دیتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ برحق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ قیامت ضرور آئے گی۔ اور جو لوگ قبروں میں ہیں خدائے تعالیٰ انکو اٹھائے گا۔“ انہوں نے مُعین کے قتل کا حکم دیا۔ اور قبضہ المہلالی نے اس کو قتل کر دیا۔

بشر ابن مروان کے عہد ولایت میں خوارج میں سے ایک شخص قبضہ کے دروازے پر جا کر بیٹھ گیا۔ اور جو نہی قبضہ اندر سے نکلا اسے قتل کر دیا۔ قاتل کا کہیں کچھ پتہ نہ چلتا۔ انکے اس نے شبیب بن یزید کے ہمراہ خروج کیا اور اسے کو فہ بنج کر کہا کہ ”اے اللہ کے دشمنو! میں قبضہ کا قاتل ہوں۔“

ابو مریم کے خروج کا ذکر

اس کے بعد ابو مریم مولائے بنو حارث ابن کعب نے خروج کیا۔ اسکے ہمراہ قطام اور کحیلۃ نام دو عورتیں تھیں۔ یہ پہلا شخص ہے جسکے ہمراہ عورتیں بھی حمل آوری کے لئے نکلیں۔ ابولبال ابن اذینہ نے اس فعل کو برا کہا۔ مگر ابو مریم نے جواب دیا کہ ”رسول خدا صلعم کے اور مسلمانوں کے ہمراہ عورتیں شام میں جنگ آزمائی کر چکی ہیں۔ مگر خیران دونوں کو جلد ہی پس بھیج دوں گا۔“ چنانچہ اس نے ان دونوں کو واپس بھیج دیا۔

مغیرہ نے جابر ابی بھلی کو اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ مقام بادوریا میں دونوں میں جنگ ہوئی جس میں ابو مریم اور اسکے ہمراہی قتل ہوئے۔

ابو لیلیٰ کے خروج کا بیان

ابو لیلیٰ ایک سیاہ قام۔ طویل القامت شخص تھا۔ ایک مرتبہ وہ کو فہ کی مسجد کے دروازے کے کواڑوں کو پکڑ کر کھڑا ہو گیا۔ اس وقت وہاں چند اشرف کو فہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

ان سے مخاطب ہو کر اس نے یہ آواز بلند انکو اپنے ساتھ فریک کرنے کی دعوت دی۔ مگر کسی نے اس کی پروا نہ کی۔ تاہم جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو قیس موالی اسکے ہمراہ ہو گئے تھے۔ مغیرہ نے متعلق ابن قیس الریاحی کو اس سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ جنھوں نے مسدہ میں کونے کے گرد و نواح کے کسی گاؤں میں اسے قتل کر دیا۔

مُغِیْرَةُ ابْنِ شَعْبَةَ کے عامل کو مذکور ہونے کا بیان

اس سال معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن العاص کو عامل کوذ مقرر کیا۔ مغیرہ ابن شعبہ انکے پاس گئے اور کہا کہ "آپ نے عبداللہ کو کونے کا اور انکے باپ کو مصر کا عامل مقرر کیا ہے۔ اسکے معنی یہ ہیں کہ آپ شیر کی دو کچلیوں کے مابین ایک امیر ہو گئے۔" اسپر معاویہ نے عبداللہ کو کونے سے معزول کر کے مغیرہ کو وہاں کا عامل مقرر کر دیا چونکہ عمرو کو معلوم ہو گیا تھا کہ مغیرہ نے انکے متعلق معاویہ سے کیا کیا کہا ہے اس لئے وہ بھی معاویہ کے پاس پہنچے اور ان سے کہا کہ "آپ نے مغیرہ کو حکمہ خراج پر مقرر کیا ہے۔ وہ مال اڑاویگا۔ اور آپ کو اتنی استطاعت نہ ہوگی کہ کبھر ان سے واپس وصول کر سکیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خراج پر ایک ایسے شخص کو مقرر کریں جو آپ سے ڈرے اور بچتا رہے" اس پر معاویہ نے مغیرہ کو حکمہ خراج سے معزول کر کے نماز کا حاکم مقرر کیا۔

جب مغیرہ کونے کے والی مقرر ہو گئے تو انھوں نے کثیر ابن شہاب کو رے پر مامور کیا۔ کثیر اکثر رے کے منبر پر سے حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کو سب و شتم کیا کرتے تھے۔ وہ زیادہ سے والی کو فہ ہونے تک وہیں رہے۔ بلکہ زیادہ نے انکو اس پر مستقل کر دیا۔ انھوں نے عبداللہ ابن الحجاج تغلبی کو ہمراہ لیکر و یلم پر حملہ کیا۔ عبداللہ نے ایک دلیلی کو قتل کر کے اسکے سامان پر قبضہ کر لیا۔ مگر اسے کثیر نے ان سے لے لیا۔ عبداللہ نے انکو خدا کی قسم دیکر واپس مانگا مگر کثیر نے اسے دینے سے انکار کیا۔ اس لئے عبداللہ نے چھپ کر کثیر پر تلوار کا وار کیا۔ یا شاید یہ ہوا کہ ایک عصا مار کر انکے چہرہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ) یخند ف کے بیٹوں کو یہ خبر کون پہنچائیگا کہ میں نے ابن شہاب سے اپنا کینہ پورا کر لیا۔ میں نے اسے ایک رات اسکے مکان کے نواح میں پایا۔ اور آگے بڑھ کر اسکے دانتوں پر وار کیا۔ تو تو دشمنی کر نیوالا اور ظالم ہے تو کیوں میری قوم کی رگ گردن اور میری ایذا دہی سے نہیں ڈرتا۔

بسر کی حکومت بصرہ کا بیان

اسی سال بسر بن ابی اریطہ بصرہ سے کا والی مقرر ہوا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب امام حسنؑ اپنے ساتھیوں کے شروع میں معاویہ سے صلح کر لی تو حمران ابن ابان کبار کی بصرہ پر چڑھ دڑا اور اسکو اپنے قبضے میں لا کر اسپر غالب ہو گیا۔ اس لئے معاویہ نے بسر بن ابی اریطہ کو اسکے مقابلے کے لئے روانہ کیا اور اسکو زیاد بن ابیہ کی اولاد کے قتل کا حکم دیا۔ ان دونوں زیاد قاریس میں تھا۔ یہاں اسکو حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے عامل بنا کر روانہ کیا تھا۔

جب بسر بصرہ پہنچا تو اسے منیر بن خطبہ پڑا۔ جس میں حضرت علیؑ پر سب و شتم کیا۔ یہ کہہ لگا کہ ”میں خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو شخص تمھیں سبوتا ہے کہیں صادق ہوں وہ مجھے سچا کہے۔ اور جو مجھے جھوٹا جانتا ہے وہ جھوٹا کہے۔“ ابو بکرؓ نے کہا کہ ”ہم تو یہی جانتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے۔“ بسر نے حکم دیا کہ اسکا فوراً گلا گھوٹ دیا جائے۔ مگر ابو لؤلؤہ الضبیؓ نے کھڑے ہو کر اپنے آپ کو ان دونوں کے درمیان ڈال دیا اور اس طرح اسکو گلا گھوٹنے سے روک دیا۔ ابو بکرؓ نے اسے ایک سو جریب زمین دیدی۔ کسی نے ابو بکرؓ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ”چونکہ وہ ہمیں خدا کی قسم دیکر پوچھتا ہے اس لئے ہم اس کو سچا نہیں کہتے۔“ معاویہ نے زیاد کو خط لکھا کہ تمھارے پاس خدا سے تعالیٰ کے مال میں سے کچھ مال ہے۔ جو کچھ مال تمھارے پاس ہے اسکو ادا کر دو۔“ زیاد نے جواب دیا کہ ”میرے پاس اس میں سے کچھ بھی باقی نہیں ہے۔ بلکہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ میں مصارف ضروریہ میں خرچ کر چکا ہوں۔ اس کا کچھ حصہ میں نے اس غرض سے محفوظ رکھ چھوڑا ہے کہ کبھی کوئی مصیبت پڑے تو کام آئے۔ اس کے بعد جو کچھ فاضل بچا وہ میں نے امیر المؤمنینؑ رحمۃ اللہ علیہ کو دیدیا۔“ معاویہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ ”تم یہاں آ جاؤ جس کام پر تم مامور تھے ہم خود اس میں غور کر لینگے۔ یا تو ہمارا تمھارا فیصلہ بالکل صاف ہو جائیگا۔ اور یا تم پھرانہی جاسے امن کو واپس چلے جانا۔“ چونکہ زیاد ایسا کرنے سے باز رہا۔ اس لئے بسر نے زیاد کے تین بڑے لڑکوں یعنی عبدالرحمنؓ عبداللہؓ اور عباد کو گرفتار کر لیا۔ اور زیاد کو لکھ بھیجا کہ ”یا تو تم امیر المؤمنینؑ کے پاس آؤ۔ ورنہ میں تمھارے بیٹوں کو قتل کر دوں گا۔“ زیاد نے جواب میں لکھا کہ ”جب تک خدا سے تعالیٰ میرے اور تیرے آقا کے مابین فیصلہ نہ فرمائے میں اپنی جگہ سے سرکنے والا بھی نہیں۔ اگر تم نے میرے بچوں کو قتل کر دیا تو ظاہر ہے کہ آخری بازگشت خدا ہی کی طرف ہے اور بعد میں

صاحب بھی ہو گا۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائیگا کہ وہ کیسا پلٹا کھاتے ہیں۔
بسر نے ان لڑکوں کے قتل کا ارادہ کیا ہی تھا کہ ابوبکرہ اس کے پاس آیا اور کہا کہ ”تم نے
میرے بھائی کے بچوں کو بے گناہ گرفتار کر رکھا ہے۔ حضرت امام حسنؑ نے معاویہ سے اس بات پر
صلح کی تھی کہ حضرت علیؑ کے اصحاب نے جو کچھ حاصل کیا اب وہ جہاں کہیں ہوں ان کو امان
دی جائے۔ ظاہر ہے کہ اب نہ ان لڑکوں کے خلاف کوئی سبیل ہے اور نہ ان کے باپ کے خلاف۔
چند دنوں کی مہلت دو تاکہ میں معاویہ کا خط لے آؤں۔“ اس کے بعد ابوبکرہ سوار ہو کر معاویہ کی
طرف روانہ ہوا۔ جو اس وقت کوفہ میں تھے۔ ادران کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ ”اے
معاویہ! لوگوں نے تم سے اس بات پر بیعت نہیں کی تھی کہ تم اطفال کو قتل کیا کرو۔“ انھوں
نے کہا ”ابوبکرہ وہ کیا بات ہے؟“ ابوبکرہ نے جواب دیا کہ ”بسر میرے بھائی زیاد کے بچوں کو
قتل کرنا چاہتا ہے۔“ معاویہ نے ابوبکرہ کو ان لڑکوں کے رہا کئے جانے کا حکم لکھ کر دیدیا۔ اور
وہ معاویہ کے اس خط کو جو انھوں نے بسر کو زیاد کی اولاد کو ایذا رسانی سے باز رکھنے
کے بارے میں لکھا تھا لیکر دہاں سے واپس چلا اور عین اپنے وعدے کے دن بصرہ پہنچ
گیا۔ اس اثنا میں بسر آفتاب کے طلوع ہوتے ہی زیاد کے لڑکوں کو لیکر باہر نکل آیا تھا۔
اور غروب آفتاب کا انتظار کر رہا تھا کہ انھیں قتل کیا جائے۔ لوگ بھی متشدد دیکھنے کو جمع
ہو چکے تھے۔ اور ابوبکرہ کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ اتنے میں ابوبکرہ ایک شریف یا تمارسی ہنسل
گھوڑے کو بڑی محنت سے بھگاتا اور بلند ہوتا دکھائی دیا۔ وہ وہاں تک پہنچا۔ اور اتر پڑا۔ اس نے
تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی تکبیر کا نعرہ بلند کیا۔ وہ پیدل بھاگتا ہوا آیا۔ اور ابھی بسر ان لڑکوں کو قتل
نہ کرنے پایا تھا کہ ابوبکرہ نے اس کے پاس پہنچ کر معاویہ کا خط اس کے حوالے کر دیا۔ اور بسر نے ان کو
رہا کر دیا۔

جب حضرت علیؑ شہید کئے گئے تو معاویہ نے زیاد کو ایک خط لکھا تھا جس میں انھوں نے
اس کو تہدید کی تھی اس خط کو پڑھ کر زیاد نے لوگوں کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ ”مجھے تعجب ہوتا
ہے کہ یہ جگر خوار کا بچہ۔ یہ نفاق و شقاق کی کان یہ رئیس الاحزاب مجھے دھمکتا اور ڈراتا ہے۔
حالانکہ میرے اور اس کے درمیان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی (یعنی ابن عباس) اور امام حسنؑ

۱۴ ”وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ“

ابن علیؑ کے ستر ہزار مسلحہ شمشیر زن سپاہیوں کا واسطہ ہے۔ خدائی قسم اگر وہ مجھے اکیلا مل جائے تو وہ مجھے آگ بھسوکا اور تلوار کا دھنی پائے گا۔

جب امام حسنؑ نے معاویہ سے صلح کر لی اور معاویہ کو نہ پہنچ گئے تو زیاد اس قلعے میں پناہ گزیں ہو گیا جو قلعہ زیاد کے نام سے موسوم ہے۔

اس واقعہ کے متعلق جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ صلعم کے برادر عم زاد سے زیاد نے ابن عباس سے مراد لی تھی محض وہم ہے۔ کیونکہ حضرت ابن عباس حضرت علیؑ سے انکی حیات ہی میں جدا ہو گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ معاویہ نے حضرت علیؑ کے زمانہ حیات میں زیاد کو یہ خط لکھا تھا۔ اور زیاد نے یہ الفاظ بولے اور ان سے حضرت علیؑ ہی سے مراد لی زیاد نے حضرت علیؑ کو اس مضمون سے اطلاع دی یہی تھی جو معاویہ نے اسکو لکھا تھا۔ اور حضرت علیؑ کی طرف سے اسکا جواب نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ معاویہ اور زیاد کے احاطے کے بیان میں اسکا ذکر کیا ہے۔

معاویہ کی جانب سے ابن عامر کے عامل بصرہ نیکابیان

اس کے بعد معاویہ نے ارادہ کیا کہ عقبہ ابن ابی سفیان کو والی بصرہ مقرر کریں۔ مگر ابن عامر نے ان سے کہا کہ "بصرہ میں میری ولایتیں اور اموال ہیں۔ اگر مجھے وہاں کا گورنر مقرر نہ کریں گے تو وہ سب کچھ جاتا رہے گا۔" اس پر معاویہ نے اسے والی بصرہ مقرر کر دیا۔ چنانچہ وہ لکھنے کے آخری حصے میں دیا پہنچ گیا۔ اس کے علاوہ خراسان اور سجستان بھی اسی کے ماتحت کر دیئے۔ اور اس نے حبیب ابن شہاب کو شرط اور گروہ بھائی عمیرہ ابن شریب کو قضا پر مامور کیا۔

جنگ جمل کے بیان میں ہم کہ چکے ہیں کہ عمیرہ اس میں شہید ہوئے تھے۔ لیکن یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عمیرہ نہیں بلکہ عمرو شہید ہوئے تھے۔ خدا ہی کو معلوم ہے کہ ان میں سے کونسا قول صحیح ہے۔

قیس ابن الحیثم کے والی خراسان مقرر ہونے کا بیان

اسی سال ابن عامر نے قیس ابن الحیثم المسلمی کو خراسان پر مامور کیا۔ اس عرصے میں بادغیس ہرات اور بلخ شیخ کے باشندوں نے اطاعت سے انحراف کیا۔ اس لئے وہ بلخ پہونچا اور وہاں کے نو بہار کو تباہ و برباد کیا۔ اس کام کو عطاء ابن السائب المعروف بہ خشک (مولائے نبولیش) نے سر انجام دیا۔ اس کو خشک اس وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ مسلمانوں میں پہلا شخص تھا جو شہر ہرات میں اس کے

خشک نامی دروازے سے داخل ہوا۔ اس نے بلخ کے تین دریاؤں پر ایک ایک فرسنگ کے فاصلے پر پل بنوائے۔ جنکو قناطر عطا کہتے تھے۔ اس کے بعد اہل بلخ نے صلح کرنا اور دوبارہ اطاعت میں داخل ہونا چاہا۔ لہذا قیس را اور بقول الربیع ابن زیاد نے ۱۵ھ میں ان سے صلح کر لی۔ چنانچہ اسکا ذکر آگے آئیگا۔ پھر قیس ابن عامر کے پاس آیا اور اس نے اسکو زکوٰۃ کر کے اسکو قید کر دیا۔ اور عبداللہ ابن خازم کو عامل بنایا۔ ہرات۔ بادغیس اور بوشنج کے اہالی نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم صلح کرنا چاہتے ہیں۔ اس نے ان سے صلح کر لی۔ اور تمام مال و متاع ان عامر کے پاس بھیج دیا۔

سنہم ابن غالب کے خروج کا بیان

اسی سنہم بن سہم ابن غالب الجعفی ستر آدمیوں کو لیکر ابن عامر پر حملہ آور ہوا۔ ایک ان سہماریوں میں خطیبہ الباہلی بھی شامل تھا۔ اسکا اصل نام نیرید ابن مالک تھا۔ مگر اس کو خلیفہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اسکے چہرے پر ایک مرتبہ چوٹ لگی تھی۔ غرضیکہ یہ لوگ وہاں سے روانہ ہو کر حیر بن اور بصرہ کے درمیان میں ٹھہرے۔ عبادہ بن فرس اللیشی اپنے بیٹے اور بھتیجے کو ساتھ لے ہوئے جنگ سے واپس ہوتے ہوئے انکے پاس سے گزرا۔ خوارج نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ”ہم مسلمان ہیں“ خوارج نے کہا لا جھوٹ بولتے ہو؟ عبادہ نے کہا کہ لا سبحان اللہ۔ تم کو اسی طرح قبول کر لو جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو قبول فرمایا تھا۔ میں نے انکی تکذیب کی تھی۔ اور ان کے خلاف لڑا تھا۔ مگر جب میں انکی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گیا۔ تو انھوں نے مجھے قبول فرمایا۔“ خوارج نے پھر کہا کہ تم کافر ہو۔ اور یہ کہتے ہی اسکو اس کے بیٹے اور بھتیجے کو قتل کر ڈالا۔ اس کے بعد ابن عامر بذات خود ان سے جنگ کرنے کے لئے نکلا۔ چنانچہ لڑائی میں خوارج کے متعدد آدمی تہ تیغ ہوئے۔ اور باقی ایک جنگل کی طرف فرار کر گئے۔ ان فراریوں میں سنہم اور خلیفہ بھی شامل تھے۔ ابن عامر نے انکو امن دینی چاہی۔ اور ان کے قبول کرنے پر انکو امن دیدیا۔ وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ امیر معاویہ نے اسکو ایک خط کے ذریعے سے حکم دیا کہ یہ سب قتل کیے جائیں۔ ابن عامر نے لکھ بھیجا کہ میں نے انکو آپ کے وعدہ امن کے سیر کر دیا ہے۔ جب زیاد ۵۴ھ میں بصرہ پہنچا تو سنہم اور خلیفہ وہاں سے بھاگ کر

ابوہریرہ پہنچے وہاں ایک جماعت کی جماعت سہم کے گرد جمع ہو گئی۔ وہ انہیں ہمراہ لیکر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں چند آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ مگر جب انہوں نے اپنا ہودی ہونا ظاہر کیا تو ان کو چھوڑ دیا۔ مگر قتل امیر بن مظعون کے مولیٰ سعد کو قتل کر دیا۔ بصرہ پہنچے یہ اس کے آدمی اسے چھوڑ چھاڑا لگ ہو گئے۔ یہ حالت دیکھ کر سہم روپوش ہو گیا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انہوں نے اسے روپوشی کے بعد چھوڑا ہے۔ اس کے بعد اس نے امان طلب کی۔ اور اسے خیال ہوا کہ جس طرح ابن عامر نے اس سے اچھا سلوک کیا تھا ویسا ہی زیادہ بھی کرے گا۔ مگر زیادہ نے اسے امان نہ دی۔ بلکہ اس کی تلاش کی۔ اور لوگوں نے اسے اطلاعات بہم پہنچائیں لہذا اسے اسے گرفتار کر لیا۔ اور قتل کر کے اسکو اسکے گھر میں مصلوب کر دیا۔ مگر بعض لوگ یوں بیان کرتے ہیں کہ سہم زیادہ کی موت تک برابر روپوش ہی رہا۔ اور بعد میں ۵۳ھ میں عبید اللہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کر کے اسکو مصلوب کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ واقعہ اس سے قبل کا ہے۔ اس کے متعلق ایک خارجی کہتا ہے :- (ترجہ شجر)

«اگر جماعتیں سہم ابن غالب کو سولی دینے میں کامیاب ہو گئیں ہیں تو خدا اسے دوڑ کرے»
باقی رہا خلیفہ۔ اس سے زیادہ نے عبادہ کے قتل کا حال پوچھا تو اس نے انکار کر دیا
اس لئے زیادہ نے اسے بحرین بھیج دیا۔ مگر بعد میں واپس بلایا کہ

حوادث متعدده

کہتے ہیں کہ اسی سال علی ابن عبد اللہ ابن عباس کی ولادت ہوئی۔ مگر بعض کا خیال ہے کہ وہ ۵۳ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ اور اس وقت تک حضرت علی شہید نہیں ہوئے تھے۔ مگر پہلی ہی روایت صحیح ہے۔ حضرت علی کے اسم مبارک پر انکا نام رکھا گیا۔ عبد اللہ ابن عباس کہتے تھے کہ میں نے اس لڑکے کا نام اُس شخص کے نام پر رکھا ہے جو مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے عقبہ بن ابی سفیان (اور بقول بعض عبید اللہ ابن ابی سفیان) نے اسی سال لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا کہ

اسی سال عمرو ابن العاص نے عقبہ بن نافع بن عبد قیس (یعنی عمرو کے خالازاد بھائی) کو افریقیہ کا عامل مقرر کیا۔ چنانچہ وہ لوآتہ اور مزاتہ تک گئے۔ اور ان دونوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مگر بعد میں سرکشی کی۔ اس لئے انہوں نے ہی سال ان پر حملہ کیا۔ اور انکو قتل و غارت

اور گرفتار کیا۔ پھر ۴۲ھ میں قتل و قید کے بعد غلک امس اور ۴۳ھ میں سودان کا ایک علاقہ اور وڈان جو برقہ میں واقع ہے فتح کیا۔ علی بن ابی القیاس ایک سال کے اندر اندر بلاد بربر کو بھی فتح کیا۔ انھوں نے ۴۵ھ میں قیسروان کی حد بندی کی۔ اس کا ذکر ان شار اللہ آگے آئیگا۔

اسی سال لبید ابن ربیعہ شاعر کا انتقال ہوا۔ بعض کا خیال ہے کہ اس کا انتقال اس دن ہوا جبکہ امیر معاویہ کوفہ میں داخل ہوئے ہیں۔ اور اس وقت اسکی عمر ایک سو ستاون سال کی تھی۔ یہ بھی بیہان کیا جاتا ہے کہ وہ حضرت عثمان کی خلافت میں فوت ہوا۔ جب سے وہ مسلمان ہو گیا تھا۔ اس نے شعر کہنا ترک کر دیا تھا۔

۴۶ھ کے واقعات

اس سال میں مسلمانوں نے لان پر حمل کیا۔ اور اودھروم سے بھی جنگ آزمائی شروع کی۔ اہل روم کو سخت ہزیمت ہوئی اور انکے بطریقوں کی ایک جماعت قتل ہوئی ایک قول کے مطابق اسی سال حجاج ابن یوسف کی ولادت ہوئی۔

اسی سال امیر معاویہ نے مروان ابن الحکم کو مدینے پر اور خالد ابن العاص بن ہشام کو مکے پر حاکم مقرر کیا۔ اور مروان نے اپنے ہاں عبداللہ ابن حرث بن نوفل کو قاضی مقرر کیا ان دنوں کوفہ کے حاکم مغیرہ ابن شعبہ تھے۔ اور شریح وہاں کے قاضی تھے۔ خراسان پر تیس ابن الہیثم حاکم تھا۔ اسے ابن عامر نے وہاں کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ جب امیر معاویہ کو امور میں استقلال حاصل ہو گیا ہے۔ تب انھوں نے قیس کو حاکم خراسان بنایا تھا۔ اور یہ کہ جب ابن عامر عامل بصرہ ہو گیا تو اسنے قیس کو مستقل کر دیا تھا۔

خوارج کے نقل و حرکت کا بیان

اسی سال ان خوارج نے بھی نقل و حرکت شروع کی جو یوم نہر کے قتل سے بچ گئے تھے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل تھے جو اس دن زخمی ہو کر صحیح سالم پچائے گئے تھے۔ اس معرکے کے بعد جب وہ صحت یاب ہو گئے تھے تو حضرت علیؑ نے انکو معاف کر دیا تھا۔ ان کے اس خروج کا سبب یہ تھا کہ حیّان ابن ظبّیان السّکّی جو خارجی تھا اور یوم نہر میں زخمی ہو کر زندہ

رہ گیا تھا۔ پھر صحت ہونے پر وہ سرسے پہنچا اور اپنے ساتھیوں سے مل گیا۔ وہ لوگ حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر سننے تک وہیں مقیم رہے۔ یہ خبر سنکر اسنے اپنے ہمراہیوں کو جو تعداد میں تقریباً دس تھے دوبارہ جمع کیا۔ ان میں سالم ابن ربیعہ العبسی بھی تھا۔ حیّان نے انکو حضرت علیؓ کی شہادت کی اطلاع دی۔ تو سالم نے کہا کہ اللہ کرے وہ ہاتھ کبھی بیکار نہ ہو جس نے تلوار اٹھائی اور سب نے ملکر حضرت مدوح کی شہادت پر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کی (رضی اللہ عنہ ولا رضی عنہم) مگر اس کے بعد سالم خوارج کی رائے سے برگشتہ ہو گیا۔ اور امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ اس لئے حیّان نے خوارج کو اہل قبلہ پر حملہ کرنے اور ان سے جنگ آزمائی کرنے کے لئے دعوت دی۔ بنابرین وہ سب کوفے کی طرف روانہ ہوئے۔ اور امیر معاویہ کے وہاں پہنچنے تک وہ سب وہیں مقیم رہے۔

اس اثنا میں مغیرہ بن شعبہ کوفے کے عامل مقرر ہو چکے تھے۔ وہ عافیت اور حسن بکرت کو عزیز رکھتے تھے۔ لوگ ان کے پاس آکر بیان کرتے تھے کہ فلاں شخص شیعہ اور فلاں خارجی ہو گیا ہے۔ مگر وہ یہی جواب دیتے تھے کہ اللہ اسے قتل کی مرضی یہی ہے کہ ان کے آپس میں اختلاف ہی رہے اور اللہ تعالیٰ عنقریب اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرے گا۔

اس کے بعد سے لوگوں نے انکا پیچھا چھوڑ دیا۔

خوارج برابر آپس میں ملنے جلتے اور یکوٹھ کھڑے ہمارے میں ذکر اذکار کرتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بالا جماع تین شخص یعنی مُسْتَوْدِذُ ابْنِ عُرْفَةَ الدِّیْمِی (جو قبیلہ تیم باب میں سے تھا)۔ مُعَاذُ ابْنِ جُوْثِنِ الطَّائِی (یعنی زید بن حصین قتیل یوم نہر کا چچیر بھائی) اور حِیّانُ ابْنِ ضُبَیْکَانَ السَّلَمِی کو منتخب کیا۔ اور چار سو آدمیوں کی تعداد میں جمع ہو کر آپس میں اس امر کے بارے میں مشورہ کیا کہ کس شخص کو اپنا سردار بنائیں۔ ہر شخص امارت کے قبول کرنے سے انکار کرتا تھا۔ آخر سب نے متفق رائے ہو کر مُسْتَوْدِذ کو اپنا سردار قرار دیکر اس سے بیعت کی۔ یہ جاوی الاخر کا واقعہ ہے۔ بعد ازاں انہوں نے بڑے زور و شور سے خروج کی تیاریاں کیں چنانچہ ۳۳ھ میں ثنبان کی پہلی تاریخ کو انہوں نے خروج کر دیا۔

زیاد کے امیر معاویہ کے پاس آنیکا بیان

اسی سال زیاد امیر معاویہ کے پاس آیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ زیاد نے اپنا مال عبدالرحمن

ابن ابوجبر کے سپرد کر دیا تھا۔ عبدالرحمن نے وہ مال میرے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ اور امیر معاویہ کو اس بات کی خبر ہو گئی تھی۔ اس لیے انہوں نے مغیرہ ابن شعبہ کو اس غرض سے پیغام بھیجا کہ وہ زیاد کے مال کے بارے میں غور و خوض کریں۔ مغیرہ نے عبدالرحمن کو بلا کر کہا کہ لاگو تمہارے باپ نے میرے ساتھ بدسلوکی کی تھی مگر میں تمہارے چچا (زیاد) کے ساتھ احسان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر انھوں نے معاویہ کو لکھ دیا کہ لاگو میں نے عبدالرحمن کے پاس کوئی ایسا مال نہیں پایا جس کا لے لینا میرے لیے حلال ہو۔ امیر معاویہ نے اس کو لکھا کہ عبدالرحمن کو تہذیب کرو۔ مغیرہ نے ارادہ کیا کہ غدر پیش کر دے۔ مگر یہ خبر امیر معاویہ کو پہنچ گئی۔ اس لیے اس نے عبدالرحمن سے کہا کہ تم اپنا مال اپنے پاس محفوظ ہی رہنے دو پھر اس نے عبدالرحمن کے چہرے پر ایک ریشمی کپڑا ڈال دیا اور اسے پانی سے بھگو دیا۔ جس سے اس پر غشی طاری ہو گئی۔ تین دفعہ یہی عمل کر کے اس نے عبدالرحمن کو چھوڑ دیا۔ اور اُدھر معاویہ کو لکھ بھیجا کہ میں نے اسکو دکھ پہنچا ہے۔ مگر یہ بھی اس کے پاس سے کچھ نہ لے سکا۔ اور اس طرح زیاد کا رویہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا۔

اس واقعے کے بعد جب مغیرہ امیر معاویہ کے پاس گیا تو معاویہ نے اسے دیکھتے ہی یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

”اگر کوئی شخص کسی پر اپنا بھید ظاہر کرنا چاہے تو اس بھید کے محفوظ رکھنے کی بہترین جگہ اسکا نصیحت پذیر بھائی ہے۔ پس اگر تمہیں کسی بھید کو ظاہر کرنا ہو تو ایسے خیر خواہ شخص پر ظاہر کرو جو اسے پوشیدہ رکھے ورنہ مت ظاہر کرو۔“

مغیرہ نے کہا کہ لاگو امیر المومنین اگر آپ کوئی چیز میرے پاس امانت رکھیں تو یقین کیجئے کہ میں خیر خواہ اور شفیق ثابت ہوں گا۔ مگر وہ بات کیا ہے؟ امیر معاویہ نے کہا کہ لاگو مجھے زیاد اور اسکا فارس میں جم کر بیٹھ جانا یاد آتا ہے تو رات رات بھر نیند نہیں آتی۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ ”زیاد یہاں نہیں ہے“ عرب کے زیرک نامور امیر معاویہ نے کہا کہ زیاد کے پاس فارس کا مال ہے۔ اور اب وہ طرح طرح کے چیلے کر رہا ہے۔ میں اس بات سے بالکل بے خوف نہیں ہوں کہ اس خاندان کے کسی شخص سے بیعت کی جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ از سر نو جنگ قائم کرے۔ مغیرہ نے کہا کہ ”آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں اُسے وہاں سے لے آؤں؟“ معاویہ نے جواب دیا کہ لاگو۔ اور لطائف الحیل سے؟

الغرض مغیرہ زیاد کے پاس پہنچے اور اس سے کہا کہ لاگو معاویہ اس قدر خوف زدہ

ہو رہے ہیں کہ انھوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ اس کام کو سوائے امام حسنؑ کے اور کوئی نہیں کر سکتا تھا۔ مگر انھوں نے بیعت کر لی ہے۔ لہذا تم کسی جگہ کو اپنا وطن بنانے سے پہلے اپنا انتظام کر لو۔ تاکہ معاویہ تم سے مستغنی ہو جائیں۔ زیاد نے کہا کہ تم مجھے مشورہ دو اور بتلاؤ کہ اصلی غرض وغائت کیا ہے اور المستشار مومن۔ تم بے خوف رہو۔ مغیرہ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم امیر معاویہ سے تعلقات پیدا کرو۔ اور انکے پاس چلے جاؤ۔ اور قضائے الہی پوری ہوگی۔

مغیرہ کی واپسی کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو امان کا خط لکھ دیا۔ اس وجہ سے زیاد امیر معاویہ کی ملاقات کے لئے ایران سے روانہ ہوئے۔ منجانب ابن زبیل الضبئی۔ اور حارث بن ابی رزین الغداری انکے ہمراہ تھے۔ ادھر عبداللہ بن عامر نے عبداللہ بن خازم کو ایک جماعت کے ہمراہ فارس کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ شاید تم کو زیاد راستے میں ملے اسکو گرفتار کر لینا۔ ابن خازم روانہ ہوا۔ اور آترجان میں زیاد سے ملا۔ اسنے زیاد کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی۔ اور کہا کہ زیاد اترو۔ منجانب نے جواب دیا کہ اے حبش کے بیٹے ہٹ جا ورنہ میں تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دوں گا۔ ان دونوں میں منازعہ ہونے لگا تو زیاد نے کہا کہ میرے پاس امیر معاویہ کا خط آگیا ہے اور وہ مجھے امان دیتے ہیں۔ اس پر ابن خازم نے اسے چھوڑ دیا۔

مختصر یہ کہ زیاد معاویہ کے پاس پہنچ گیا۔ اور موخر الذکر کے اموال فارس کے متعلق سوال کرنے پر اس نے تفصیل وار بتلایا کہ میں نے اتنا حضرت علیؑ (کرم اللہ وجہہ) کو دے دیا تھا۔ اتنا میں نے اخراجات ضروریہ میں خرچ کر لیا اور اتنا باقی بچا جو سب مسلمانوں کی ودیعت ہے۔ معاویہ نے اس کے خرچ اور بقایا کی تصدیق کی اور باقی روپیہ اس سے لے لیا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب زیاد نے امیر معاویہ سے کہا کہ اس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے اور میں نے اسکو مسلمانوں کے پاس ودیعت کر دیا ہے۔ تو امیر معاویہ دیر تک اس کو رد کرتے رہے۔ اس پر اس نے ان سب لوگوں کو خطوط لکھے جنکے پاس اس نے ودیعت رکھی تھی۔ اور لکھا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس میری کیا امانت ہے کتاب اللہ کی آیت "اتوا سقرضنا الامانۃ علی السملوت والا ارض وغیرہ وغیرہ پر تدرک کرو۔

اور اسکو حفاظت سے رکھو۔ خطوط میں ان اموال کا ذکر کیا جنکا انھوں نے معاویہ سے اقرار کیا تھا۔ اور اپنے قاصد کو حکم دیا کہ جو کوئی معاویہ کو جا کر کچھ خبر دے اس کا پیچھا کرو۔ چنانچہ قاصد نے ایسا ہی کیا۔ مگر یہ بات مشہور ہو گئی۔ جب امیر معاویہ کو خطوط کی خبر ہوئی تو انھوں نے زیاد سے کہا کہ ”مجھے خوف ہے کہ کہیں آپ نے مجھ سے چال نہ کی ہو۔ لہذا آپ مجھ سے جن شرائط پر چاہیں صلح کر لیں۔“ چنانچہ ان میں کچھ شرائط پر صلح ہو گئی۔ اور زیادہ نے دس لاکھ درہم کی رقم ان کو دیدی۔ اسکے بعد اس نے امیر معاویہ سے کونے جانے کی اجازت چاہی۔ اور امیر معاویہ نے اجازت دے دی کہ

مغیرہ زیاد کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔ معاویہ نے بھی اسکو لکھا کہ زیاد و حجر بن عدی۔ سلیمان بن صخر و شبث بن ربعی۔ اور ابن الکواثر بن الحنفی کو باجماعت نمازیں اپنے ساتھ رکھا کرو۔ چنانچہ یہ سب صاحب مغیرہ کے ساتھ ملکر باجماعت نماز ادا کیا کرتے تھے۔ یہ شرط اس لئے لگائی گئی تھی کہ یہ حضرات شیعان علی میں سے تھے کہ

واقعات متعددہ

اس سال عقبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اسی سال حبیب ابن مسلمہ الفہری نے ارمینیا میں انتقال کیا۔ جہاں وہ امیر معاویہ کی طرف سے حاکم تھے۔ اور انکے تمام معرکوں میں وہ انکے ہمراہ لڑتے تھے۔ اسی سال عثمان بن طلحہ ابن ابی طلحہ العبدری فوت ہوئے۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔ اسی سال رکانہ ابن عبد بنید بن ہاشم بن مطلب جنھوں نے حضرت رسول اللہ ﷺ سے کشتی لڑی تھی اور صفوان ابن امیہ ابن خلف الجہنی نے وفات پائی۔ یہ بھی صحابہ میں سے ہیں۔ اسی سن میں ہانی ابن بیکار بن عمرو الانصاری نے بھی دار بقا کی طرف رحلت کی۔ وہ براہ ابن عازب کے ماموں تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ انکی وفات ۴۵ھ میں واقع ہوئی۔

۴۳ھ کے واقعات

اس سال یسار ابن ابی ارطاة نے اہل روم پر حملہ کیا۔ اور بقول واقدی موسم سرما ان ہی کی سرزمین پر گزرا اور قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ مگر دیگر مورخین اس وقت سے

انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بئس نے موسم سرما کبھی رویوں کے ملک میں بسر نہیں کیا؟
اسی سال عمرو بن العاصی نے عین عید الفطر کے دن مصر میں وفات پائی۔ وہ
وہاں چار سال کے عرصہ تک حضرت عمرؓ کی جانب سے اور دو ماہ کم چار سال حضرت
عثمانؓ کی جانب سے اور ایک ماہ کم دو سال امیر معاویہ کی جانب سے عامل مصر رہ چکے
تھے۔ اسی سال معاویہ نے ان کی جگہ عبداللہ بن عمرو بن العاص کو والی مصر مقرر کیا۔
جنہوں نے تقریباً دو سال اسپر حکومت کی۔

اسی سال محمد بن مسلمہ نے ماہ صفر میں مدینہ میں انتقال کیا۔ اور مروان ابن الحکم
نے ان کے جنازے کی نماز پڑھی۔ انتقال کے وقت انکی عمر (۷۷) سال کی تھی؟

مستور و خارجی کے قتل کا بیان

اسی سال مستور و ابن علقمہ التیمی (یعنی منسوب بہ قبیلہ تیم الرباب) قتل ہوا۔
۳۲ھ کے واقعات میں خوارج کی نقل و حرکت اور انکا اس سے بیت کرنا اور
امیر المومنین کا خطاب دینا مذکور ہو چکا ہے۔ اب ۳۲ھ میں مغیرہ ابن شعبہ کو اطلاع
ملی کہ خوارج نے حیان ابن ظبیان کے مکان میں جمع ہو کر غرہ شعبان میں خروج کے لیے
تیار کر لی ہے۔ لہذا مغیرہ ابن شعبہ نے اپنے صاحب الشرطہ یعنی قبیصۃ ابن النعمان
کو اس کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ اسنے اور اسکے ہمراہیوں نے جاکر حیان کے مکان کو
گھیر لیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہاں معاذ ابن جوعین۔ اور قریب بیس آدمی کے اور موجود ہیں
اس کی زوجہ میں جو ام ولد تھی اور اس میں ناچاقتی تھی۔ اسنے اپنا بدلہ لینے کے لیے انکی
تلواروں کو اٹھا کر ان کو فرش کے نیچے چھپا دیا۔ انھوں نے ہر چند اپنی تلواروں کو تلاش کیا۔
مگر نہ پایا۔ آخر مجبور ہو کر خود کو قبیصۃ کے حوالے کر دیا۔ وہ ان سب کو گرفتار کر کے مغیرہ
کے پاس لے گیا۔ اور اسنے ان کو قید کر دیا۔ قید خانے بھیجنے سے پہلے مغیرہ نے ان سے
اقرار جرم کرانا چاہا۔ مگر انھوں نے کسی بات کا اعتراف نہ کیا۔ بلکہ یہ کہا کہ لاہم توہم
قرأت قرآن کے لیے جمع ہوئے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انھیں تقریباً ایک سال تک برابر
قید خانے میں رہنا پڑا۔ اور اٹھ چوب انکے دوسرے ساتھیوں نے اس قید کی نیرشنی
تو وہ بھی خوف زدہ ہو گئے۔ مگر انکے سردار مستور نے خروج کیا اور حیرہ میں اترا۔ اور

خوارج مختلف مقامات سے آکر اس سے ملتے گئے۔ حجار بن ابجر نے انکو دیکھ پایا۔ مگر انھوں نے اس سے کہا کہ "تم صرف آج رات ہم کو چھپا رہے ہو" اس نے جواب دیا کہ "میں آج رات کیا میں تم لوگوں کو ہمیشہ کے لئے چھپا دوں گا" یہ سنکر ان کو یہ خوف دامنگیر ہوا کہ وہ ان کا حال مغیرہ تک پہنچا دیگا۔ اس لئے وہ وہاں سے روانہ ہو کر مستور د کے خسر سلیم ابن محمد بن العبدی کے ہاں چلے گئے۔ گو حجار نے ان کے متعلق کوئی خبر نہیں پہنچائی تاہم مغیرہ کو معلوم ہو گیا۔ کہ وہ آجکل خروج کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس لئے اس نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں خدا نے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ "تم خوب جانتے ہو کہ میری ہمیشہ سے یہ خواہش رہی ہے کہ تمہاری جماعت کو عافیت پہنچاؤں اور تمہاری تکالیف کو دور کرتا رہوں۔ مجھے خوف تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ تمہارے سفہاء کے لئے سوراخ کا نتیجہ پیدا کر دے۔ مگر اب مجھے یہ خوف دامنگیر ہے کہ مبادا علیم المزاج اور متقی آدمی جابل اور سفیہ کی وجہ سے مواخذہ میں مبتلا ہوں۔ بہتر ہے کہ تم اپنے سفہاء کو ایسے کاموں سے باز رکھو قبل اس کے کہ تمہارے عوام پر بلا نازل ہو۔ ہمیں اطلاع مل چکی ہے کہ چند آدمی ارادہ کر رہے ہیں کہ ملک میں شقاق و نفاق و خلاف پیدا کیا جائے۔ خدا کی قسم ہے کہ اگر عرب کا کوئی قبیلہ فساد مچانے کی غرض سے اٹھا تو میں اسکو براہِ روٹنگا زور سے آئندہ گان مابعد کے لئے باعثِ عبرت بنا دوں گا" معقل ابن قیس الریاحی نے اُنھ کو کہا کہ "اے امیر آپ ہمیں ان لوگوں کا نام صاف صاف بتلا دیجئے۔ اگر وہ ہم میں ہی سے ہیں۔ تو ہم ہی آپ کی طرف سے ان کی سرزنش کے لئے کافی ہیں۔ اور اگر ہمارے سوا کوئی اور ہیں تو اپنے اپنے اہل طاعت کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے سفہاء کو آپ کے سامنے پیش کر دیں" مغیرہ نے کہا کہ "مجھے کسی شخص کا نام خاص طور پر معلوم نہیں ہوا" معقل نے کہا کہ "میں اپنی قوم کے لئے کافی ہوں۔ چاہئے کہ اسبطح ہر قوم کا سردار اپنی اپنی قوم کی روک تھام میں آپ کی مدد کرے" اس پر مغیرہ نے تمام سرداران قبائل کو بلا کر کہا کہ "چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنی قوم کو سنبھالنے میں میرا ہاتھ بٹائے" ورنہ یاد رکھو کہ خدا کی قسم جیسے تم مجھ کو جانتے ہو میں ویسا نہیں رہوں گا۔ اور وہی کروں گا جسکو تم پسند نہ کرو گے" وہ سب سرداران قبائل اپنی اپنی قوم کے پاس گئے اور انکو خدا اور اسلام کی قسمیں دے کر سمجھایا کہ کوئی شخص فتنہ پردازوں کے نام سے انکو آگاہ نہ کرے و

صَفْصَفَةُ ابْنِ صُوحَانَ قَبِيلَةَ عَبْدِ الْقَيْسِ كَيْسٍ بِسَاسٍ نَهْجًا. گو کہ اسکو معلوم تھا کہ حِیَّانِ
 سلیم کے گھر مہمان ہے۔ مگر اُسے یہ ناگوار ہوا کہ اسکے قبیلے کا اس وجہ سے مواخذہ ہو
 کہ وہ اہل شام سے جدا ہو گیا ہے اور انکی رائے سے اختلاف رکھتا ہے۔ اور نہ اسے یہ
 گوارا ہوا کہ اپنی قوم کے اہل بیت سے بدی کرے۔ لہذا اسنے ان میں کھڑے ہو کر تقریر کی
 اور کہا کہ "اے لوگو۔ خدائے تعالیٰ (وَلَهُ الْحُكْمُ) نے جب فضیلت تقسیم فرمائی تو تمکو
 بہترین فضیلت عطا فرمائی۔ پس تم نے اس دین کو قبول کیا جسکو خدائے تعالیٰ نے اپنی
 ذات پاک اور اپنے ملائکہ اور رسولوں کے بیٹے اختیار فرمایا پھر تم رسول اللہ صلعم کی وفات
 تک اسی مذہب پر قائم رہے۔ بعد ازاں لوگوں میں اختلاف واقع ہوا۔ چنانچہ ایک طائفہ
 ثابت قدم رہا اور ایک مرتد ہو گیا۔ ایک جماعت نے مداخلت اختیار کی اور دوسری نے
 تریص۔ مگر کیونکہ تم خدا اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے تھے۔ اس لیے تم اسی پر تھے۔
 اور جب تک خدائے تعالیٰ نے دین کو پھر قائم اور ظالموں کو برباد نہ کر دیا تم برابر مرتدین
 سے برسرِ پیکار رہے۔ اور اسکی برکت سے خدائے تعالیٰ برابر تمہاری خیر و برکت کو
 زیادہ فرماتا رہا۔ تا آنکہ امت کے آپس میں اختلاف پیدا ہو گئے۔ ایک جماعت کہتی تھی کہ
 ہم طلحہ اور زبیر اور عائشہ کو چاہتے ہیں۔ ایک کہتی تھی کہ ہم اہل مغرب کو چاہتے ہیں۔ اور
 ایک کا یہ دعوے تھا کہ ہم عبداللہ ابن وہب الراسی کو پسند کرتے ہیں۔ مگر تم یہ کہتے تھے
 کہ ہم تو صرف اپنے نبی کے اہل بیت کو چاہتے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ عزوجل نے پہلے
 پہل ہجو بزرگی عطا فرمائی۔ اور تمہارا یہ کہنا خدائے تعالیٰ ہی کی تائید و توفیق پر مبنی تھا۔
 تم پھر برابر حق پر ثابت قدم اور قائم رہے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری طرح
 ہدایت یافتہ دوسرے لوگوں کے ذریعے سے یومِ جل کے ناکثین اور یومِ نہر کے مارقین
 کو تباہ و برباد کر دیا۔ مگر وہ اہل شام کی طرف سے بالکل خاموش رہا۔ کیونکہ غلبہ انہیں کو
 حاصل تھا۔ خوب سمجھ لو کہ کوئی قوم تمہاری اور تمہارے خدا کی اور تمہارے نبی صلعم
 کے اہل بیت کی ایسی دشمن نہیں جیسے کہ یہ کہنے بد بخت گنہگار لوگ جنہوں نے ہمارے
 امام کو جدا کر دیا۔ ہمارے خونوں کو حلال کر دیا۔ اور ہم پر کفر کا الزام لگایا۔ خبردار تم انکو
 اپنے مکانات میں منت چھپانا۔ اور ان کی کسی بات کو پوشیدہ نہ رکھنا۔ کیونکہ عرب کے
 کسی قبیلے کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اسکا کوئی فرد بھی ان مارقہ کا دوست ہو۔ مجھ سے

بیان کیا گیا ہے کہ ان میں سے چند آدمی قبیلہ کے ایک جانب موجود ہیں۔ اور میں ان کی تلاش میں ہوں۔ پس اگر یہ بات سچ ہے تو میں ان کے خونوں کے ذریعے تقرب الہی حاصل کروں گا۔ کیونکہ انکے خون حلال ہیں۔ اسے قبیلہ عبد القیس کے افراد۔ یا در کہو کہ ہمارے یہ والیاں ملک تمہاری باتوں اور رایوں کو تم سے بہتر جاننے والے ہیں۔ اپنے خلاف اپنے برخلاف انکو کسی طرح راہ نہ دو۔ کیونکہ وہ تمہارے اور تم جیسے اور لوگوں میں بہت جلد اثر پیدا کر لیتے ہیں۔ یہ تقریر کر کے وہ بیٹھ گیا۔ اور تمام قوم نے کہا ان پر خدا کی لعنت ہو۔ ان سے خدا بیزار ہو۔ ہم انکو پناہ نہ دینگے۔ اور اگر ہم کو انکی جا پناہ معلوم ہوگی تو ہم آپکو اسکی اطلاع کر دینگے۔ ماسوا سلیم ابن ممدوح کے۔ کیونکہ اسنے کچھ نہیں کہا بلکہ وہ ننگین ہو کر واپس چلا گیا۔ اور اسکو یہ گوارا نہ تھا کہ وہ اپنے ہمراہیوں کو اپنے مکان سے خارج کر دے اور پھر وہ لوگ اسکو لعنت ملامت کریں اسے یہ بھی پسند نہیں کہ یہ لوگ اسی کے گھر میں گرفتار ہو کر ہلاک کر دیئے جائیں اور وہ خود بھی انکے ساتھ ہی ہلاک ہو۔ پڑ

مستور کے ہمراہی مستور کے پاس پہنچے اور جو کچھ مغیرہ نے لوگوں سے اور سرداران قبائل نے اپنے اپنے قبیلوں سے کہا تھا۔ سب کچھ اس کو کہہ سنایا اسنے ابن ممدوح سے دریافت کیا کہ صمصعہ نے قبیلہ عبد القیس میں کیا کیا کہا؟ اسنے مستور کو بتلایا اور کہا کہ مجھے یہ بڑا معلوم ہوا کہ تمہارا پتہ دے دوں۔ اور تم کو یہ خیال ہو کہ تمہارا پناہ دینا میرے لئے دو بھر ہو گیا ہے۔ مستور نے کہا کہ آپ نے ہماری قرار واقعی مہمان نوازی اور قدر و منزلت کی ہے۔ آپ نے ہم پر احسان کیا ہے ہم تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں۔ جب اس واقعہ کی خبر ان خوارج کو ملی جو مغیرہ کی قید میں تھے تو معاذ بن جویں بن حصین نے اس کے متعلق یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

» اے جاننا زو! اب ہر اس شخص کے لئے جس نے اپنے نفس کو خدا کے لئے فروخت کر دیا ہے وہ وقت آ گیا ہے کہ وہ کوچ کر جائے۔ تم محض جہالت کی وجہ سے گنہگاروں کے مکان میں مقیم رہے۔ اور تم میں سے ہر ایک شخص کا اس وجہ سے تعاقب کیا جاتا ہے کہ وہ قتل کیا جائے۔ اب تم دشمنوں پر حملہ کرو۔ کیونکہ انھوں نے تمکو صرف قتل کرنے کے لئے مقیم کیا ہے۔ (اور یہ کیسی گمراہ راستے ہے) ہاں۔ اس غرض و غایت کے لئے

تیار ہو جاؤ۔ جس کے ذکر ہی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ نہایت نیک اور انصاف پر مبنی ہے۔ اسے کاش کہ میں اس وقت تم میں ایک تیز رو اور مشہور گھوڑے پر سوار اور زرہ پوش ہوتا نہ کہ نہتا۔ اسے کاش کہ میں تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن سے دشمنی کرتا تاکہ وہ مجھے سب سے پہلے کا سہ موت پلاتا۔ مجھ پر یہ بات دو بھر ہے کہ تم ڈراؤ اگر بھگا دیئے جاؤ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ تمہارے پاس لاغر گھوڑے موجود ہیں۔ اور اس سبب سے کہ مہرجاں مرد شخص ان کی جماعت کو تتر بتر کر دیتا ہے۔ جس وقت تم یہ کہو کہ وہ بھاگ گیا اور چلا گیا ہے تو وہ موجود ہوتا ہے وہ تلوار لگائے ہوئے گھمسان لڑائی میں گھس جاتا ہے۔ اور بعض مقامات جنگ میں جم کر لڑنے کو نہایت شریف کام سمجھتا ہے۔ مجھ پر یہ بھی دو بھر ہے کہ تم پر مصیبت پڑے اور تمہاری تعداد کم ہو جائے۔ اور یہ کہ میرا حال پراگندہ ہو جائے اور میں اسیر و مقید ہو جاؤں۔ اگر میں اس وقت تم میں ہوتا اور تمہارے دشمن تم پر حملہ کرنے کا قصد کرتے تو میں دونوں لشکروں کے درمیان گرد و غبار کو بلند کر دیتا۔ ہاں! میں نے کتنی ہی جماعتوں کو برباد کر دیا ہے۔ کئی جنگوں میں شامل رہا ہوں۔ اور بہت سے سرداروں کو شکست دے چکا ہوں۔ پھر

مستور نے اپنے ساتھیوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ اس قبیلے سے نکل کر سوار کی طرف چلے جائیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے علیحدہ علیحدہ روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر تین سو آدمیوں کی جماعت بن کر صراۃ کی طرف چلے۔ مغیرہ بن شعبہ نے ان کی نقل و حرکت کی خبر سنی تو اُسے لوگوں کے سرداروں کو بلا کر مشورہ کیا کہ ان خوارج کی سرزنش کے لئے کسکو بھیجا جائے۔ عدی ابن حاتم نے کہا کہ ہم سب کے سب انکے دشمن۔ ان کی رایوں سے بغض رکھنے والے۔ اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری میں ثابت قدم ہیں۔ آپ ہم میں سے جس کو حکم دیں وہی چلا جائیگا۔ معقل ابن قیس نے رائے دی کہ آپ کے ارد گرد جو جو موجود ہیں آپ ان میں جس کو چاہیں روانہ فرماویں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کا مطیع اور فرماں بردار ہے۔ اور ان کی پریشانی چاہنے والا ہے۔ اور ان کی ہلاکت کو دوست رکھنے والا ہے میں نہیں سمجھتا کہ آپ ان کی سرکوبی کے لئے کسی شخص کو بھیج سکتے ہیں جو مجھ سے زیادہ ان کا دشمن ہو۔ لہذا آپ مجھے کو انکے مقابلے کے لئے جانے کا حکم دیجئے۔ ان شام اللہ میں انکے مقابلے کے لئے کافی ہوں۔ مغیرہ نے

جواب دیا کہ ”آپ اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیے“ تین ہزار آدمی اس کے ساتھ روانہ ہونے کے لئے تیار ہو گئے۔ مغیرہ نے اپنے صاحب البشرطہ سے کہا کہ ”تم معقل کے ساتھ شیعان علیؑ کو بھی ملا دو“ کیونکہ وہ اصحاب علیؑ کے رڈ سائیں سے تھا۔ اس لئے جب وہ جمع ہوں گے تو ایک دوسرے سے متانس ہو گا اور وہ لوگ ان مارقین کے خون کو حلال سمجھنے میں سب سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اور ان کے خلاف سب سے زیادہ جری ہیں۔ وہ اس سے قبل بھی انکے ساتھ جنگ کر چکے ہیں“ صعصعہ ابن صوحان نے بھی معقل ہی کی طرح کی باتیں کیں۔ مغیرہ نے اس سے کہا کہ ”تم بیٹھ جاؤ۔ تم خطیب ہو۔ ان باتوں کو محفوظ رکھو“ مغیرہ نے یہ اس لئے کہا کہ اس کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ صعصعہ حضرت عثمانؓ ابن عفان پر عیب لگاتا اور حضرت علیؑ کو یاد کیا کرتا ہے۔ اور ان کو حضرت عثمانؓ پر فضیلت دیتا ہے۔ مغیرہ نے اسے بلا کر کہا تھا کہ ”خبردار میں کبھی تمہارے متعلق یہ خبر نہ سنوں کہ تم حضرت عثمانؓ پر عیب لگاتے ہو اور یاد رکھو کہ یہ بات بھی مجھے کبھی سنائی نہ دے کہ تم فضیلت علیؑ کو ظاہر کرتے ہو۔ کیونکہ تم سے زیادہ میں خود اس امر سے واقف ہوں۔ لیکن اب یہ بادشاہ غالب ہو گیا ہے۔ اور اس نے حضرت علیؑ کے متعلق لوگوں میں عیب جوئی کرنے پر ہم کو مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے ہم ان بہت سی باتوں کو ترک کر دیتے ہیں جنکا وہ ہم کو حکم دیتا ہے۔ اور ایسے امور کا ذکر کرتے ہیں جن کے ذکر سے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے اس کے ذریعہ ہم ان لوگوں کو اپنے سے دور رکھتے ہیں۔ اس لئے اگر تم حضرت علیؑ کی فضیلت بیان بھی کرو تو اسے صرف اپنے آپس میں اور اپنے مکانوں پر خفیہ طور پر بیان کرو۔ باقی رہا یہ امر کہ اس کو مسجد میں علانیہ طور پر بیان کیا جائے تو خلیفہ ہماری اس بات کو ہرگز برداشت نہیں کریگا“ جب کبھی مغیرہ اس سے یہ باتیں کرتا تو وہ ”ہاں“ کر دیتا تھا۔ مگر بعد میں اسے معلوم ہوتا تھا کہ صعصعہ برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا ہے۔ اس لئے مغیرہ کو اس سے کینہ ہو گیا تھا۔ غرض جب مغیرہ نے صعصعہ کو اس طرح جواب دیا تو اس نے کہا کہ ”میں صرف خطیب ہی نہیں ہوں“ مغیرہ نے کہا کہ ”ہاں درست ہے“ صعصعہ بولا کہ ”واللہ میں نہایت سخت اور زبردست خطیب ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ جنگ جمل کے دن موجود ہوتے جبکہ میرے آپس میں ٹکرا رہے تھے اور انکھیں چھیدی جا رہی تھیں

اور سرتن سے جاہور ہے تھے تو آپ سمجھتے کہ میں ایک شیر دل آدمی ہوں " مغیرہ نے کہا کہ "بس کرو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تمہاری زبان میں بہت فصاحت ہے۔" الغرض معقل تین ہزار چیدہ چیدہ شیعہ سواروں کو ہمراہ لیکر سورہ کی جانب روانہ ہوا۔ اور خود اس کے آدمی بھی اس کے ساتھ ہو گئے۔ ادھر خواجه بھی بہر سیر کی طرف چلے اور چاہتے تھے کہ دریا کو عبور کر کے اس قدیم شہر میں داخل ہو جائیں جہاں کسے کے محلات تھے۔ کہ وہاں کے عامل سماک ابن عبید اللہ آدمی البسی نے ان کو روکا۔ مستور نے اسکو اس مضمون کا خط لکھا کہ (حضرت عثمان اور علیؓ کو چھوڑ کر اس سے اور اسکی جماعت سے مجھے مل جائے۔ سماک نے یہ خط سنکر کہا کہ "اگر میں ایسا کروں تو مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا" اور مستور کو خط لکھ کر اسے جماعت اسلام میں شامل ہونے کی شرط پر اس کے لئے امان حاصل کرنے کی اطلاع دی۔ مگر مستور نے اسے منظور نہ کیا۔ اور تین دن تک مدائن میں مقیم رہا۔ اتنے میں اسے معقل کے آنیکی خبر ملی۔ اسنے اپنے آدمیوں کو جمع کر کے کہا کہ "مغیرہ نے معقل ابن قیس کو ہمارے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے۔ جو افترا پر داز اور کاذب بیانیہ کی جماعت میں سے ہے اب تم مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے" کسی نے کہا کہ "ہم خدائے تعالیٰ اور جہاد کی طلب میں نکلتے ہیں۔ اور وہ لوگ ہم تک پہنچ گئے ہیں تو ہم کہیں نہیں جاسکتے۔ اور جب تک کہ خدائے تعالیٰ ہمارے مابین فیصلہ نہ فرما دے ہم یہیں ٹھہرے رہیں گے" ایک اور شخص نے کہا بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم یہاں سے چلے جائیں۔ اور اور لوگوں کو اپنے ساتھ شامل ہونے کی دعوت دیں۔ اور اس غرض کے لئے دلائل پیش کریں " مستور نے کہا کہ "میری رائے یہ ہے کہ جب تک وہ لوگ ہم تک پہنچیں اس وقت تک ہم یہاں نہ ٹھہریں۔ کیونکہ وہ آسودہ ہو گئے۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم لوگ انکے آگے چل پڑیں تاکہ وہ ہمارا تعاقب کریں۔ اور ایک دوسرے سے علیحدہ اور یر لیشان ہو جائیں تب ہم اس حالت میں انکا مقابلہ کریں" اس بنا پر انھوں نے مقام جبرایا پر دیا کو عبور کیا۔ اور سیزین جوخی کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں سے مذاہر پہنچے اور وہیں ٹھہر گئے۔ ادھر جب بصرے میں ابن عامر کو خواجه کے حالات اطلاع ہوئی تو اس نے کسی سے دریافت کیا کہ مغیرہ نے کیا کیا ہے۔ اور اسے کہا گیا کہ مغیرہ نے یہ طرز عمل اختیار کیا ہے تو اس نے شریک ابن اعوج بخاری کو جو شیعیان علیؓ میں سے تھا بلایا اور کہا کہ تم ان مار قہ کی سرکوبی

کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ تیار ہو گیا اور تین ہزار شیعوں کو زیادہ تر قبیلہ ربیعہ میں سے
 ہمراہ لیکر نذار کی طرف روانہ ہو گیا۔ ادھر سے معقل ابن قیس مدائن پہنچ گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر
 اسے معلوم ہوا کہ خوارج وہاں سے چل دیئے ہیں۔ اسکی فوج کو جب یہ بات سخت شاق گزری
 تو اسنے اُن سے کہا کہ دو وہ لوگ یہاں سے اس لئے چلے گئے ہیں کہ ہم انکا تعاقب کریں۔
 اور اس میں پراگندہ اور ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں۔ تاکہ جب تک تم انکو پکڑ سکو تم تھک
 جاؤ۔ مگر تم پر اس قسم کی کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ مگر یہ کہ ایسی ہی اُن پر بھی پڑیگی۔ یہ
 کہکروہ خوارج کے پیچھے روانہ ہوا۔ اور ابو الرواغ الشاکری کو تین سو سوار دیکر اپنے آگے
 روانہ کیا۔ چنانچہ ابو الرواغ نے خوارج کا تعاقب کیا اور بالآخر نذار کے مقام پر ان سے
 ٹھکڑ بھڑ ہو گئی۔ اسنے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے آنے کے قبل خوارج سے جنگ کرنے
 کے متعلق مشورہ کیا۔ بعض نے یہ کہا کہ ایسا نہ کرنا چاہئے۔ اور چند آدمی کہتے تھے کہ
 ہم کو ضرور جنگ کرنا چاہئے۔ بہر کیف ابو الرواغ نے ان سے کہا کہ معقل نے مجھے
 یہ حکم دیا ہے کہ میں لڑائی شروع نہ کروں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں کم از کم یہ تو ضرور
 کرنا چاہئے کہ معقل کے آنے تک ہم خوارج کے اور قریب پہنچ جائیں۔ اسوقت شام
 کا وقت تھا۔ اس لئے انھوں نے تمام شب نگہبانی کرنے میں بسر کی۔ جب صبح ہوئی
 تو تین سو خوارج نے بھی ان پر دھاوا کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو الرواغ کی فوج کو ٹھوڑی سی
 دیر کے لئے ہزیمت اٹھانی پڑی۔ یہ دیکھ کر ابو الرواغ نے ”حملہ کرو۔ حملہ کرو“ پکارنا شروع
 کیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر خود بھی حملہ کیا۔ مگر خوارج کے قریب پہنچتے ہی یہ لوگ پھر پس پا
 ہوئے۔ البتہ اتنا ضرور ہوا کہ ان میں سے کوئی مارا نہیں گیا۔ ابو الرواغ کے پکار کر رہا کہ
 ”خدا تمہاری ماؤں کو تمہارے ماتم میں مڑاے۔ واپس آؤ تاکہ ہم خوارج سے اور قریب ہو جائیں
 اور جب تک کہ ہمارا امیر نہ آجائے ان سے دور نہ ہوں۔ کیسی شرم کی بات ہے کہ ہم دشمن سے
 ہزیمت کہا کر اپنی فوج کو واپس جائیں۔“ ایک شخص نے کہا کہ ”خدا سے اتنا ملے حق سے شرماتا
 نہیں ہے۔ خدا کی قسم صاف ظاہر ہے کہ ہم کو شکست ہو گئی ہے۔“ ابو الرواغ نے کہا کہ ”خدا نے تم
 کو تم جیسے آدمی اور بھی ہوں۔ ہم جب تک کہ معرکے سے جدا نہیں ہوئے ہو کو شکست نہیں ہوئی
 اور جب ہم ان کی طرف پلٹ کر ان سے قریب ہو گئے ہیں ہماری حالت اچھی رہی ہے۔ تم انکے
 قریب ہی کھڑے ہو جاؤ۔ اور جب وہ تمہارے قریب آجائیں اور تم انکے چلنے سے عاجز آ جاؤ

تو کسی قدر پیچھے ہٹاؤ۔ پھر جب وہ دوبارہ حملہ کریں اور تم بے تنگ آ جاؤ تو انکی جماعت کی سمت خلاف کی طرف ہٹ جاؤ۔ جب وہ تمہارے پاس سے واپس چلے جائیں تو دوبارہ انکی طرف پلٹو اور ان سے قریب ہو جاؤ۔ ہماری فوج بس اب آتی ہی ہوگی یا خوارج نے یہ کرنا شروع کیا کہ جب انپر حملہ ہوا تو وہاں سے ہٹ جاتے اور ابو الرواع انکا تعاقب کرتا ظہر کے وقت تک برابر ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر طرفین نماز کے لیے رک گئے۔ اور عصر کے وقت تک ٹھیکرے رہے۔ وہاں کے دیہاتیوں اور قافلے والوں نے معقل کو اسکے آدمیوں اور خوارج کے مقابلے کی خبر پہنچا دی تھی۔ اور یہ بھی بتا دیا تھا کہ خوارج نے اسکی فوج والوں کو بھگا دیا تھا۔ لیکن جب وہ واپس ہوئے تو موخر الذکر نے انکا تعاقب کیا۔ معقل کہنے لگا کہ اگر ابو الرواع کے بارے میں میرا خیال صحیح ہے تو وہ تمہارے پاس شکست کھا کر واپس نہیں آئیگا۔ یہ کہہ کر اُسے فوراً سات سو قوی اور مضبوط جوان اپنے ساتھ لے۔ اور تیزی سے روانہ ہو گیا۔ محرز بن شہاب الحیتی کو باقی ماندہ ضعیف آدمیوں پر اپنا قائم مقام بنا دیا۔ جب معقل اور اسکے آدمی ابو الرواع کو دکھائی دینے لگے تو اُسے اپنے آدمیوں سے کہا کہ ”دیکھو یہی ہماری فوج کی گرد ہے۔ اب تم یہ کرو کہ آگے بڑھ کر دشمن کے قریب ہو جاؤ تاکہ ہماری فوج والوں کو یہ نہ معلوم ہو کہ ہم ان سے دیکر الگ ہٹ گئے ہیں۔ اور انکو چیرہ دستی کا موقع دیا ہے“ اس پر وہ اور آگے تک بڑھ کر خوارج کے عین مقابل پہنچ گئے۔ اتنے میں معقل بھی آ پہنچا۔ مگر کیونکہ وہاں پہنچتے شام ہو گئی تھی اس لیے معقل نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مغرب کی نماز ادا کی۔ اور اسی طرح ابو الرواع نے اور اُدھر خوارج نے بھی مغرب کی نماز ادا کی۔ ابو الرواع نے معقل سے کہا کہ ”یہ لوگ عجیب و غریب طریقوں سے حملہ کرتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ تم ان کے سامنے اکیلے نہ جاؤ بلکہ اپنے لوگوں کے پیچھے رہو۔ تاکہ تم ان کے حملے کا جواب دے سکو“ معقل نے کہا کہ ”ہاں تمہاری رائے نہایت عمدہ ہے“ اسی اثناء میں کہ وہ ابو الرواع سے یہ باتیں کر رہا تھا کہ خوارج نے یکبارگی ان پر حملہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل کے اصحاب عامہ پس پا ہوئے۔ مگر وہ خود ثابت قدم رہا۔ بلکہ زمین پر اتر آیا۔ اور ابو الرواع بھی اپنے دو سو آدمیوں کو ساتھ لیے ہوئے اس کے ہمراہ تھا۔ مگر جب مستور و نے ان پر نیروں اور تلواروں سے حملہ کیا تو تھوڑی سی دیر کے لیے معقل کے سوار پس پا ہو گئے۔

یہ حالت دیکھ کر مسکین ابن عامر جو ایک دلاور جوان تھا پکار کر بولا کہ ”اب کہاں بھاگے جاتے ہو۔ تمہارا امیر خود زمین پر اتر آیا ہے۔ تمہیں بھاگتے ہوئے شرم نہیں آتی؟“ اس پر وہ خود بھی پٹا۔ اور اس کے ہمراہ سواروں کی ایک بڑی جماعت بھی واپس ہوئی۔ اس عرصے میں معقل اپنے ہمراہیوں کو واپس لئے ہوئے برابر خوارج کے مقابل پر ڈھارہ لگا رہا تھا کہ ان کو سنا لوں تک بھگا کر چھوڑا۔

اس کے بعد قحط راہی عرصہ گزرا تھا کہ محرز ابن شہاب بھی اپنے پس ماندہ سپاہیوں کو لئے آپہنچا۔ معقل نے ان کا مینہ اور میسرہ قائم کیا۔ اور ان کو ہدایت کی کہ ”جب تک صبح نہوے تم یہیں جمے کھڑے رہنا۔ ہم ان پر حملہ کریں گے“ اور تمام لوگ ایک دوسرے کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ وہ اسی طرح کھڑے ہوئے کھڑے کھڑے ایک جاسوس نے انہیں آکر اطلاع دی کہ شریک ابن اعور تین ہزار سوار لئے بصرے سے آرہا ہے۔ مستور دئے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ”میری رائے یہ ہے کہ ہم ان سب لوگوں کے مقابلے کیلئے یہاں نہ ٹھہریں۔ بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم جس راستے سے آئے تھے اس طرف چلے چلیں۔ کیونکہ اہل بصرہ سرزمین کو فہ تک ہمارا تعاقب نہ کریں گے اور ہم کو فہ والوں سے آسانی سے جنگ کر سکیں گے“ یہ کہہ کر اس نے اپنے آدمیوں کو اترنے اور گھوڑوں کو آرام دینے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں وہ گاؤں کو گئے اور ایک شخص یسایا جو ان کو وہ راستہ بتلا دے جس سے وہ آئے تھے۔ اور آخر کار اسی راستے سے وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔

اب معقل کا حال سنئے۔ جب اس نے خوارج کو وہاں نہ دیکھا تو ایک شخص کو ان کے دریافت حال کے لئے روانہ کیا۔ اور وہ وہاں سے یہ خبر لایا کہ خوارج وہاں سے جا چکے ہیں۔ مگر معقل کو خوف ہوا کہ کہیں یہ دھوکا نہ ہو۔ اور مبادا وہ رات کو چھاپا ماریں۔ اس لئے اس نے اور اس کے ساتھیوں نے بہ نظر احتیاط صبح تک نگہبانی کی۔ صبح کو ایک شخص نے آکر ان کو اطلاع دی کہ خوارج جا چکے ہیں۔ اسی اثناء میں شریک ابن اعور بھی اپنے آدمیوں کو لئے ہوئے وہاں پہنچ گیا۔ وہ اور معقل ملے اور کچھ دیر تک آپس میں سوال و جواب کرنے کے بعد معقل نے اسے ان کا حال سنایا۔ اس پر شریک نے اپنے ہمراہیوں سے معقل کے ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔

شریک نے معقل سے اپنے ہمراہیوں کے اختلافات کی معافی مانگی کیونکہ وہ معقل کا دوست تھا۔ اور دونوں از روئے مذہب شیعہ خیالات سے آدھی تھے معقل نے ابوالرداغ کو بلا کر خواجه کے تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ بتاؤنی پہلے میرے ہمراہ تھے اتنے ہی اور دو تاکہ اگر وہ مجھ سے بھاگنا چاہیں تو میرے پاس کافی طاقت موجود ہوگی چنانچہ معقل نے چھ سو سوار اسکو دیئے۔ ان لوگوں نے نہایت تیز رفتاری کے ساتھ کوچ کر دیا۔ اور آخر خواجه کو جبرایا کے مقام پر جانیہ۔ وہ لوگ ابھی وہاں تھے کہ ہی کھڑے ہوئے۔ ابوالرداغ بھی وہاں طلوع آفتاب کے وقت پہنچ کر قہیم ہو گیا۔ خواجه نے ان کو دیکھ کر کہا کہ یہ نسبت ان لوگوں کے جو ان کے بعد آنے والے ہیں اسے لڑنا آسان تر ہے۔ یہ کہہ کر وہ ابوالرداغ اور اسکی فوج پر جان توڑ کر ٹوٹ پڑے۔ ابوالرداغ کے ہمراہیوں کو بہتیت ہوئی۔ اور وہ ایک سو سواروں کے ساتھ میدان میں جھار مارا۔ ابوالرداغ بے رحمی سے مقابلہ کرتا رہا اور یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا (ترجمہ)

دعا منی اور حقیقی جوان دلاور وہ ہے جو ایسے وقت میں سست اور خائف نہ ہو جا
جبکہ بزدل آدمی نیز سے کسی ضرب سے جان بچا کر بھاگتا ہے۔ مجھے اب معلوم ہوا ہے کہ
جنگ اور محر کے کے دن میں نہایت دلاور اور جنگ کی طرف پیش قدمی کرنے والا
بہادر ہوں۔

یہ سن کر اس کی فوج کے ہر میت خور وہ لوگ ہر طرف سے واپس ہو ہو کر حملہ کرنے لگے۔
اور ایسے بہتے طرے لڑے کہ خواجه کو ان کے مستقر تک واپس بھاگنا کر چھوڑا۔
جب دستور دئے یہ کیفیت دیکھی تو اسے خیال ہوا کہ اگر قتل اپنے ہمراہیوں سمیت
آن پہنچا۔ تو وہ ضرور ہلاک ہو جائیں گے۔ اس بنا پر وہ اور اس کے اصحاب چلے گئے۔ وچلے کو
عبور کیا اور بہر سیر کے علاقے میں ٹھہرے۔ ابوالرداغ نے ان کا تعاقب کیا۔ اور آخر کا مقام ساہا
میں ان کے سامنے ہی آاترا۔ جب وہ اترا تو دستور دئے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہ لوگ ضرور
معقل کے بہادروں اور شہسواروں میں سے ہیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میں کچھ دیر میں ان سے
آگے بڑھ کر اس کے پاس پہنچ جاؤں گا تو میں ضرور اس کے پاس تک جاتا اور اس سے لڑتا۔ یہ کہہ کر
اس نے معقل کی کیفیت دریافت کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک راہگیر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔
کہ وہ ابھی مقام دہلیا پہنچے۔ اور ان دونوں کے درمیان ابھی تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ جب

مستورد کو اس امر کی خبر ہوئی تو وہ اور اسکے ہمراہی سب سوار ہو کر چلے تا آنکہ وہ سبسا باطل کی
 پہلک کے پل یعنی کوٹلی کی طرف جو دریا کا پل ہے وہاں تک پہنچ گئے۔ ابوالرواغ مدائن کی جانب
 تھا۔ مستورد نے پل کو توڑ دیا۔ اُدھر جب ابوالرواغ نے کہا کہ مستورد اپنے آدمیوں کو لیکر
 سوار ہو گیا ہے تو اُس نے بھی اپنے ہمراہیوں کو تیار کرنا شروع کیا۔ اور جنگ کرنے کے ارادے
 سے مدائن اور ساباط کے درمیانی صحرا کو چلا گیا۔ اور وہاں پہنچ کر انکا انتظار کرنے لگا کہ
 مستورد پل توڑ کر دیکھتا ہو اس غرض سے گیا کہ معقل کو تلاش کر کے اس سے
 جنگ آزما ہو۔ وہ وہاں اس حال میں پہنچا کہ معقل کے ہمراہی اس سے علیحدہ تھے اور وہ
 خود کوچ کی تیاریاں کر رہا تھا۔ بلکہ اس کے چند آدمی آگے جا چکے تھے۔ جب معقل نے مستورد
 کے آدمیوں کو آتے دیکھا تو اس نے اپنا جھنڈا نصب کر کے پکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندہ ازین
 پراتر آؤ یا اس کے جواب میں اس کے تقریباً دو سو آدمی زمین پر اتر آئے۔ اتنے میں خوارج
 نے حملہ کر دیا۔ اور ان لوگوں نے گھٹنوں کے بل کھڑے ہو کر خوارج کے حملے کو بیروں کی نوکوں
 پر رُو کا۔ مگر جب معقل کی فوج پر غالب نہ آسکے اس لیے انکو چھوڑ کر ان کے گھوڑوں کی
 طرف متوجہ ہوئے۔ اور سب گھوڑوں کی باگیں کاٹ دیں۔ چنانچہ گھوڑوں کا جدمر
 منہ اٹھا اُدھر ہی بھاگے بھاگے پھرنے لگے۔ اس کے بعد خوارج معقل کے پریشان شدہ
 آدمیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں تفرقہ اندازی کر کے پھر معقل اور اسکے ہمراہیوں
 کی طرف پلٹ پڑے۔ جو اس وقت گھٹنوں کے بل کھڑے تھے ان پر حملہ کیا۔ مگر وہ لوگ
 اپنی تلک سے سر کے تک نہیں۔ خوارج نے پھر دھاوا کیا۔ مگر بار دیگر بھی ناکامیاب رہے۔ آخر
 مستورد نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اُدھے آدمی زمین پر اتر آؤ اور اُدھے گھوڑوں پر
 سوار رہو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ معقل کے آدمیوں پر اس وجہ سے زیادہ سختی ہوئی
 اور وہ ہارکت اور تباہی کا نشانہ ہوا ہی چاہتے تھے کہ ابوالرواغ اپنے آدمیوں کو ساتھ لیے
 ہوئے آپہنچا کہ

ابوالرواغ کے اس مقام پر واپس آنے کا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنی جگہ پر جا ہوا
 خوارج کا انتظار کرتا رہا۔ مگر جب اسکے آنے میں دیر ہوئی۔ تو اس نے چند اشخاص کو اتنی خیر لانے
 کے لیے روانہ کیا۔ وہ پل کو ٹوٹا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوئے کہ خوارج نے انھیں کے ڈر سے
 ایسا کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے وہاں واپس آکر ابوالرواغ سے یہی بیان کیا کہ وہ لوگ چلے گئے

ہیں۔ اور ہماری ہیبت سے پل کو بھی توڑ گئے ہیں۔ ابوالرواغ نے ان سے کہا کہ مجھے قسم ہے
اپنی جان کی کہ انہوں نے پل کو ضرور مکر و فریب کے لیے توڑا ہے۔ میرے خیال میں تو
انہوں نے معقل کے مقابلے کے لیے جانے میں تم پر سبقت کی ہے کیونکہ وہ دیکھ چکے
تھے کہ معقل کے چیدہ چیدہ سوار میرے ساتھ ہیں۔ اور انہوں نے پل کو بھی اسی غرض
سے توڑ دیا ہے کہ تم ان کے مقابلے کے لیے روانہ نہ ہو سکو۔ پل کی مرمت وغیرہ میں مصروف
ہو جاؤ۔ اور بھاگو بھاگو ان کا تعاقب کرو۔ پھر اہل قریہ نے اس کے حکم سے پل کو دوبارہ
باندھ دیا۔ اور وہ اسکو عبور کرتا ہوا خوارج کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ راستے میں اُسے
شروع شروع کے ہزیمت خورہ آدمی ملے۔ اس نے ان سے پکار کر کہا کہ ”میرے پاس آ جاؤ
میرے پاس آ جاؤ“ چنانچہ وہ لوگ ابوالرواغ سے ملے اور اسکو تمام خبریں سنائیں۔ اور
کہا کہ ”ہم معقل کو خوارج سے لڑتا ہوا چھوڑ کر آئے ہیں اور اس وجہ سے انکو یہ خیال تھا کہ
معقل ضرور شہید ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی رفتار کو تیز کر دیا اور جو جو منہزم آدمی
اس سے راہ میں ملتے گئے سب کے سب اس کے ہمراہ دوبارہ میدان جنگ میں واپس آئے گئے۔
آخر کاریہ لوگ فوج تک پہنچ گئے۔ اور دیکھا کہ معقل کا جھنڈا نصب ہے۔ اور لوگ جنگ میں
مشغول ہیں۔ یہ دیکھ کر ابوالرواغ نے خوارج پر حملہ کیا۔ اور بہت جلد ان کو وہاں سے بھاگ کر
معقل سے جلا۔ اس وقت معقل آگے بڑھ کر اپنے آدمیوں کو اکسارہا تھا۔ پھر کیا تھا سب نے
مکر و دانت کچلچا کے خوارج پر حملہ کیا۔ اُدھر مستور و اپنے ہمراہیوں سمیت زمین پر اتر آیا۔
اُدھر معقل اپنے ہمراہیوں کے ساتھ پایادہ ہو گیا۔ تمام دن سخت جنگ ہوئی۔ آخر مستور و
نے آواز دیکر معقل کو تنہا اپنے مقابلے کے لئے بلایا۔ چنانچہ معقل مقابلے کے لئے چلا۔ اسکے آدمیوں
نے اُسے روکا۔ مگر اس نے نہ مانا۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر مستور و کے پاس نیزہ تھا۔ معقل کے
ہمراہیوں نے اس سے کہا کہ ”تم بھی نیزہ لے لو“ مگر اس نے انکار کیا۔ الغرض جب وہ
مستور و کے سامنے پہنچا تو مستور و نے اپنے نیزے سے وار کیا۔ نیزہ سینے کو چیرتا ہوا
پشت سے باہر نکل گیا۔ معقل نے اسی حالت میں آگے بڑھ کر مستور و کے سر پر تلوار کا ایک
ایسا ہاتھ مارا کہ اسکی کھوپری کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُدھر مستور و اور اُدھر
معقل تیورائی تو را کر گرے اور دم بھریں ڈھیر ہو گئے۔
چونکہ معقل نے پہلے ہی سے یہ کہہ رکھا تھا کہ اگر میں قتل ہو جاؤں تو عمر و ابن محرز

ابن شہاب تمہارا امیر ہو گا یا اس لیے جو نہی وہ شہید ہوا عمر نے اسکا جھنڈا سنبھال لیا اور اپنے آدمیوں کے ساتھ دوبارہ خواجه پر حملہ کیا۔ اور ان کو اس طرح ہلاک و برباد کیا کہ سوا پانچ یا چھ اشخاص کے ان میں سے ایک بھی جاں برب نہ ہو سکا۔

ابن الکلبی کا قول ہے کہ مستورد بنو قسیم اور پھر بنو رباح میں سے تھا۔ وہ جریر کے اس قول کو شہادت میں پیش کرتا ہے کہ (ترجمہ شعر)

”ہم میں ہی سے ہے وہ جوانوں کا جوان۔ وہ فیاض مقل۔ اور ہم میں ہی سے ہے وہ کہ جس نے دریائے دجلہ پر معقل کا مقابلہ کیا۔“

اس جنگ و جملہ سے اسکا مطلب اس واقعہ مذکورہ سے ہے۔

عبدالرحمن کے ولایت سجستان کی طرف عود کرنا بیان

اسی سال عبداللہ ابن عامر نے عبدالرحمن ابن سمرة کو سجستان کا عامل بنایا۔ چنانچہ عبدالرحمن سجستان چلا گیا۔ عباد ابن حصین الحبطی اسکا صاحب الشرطة تھا۔ اور دیگر اشرف میں سے عمرو بن عبید اللہ ابن عمرو وغیرہ اسکے ہمراہ تھے۔ جب کبھی کسی شہر کے باشندے اطاعت سے انحراف کرتے تو وہ انکو فتح کر لیتا۔ اسی طرح ہوتے ہوئے وہ کابل پہنچا اور چند ماہ تک اسکا محاصرہ کیا رہا۔ اور غنیمت کے ذریعے سے فصیل شہر کے ایک بڑے حصے کو منہدم کر دیا۔ عباد ابن حصین نے اسی شگاف پر مشرکوں سے نیروں سے لڑتے لڑتے تمام شب بسر کر دی۔ اہل شہر فصیل کے اس شگاف کو بند نہ کر سکے۔ اور دوسرے دن جنگ کے لیے برآمد ہوئے۔ مسلمانوں نے انکو شکست دی اور بزور شمشیر شہر میں داخل ہو گئے۔

اس کے بعد وہ نسبت کی طرف روانہ ہوا۔ اور اُسے بھی بزور فتح کر لیا۔ پھر زران کی طرف گیا۔ وہاں کے اہلی فرار کر گئے۔ اور اس طرح اس شہر پر بھی اسکا قبضہ جم گیا۔ اسکے بعد ٹشک پر حملہ کیا۔ مگر وہاں کے باشندوں نے اس سے صلح کر لی۔ بعد ازاں وہ رنج کی طرف روانہ ہوا۔ اسکے باشندوں سے جنگ ہوئی۔ مگر ایک موقع نصیب ہوئی۔ پھر وہ زابلستان (یعنی شہر غزنہ اور اسکے محال) گیا۔ جہاں کے لوگوں نے اطاعت سے انحراف کیا تھا۔ ان سے بھی جنگ ہوئی اور فتح پائی۔ اتنے میں کابل نے پھر سرکشی کی۔ اس لیے وہ کابل گیا۔ اور پھر اسکو فتح کیا۔

غزوہ سندھ کا بیان

سندھ کی سرحد پر عبداللہ ابن عامر نے عبداللہ ابن سوار البعدی کو عامل مقرر کیا۔ اور بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہ اس سے قبل ہی اس کو یہ عہدہ دے چکے تھے۔ عبداللہ ابن سوار نے قیقان پر حملہ کیا۔ اور وہاں سے اسکو بہت کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ سے ملاقات کے لئے گیا اور بطور نذرانہ کے قیقانی گھوڑے انکی خدمت میں پیش کیے۔ وہاں سے واپس آنے پر ایک مرتبہ پھر قیقان پر فوج کشی کی مگر اب کے اہل قیقان نے ترکوں سے مدد طلب کی تھی۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ کو قتل کر دیا۔ کوئی شاعر اس واقعے کے متعلق کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر)

”وہ ابن سوار جو اپنے دشمنوں کے مقابلے میں آگ بھڑکانے والا تھا اور جنگ و جدل میں ایک زبردست لڑنے والا تھا“

وہ ایک کریم النفس شخص تھا۔ قاعدہ تھا کہ اسکی فوج میں کبھی کوئی آگ روشن نہ کرتا تھا۔ ایک رات اس نے آگ جلتی دیکھی۔ پوچھا ”یہ کیا ہے؟“ لوگوں نے کہا کہ ”ایک زچہ ہے اسکے لئے حلوائے خبیص کی ضرورت ہے وہ تیار ہو رہا ہے“ اسی بات پر اس نے یہ حکم دے دیا کہ تین دن تک تمام فوج کو حلوائے خبیص کھانے کو دیا جائے۔

عبداللہ ابن خازم کی ولایت خراسان کا بیان

کہتے ہیں کہ اسی سال عبداللہ ابن عامر نے قیس ابن المہیثم القیس (ثم السکمی) کو خراسان سے معزول کر کے عبداللہ ابن خازم کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ قیس نے خراج اور ہدیہ پیش کرنے میں شستی کی۔ عبداللہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ ”آپ مجھے خراسان کا والی بنا دیجئے تو میں آپکو اس خراج وغیرہ کی طرف سے بے فکر کر دوں گا“ عبداللہ ابن عامر نے وعدہ لکھ دیا۔ یہ خبر قیس کو پہنچی تو اُس نے عبداللہ ابن خازم اور اسکے شور و غیب سے نہایت درجہ خوف و افسوس کیا۔ چنانچہ وہ خراسان چھوڑ کر چلا آیا۔ ابن عامر کو اس وجہ سے اور بھی غصہ آیا کہ اس نے سرحد کو خراب ہونے کے لئے کیوں چھوڑ دیا۔ اسی بنا پر اسنے اسکو خوب زد و کوب کرایا۔ اور قید کر کے بنو لشکر کے ایک فرد کو خراسان بھیج دیا۔ یہ بھی کہا جاتا

کہ اس نے پہلے اسلم ابن زُرْعۃ الکلابی کو بھیجا تھا اور پھر عبداللہ ابن خازم کو پڑ
قیس کی برطرفی کے متعلق ایک اور روایت بھی بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔
کہ ابن خازم نے عبداللہ ابن عامر سے کہا کہ ”آپ نے قیس کو خراسان کا والی بنا دیا ہے۔
وہ تو نہایت کمزور آدمی ہے۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسکو کبھی لڑائی پیش آجائے تو
وہ ضرور اپنے آدمیوں کے ساتھ پس پا ہو جائیگا۔ اور اس طرح نہ صرف یہ کہ خراسان
تباہ ہو جائیگا۔ بلکہ آپکے اخوان (یعنی قیس عیلان) کی خواہ مخواہ فضاحت ہوگی۔“ ابن عامر
نے کہا کہ ”پھر اب کیا کرنا چاہئے؟“ ابن خازم نے کہا کہ ”آپ مجھے یہ تحریری وعدہ دے دیجئے
کہ اگر وہ کبھی اپنے دشمن کے مقابلے میں پیچھے ہٹ جائے تو میں اسکا قائم مقام ہو جاؤں گا۔“
ابن عامر نے یہی اسے لکھ دیا۔ اس اثنا میں طخارستان میں ایک جماعت کے کچھ جوش و
خروش کا اظہار کیا۔ قیس نے اس سے (ابن خازم سے) مشورہ کیا۔ اور اسنے اسکو یہ مشورہ
دیا کہ جب تک کہ اس کے ارد گرد کے لوگ جمع ہو جائیں بہتر ہے کہ وہ دشمن کے سامنے
سے ہٹ آئے۔ ابھی قیس ایک یاد و منزل ہی سفر طے کرنے پایا تھا کہ ابن خازم نے ابن
عامر کا تحریری وعدہ دکھلایا۔ اور فوراً حسب وعدہ لوگوں کا امیر بنکر دشمن کے مقابلے
کے لئے نکلا اور انکو شکست دی۔ جب یہ خبر بصرے کوئے اور شام پہنچی تو بنو قیس بہت
برافروختہ ہوئے۔ اور کہا کہ قیس اور ابن عامر دونوں کو دھوکا دیا گیا ہے۔ اور ان سب
نے ملکر اس معاملے کی شکایت امیر معاویہ کے پاس کی۔ ابن خازم ان سے پہلے امیر معاویہ
کے پاس پہنچ گیا اور اسکے متعلق جو کچھ کہا گیا تھا اسکے لئے ان سے اعتذار کیا۔ امیر معاویہ
نے کہا کہ ”کل سب آدمیوں کے سامنے کھڑے ہو کر معافی طلب کرو۔“ ابن خازم اپنے
اصحاب کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ سے تقریر کرنے کے لئے کہا گیا ہے۔ مگر مجھے تقریر کرنا
آتا نہیں۔ لہذا تم لوگ منبر کے قریب بیٹھ جانا اور جو کچھ میں کہوں اسکی تصدیق کیے جانا۔“
چنانچہ دوسرے دن اس نے کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا
کے بعد کہا کہ ”تقریر کرنے کی تکلیف یا تو امام کو دی جاتی ہے جسکو اسکے سوا چارہ نہیں یا امت کو
جو بیک بیک کر کے دماغ خالی کر دے۔ ظاہر ہے کہ میں ان دونوں میں سے ایک بھی نہیں
ہوں۔ اور جو شخص مجھ سے واقف ہے وہ بخوبی جانتا ہے کہ میں مقامات فوج کو بخوبی جانتے
والا ہوں۔ ان پر حملہ کرنے والا۔ اور خوف و ہلاکت کی جگہوں میں جم کر مقابلہ کرنیوالا ہوں۔“

لشکر کے ساتھ گزر جانے والا ہوں۔ اور ہر چیز کو برابر تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں آپ لوگوں کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ جو صاحب مجھ کو ایسا ہی جانتے ہیں وہ ضرور میری تصدیق کریں گے۔ اس کے جواب میں اسکے اصحاب نے کہا کہ ”تم سچ کہتے ہو“ ابن خازم نے کہا کہ ”اے امیر المؤمنین آپ بھی ان حضرات میں شامل ہیں جنکو میں نے قسم دی تھی۔ لہذا آپ بھی جو کچھ جانتے ہیں فرمادیں۔“ انہوں نے کہا کہ ”ہاں تم سچ کہتے ہو“

متعدد واقعات

مروان ابن الحکم نے جو مدینے کا حاکم تھا۔ اس سال حج کیا۔ ان دنوں کے میں خالد ابن عاص ابن عیشام حکمراں تھا۔ اور کوٹے اور بصرے پر مغیرہ اور عبداللہ ابن عامر بالترتیب والی تھے۔

اس سال عبداللہ ابن سلامؓ مشہور صیانی کا انتقال ہوا۔ وہ اہل کتاب کے علماء میں سے تھے۔ اور رسول خدا صلعم نے انکے متعلق جنت کی بشارت دی ہے۔

۴۴ھ کے واقعات

اس سال مسلمانوں نے عبدالرحمن ابن خالد ابن دینار کی ماتحتی میں بلاد روم پر حملہ کیا۔ اور موسم سرما وہیں بسر کیا۔ ادھر بھری جانب سے بصرہ بن ابی اریطہ نے فوج کشی کی۔

عبداللہ ابن عامر کے بصرے سے معزول ہونیکامیان

اس سال عبداللہ ابن عامر بصرے سے معزول کیے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ ابن عامر ایک کریم النفس۔ حلیم الطبع اور نرم مزاج آدمی تھا۔ کبھی کسی شخص کی غلطی یا حماقت پر مواخذہ نہیں کرتا تھا۔ بصحیحی حالت اسکے زمانے میں فساد پزیر ہو گئی تھی۔ نہ زیاد سے اسنے اس امر کی شکایت کی تو اسنے اسکو یہ صلاح دی کہ ”اتلو اور میان سے باہر نکال دو“ اس نے جواب دیا کہ ”مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میں اپنے فساد نفس سے انکی اصلاح کروں“ پھر ابن عامر نے امیر معاویہ کے پاس بھرتے سے ایک وفد روانہ کیا۔ اتفاق سے اس وفد کو امیر معاویہ کے پاس ایک اور وفد ملا جو کوفے سے آیا تھا۔ اس میں ابن الکواثر حبس کا

نام عبداللہ بن ابی اوفی الیشکری تھا، بھی شامل تھا۔ امیر معاویہ نے ان سے عراق اور بالمخصوص اہل بصرہ کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن الکواکب نے کہا کہ ”اے امیر المومنین اہل بصرہ کا یہ حال ہے کہ ان کے سفہائے قوم نے گویا ان کو کھا ہی لیا ہے ان کا غلبہ اور ان کی شان و شوکت بالکل ضعیف ہو گئی ہے۔“ اور اس نے ابن عامر کو بالکل عاجز اور کمزور نظر کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ”تم اہل بصرہ کا ذکر کر رہے ہو حالانکہ وہ یہاں موجود ہیں۔“ الغرض جب اہل بصرہ واپس آئے تو انھوں نے ابن عامر سے یہ تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کو سخت غصہ آیا۔ اور کہنے لگا کہ ”یہ بتلاؤ کہ اہل عراق میں سے کون شخص ابن الکواکب کا سخت ترین دشمن ہے۔“ جواب ملا کہ عبداللہ بن ابی شیخ الیشکری چنانچہ ابن عامر نے اسے خراسان کا والی مقرر کر دیا۔ جب ابن الکواکب کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے کہا کہ ”اس ابن دجاجة (یعنی ابن عامر) کو شاید یہ گمان ہوا ہے کہ عبداللہ کو والی خراسان بنانے سے مجھے رنج ہوگا۔ کیونکہ میں تو یہی چاہتا ہوں کہ کوئی لیشکری شخص ایسا باقی نہ رہے جو میرا دشمن نہ ہو۔ اور اس لئے وہ اسے کہیں نہ کہیں کا والی بنا دے۔“ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عبداللہ ابن عامر نے جس شخص کو والی خراسان بنایا تھا وہ طفیل ابن عوف الیشکری تھا ۴۔

جب امیر معاویہ کو بصرہ کی حالت کی خبر ہوئی تو انھوں نے ابن عامر کو وہاں سے معزول کرنا چاہا۔ اور اس غرض سے اس کو اپنے پاس ملاقات کیلئے بلا بھیجا۔ بہر حال اس ملاقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے اسکو اسکی ولایت پر مامور ہی رہنے دیا۔ لیکن جب ابن عامر رخصت ہونے لگا تو امیر معاویہ نے کہا کہ ”تیس آپ سے تین سوال کرتا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے میں نے قبول کئے۔“ ابن عامر نے کہا ”میں نے قبول کئے۔“ اور یاد رکھئے کہ میں ام حکیم کا بیٹا ہوں۔“

امیر معاویہ: ”آپ میرا عمل مجھے واپس دیدیں اور ناراض نہ ہوں۔“
ابن عامر: ”میں نے ایسا ہی کیا۔“

امیر معاویہ: ”عرفے میں جو کچھ آپ کا مال ہے وہ بھی مجھے دے دیں۔“
ابن عامر: ”ہاں میں نے دے دیا۔“

امیر معاویہ: ”کیے میں جو کچھ آپ کے مکانات ہیں وہ بھی مجھے دے دیں۔“

ابن عامر: ”اچھا میں نے دیکھتے۔“

امیر معاویہ: ”میں نے تم سے صلہ رحم کیا۔“

ابن عامر: ”اے امیر المومنین میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں آپ کہہ دیجئے کہ میں نے قبول کئے۔“

امیر معاویہ: ”میں نے قبول کئے اور یاد رکھئے کہ میں ہند کا بیٹا ہوں۔“

ابن عامر: ”نوع نے میں جو کچھ میرا ہے وہ مجھے واپس دے دیجئے۔“

امیر معاویہ: ”میں نے ایسا ہی کیا۔“

ابن عامر: ”میرے کسی عامل کا محاسبہ نہ کیجئے۔ اور بیچنا نہ کیجئے۔“

امیر معاویہ: ”یوں ہی رہی۔“

ابن عامر: ”صاحبزادی ہند کو میرے نکاح میں دے دیجئے۔“

امیر معاویہ: ”ہاں میں نے دیا۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امیر معاویہ نے ابن عامر سے کہا کہ ”آپ دو میں سے ایک بات کو

مانتے۔ یا تو یہ کہ میں آپ کا بیچا کر دوں۔ اور جو کچھ مال آپ کو ملا ہے اس کا حساب لیکر کام پر بھیج دوں۔

اگر یہ نہیں تو میں آپ کو معزول کر دوں۔ اور جو کچھ آپ نے حاصل کیا ہے اس کی معافی کر دوں۔“ ابن عامر

نے اس کے جواب میں معزولی کو اختیار کیا۔ اور یہ کہ جو کچھ ان کو مل گیا ہے اس کا محاسبہ نہ کرے۔

لہذا امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا اور انکی جگہ حارث ابن عبداللہ لازدی کو مقرر کر دیا۔

امیر معاویہ کا زیادہ کو اپنے نسب میں ملحق کر لینا

اس سال امیر معاویہ نے زیاد ابن سمیہ کو اپنے نسب میں ملحق کر لیا۔ مورخین

کہتے ہیں کہ جس وقت زیاد امیر معاویہ سے ملنے کے لئے جارا تھا۔ بنو عبدالقیس

کا ایک شخص اس کے ہمراہ تھا اثنائے راہ میں اس نے زیاد سے کہا کہ

”ابن عامر کے مجھ پر احسانات ہیں۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں ان سے ذرا مل

لوں۔“ زیاد نے جواب دیا کہ ہاں مگر اس شرط پر ”تم میں اور اس میں جو باتیں

ہوں وہ مجھ سے بیان کر دو۔“ اس شخص نے منظور کیا۔ زیاد نے اسے

ابن عامر سے ملنے کی اجازت دی۔ وہ شخص ابن عامر کے پاس پہنچا۔ اس

نے دیکھتے ہی کہا کہ ”دور ہو۔ بس دور ہو۔ ابن سمیہ میرے

نشانوں کو مٹاتا اور میرے عمال پر اعتراض کرتا ہے۔ میں تو یہ سوچتا ہوں۔ کہ اگر میں قریش کے قسم کھائے دانوں کو بلاؤں تو وہ یہ قسم کھائیں گے کہ ابوسفیان نے سمیہ کو کبھی دیکھا ہی نہیں۔ جب وہ شخص زیاد کے پاس آیا تو اس نے اس سے سوال کیا کہ تم میں اور ابن عامر میں کیا باتیں ہوئیں۔ اس نے جواب نہ دیا۔ مگر جب زیاد نے اصرار کیا تو اس نے سب کچھ کہہ دیا۔ زیاد نے امیر معاویہ کو اس امر کی اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے اپنے حاجب کو حکم دیا کہ جب ابن عامر یہاں آئے تو اس کی سواری کو دور ترین دروازے پر روک دینا۔ حاجب نے ایسا ہی کیا۔ ابن عامر نرید کے پاس گیا اور اس سے اس امر کی شکایت کی تو وہ سواری ہو کر اسکو اپنے ہمراہ اندر لے گیا۔ امیر معاویہ اس کو آتے دیکھ کر اٹھے اور اندر چلے گئے۔ نرید نے ابن عامر سے کہا کہ ”بیٹھ جاؤ آخر وہ کب تک بغیر مجلس کے گھر کے اندر بیٹھے رہیں گے۔“ آخر کار جب ان دونوں کو دواں بیٹھے بیٹھے دیر ہو گئی تو امیر معاویہ یہ شعر پڑھتے ہوئے باہر آئے کہ:-

ایک ہماری دوڑ ہے ایک تمہاری دوڑ ہے ساتھ والے اس بات کو جان چکے ہیں۔
 اور بیٹھ گئے اور پھر کہنے لگے کہ ”اے ابن عامر زیاد کے متعلق جو کچھ تم نے کہا ہے کیا واقعی تم نے ایسا ہی کہا ہے؟ بخدا اہل عرب بخوبی جانتے ہیں کہ میں زمانہ جاہلیت میں معزز ترین آدمی تھا۔ اور اسلام نے میری عزت میں کچھ اضافہ ہی کیا ہے۔ اور زیاد کی وجہ سے میری قلت میں کثرت نہیں ہو گئی اور نہ میں اس کی وجہ سے ذلیل سے معزز ہو گیا ہوں۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں نے حق شناسی کی اور اسے اس کا قرار واقعی مرتبہ دیدیا ہے۔“ ابن عامر بولا ”اے امیر المومنین بہتر ہے کہ ہم اسی بات کی طرف رجوع کریں جسے زیاد پسند کریں۔“ امیر معاویہ نے کہا کہ ”اگر ایسا ہی ہے تو ہم اس بات کی طرف رجوع کریں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔“ ابن عامر زیاد کے پاس گیا اور اسکو اپنی کہہ کر لیا۔ جب زیاد کو نے گیا تو اس نے لوگوں سے کہا ”میں تمہارے پاس ایک ایسے امر کے لئے آیا ہوں جس کو میں تمہارے خاطر ہی طلب کرتا ہوں۔“ انہوں نے پوچھا ”آپ کا مطلب کیا ہے؟“ اس نے کہا کہ ”تم لوگ میرے نسب کو معاویہ سے ملحق کرتے ہو۔“ لوگوں نے جواب دیا کہ ”اگر وہ جھوٹی شہادت پر مبنی ہو تو نہیں۔“ زیاد دواں سے روانہ ہو کر بصرے آیا تو دواں کسی لوگوں نے اس امر کی شہادت دی۔

یہ ہے وہ تمام روایت کہ جو امیر معاویہ کے زیادہ اکثریات فی النسب کے متعلق ابو جعفر (طبری) نے بیان کی ہے۔ اس نے حقیقت حال کا ذکر نہیں کیا بلکہ استلحاق نسب کے بعد جو قصہ مشہور ہو گیا تھا اس کو بیان کر دیا ہے۔ میں اس کا سبب اور اس کی کیفیت بیان کرتا ہوں۔ کیونکہ تاریخ اسلام میں یہ امر نہایت مشہور اور زبردست امور میں سے ہے۔ اسکو یوں ہی نہیں چھوڑ دینا چاہئے۔

آغاز حال یوں ہے کہ زیاد کی ماں سُمَیْہ زرد و زرد نام ایک دہقان کی لونڈی تھی جو کسکمر کے مقام پر مقیم تھا۔ یہ دہقان بیمار ہو گیا۔ اس نے علاج کے لئے حارث ابن کَلْدَہ التَّقِی نام ایک طبیب کو بلایا۔ اس کے علاج سے اسکو شفا ہو گئی۔ اس کے محلے میں اس نے سُمَیْہ کو اس کے حوالے کر دیا۔ اس حارث کے پاس سُمَیْہ کے ابو بکر (جسکا نام نضیع تھا) پیدا ہوا۔ مگر اس نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کیا۔ اس کے بعد نافع پیدا ہوا۔ مگر اسے بھی اس نے اپنا بیٹا ماننے کا اقرار نہ کیا۔ جب رسول خدا صلعم نے طائف کا محاصرہ کیا اور ابو بکر ہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو حارث نے نافع سے کہا کہ ”تو میرا بیٹا ہے“ حارث نے سُمَیْہ کا نکاح اپنے ایک غلام عبید سے کر دیا جو رومی النسل تھا۔ اس سے سُمَیْہ کو زیاد و تولد ہوا۔ ابوسفیان ابن حرب زمانہ جاہلیت میں طائف گیا تھا۔ ابو مریم سلولی ایک شراب فروش کے ہاں رہا جو اس کے بعد مسلمان ہو گیا تھا اور رسول خدا صلعم کی صحبت میں رہتا تھا۔ مہمان ہوا تھا وہاں ابوسفیان کے پاس سُمَیْہ پیش کی گئی اور اس سے زیاد کا حمل ٹھہر گیا۔ اور ہجرت کے پہلے سال سُمَیْہ نے اسے جنا۔ جب وہ بڑا ہو گیا۔ اور نشوونما پا چکا تو ابو موسیٰ الاشعری نے جبکہ والی بصرہ تھے اسے اپنا کاتب مقرر کیا۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) نے بھی اس کو حکمرانی کا اہل سمجھا۔ اور اس نے وہ خدمت کیا حقہ انجام دی۔ جب زیاد حضرت عمرؓ کے پاس واپس آیا اور ان سے ملا

صلعم لونڈی کی اولاد کو اگر اس کا مالک اپنا بیٹا ہونا تسلیم نہ کرے تو اس کا درجہ بھی غلاموں کا ہوا کرتا تھا۔ کیونکہ لونڈی کا مالک اپنی لونڈی سے خود بھی ہم بستر ہوتا تھا اور وہ بہہ کمانیکے لئے اسکو دوسروں کے پاس بیکر بھیجتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرادی تھی کہ جو غلام ہمارے پاس آجائے وہ آزاد ہے۔ چنانچہ نضیع آیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اسوجہ سے حارث نے نافع سے کہو یا کہ تو میرا بیٹا ہے۔

کریں کہ وہ حق بات کیا ہے تو مصقلہ کہے کہ وہ یہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے چنانچہ مصقلہ نے ایسا ہی کیا۔ تب تو معاویہ کو خیال آیا کہ زیاد کو اپنی طرف مائل کر لیں اور اپنے نسب کو اسکے نسب سے ملحق ثابت کر کے دوستی کی صفائی کر لیں۔ اس امر پر دونوں کا اتفاق ہو گیا۔ اور نوگوں کو جمع کیا۔ زیاد کے متعلق شہادت دینے والے بھی حاضر ہوئے۔ انیس ابو مریم سلولی بھی تھا۔ اس نے شہادت دی کہ اسی کے مکان پر ابوسفیان اور یمینہ کی ملاقات ہوئی۔ اور اس نے تمام قصہ من و عن بیان کر دیا۔ اس پر زیاد نے اس سے کہا کہ ”اے ابو مریم بس اب ٹھہر جاؤ۔ تم کو تو شہادت دینے کے لئے بلایا گیا ہے نہ کہ گالیاں دینے کے لئے“ الخرض معاویہ نے زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا۔

امیر معاویہ کا یہ استحقاق پہلا معاملہ ہے جس سے احکام شریعت کی علانیہ مخالفت کی گئی۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ ”الولد للفرأش وللعاہر النجس“ زیاد نے حضرت عائشہ کو خط میں لکھا تھا ”منجانب زیاد ابن ابی سفیان“ اور وہ چاہتا تھا کہ وہ بھی اسکو خط میں بھی لکھیں۔ ”بنام زیاد ابن ابی سفیان“ تاکہ وہ اس سے اپنے حق میں حجت و دلیل قائم کر سکے۔ مگر حضرت عائشہ نے اسکو یوں لکھا۔ ”از جانب عائشہ ام المؤمنین بنام فرزند زیاد“ یہ بات عامۃ المسلمین کو عموماً اور نبو امیہ کو خصوصاً بہت ناگوار ہوئی۔ اسکے متعلق اور بہت سے قصے مشہور ہو گئے جن کے بیان سے کتاب بے فائدہ طویل ہو جائیگی۔ اس قسم انکو قلم انداز کرتے ہیں پڑ جو لوگ امیر معاویہ کے حق میں اعتقاد کرتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے زیاد کا استحقاق کیا اسکی وجہ یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کئی قسم کے ہوتے تھے (جنکے ذکر کی یہاں ضرورت نہیں) ان ہی اقسام میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کئی کئی مرد ایک ہی قبیلہ عورت کے پاس جاتے تھے۔ کچھ ہونے کے بعد اسکو فتنہ ہوتا تھا کہ وہ جس شخص سے چاہے اس بچے کو منسوب کر دے۔ اور اس شخص کو اسحاق نسب منظور کرنا پڑتا تھا۔ لیکن جب اسلام آیا تو ایسا نکاح حرام ہو گیا۔ مگر اسلام نے اتنی ضرورت کی کہ عوب جاہلیت کے قسم کے نکاحوں سے جو اولاد ہو چکی تھی اور جس باپ کی طرف وہ منسوب تھے اسی نسب کے مطابق اسکا بیٹا تسلیم کر لیا جائے۔ اور اس میں کسی قسم کا فرق جائز نہ رکھا جائے۔ اسی بنا پر امیر معاویہ کو یہ خیال ہوا کہ زیاد کا استحقاق کر لینا ان کے لئے جائز ہے۔ اور انہوں نے استحقاق جاہلیت اسلام میں کسی قسم کا فرق نہ سمجھا اور ایسا استحقاق ناجائز ہے اور تمام مسلمان بالاتفاق اس بات کو ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ اسلام میں اس سے قبل کوئی شخص اس طرح ملحق فی النسب

نہیں کیا گیا تھا۔ ورنہ شاید یہ بھی ان کے حق میں ایک دلیل ہوتی؛
 بیان کیا جاتا ہے کہ امیر معاویہ کے استحقاق فی السب کے بعد زیاد نے حج کرنا کا ارادہ کیا تھا۔
 اور اسکے بھائی ابوبکر نے (جوان دنوں مغیرہ بن شعبہ پر زنا کی شہادت دینے میں اختلاف کی وجہ
 سے زیاد سے الگ ہو گئے تھے) جب اس کے اس ارادے کی خبر سنی تو اس کے گھر آئے
 اور اس کے ایک بیٹے کو بلا کر کہا کہ ”اے فرزند اپنے باپ سے جا کر کہو کہ میں نے سنا ہے کہ
 آپ حج کا ارادہ رکھتے ہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ آپ مدینے جائیں اور پھر وہاں پہنچ کر ام حبیبہ
 بنت ابوسفیان زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ارادہ کریں گے اگر انہوں نے
 آپ کو اسکی اجازت دی تو اس سے بڑھ کر کوئی نساگناہ ہو گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسوائی
 کی گئی۔ اور اگر انہوں نے اجازت نہ دی تو دنیا میں اس سے زیادہ تمہاری رسوائی کیا ہو سکتی ہے
 اور آپ کے دشمنوں کے لئے موقعہ تکذیب ہاتھ آئے گا“ اس وجہ سے زیاد نے حج کا ارادہ ترک کر دیا
 اور کہا ”خدا تم کو جزائے خیر دے تم نے میری پوری پوری خیر خواہی کی“

مہلب کی سندھ پر فوج کشی کا بیان

اس سال مہلب ابن ابی صفرہ نے حدود سندھ پر حملہ کیا اور بٹہ اور لامحواز
 تک پہنچ گیا۔ جو ملتان اور کابل کے درمیان واقع ہیں۔ اس نے دشمن کا مقابلہ کیا۔ اور ان سے لڑا؛
 بلا دقیقان میں مہلب کو اٹھارہ ترک شہسواروں سے سابقہ پڑا۔ ان سے جو معرکہ ہوا
 اس میں وہ سب کے سب مارے گئے۔ مہلب نے کہا کہ ان مجیوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ہلکو
 چست و چالاک بنا دینے کے لئے بہترین نسخہ ہے۔ ”یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑوں کی دُمیں
 کاٹ دیں۔ مسلمانوں میں یہ پہلا شخص ہے جس نے گھوڑوں کی دُمیں کاٹیں۔ بٹہ کے
 معرکے کے متعلق الانزوی کہتا ہے (ترجمہ شعر) :-
 وہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جس بات کو مہلب کے آدمیوں نے مقام بٹہ پر بخون
 کیا ہے۔ اس رات بنوازو مہلب کی فوج کے بہترین افراد تھے“؛

متعدد واقعات

اس سال امیر معاویہ نے لوگوں کو ہمراہ لیکر حج کیا؛

اسی سال مروان ابن الحکم نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا یہ پہلا شخص ہے جس نے مسجد مدینہ میں مقصورہ بنوایا۔ امیر معاویہ نے خوارج کے خوف سے مسجد شام میں ایک مقصورہ اس سے پہلے تیار کرایا تھا۔
اسی سال حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان زوجہ مطہرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقال فرمایا۔

اسی سال رفاعہ العدوی قتل ہوئے۔ یہ قبیلہ عدی رباب میں سے تھے۔ بصرے کے باشندے تھے اور آنحضرت کے صحابہ میں سے تھے۔

۳۵ھ کے واقعات

اس سال معاویہ نے آغاز سال میں ابن عامر کو ولایت بصرہ سے معزول کر کے اسکی جگہ حرت ابن عبداللہ الازدی کو مقرر کیا۔ وہ اہل شام میں سے تھا اس نے عبداللہ ابن عمر و الثقفی کو انجا صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حرت چار مہینے تک بصرے کا امیر رہا۔ اسکے بعد اسے معزول کر کے زیاد کو مقرر کیا۔

زیاد ابن ابیہ کی حکومت بصرہ کا بیان

زیاد کو نے پہنچا اور دہاں ٹھہر کر دہاں کی حکومت پر مقرر ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ لوگوں نے مغیرہ ابن شعبہ سے جا کر کہا۔ مغیرہ سیدھے معاویہ کے پاس گئے امارت سے استعفاء دینے کی اجازت چاہی اور یہ درخواست کی کہ انھیں قرقسیا میں مکانات دیئے جائیں تاکہ وہ بنی قیس میں اقامت کریں امیر معاویہ اس سے خوف زدہ ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم اپنے علاقہ پر ضرور واپس جاؤ۔ مغیرہ نے انکار کیا۔ اس سے معاویہ کو اور بھی زیادہ شبہ ہوا۔ اور آخر انھیں ان کے مستقر پر واپس کر ہی کے چھوڑا۔ وہ رات کی وقت کوٹنے میں واپس آئے۔ زیاد کو حکم بھیجا اور اس نے اس کو دہاں سے نکال باہر کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مغیرہ شام کو نہیں گیا تھا۔ بلکہ معاویہ نے خود ہی زیاد کو کوٹنے سے ہار کر بصرے چلنے کا حکم دیا۔ اور اسکو بصرہ۔ خراسان۔ سجستان۔ اور بعد ازاں ہند۔ بحرین۔ اور عمان کا بھی عامل بنا دیا۔ چنانچہ زیاد ۳۵ھ میں ماہ بیع الاول کے آخری حصے میں بصرہ پہنچا۔

جس وقت زیادہ بصرہ پہنچا ہے وہاں کی یہ حالت تھی کہ فسق و فجور ظاہر و فاش ہو رہا تھا۔ زیادہ دہلی
 کے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس کا آغاز خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء سے نہیں تھا۔ دایسے خطبہ کو
 تبراً کہا جاتا ہے، مگر بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس نے حمد و ثناء کی تھی۔ چنانچہ اس نے کہا کہ تمام
 ترین حمد خدا ہی کے انضال و احسان کے لئے ہے۔ ہم اس سے اس کی اور زیادہ نعمتیں طلب کرتے
 ہیں۔ باللہ جس طرح تو نے ہمیں بہت سی نعمتیں عطا فرمائی ہیں اسی طرح ہمیں یہ بھی توفیق دے
 کہ تیری نعمتوں کا شکر ادا کریں۔ اما بعد بد سخت جہالت۔ اندھی گمراہی اور وہ فسق و فجور جس کی
 بھڑکانی ہوئی آگ اہل فسق کو ہمیشہ جلائی رہتی ہے۔ یہ وہی امور عظیم ہیں جو تم میں سے نالائق
 لوگ کر گزرتے ہیں اور عقلاً کو بھی لپیٹ لیتے ہیں۔ چھوٹے ان کو اختیار کرتے ہیں اور بڑے
 ان سے پرہیز نہیں کرتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا نہ تم نے اللہ تعالیٰ کے رسول صلعم کا وعظ
 سنا۔ نہ تم نے اللہ کی کتاب پڑھی۔ اور نہ تم کو یہ معلوم ہے کہ خداوند کریم نے زمانہ سرمدی میں
 اپنے فرماں بردار بندوں کے لئے کیا ثواب اور گنہگاروں کے لئے کیا دوزخ عذاب تیار کر رکھا
 ہے کہ جسے کبھی زوال نہیں۔ تمہاری حالت اس شخص کی سی ہے جسکی آنکھ کو دنیا سے بند کر دیا ہو
 جس کے کانوں میں شہوت نے ڈاٹ لگا دی ہو۔ اور جس نے اس جہان باقی کے مقابلے میں
 اس جہان فانی کو اختیار کیا ہو۔ تمہیں یہ یاد نہیں رہا کہ یہ خیالات کھلے رہنے دے۔ اور یہ کمزور
 اور بے عقلی کی باتیں جو تم دن و رات کرتے ہو ایسی چیزیں ہیں کہ اسلام میں تم سے پہلے
 کسی نے ایسی نئی باتیں نہیں کیں۔ اور پھر طرہ یہ ہے کہ ایسی ایسی بدعتوں کی تعداد کچھ کم
 نہیں ہے۔ کیا باغیوں کو دن کی لوٹ مار اور رات کی شب گردی سے روکنے والے تم
 میں نہ تھے۔ قرابت کا تم نے خیال کیا اور دین سے دور رہے کوئی عذر تو نہیں اور
 معذور بنتے ہو۔ تمہارا ہر ایک فرد تمہارے سفہار کی حفاظت کرتا ہے۔ گویا کہ اُسے نہ عاقبت
 کا خوف ہے نہ معاد کا ڈر۔ تم ہرگز عقلمند اور علیم نہیں ہو۔ تم نے سفہار کی پیروی
 شروع کر دی ہے۔ اور تم نے جو ان کی حفاظت کی اور انہیں بچائے
 رکھا اس کا جو نتیجہ ہونا چاہئے تھا وہ برابر ہو رہا ہے۔ تا آنکہ انہوں نے
 اسلام کی ہتک عزت کی۔ اور تمہارے لئے نئے نئے خفیہ مکانات اور قابل
 تہمت مواضع قائم کئے۔ مجھ پر بھی کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ میں ان کو منہم
 کر کے یا جلا کر زمین کے برابر نہ کر دوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس امر کا انجام اسی

طرح ہوگا جس طرح آغاز ہوا۔ نرمی کی جائیگی مگر ایسی جس میں کمزوری نہ ثابت ہو
 سختی کی جائے گی مگر ایسی جس میں جبر و تعدی نہ ہو۔ واللہ باللہ میں غلام کا آقا
 سے شہر میں رہنے والے کا کوچ کرنے والے سے۔ آنے والے کا جانے والے
 سے اور تندرست کا بیمار سے مواخذہ کروں گا۔ تاکہ وہ کیفیت پیدا ہو جائے کہ جب
 تم میں سے ایک بھائی دوسرے بھائی سے ملاتی ہو تو اس سے یہی کہے کہ "میاں
 سعد تم ذرا بچے رہنا۔ بے چارہ سعید تو ہلاک ہو گیا ہے" یا یہ ہوگا کہ تمھاری
 برچھیاں میری طرف سیدھی ہو جائیں گی منبر پر جھوٹ کہنا وانھی رسوائی کا
 باعث ہوتا ہے۔ اگر تم میرے قول کو جھوٹا ثابت کر دو۔ تو میں یہ کہنے کے لئے
 تیار ہوں۔ کہ میری نافرمانی کرنا تمھیں جاتر ہے۔ تم میں سے جو شخص شب بانی
 کرتا ہے اگر اس کا کچھ نقصان ہو جائے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں۔ رات
 کو باہر نکلنے سے باز رہنا۔ کیونکہ میں رات کو چلنے پھرنے کو ہرگز پسند نہیں
 کرتا۔ اگر میرے پاس کوئی ایسا شخص لایا گیا۔ تو یقین رکھو کہ میں اس کی
 خوں ریزی کروں گا۔ میں تم کو اتنی مہلت دیتا ہوں کہ یہ خبر کوئی تک پہنچ کر
 تم تک نہ آسکے۔ پھر سن لو کہ مجھ کو دعویٰ جاہلیت ہرگز ہرگز گوارا
 نہیں ہے۔ اگر میں نے کبھی کسی کو جاہلیت کی سی دعوت دیتے ہوئے سن پایا۔ تو اسکی
 زبان کاٹ ڈالوں گا۔ تم نے آجکل بالکل زالی اور انوکھی باتیں پیدا کرنی شروع کی
 ہیں۔ تو خوب سمجھ لو کہ ہم نے بھی ہر ایک جرم کے لئے ایک ایک سزا مقرر کی ہے۔ جو کوئی
 کسی کو غرق کرے گا ہم بھی اسکو غرق کریں گے۔ جو کسی کو جلایگا ہم بھی اسکو جلا کر خاک کر دیں گے
 جو کسی کے گھر میں نقب لگایگا۔ میں اس کے دل میں سوراخ کر دوں گا۔ جو کوئی قبر کھودے گا۔
 میں اسی قبر میں اسے زندہ گاڑ دوں گا۔ اگر تم اپنے اٹھوں اور زبانوں سے مجھے روکو گے۔ تو میں
 اپنی زبان اور اٹھ سے تمکو روکے رکھوں گا۔ خبردار! مجھ سے بچے رہنا۔ اگر تم میں سے کسی نے اسکے خلاف
 ظاہر کیا جو عوام الناس کے صے ہوں تو میں اسکی گردن مار دوں گا میرے اور بعض لوگوں
 کے امین کینہ تھا مگر میں نے انکی بات پر کان نہیں دھرا۔ اور اسکو پاؤں سے روند دیا۔ پس
 اگر تم میں سے کوئی نیکو کار ہے تو اس پر احسانات زیادہ ہوں گے۔ اور تم میں سے جو زشت کار
 ہیں ان کو چاہئے کہ وہ اپنی زشت فعلی سے باز آئیں۔ اگر تم میں سے کسی کو میرے بغض کی

شمشیر سے قتل کیا تو میں اسکی پردہ دری اور ہتک ستر نہ کروں گا۔ حتیٰ کہ وہ میرے سامنے ہو۔ اور اگر میں ایسا کروں تو میں اسکا مقابلہ نہ کروں گا۔ لہذا اب تم اپنے امور کو از سر نو شروع کرو۔ اور آپ ہی اپنی مدد کرو۔ بہت سے اندوگہیں ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے خوش ہونگے اور بہت سے خوش ہونے والے ایسے ہونگے جو ہمارے آنے سے غمگین ہونگے۔ اے لوگو! ہم تمہارے نگہبان اور تم کو دشمنوں سے بچانے والے ہو گئے ہیں۔ خداے تعالیٰ کے اس غلبے و طاقت سے جو اسنے ہمیں عطا کی ہے۔ ہم تمہاری نگہبانی کرتے ہیں۔ اور اللہ کا جو سایہ ہم پر ہے۔ اس سے ہم تمکو تمہارے دشمنوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ جو کچھ ہم چاہیں اسکی اطاعت تم پر فرض ہے۔ اور تمہاری طرف سے ہم پر ہر اس چیز کے متعلق عدل و انصاف کرنا واجب ہے جس کے ہم والی بنائے گئے ہیں۔ تم اپنی خیر خواہی سے ہمارے عدل و انصاف اور داد و دہش کے مستحق بنو۔ اور جان رکھو کہ اگر میں اس سے قاصر بھی رہا تو تین باتوں سے ہرگز قاصر نہ رہوں گا۔ میں تمہارے کسی طالب حاجت سے رد و پوش نہ ہوں گا۔ خواہ وہ رات ہی کو آ کر میرے مکان پر دستک دے۔ میں کسی کی تنخواہ یا وظیفہ کو عین وقت پر ادا ہونے سے نہ روکوں گا۔ تمہارے لئے کسی فوج کو بھی نہ بھوں گا۔ تم خداے تعالیٰ سے اپنے ائمہ کیلئے دعائے خیر کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے نگہبان اور تمکو ادب سکھائیوالے ہیں اور وہ تمہاری جائے پناہ ہیں جس میں تم پناہ گزیں ہوتے ہو۔ تم لوگوں کی بہتری میں ان لوگوں کی بہتری بھی ہے۔ اپنے دلوں میں انکی طرف سے کینہ جاگوں نہ ہونے دو۔ تاکہ اس وجہ سے تمہارا غیظ و غضب بھڑک نہ اٹھے۔ اور تمہارے غم میں زیادت نہ ہو۔ ایسی حاجت کے طلبگار نہ ہو جو پورے کیجائے تو تم کو ضرر پہنچائے۔ میں خداے تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ تم سب کو تم سب کیلئے مددگار بنائے۔ تم جب دیکھو کہ میں تمہارے لئے کوئی امر نافذ کرتا ہوں تو اسے اسی طرح نافذ و جاری رہنے دو۔ قسم بخدا تم میں سے بہت لوگ میرے ہاتھ سے مارے جائینگے ہر شخص کو چاہئے کہ میرے کشتوں میں شامل ہونے سے حذر کرے۔“

عبداللہ ابن الاثم نے اٹھ کر کہا: اے امیر! میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کو خداے تعالیٰ کی طرف سے حکمت اور فضل خطاب کی خوبیاں عطا ہوتی ہیں۔ زیاد نے جواب دیا: ”نہیں تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ حضرت داؤد کی صفات تھیں۔“

احف نے کہا: ”اے امیر! آپ نے جو کچھ فرمایا خوب فرمایا۔ آزمائش کے بعد ثنا اور عطا کے بعد حمد ہوا کرتی ہے۔ جب تک ہم آزمائش نہ کر لیں، ہم تعریف نہ کر سکیں گے۔“ زیاد نے جواب دیا: ”تم نے سچ کہا۔“

اس کے بعد ابوبلال مرواس ابن اودیہ (جو خوارج میں سے تھا) اکھڑا ہوا اور کہنے لگا: "اے خدا کے
تسائے نے جو خبر دی ہے وہ اس سے متاثر ہے جو آپ نے فرمایا ہے۔ خدا فرماتا ہے: "وَابْرَاهِيمَ الَّذِي
وَقَّى الْأَكْثَرُ دَارًا وَكَثْرًا وَآخِرَىٰ - وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا النَّسْعُ بِمَا كَرِهِيَ اسْكُونُ" باتوں کی خبر
نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں اور ابراہیم کے صحیفوں میں جس نے اپنی زندگی میں حق بندگی
پورا ادا کیا۔ لکھا ہوا ہے کہ کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور یہ کہ ہر انسان کیلئے اتنا
ہی مقدر ہے جتنے کے لئے وہ مہی کرے (اے زیاد) خدا تعالیٰ نے ہم سے بہ نسبت آپ کے
بہتر وعدہ فرمایا ہے۔" زیاد نے جواب دیا کہ "جو کچھ تم یا تمہارے دوست چاہتے ہیں اسکو یوراپ
کرنے کی ہمارے پاس کوئی سبیل نہیں۔ جب تک کہ ہم اس کے حصول کیلئے خون میں نہ لیں
زیاد نے عبداللہ ابن جحش کو ایسا صاحب الشرط مقرر کیا۔" ۲

اس نے لوگوں کو اتنی مہلت دی کہ خبر کو نے پہونچی اور پھر وہاں سے خبر وصول ہو جانے کی اطلاع آگئی۔ اس کے بعد میں اس کا یہ قاعدہ ہو گیا تھا کہ وہ عشرہ کی نماز بہت دیر سے پڑھتا تھا اور اس کے بعد کسی شخص سے کہتا تھا کہ سوہ بقرہ۔ (یا اسی قسم کی طویل سورۃ) پڑھو۔ اس سے فارغ ہو کر اتنے عرصے کیلئے ٹھہرتے تھے کہ ایک آدمی وہاں سے شہر بصرہ کی انتہائی حد تک جاسکے۔ پھر اپنے صاحب الشرطہ عبد اللہ بن حصن کو شہر میں روند کرنے کا حکم دیتے تھے۔ چنانچہ وہ باہر جاتا اور ہر اس شخص کو جو باہر جاتا نظر آتا قتل کر دیتے۔ اتفاق سے ایک رات ایک اعلیٰ اسی طرح پکڑا گیا۔ صاحب الشرطہ نے اسے زیاد کے سامنے پیش کیا۔ زیاد نے پوچھا کہ ”کیا تم نے منادی نہیں سنی؟“ اس نے کہا کہ ”خدا کی قسم میں نے نہیں سنی۔ میں تو یہاں اپنی دودھ دینے والی اونٹنی لیکر آیا تھا۔ اتنے میں رات نے مجھے آلیا۔ میں مجبوراً اسے لیکر یہیں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ صبح ہو تو چلوں۔ مجھے امیر کے حکم کی خبر نہیں ہے۔“ زیاد نے کہا کہ ”بجز ایں تمہیں صادق القول سمجھتا ہوں لیکن تمہارے قتل میں امت کی بہتری ہے۔“ یہ کہہ کر اسکے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ اسکی گردن مار دی گئی۔ پ

زیاد پہلا شخص تھا جس نے سلطنت کی بنیاد مستحکم کی اور معاویہ کی حکومت مضبوط کر دی انھوں نے تلوار میان سے نکالی۔ محض ظن و گمان پر گرفتار کیا۔ اور شبہ پر بھی لوگوں کو منہ نہیں دیں۔ لوگ ان سے سخت خائف ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شخص ایک دوسرے سے امن میں ہو گیا۔ یہ نوبت آگئی تھی کہ اگر کسی مرد یا عورت کے ہاتھ سے کوئی چیز گر جاتی تو کوئی اسکو نہ چھیڑتا۔ اور آخر اس چیز کا مالک خود ہی آکر اسکو اٹھاتا کوئی شخص اپنے مکان کے دروازے تک بند نہیں کرتا تھا۔ انھوں نے سرکاری بھنڈار خانہ قائم کیا اور شرط کی تعداد چار ہزار تک پہنچا دی۔ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ راستہ خطرناک ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہمیں شہر کے باہر کے جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ شہر کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اگر وہ مجھ پر غالب آجائے تو اس کے سوا اور کوئی اس سے زیادہ غلبے والا بھی موجود ہے۔ انھوں نے یہی کیا کہ جب شہر صلاحیت پر آ گیا تو انھوں نے شہر کے ماوراء کا بھی انتظام شروع کر دیا۔ اور اسے بھی محکم اور مضبوط کیا۔

زیاد کے عمال کا بیان

زیاد نے حضرت رسول اللہ صلعم کے متعدد اصحاب سے مدد لی مثلاً عمران ابن حصین الخزاعی۔ جن کو انھوں نے بصرے کا قاضی بنایا۔ انس ابن مالک۔ عبد الرحمن ابن سمرہ۔ اور سمرہ ابن جندب۔ مگر عمران نے عہدہ قضاء سے استعفاء دے دیا۔ ان کی جگہ پہلے عبد اللہ ابن فضالہ اللیثی کو پھر ان کے بھائی عاصم کو پھر زرارہ ابن ادنیٰ کو اسی عہدے پر مقرر کر دیا۔ زرارہ کی ہمشیرہ زیاد کی زوجہ تھیں۔ کہتے ہیں کہ زیاد پہلے شخص تھے جو اپنی سواری کے آگے آگے تازیانہ اور کڑکیت لیکر نکلتے تھے۔ انھوں نے پانسو چوکیداروں کی ایک گراں اورنگین جماعت قائم کی۔ جو کسی وقت مسجد سے جہانہ ہوتی تھی۔

انھوں نے خراسان کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان پر اس طرح ایک ایک عامل مقرر کیا کہ (۱) مرو پر امیر ابن احمد (۲) نیشاپور پر فکیہ ابن عبد اللہ الخفنی (۳) مرو الرود۔ ناریاب۔ اور طالقان پر قیس ابن شیم اور (۴) ہرات باغیس اور بوشنج پر نافع بن خالد الطامی کو مقرر کیا۔ بعد میں وہ نافع ابن خالد سے

ناراض ہو گئے۔ اور اس لئے انکو معزول کر دیا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی کہ نافع نے باذہر کا ایک خوان ان کو بھیجا جس میں پائے بھی اسی کے لگے ہوئے تھے۔ نافع نے اس کا ایک پایہ نکال کر اس جگہ ایک طلائی پایہ لگایا اور اپنے غلام مسمیٰ زید کے ہاتھ زیاد کے پاس بھیجا۔ وہ نافع کے تمام امور سے واقف تھا۔ اس نے زیاد سے نافع کی جعلی کھائی اور کہا کہ نافع نے آپ سے خیانت کی ہے اور خوان کا ایک پایہ نکال لیا ہے۔ اس بنا پر زیاد نے ان کو معزول کر کے قید کر دیا۔ اور ایک لاکھ (اور بقول بعض آٹھ لاکھ) جرمانہ کرنے کا حکم لکھا۔ مگر قبیلہ ازد کے چند آدمیوں نے جب ان کی سفارش کی تو ان کو رہا کر دیا۔ لیکن ان کی جگہ حکم ابن عمر و الغفاری کو جو صحابہ کرام میں سے تھے مقرر کر دیا۔ ان کے تقرر کا یہ قصہ ہے کہ زیاد نے اپنے حاجب سے کہا حکم (ان کی مراد حکم ابن ابی العاص الثقفی سے تھی) کو بلاؤ ان کا ارادہ تھا کہ انہیں والی خراسان مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ ان کے دربان نے باہر جا کر دیکھا تو حکم ابن عمر و الغفاری موجود تھے۔ ان ہی سے کہا کہ چلتے آپ کو بلاتے ہیں۔ زیاد ان کو دیکھ کر کہنے لگے کہ میں نے آپ کو نہیں بلایا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر ان کو والی خراسان مقرر کر دیا۔ اور چند آدمیوں کو خراج وصول کرنے کے لئے ان کے ہمراہ کر دیا۔ جن میں اسلم ابن زرعہ الکلابی وغیرہ شامل تھے۔ حکم نے طخارستان پر فوج کشی کی اور بہت سی اموال غنیمت لیکر واپس آئے۔ بعد میں فوت ہو گئے۔ اور انس ابن ابی اناس ابن زینم کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔ مگر زیاد نے اسے معزول کر دیا۔ اور علقمہ بن عبد اللہ الثقفی کو ولایت خراسان پر مقرر کر دیا۔ پھر ریح ابن زیاد الحارثی کو بصرے اور کوفے کے پچاس ہزار آدمی دیکر روانہ کیا۔

متعدد واقعات

اس سال مردان ابن الحکم نے (جوان دنوں مرینے کا حاکم تھا) لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۵ھ میں) زیاد بن ثابت۔ اور عاصم ابن عدی الانصاری ابلوی نے انتقال کیا۔ عاصم جنگ بدر میں شریک تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ وہ جنگ بدر میں موجود نہ تھے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکو مدینہ کی طرف بھیج دیا تھا۔ اور مال غنیمت سے اُن کو حصہ دیا تھا۔ انکی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی تھی۔ اسی سال سلمہ ابن سلامہ بن وقش الانصاری مدینے میں فوت ہوئے۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ ان کی عمر ستر سال کی ہوئی تھی۔ اسی سال ثابت ابن ضحاک ابن خنیفہ الکلابی نے بھی انتقال کیا۔ وہ اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ اور ابو جحیر ابن الضحاک کے بھائی تھے۔

۴۶ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ نے اہل روم کے ملک میں موسم سرما بسر کیا۔ اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ موسم سرما بسر کرنے والے عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید تھے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ مالک ابن پیترہ السکونی تھے۔ اس سال عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید بلاد روم سے گئے اور وہاں فوت ہو گئے۔

عبدالرحمن ابن خالد ابن ولید کی وفات کا بیان

ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اہل شام کے ہاں ان کی شان و شوکت بہت بڑھ گئی تھی۔ اور ان کے والد کے آثار حسد کی وجہ سے لوگ انکی طرف مائل تھے۔ مزید برآں ان کا اہل روم پر حسد و ست اور قومی شوکت ہونا اور ان کا دبہ بھی اہل شام کو ان کا گرویدہ کر چکا تھا۔ اس وجہ سے امیر معاویہ ان سے خائف ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے ابن اُتال انسانی کو حکم دیا کہ کسی جلد سے عبدالرحمن کو قتل کر دے۔ اور اس سے عمر بھر کے لئے معافی خرارج اور خدمت وصول خرارج حص کا وعدہ کیا۔ جب عبدالرحمن ابن خالد روم سے واپس آئے تو ابن اُتال نے ان کے کسی غلام سے سازش کر کے ان کو زہر آلود شربت پلا دیا۔ جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ اور انتقال کیا۔ امیر معاویہ نے ابن اُتال سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ خالد ابن عبدالرحمن بن خالد مدینے گئے تو ایک دن عروہ بن زبیر سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے ابن اُتال کے واقعہ کا ذکر کیا۔ خالد ابن عبدالرحمن اسی وقت حص کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں پہنچ کر ابن اُتال کو قتل کیا۔ لوگ انھیں امیر معاویہ کے پاس لے گئے۔

انھوں نے ان کو چند روز تک قید رکھا پھر ان سے ابن اثال کا خون بہا لیکر انھیں رہا کر دیا۔ خالد بھر مدینے واپس گئے۔ عروہ نے پھر وہی ذکر چھیڑا اور کہا کہ دیکھئے ابن اثال نے کیا حرکت کی! خالد نے جواب دیا کہ "خیر۔ ابن اثال کا تو میں خاتمہ کر چکا ہوں مگر یہ فرمائے کہ ابن جریج نے کیا کیا تھا؟" ابن جریر زبیر کا قاتل تھا۔ یہ سکر عروہ خاموش ہو گئے۔

سہم اور خطیم کے خروج کا بیان

اس سال خطیم (یعنی نیرید بن مالک الباہلی) اور سہم ابن غالب الحبشی نے خروج کیا اور خراج کا شعاع (الحکم اللہ) پکارنا شروع کیا۔ سہم نے اصحوا جاکم خراج کا شعاع پکارا مگر وہاں سے واپس آیا اور چھپ گیا۔ پھر امان طلب کی۔ مگر زیاد نے امان نہ دی۔ بلکہ اسے طلب کیا۔ اور گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ پھر اسی کے دروازے پر اسکو کئی دن تک لٹکائے کھا رہا خطیم۔ اسے زیاد نے گرفتار کر کے بحرین روانہ کر دیا۔ پھر اسکو واپس بلایا۔ اور اورقشیہ ابن مسلم کے والد مسلم ابن عمر الباہلی سے کہا کہ اس کی ضمانت دو۔ انھوں نے ضمانت دینے سے توانکار کیا مگر یہ کہا کہ اگر یہ کبھی گھر سے باہر رات گزارے گا تو میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔ اس کے بعد ایک دن مسلم نے زیاد سے بیان کیا کہ آج خطیم رات کو اپنے مکان میں نہیں رہا۔ چنانچہ زیاد کے حکم سے اسے قتل کر کے قبیلہ باہلہ میں پھینک دیا۔ اس کا مفصل ذکر پہلے آچکا ہے۔ مگر ہم نے یہاں یہ واقعہ اس لئے بیان کیا۔ کہ وہ اسی سال میں قتل کیا گیا تھا۔

متعدد واقعات

اس سال حتبہ ابن ابوسفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں اعمال وہی تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

اسی سال صالح ابن کیسان نے انتقال کیا۔ وہ بنو غفار (اور یقول بعض بنو عامر) کے موالی تھے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ خزاعی تھے۔

۵۵ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن امیرہ نے اہل روم کے ملک میں ادولہ بن الحارث القینی نے

انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا

عبداللہ بن عمرو کی ولایت مصر سے معزولی اور ابن حنیج کے تقرر کا بیان

اسی سال عبداللہ بن عمرو ابن العاص ولایت مصر سے معزول کئے گئے۔ اور امیر معاویہ نے انکی جگہ معاویہ ابن حنیج کو جو عثمانی تھے مقرر کیا۔ عبدالرحمن ابن ابوبکر ان کے پاس گئے اور کہا کہ ”اے معاویہ (یعنی ابن حنیج) آپ نے معاویہ سے جزا حاصل کر لی۔ کیونکہ آپ نے میرے بھائی محمد کو اسی لئے قتل کیا تھا۔ کہ آپ والی مصر ہو جائیں۔ چنانچہ ہو گئے۔“ انھوں نے جواب دیا کہ ”ا میں نے محمد کو صرف اس لئے قتل کیا تھا کہ انھوں نے حضرت عثمان کے ساتھ وہ حرکت کی تھی۔“ عبدالرحمن نے جواب دیا کہ ”اگر آپ کو صرف حضرت عثمان ہی کے خون کا بدلہ لینا منظور تھا۔ تو امیر معاویہ کے کاموں میں ان کے ساتھ شریک نہ ہوتے۔ جبکہ عمرو نے اشعری کے ساتھ وہ کچھ کیا جو کیا۔ آپ نے جھٹ پٹ سب سے پہلے اسی ہی سے بیعت کر لی۔“

جنگ غور کا بیان

اس سال حکم ابن عمرو غور کے پہاڑوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور دماں کے اہالی پر جو سرکش ہو گئے تھے حملہ آور ہوئے۔ اور تلوار کے زور سے ان کو فتح کیا۔ دماں سے ان کو بہت سامان غنیمت وصول ہوا۔ اور بہت سے قیدی ہاتھ آئے۔ حکم اس جنگ سے واپس آ کر (بقول بعض) مرو میں فوت ہو گئے۔ حکم نے اپنی ولایت کے زمانے میں نہر کو قطع کیا مگر فتح نہ کیا۔ مسلمانوں میں سے پہلا شخص جس نے نہر کا پانی پیادہ حکم کا غلام تھا۔ اس نے اپنی ڈھال میں پانی لیکر پیادہ حکم کو بھی دیا۔ انھوں نے اسے پیادہ اور اس سے دستور کر کے دو رکعت نماز پڑھی یہ پہلے مسلمان تھے جنھوں نے ایسا کیا۔ اور دماں سے واپس آئے۔

مہلب کے مکر کا بیان

مہلب خراسان میں حکم ابن عمرو کے ساتھ تھے اور ان کے ہمراہ ترکوں کے

ایک پہاڑ پر جنگ میں بھی شریک تھے۔ اور ان کو لوٹا تھا۔ اس کے جواب میں ترکوں نے گھٹائیاں اور دوسرے راستے بند کر دیئے۔ حکم اس سے عاجز آگئے۔ اور جنگ کا انتظام مہلب کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے طرح طرح کے حیلوں اور دھوکوں سے ترکوں کے بڑے بڑے آدمیوں میں سے ایک کو قید کر دیا۔ اور اس سے کہا کہ "تم ہمیں اس ضیق سے نکالو۔ ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔" اس شخص نے کہا کہ "یوں کر وہ ان تمام راستوں میں سے ایک میں آگ جلاؤ اور اپنے بارے گراں کو اس کی طرف کو لیجاؤ تو وہ لوگ اور سب راستوں کو چھوڑ کر وہیں آکر جمع ہو جائیں گے۔ تم جلدی سے دوسرے راستے سے نکل جانا۔ جب تک کہ تم وہاں سے بالکل پار نہ ہو جاؤ گے وہ تم کو پکڑ نہ سکیں گے۔" مہلب نے ایسا ہی کیا۔ اور ان کے ہمراہی اپنے اموال غنیمت لیکر وہاں سے صحیح و سلامت نکل آئے۔

اس سال عتبہ ابن ابی سفیان (اور لقبول بعض عتبہ بن ابی سفیان) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والی دہی اصحاب تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

۳۸ھ کے واقعات

اسی سال عبدالرحمن القنی نے انطاکیہ میں موسم سرما بسر کیا۔ اور عبداللہ بن قیس الفزاری کا موسم گرما۔ اور مالک ابن امیرہ السکونی کی جنگ کجریں ہوئی۔ اسی سال عقبہ ابن عامر الجہنی نے بحرین اور مدینہ کے باشندوں سے جنگ کی۔

اسی سال زیاد نے غالب بن فضالہ اللثی کو خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔

اسی سال مروان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس کو اندیشہ تھا کہ امیر معاویہ سے جوان کو رنج پہنچا تھا شاید اس کی بنا پر وہ معزول کر دیا جائے۔ امیر معاویہ نے اس سے فک جو پہلے اس کو دیدیا تھا واپس لے لیا۔

اس سال دہی حضرات مختلف شہروں کے والی رہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

۳۹ھ کے واقعات

اسی سال مالک ابن امیرہ نے سرزمین روم میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال فضالہ ابن عقیقہ نے حمزہ میں جنگ کی اور وہیں سرابسر کیا۔ انھوں نے اسے فتح کیا اور بہت کچھ مال و متاع ان کے ہاتھ آیا۔ وہیں عبداللہ بن کرز البجلی نے موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال یزید ابن شجرۃ الراوی نے بحر میں جنگ کی اور اہل شام میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال عقبہ ابن نافع بھی بحر میں جنگ میں مشغول رہے۔ اور موسم سرما اہل مصر کے ہاں بسر کیا۔

جنگ قسطنطنیہ کا بیان

اس سال (اور بقول بعض شہ) میں امیر معاویہ نے ایک فوج کثیر بغیر جنگ بلاد روم کی طرف روانہ کی۔ سفیان ابن عوف کو ان پر امیر مقرر کیا۔ اور اپنے بیٹے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا۔ یزید نے اس کو بارگراں سمجھ کر سستی کی اور مرض کا بہانہ کیا۔ اس لئے اس کے والد نے اس کو رہنے دیا۔ اتفاق سے جنگ میں لوگوں کو بھوک و مرض شدید کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر یزید نے یہ اشعار پڑھے (ترجمہ)

اے مجھے اس بات کی پروا نہیں ہے کہ ان کی افواج پر مقام قرقندون میں بخارا اور چپچک کی کیا کیا مصیبتیں پڑیں۔ اس وقت جبکہ میں دیرمان میں تکیہ لگائے ہوئے بیٹھا تھا اور ام کلثوم میرے پاس تھی۔

ام کلثوم یزید کی بیوی کا نام تھا۔ جو عبداللہ ابن عامر کی صاحبزادی تھیں۔ جب معاویہ کو اس کے ان اشعار کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے قسم کھائی کہ میں یزید کو ضرور سفیان کے پاس قسطنطنیہ بھیجوں گا۔ تاکہ جو مصائب اور ول پر پڑے ہیں اس پر بھی پڑیں۔ چنانچہ یزید کے ہمراہ اور بہت سے آدمی روانہ ہوئے جن کو اسکے والد نے اسکے ساتھ کر دیا تھا۔ اس لشکر میں ابن عباس۔ ابن عمر و ابن زبیر۔ ابویوب الانصاری اور عبدالغفر بن زرارۃ الکلابی وغیرہ حضرات بھی شامل تھے۔ وہ شان و شوکت سے بلاد روم میں گھستے چلے گئے تا آنکہ شہر قسطنطنیہ تک پہنچ گئے چند روز تک مسلمانوں اور رومیوں میں جنگ ہوتی رہی۔ اور ہوتے ہوتے سخت لڑائی ہونے لگی عبدالعزیز شہید

ہونے کے ارادے سے بار بار آگے بڑھتے تھے۔ مگر شہید نہیں ہوئے۔ اس پر انھوں نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

میں نے زمانے میں مختلف اطوار سے زندگی بسر کی ہے۔ میں نے اس میں نرمی بھی دیکھی اور سختی بھی جھلی۔ میں نے خوب آزماتا یا ہے اسکی نعمتیں مجھے مسرور نہیں کرتیں۔ اور میں کبھی اس کے مصائب سے سراسیمہ اور خائف ہی ہوا۔ کوئی امر واقع ہونے سے پہلے مجھے فکر مند نہیں کرتا اور واقع ہونے کے بعد مجھے پریشانی میں نہیں ڈال سکتا۔ ”
یہ کہہ کر انھوں نے اپنے قریب کے دشمنوں پر حملہ کیا۔ اور ان کی صفوں کو چیرتے ہوئے دوڑ تک چلے گئے۔ آخر اہل روم نے ان پر نیزوں کے وار کر کے انھیں شہید کر دیا۔ (رحمہ اللہ) جب امیر معاویہ کو انکی شہادت کی خبر ملی انھوں نے عبدالغزیہ کے والد سے کہا اللہ کی قسم عربوں کا جواں مرد بہادر مر گیا۔ انھوں نے پوچھا کہ ”امیر بیٹا یا تمہارا“ کہا کہ ”تمہارا خدا تمکو اور نیک دے“ انھوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)

”اگر موت اس پر آ پڑی ہے اور کلابی کا مغز کچلا گیا ہے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ ہر جوان کو اپنا کاسہ موت پینا ہے۔ خواہ وہ چھوٹی عمر میں پئے یا بڑا ہو کر۔“
اس کے بعد مزید مع فوج کے شام کو واپس آ گیا۔ ابوایوب الانصاری نے قسطنطنیہ کے قریب ہی وفات پائی اور اس کی تفصیل کے قریب مدفون ہوئے۔ وہاں کے باشندے ان کے رسیلے سے باران طاب کرتے ہیں۔ وہ بدر، احد اور تمام غزوات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شریک تھے۔ علی ہذا القیاس وہ جنگ صفین وغیرہ میں حضرت علیؑ کے ہمراہ بھی جنگ آزمائی کر چکے تھے۔

مروان کے مدینے سے معزول ہونے اور سعید کے تقرر کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے ماہ ربیع الاول میں مروان ابن الحکم کو مدینے سے معزول کر کے ماہ ربیع الاخر میں اور بقول بعض ماہ ربیع الاول میں سعید ابن العاص کو مقرر کیا۔ امیر معاویہ کی جانب سے مروان ابن الحکم کی حکومت مدینہ کا کل عرصہ آٹھ سال درودماہ کا ہوتا ہے۔ ان کے زمانے میں عبداللہ ابن حارث ابن نوفل مدینے کے قاضی تھے سعید نے والی مدینہ ہونے پر ان کو معزول کر دیا۔ اور ابوسلمہ بن عبدالرحمن کو عہدہ قضاہ پر مقرر کیا۔

(حضرت امام حسن بن علی ابن ابی طالب کی وفات کا بیان)

اسی سال حضرت امام حسن نے وفات پائی۔ ان کی زوجہ بنت اشعث ابن قیس الکندی نے ان کو زہر دیدیا۔ انھوں نے وصیت کی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن کیا جائے بشرطیکہ ایسا کرنے سے فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو۔ اگر فتنہ انگیزی کا خطرہ ہو تو مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں لے جا کر دفن کر دینا۔ حضرت امام حسین نے حضرت عائشہ صدیقہ سے اجازت طلب کی۔ چنانچہ انھوں نے اجازت دے دی۔ جب ان کا انتقال ہو گیا۔ تو لوگوں نے چاہا کہ ان کو رسول اللہ کے پاس دفن کریں۔ سعید بن العاص جو اس وقت امیر مکہ تھے مطلق مزاحم نہ ہوئے۔ مگر مردان ابن الحکم نے سر اٹھایا۔ چنانچہ انھوں نے بنو امیہ اور ان کے طرفداروں کو جمع کر کے اس پر کاٹ پیدا کی۔ امام حسین نے چاہا کہ ان کا مقابلہ کریں مگر ان سے لوگوں نے کہا کہ آپ کے بھائی صاحب نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور یقیناً فتنہ ہی ہے۔ اس پر وہ خاموش رہ گئے۔ سعید بن العاص نے انکی نماز جنازہ پڑھائی۔ امام حسین نے ان سے کہا کہ اگر نماز جنازہ کے لئے یہ سنت نہ ہوتی تو میں تمکو ہر نماز پڑھنے دیتا۔

شعبہ کے واقعات

اس سال بسر بن ابی ارطاة اور سفیان ابن عوف الازدی نے قسطنطنیہ میں اور فضالہ ابن عبید اللہ نصاری نے بحر میں جنگ کی۔

مغیرہ ابن شعبہ کی وفات اور زیاد کے والی کوفہ ہونے کا بیان

بعض مؤرخین کا خیال ہے (اور خیال صحیح ہے) کہ اس سال شعبان میں مغیرہ ابن شعبہ نے انتقال کیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ کوفہ میں طاعون پھیلایا۔ مغیرہ اس سے بچنے کے لئے وہاں سے بھاگ گئے۔ اور جب طاعون ختم ہو گیا تو پھر کوفہ واپس آئے۔ مگر واپس آکر ان کو طاعون ہوا اور اسی میں انتقال کر گئے۔

وہ طویل القامت اور یک چشم آدمی تھے ان کی آنکھ یرموک کے معرکے میں ضائع

ہوتی تھی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ستر برس کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی موت ساحل میں ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سیکھ میں ہوئی ہوگی۔

مغیرہ کے انتقال کے بعد امیر معاویہ نے زیاد کو کونے کا عامل مقرر کیا یہ پہلے شخص ہیں جن کو کونے اور بصرے دونوں کی ولایت ملی۔ چنانچہ زیاد مقرر ہوتے ہی اپنی جگہ مغیرہ ابن خندب کو بصرے میں قائم مقام مقرر کر کے کونے روانہ ہو گئے۔ وہ چھ مہینے کونے میں قیام کرتے تھے اور چھ مہینے بصرے میں۔

جب زیاد کونے پہنچے تو انھوں نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔ ابھی وہ منبر پر ہی تھے کہ لوگوں نے ان پر سنگریزہ باری شروع کر دی وہ بیٹھ گئے اور جب لوگ سنگریزہ باری سے رک گئے تو انھوں نے اپنے چند خاص خاص آدمیوں کو بلا کر کہا کہ مسجد کے دروازے روک دو چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا کہ ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے اپنے ہتھین کو کپڑے۔ بوعین کوئی یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ میرا ہتھین کون ہے۔ پھر ایک کرسی منگوا کر مسجد کے دروازے پر بیٹھ گئے۔ اور ان کو چار چار کی ٹولیوں میں بلانا شروع کیا۔ اور ہر ایک سے قسم لیتے گئے کہ تم میں سے کسی شخص نے سنگریزہ نہیں پھینکا جس نے قسم کھالی اسے راکر دیا۔ اور جس نے نہ کھائی اسے وہیں بٹھالیا۔ تاکہ انکی تعداد تیس اور بقول بعض اسی تک پہنچ گئی۔ پھر وہیں کے وہیں ان کے ہاتھ کاٹ دئے۔ انھوں نے سب سے پہلے جس شخص کو کونے میں قتل کیا وہ اونے ابن حصن تھا۔ ان کو اسکے متعلق کچھ خبر ملی تھی۔ انھوں نے اس کو طلب کیا مگر وہ بھاگ گیا۔ لوگ ان کے سامنے پیش کئے گئے۔ جب وہ ان کے سامنے سے گذرا تو انھوں نے سوال کیا کہ یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ”اونے ابن حصن“ زیاد نے کہا کہ ”تیری قضا مجھے یہاں لائی ہے۔ بتا کہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں تیری کیا رائے ہے؟“ کہا کہ ”وہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے داماد تھے اور انکی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں تھیں۔ پوچھا امیر معاویہ کی نسبت تو کیا کہتا ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ ”وہ ایک جواد اور حلیم آدمی ہیں“ پھر زیاد نے سوال کیا کہ ”میرے متعلق تو کیا کہتا ہے؟“ اس نے کہا کہ ”مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے بصرے میں کہا تھا کہ میں تندرست آدمی کا بیار سے اور آنے والے کا جانے والے کو افادہ کروں گا۔“ کہا کہ ”ہاں میں نے ایسا ہی کہا تھا۔ پھر؟“ اونے بولا ”تب تو آپ اندھی اور دشمنی کی طرح تپتے ہی رہے۔“ زیاد نے کہا کہ ”آماس شکم کسی جماعت

کے شر سے نہیں ہے“ اور اسے قتل کر دیا۔

جب زیاد کو نے پہنچے تو عمارہ ابن عقبہ ابن ابی معیط نے ان سے یہ بیان کیا کہ عمرو ابن حمق شیعان ابو تراب کو جمع کر رہا ہے۔ زیاد نے اسے بلا بھیجا اور کہا کہ یہ سب جماعتیں کیوں جمع ہو رہی ہیں؟ جس شخص سے تم کو کلام کرنا ہو مسجد میں کلام کرو۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ عمرو کے متعلق زیاد بن رُویم نے زیاد سے غامی کی تھی۔ اور اس کے جواب میں زیاد نے یہ کہا تھا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اس کی پنڈلی کا منہ آٹھا میرے بغض کی وجہ سے بہ گیا ہے تو بھی میں اس پر غصہ نہ ہوتا۔ حتیٰ کہ وہ مجھ پر حملہ کرتا۔ سنگرزہ باری ہونے کے بعد زیاد نے مسجد میں مقصورہ بنا دیا۔

جب زیاد بصرے میں سمرہ کو اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ آئے تو سمرہ نے کثرت سے لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ابن سیرین کا بیان ہے کہ انھوں نے زیاد کی غمخیزی میں آٹھ ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ زیاد نے ان سے پوچھا کہ کیا تم کو خوف ہے کہ تم نے بیگناہ کو بھی قتل کر دیا؟ کہا کہ میں نے جتنے قتل کئے ہیں اگر تم سے اور قتل کر دیتا تب بھی مجھے خوف نہ ہوتا۔

ابو سوار العدوی کا بیان ہے کہ سمرہ نے ایک ہی صبح کو صرف میری قوم میں سے سینتالیس آدمی قتل کئے اور وہ سب کے سب جامع القرآن تھے۔ ایک دن سمرہ سواری کے لئے نکلے تو ان کے دستے کے آگے کے چند آدمیوں نے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ جب سمرہ اس شخص کے پاس سے گزرے تو اسے خون میں لتھڑا ہوا دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہوا۔ کہا گیا کہ آپ کے دستے کے اوائل نے اس بے چارے کی یہ گت بنائی ہے۔ اس پر سمرہ نے کہا کہ جب تم لوگ یہ سنا کر وہ ہم سوار ہو کر نکلے ہیں تو ہمارے نیزوں سے بچا کر دو۔

قریب کے خروج کا بیان

اسی سال قریب لازدی اور زخاف الطائی نے خروج کیا جو آپس میں خالد زامحانی تھے۔ ان دنوں زیاد کو نے میں تھے۔ اور بصرے میں سمرہ ان کی قائم مقامی کر رہے تھے۔ قریب اور زخاف بنو ضبہ کے سرداروں میں پہنچے اور ان کے ایک ضعیف العمر شخص کو قتل کر دیا۔

اس پر بنو علی اور بنو اسب کے چند نوجوانوں نے نکل کر ان پر تیر برسائے شروع کئے۔ اور عبداللہ بن اوس الطائی نے قریب کو قتل کر ڈالا اور اس کا سر کاٹ کر لے گیا۔ زیاد نے خوارج کے معاملے میں بہت سختی کرنی اور لوگوں کو قتل کرنا شروع کیا اور سمرہ کو ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے بھی کثیر التعداد آدمیوں کو تیغ کیا۔ زیاد نے منبر پر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ ”اے اہل بصرہ خدا کی قسم تم لوگوں (یعنی خوارج) کے صفایا کرنے میں میری مدد کرو۔ در نہ یاد رکھو کہ اگر ان میں سے ایک آدمی بھی بچ رہا تو اس سال تمہارے عطیات بالکل بند ہو جاتیں گے“ اتنا سنا تھا کہ سب لوگ ان لوگوں پر دوڑ پڑے اور ان کو قتل کر دیا۔

امیر معاویہ کے مدینے سے منبر اٹھالانے کے ارادے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے حکم دیا کہ رسول اللہ صلعم کا منبر مدینے سے شام میں منتقل کر دیا جائے اور کہا کہ ”منبر اور رسول اللہ صلعم کا عصا مدینے میں نہیں چھوڑے جاسکتے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا ہے“ چنانچہ انہوں نے عصا بھی طلب کیا جو ان دنوں سعد القراط سے پاس تھا۔ جوں ہی منبر کو حرکت دی گئی آفتاب معرض کسوف میں آ گیا۔ اور اس قدر تاریکی طاری ہو گئی کہ ستارے صاف نمودار ہو گئے۔ لوگوں کو یہ بات گراں گزری اور اس لئے امیر معاویہ نے اسے دہیں رہنے دیا۔

اسی کے متعلق ایک اور روایت یہ ہے کہ جابر اور ابو ہریرہ نے امیر معاویہ سے جا کر کہا کہ ”اے امیر المؤمنین یہ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ آپ رسول اللہ صلعم کے منبر کو اس جگہ سے ہٹاتے ہیں جہاں خود حضور نے اسے رکھ دیا تھا۔ اور اگر آپ ان کا عصا مبارک بھی شام کو لے جانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ خود مسجد کو بھی منتقل کر دیجئے۔ اس پر امیر معاویہ نے اس کو دہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس میں چھ سیڑھیاں اور بڑے معادیں اور اپنے سکنے کا عذر کیا۔“

جب عبدالملک ابن مروان بادشاہ ہوا تو اس کو پھر نقل منبر کا خیال آیا۔ مجیبہ ابن زینب نے اس سے کہا کہ ”براۓ خدا وہ یاد کیجئے کہ معاویہ نے اس کو حرکت دینی چاہی تھی کہ سورج کو گہن لگ گیا تھا۔ اور پھر رسول اللہ نے بھی یہ فرمایا ہے کہ جس شخص نے

میرے منبر پر خلافت قسم کھائی اُسے چاہئے کہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنائے۔ اور وہ اہل مدینہ کے نزدیک مقطع حقوق ہے۔ یہ سنکر عبدالملک نے اس کو ترک کر دیا۔ جب اس کے بیٹے ولید نے حج کیا تو اس کو بھی یہی خیال آیا۔ اس پر سعید بن مسیب نے عمر بن عبدالعزیز کو کہلا بھیجا۔ کہ "آپ اپنے دوست سے کہہ دیجئے کہ مسجد سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے خدا کے غضب سے ڈرے۔" چنانچہ عمر بن عبدالعزیز نے ولید سے کہہ دیا اور اس نے یہ خیال ترک کر دیا۔ جب سلیمان بن عبدالملک نے حج کیا تو عمر نے اس کو ولید کا قصہ سنایا۔ سلیمان نے کہا کہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ امیر المؤمنین عبدالملک یا ولید کا مجھ سے ایسا ذکر کیا جاوے۔ ہم نے دنیا کو تو لے لیا ہے اور وہ ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ اب ہم یہ چاہیں کہ اسلام کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے کسی پر قبضہ کریں جس کی طرف وہ فوج جاتے ہیں اور یہ بات خلافت مصلحت ہے۔

اسی سال معاویہ ابن حنیف السکونی کو مصر سے معزول کر کے مسلمہ ابن مخلد کو ان کی جگہ والی مقرر کیا گیا۔ اور افریقہ بھی ان کے ماتحت کر دیا گیا۔ قبل اس کے کہ امیر معاویہ مسلمہ کو افریقہ اور مصر کا عامل مقرر کریں انھوں نے عقبہ ابن نافع کو افریقہ بھیجا تھا۔ جنہوں نے شہر قیردان کو لے لیا وہ ایک جنگل تھا جہاں درندوں اور سانپوں وغیرہ کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص جانے کی ہمت نہ کرتا تھا۔ انھوں نے خدا سے دعا کی کہ ان کو دفع کرے۔ چنانچہ وہاں کی یہ حالت ہوئی کہ ہر قسم کے موذی جانوروں سے بھاگ گئے۔ یہاں تک کہ درندے بھی اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے ایک جامع مسجد قائم کی۔ الفرض امیر معاویہ نے معاویہ ابن حنیف کو مصر سے معزول کیا اور امیر عقبہ ابن نافع کو افریقہ سے معزول کر کے ان دونوں پر مسلمہ ابن مخلد کو مقرر کیا مسلمہ پہلے شخص تھے جو مصر اور مغرب (افریقہ) دونوں کے حاکم بنائے گئے اور مسلمہ نے اپنے حوالی میں سے ابوالمہاجر نام ایک شخص کو اپنی جانب سے حاکم افریقہ مقرر کیا۔ اور وہ امیر معاویہ کی وفات تک وہیں رہے۔

عقبہ بن نافع کی ولایت افریقہ اور بنائے مدینہ قیردان کا بیان

ابو جعفر طبری کا بیان ہے کہ اس سال مسلمہ ابن مخلد افریقہ کے عامل مقرر ہوئے اور

یہ کہ ان سے قبل عقبہ افریقہ کے حاکم تھے۔ اور انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔
 مورخین مغرب نے جو کچھ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ اسی سال میں عقبہ ابن نافع بنی عامل افریقہ
 مقرر ہوئے۔ اور اسی سال انھوں نے قیروان کی بنیاد ڈالی۔ اور یہ کہ وہ وہاں ۵۵ھ
 تک رہے جب مسلم بن محمد ان کی جگہ مقرر ہو کر آ گئے۔ ظاہر ہے کہ وہ لوگ اپنے ملک کا
 حال دوسرے لوگوں سے بہتر جانتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی وہی بیان کرتا ہوں جو انھوں نے
 اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ ان کا قول ہے کہ امیر معاویہ نے معاویہ ابن صبیح کو افریقہ سے
 معزول کر کے عقبہ ابن نافع الفہری کو مقرر کیا جو عمر ابن العاص کے فتح افریقہ کے زمانے سے
 برتہ اور زیدیہ میں مقیم تھے۔ اور ان بلاد میں جہاد و فتوحات کر چکے تھے۔ جب امیر معاویہ نے ان کو
 مقرر کیا تو دس ہزار شہسوار ان کے پاس بھیجے۔ جن کو لیکر وہ افریقہ میں داخل ہوئے۔ ۱۰ دھ
 اہل بربر میں سے جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس طرح
 جب ان کے پاس جماعت کثیر جمع ہو گئی تو انھوں نے اہل بلاد میں تلوار سے کام لینا شروع کیا
 کیونکہ ان لوگوں میں حالت یہ تھی کہ جب کوئی امیر ان کے ملک میں داخل ہوتا تو مطیع ہو جاتے اور
 اور ان میں سے بعض لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ مگر جب وہ وہاں سے واپس چلا جاتا تو مغرور
 ہو جاتے۔ اور اسلام سے پھر جاتے۔ اس لئے عقبہ کو یہ خیال آیا کہ وہاں ایک شہر آباد کیا جائے
 جہاں مسلمانوں کی فوج اور ان کے اہل و عیال اور اموال رہ سکیں۔ اور وہ ان بلاد کے
 اہلی کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ انھوں نے قیروان کی جائے وقوع کا قصد کیا وہ
 ایک نشیبی مقام تھا جہاں گھنی جالدار جھاڑی تھی اور جہاں مختلف اقسام کے درندے اور سانپ
 رہا کرتے تھے۔ عقبہ نے خدا سے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہوئی۔ پھر انھوں نے
 پکار کر کہا کہ اے درندہ اور سانپو۔ میں رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ہوں۔ تم سب
 یہاں ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ کیونکہ ہم اب یہاں قیام کرنے والے ہیں۔ اور اگر اس کے
 بعد ہم نے یہاں کسی کو دیکھا تو ہم اسے قتل کر ڈالیں گے۔ چنانچہ لوگوں نے اس دن جانور کو
 دیکھا کہ وہ اپنے بچوں کو اٹھا اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اور نقل مکان کر رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس
 اہل بربر کے بہت سے قبائل نے بھی یہ نظارہ دیکھا اور مذہب اسلام قبول کیا۔ عقبہ نے وہاں
 کے افسحار کو قطع کر کے ایک شہر بنانے کا حکم دیا۔ پھر ایک مسجد جامع بنوائی اور لوگوں نے اپنے
 اپنے مساجد اور کائنات بنوائے اس شہر کا دو تین ہزار چھ سو باغ تھا (دولوں ہاتھوں کی کشادگی کی مقدار کا ایک باغ ہوا)

۵۵ھ میں اسکی تعمیر وغیرہ ختم ہوئی۔ مادر لوگ آباد ہو گئے۔ تعمیر شہر کے دوران میں وہ برابر جنگ کرتے اور افواج بھیجتے رہے۔ جو خوب قتل و غارت کرتی اور لوٹ مار مچاتی تھیں۔ اہل بربرکثیر تعداد میں اسلام میں داخل ہو گئے۔ مسلمانوں کی حکومت کا طبقہ وسیع ہو گیا۔ اور قیروان کی اہل فوج کے دل مضبوط ہو گئے۔ اور وہ بالکل امن و اطمینان سے وہاں مقیم ہو گئے۔ مختصر یہ ہے کہ افریقہ میں اسلام کے قدم جم گئے پے

مسلمہ ابن مخلد کی ولایت افریقہ کا بیان

بعد ازاں امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے مصر اور افریقہ پر مسلمہ ابن مخلد الانصاری کو مقرر کیا۔ اور ابن مخلد نے افریقہ پر اپنے موالی میں سے ایک شخص ابوالمہاجر نامی کو مقرر کیا۔ ابوالمہاجر افریقہ میں آیا اور عقبہ کی مغزولی میں بری طرح پیش آیا اور ان کے ساتھ تحارت امیر برتاؤ کیا عقبہ وہاں سے شام واپس چلے گئے۔ جو کچھ ابوالمہاجر نے ان کے ساتھ کیا تھا انھوں نے اس پر امیر معاویہ کے سامنے اظہار ملال کیا تو انھوں نے ان سے محذرت کی اور ان کو ان کے عمل پر واپس کر دینے کا وعدہ کیا۔ مگر یہ امر اسی طرح طول پکڑتا رہا یہاں تک کہ امیر معاویہ انتقال کر گئے۔ اور ان کے بعد ان کا بیٹا یزید خلیفہ ہوا۔ اس نے عقبہ کو ۳۲ھ میں ان ہی بلا و پر عامل بنا دیا۔ اور عقبہ وہاں چلے گئے پے

واقعی کا بیان ہے کہ عقبہ ابن نافع ۳۲ھ میں والی افریقہ مقرر ہوئے تھے۔ اور انھوں نے شہر قیروان بنایا اور یہ کہ وہ ۳۲ھ تک برابر وہاں کے والی رہے۔ پھر یزید ابن معاویہ نے ان کو وہاں سے مغزول کر کے مولائے انصار ابوالمہاجر کو مقرر کیا جس نے عقبہ کو قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں۔ جب یزید کو عقبہ کے ساتھ ابوالمہاجر کی بدسلوکی کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسے حکم بھیجا کہ عقبہ کو رہا کر کے اس کے پاس روانہ کر دے۔ چنانچہ ابوالمہاجر نے ایسا ہی کیا۔ اور جب عقبہ یزید کے پاس پہنچے تو اس نے ان کو دوبارہ عامل افریقہ مقرر کر دیا۔ عقبہ نے ابوالمہاجر کو پکڑ لیا اور سخت قید میں رکھا۔ اس کے بعد واقعی نے کسید کا قصہ ذکر کیا ہے جس کا ذکر ہم ان شاء اللہ ۳۲ھ میں کریں گے پے

فرزدق کے زیاد سے فرار کرنے کا بیان

اسی سال زیاد نے فرزدق کو تلاش کیا کیونکہ بنو ہشیل اور بنو نقیم نے فرزدق

کی زیادہ کے سامنے شکایت کی۔ اس کا سبب یہ ہے کہ فرزوق کا بیان ہے کہ میں نے اشہب ابن زید اور
بعیث کی ہجو کی جس کی وجہ سے وہ دونوں قبیلہ لوگوں کی آنکھوں سے گر گئے اس لئے ایک طرف بنو نضل
اور بنو قسیم اور دوسری طرف یزید بن معاویہ بن خالد بن مالک نے میرے خلاف زیادہ کے پاس شکایت
کی۔ زیادہ مجھے نہیں جانتے تھے۔ مگر جب ان سے یہ کہا گیا کہ فرزوق وہ اعرابی لڑکا ہے جس کا مال لپٹا
اور کپڑے چھین لئے گئے تھے تب انھوں نے مجھے پہچانا۔ اس کے مال و ثياب کے لوٹے جانے کا قصہ
بھی خود فرزوق اسی طرح ذکر کرتا ہے۔ کہ "میرے باپ غالب نے مجھے کچھ مال تجارت دیکر بھیجا تھا کہ
اسے فروخت کر کے سامان خورد و نوش خرید کر لے آؤں۔ میں نے مال تو بھرے میں فروخت کیا
اور اسکی قیمت اپنے کپڑوں میں رکھ لی مجھے ایک شخص ملا اس نے مجھ سے کہا کہ "تم اپنی چیز کو صحت
چاہو مضبوط باندھ لو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اگر تیری جگہ وہ شخص ہو جسے میں جانتا ہوں تو اس
طرح کسکرنے باندھتا" میں نے پوچھا "وہ کون" اس نے جواب دیا کہ "غالب ابن صعصہ
(فرزوق کے باپ کا نام ہے) اس پر میں نے اہل مرہ کو پکارا اور سب درہم لٹا دئے۔
ان میں سے کسی نے مجھ سے کہا کہ انہی چادر پھینک دے میں نے ویسا ہی کیا۔ دوسرے
نے کہا اپنے کپڑے اتار دے۔ میں نے ویسا ہی کیا۔ ایک اور نے کہا کہ اپنی گپڑی
پھینک دے۔ پھر میں نے ویسا ہی کیا۔ کسی اور نے کہا کہ اپنا پانچ جامہ اتار دے
میں نے کہا کہ "واہ میں کچھ دیوانہ تو ہوں نہیں کہ پانچ جامہ اتار کر پھینک دوں اور
تنگ چلا جاؤں" جب زیادہ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ "یہ اسحق ہے او لوگوں کو
لوٹ مار کا حرص بناتا ہے" پھر چند سواروں کو مرید بھیجا کہ مجھے کپڑے کران کے پاس لے جائیں
اتنے میں بنو نجیم کا ایک شخص اپنے گھوڑے پر سوار میرے پاس آیا۔ اور بھاگو بھاگو کہہ کر مجھے
اپنے گھوڑے پر بٹھالایا۔ اس طرح میری جان بچی۔ اس پر زیادہ نے میرے دو چچاؤں یعنی
ذہیل ابن صعصہ اور زحاف ابن صعصہ کو کپڑے بلایا۔ وہ دونوں دیوان میں تھے۔ انکو ہار چند روز تک
قید رکھا اور چند روز کے بعد سفارش پر انکو رہا کر دیا۔ میں نے جا کر اپنے باپ کو اپنے حال کی خبر دی۔
یہ سبب تھا کہ زیادہ اس کے بھی دشمن ہو گئے تھے۔

احنف ابن قیس السعدی جاریہ بن قدامہ السعدی جو بن قتادہ لعیشی اور قتات
ابن یزید ابو المنزال لمجاشعی یہ سب ملکر امیہ معاویہ ابن ابی سفیان کے پاس گئے جنھوں
نے ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک لاکھ انعام دیا مگر قتات کو صرف ستر ہزار ہی دیا۔

راستے میں ہر ایک نے اپنے اپنے انعام کا ذکر کیا۔ ختات امیر معاویہ کے پاس واپس گئے امیر معاویہ نے پوچھا کیا بات ہے تم کیوں واپس آ گئے۔ ختات نے کہا کہ آپ نے مجھے بنو تمیم میں ذلیل کیا ہے۔ کیا میں صحیح الحسب نہیں ہوں۔ کیا میں مس نہیں ہوں۔ کیا میں اپنے قبیلے میں مطاع نہیں ہوں۔ کہا: ہاں۔ ختات نے کہا: پھر آپ نے کیا کیا کہ اور لوگوں کے مقابلے میں مجھ سے خست کی جو آپ کے خلاف تھے ان کو بمقابل ان لوگوں کے جو آپ کے موافق تھے زیادہ دیا۔ ختات جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کے ہمراہ لڑے تھے۔ احنف اور جاریہ حضرت علیؓ کے طرفدار تھے۔ گوکہ احنف اور جوں حضرت علیؓ کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے سے دست بردار ہو گئے تھے۔ مگر وہ ان ہی کے طرفدار تھے بنو امیہ نے کہا کہ میں نے قوم سے دین خرید لیا ہے اور تم کو تمہارے دین اور حضرت عثمانؓ کے متعلق تمہاری رائے کے سپرد کر دیا ہے۔ کیونکہ وہ عثمانی تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ مجھ سے میرا دین بھی خرید لیں۔ امیر معاویہ نے ان کے انعام کو پورا کر دینے کا حکم دے دیا۔ مگر اس انتشار میں ختات فوت ہو گئے۔ اور معاویہ نے باقی قوم کو ضبط کر لیا اس پر فرزدوق نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)

دداے معاویہ! آپ کے والد اور میرے چچا نے اپنے ورثہ کا مالک بنایا چنانچہ ان کے وارثین ان کے ورثوں پر قابض ہو گئے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ختات کی میراث تو آپ نے دہالی۔ اور صحیح کی میراث کا یہ حال ہو گیا کہ وہ کھل کھل کر آپ کے لئے ٹھوس ہوئی پاتی ہے۔ اگر زمانہ جاہلیت میں ایسا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس شخص کا حال ہے جس کے ہاتھ ثبائے دوستی دینی کم ہیں۔ اور اگر اسکے سوا کسی اور دین میں ایسا ہوتا تو یا تو تم ہمارے حق ادا کر دیتے یا اپنے والے کے لئے پانی گلو گیر ہو جاتا۔ کیا میں بلحاظ قوم و خاندان معزز ترین نہیں ہوں؟ اور کیا میں اپنے ہمسایہ کی ان سب سے زیادہ مصیبت کو دور کر نیکی کو شمش نہیں کرتا جبکہ اسکو تکلیف پہنچے۔؟ (نہی صلعم) اور آل پاک کے لئے کسی عقیقہ عورت نے مجھ جیسا شریعت آدمی پیدا نہیں کیا میرے گھر کا معین ثریا کے دامن تک پھیلا ہوا ہے جسکے مقابلے میں چاند اور چمکدار ستارے پیچھے ہیں میں ایسا ہوں کہ جیسے بہت سے کنکروں کے مقابلے میں اونچے اونچے پہاڑ ہوتے ہیں۔ اور تحت الثری کی بڑمیری جڑ ہے۔ پھر بتاؤ کہ کون شخص حسب میں میرا مقابلہ کر سکتا ہے! اور اے معاویہ! میرے کئی آباؤ اجداد ایسے

گذرے ہیں جو نہایت مشہور اور اپنے باپکین میں تندہاؤں کا مقابلہ کرتے تھے۔ ان کو ایک چھوڑ دو دو مالک کی اولاد نے پیدا کیا تھا۔ اور آپ کے والد جو عبد شمس کی اولاد سے ہیں ہرگز ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ آپ انھیں دیکھینگے کہ وہ تلوار کے پھل کی طرح جو دو بخشش کیلئے جھوٹے ہیں۔ اور ابھی ان کی میں ہی بھگتی ہیں کہ وہ امجد و اشرف ہو جاتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دراز قد ہے اور قسی اور عبد شمس ان کے سامنے بول بھی نہیں سکتے۔ “ پڑا
ان اشعار میں دو مالکوں سے مراد مالک ابن حنظلہ اور مالک ابن زید منات ابن تمیم سے ہے اور یہ دونوں فرزدق کے اجداد میں سے تھے۔ کیونکہ فرزدق کا سلسلہ نسب یوں ہے۔
فرزدق بن غالب بن مصعب بن ناجیہ بن مقال بن محمد بن سہیل بن جاشع بن دادم بن مالک ابن حنظلہ ابن مالک
ابن زید منات بن تمیم جب امیر معاویہ نے اس کے یہ اشعار سنے تو حسات کے اہل و عیال کو باقی تیس سال
بھی دیدے۔ اور اس سے زیادہ کو اس پر اور بھی زیادہ غصہ آیا۔ جب بنو ہشیل اور بنو فہیم نے
زیادہ کے پاس اسکی شکایت پیش کی تو ان کا غیظ و غضب اور بھی بھڑک اٹھا۔ انھوں نے
اسے تلاش کیا۔ مگر وہ بھاگ گیا۔ اور ایک رات کو عیسیٰ ابن خضیلہ السہمی کے پاس پہنچ کر
اس سے کہا کہ اس شخص نے مجھے طلب کیا ہے اور تمام لوگوں نے مجھ سے بی رنجی کر لی
ہے میں آپ کے پاس فریاورسی کے لئے آیا ہوں “ اس نے اسے خوش آمدید کہا۔ چنانچہ
وہاں وہ تین رات مقیم رہا پھر فرزدق نے عیسیٰ سے کہا کہ اب میری راسخ یہ ہے کہ میں
شام کی طرف چلا جاؤں “ چنانچہ اس کو روانہ کر دیا۔ جب زیادہ کو اسکی روانگی کی خبر ملی۔
تو انھوں نے اس کے تعاقب کیلئے آدمی روانہ کئے۔ مگر وہ اسے نہ پاسکے۔ چنانچہ فرزدق
مقام رواجہ پہنچ کر قبیلہ بکر ابن وائل میں پناہ گزین ہوا۔ اس نے انکی مدد میں چند قصیدے
لکھے۔ اسکے بعد جب زیادہ بصرہ پہنچے ہیں اس وقت فرزدق کو نے پہنچا۔ اور جب وہ کو نے
گئے تو فرزدق بصرہ پہنچا۔ زیادہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے عامل کو فہیم بن
ابن عبیدہ کو لکھا کہ فرزدق کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ فرزدق یہ سنتے ہی بھاگا بھاگ
حجاز پہنچا۔ اور سعید ابن العاص کے پاس پناہ کا طالب ہوا۔ اس نے اسے پناہ دی۔ فرزدق نے اسکی
مدد کی۔ اسی طرح کہیں وہ مکہ میں ہوتا اور کہیں مدینے میں یہاں تک کہ زیادہ کا انتقال ہو گیا تو
کہتے ہیں کہ فرزدق نے مذکورہ بالا اشعار اس لئے کہے تھے کہ جب حقات مسلمان ہو گیا تھا
تو رسول خدا صلعم نے اسکو اور امیر معاویہ کو بھائی بھائی بنا دیا تھا۔ جب حقات نے

شام میں انتقال کیا تو اسی اخوت کی بنا پر امیر معاویہ اس کے وارث ہو گئے۔ لہذا فرزدق نے یہ اشعار کہے۔ مگر اصل یہ ہے کہ یہ قول بالکل بے معنی ہے۔ کیونکہ امیر معاویہ اس امر سے واقف نہ تھے کہ اس قسم کی اخوت سے کوئی کسی کا وارث نہیں ہو سکتا ہے؛ (شکات حار کے ضم سے ہے)

حکم ابن عمر و الغفاری کی وفات کا بیان

ایک بیان کے مطابق اسی سال حکم ابن عمر و الغفاری نے کوہ اشل کی جنگ سے واپس اگر مرد میں انتقال کیا۔ ایک اور قول کے مطابق ان کی وفات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ زیاد نے ان کو لکھا تھا کہ امیر المومنین معاویہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ان کے لئے زرد و سفید کو چن کر علیحدہ کر دوں۔ اس لئے آپ سوئے اور چاندی کو لوگوں میں تقسیم نہ کیجئے۔ حکم نے اس کا یہ جواب لکھا۔ کہ امیر المومنین کے حکم سے مجھ کو اطلاع ملی مگر ان کے خط سے پہلے کتاب اللہ کو میں پانچا ہوں اور قسم بخدا کہ اگر آسمان اور زمین بھی خدا کے کسی بندے کے لئے بند ہو جائیں۔ مگر وہ خدا سے ڈرتا رہے تب بھی اس کے لئے کشادگی اور جا سلامت پیدا ہو جائے گی۔ اس کے بعد انھوں نے لوگوں سے کہا کہ کل صبح میرے پاس آکر اپنے اپنے انعامات اور اموال لے جاؤ۔ چنانچہ انھوں نے ان کے انعامات اور اموال ان میں تقسیم کر دیئے اور پھر کہا کہ اے خدا اگر میرے لئے تیرے پاس بھلائی ہے تو مجھے اپنے پاس اٹھائے۔ چنانچہ انھوں نے مرد میں انتقال کیا۔ وہ صحابہ کرام میں سے تھے؛

متعدد واقعات کا بیان

اسی سال امیر معاویہ (اور بروایتے یزید ابن معاویہ) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں مختلف بلاد پر عامل وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے؛

اسی سال سعد ابن ابی وقاص نے عقیق میں وفات پائی۔ لوگ ان کو گردنوں پر اٹھا کر مدینے لائے۔ اور وہیں انھیں دفن کیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ۴۵ھ میں ہوا۔ اور بعض کا خیال ۵۵ھ میں۔ اس وقت ان کی عمر (۷۴) برس اور بقول بعض (۸۳) برس کی تھی۔ وہ عشرہ مبشرہ میں سے تھے وہ بہت قدامت خیفہ المہذب تھے۔

اسی سال حضرت صفیہ بنت حبیبہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتقال کیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ ان کی وفات حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی۔
 اسی سال عثمان ابن ابی العاص الثقفی اور عبدالرحمن بن سمرہ بن حبیب بن عبد شمس نے بھی انتقال کیا۔ مؤرخ الذکر بصرے میں فوت ہوئے۔ ابو موسیٰ الاشعری بھی اسی سال فوت ہوئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال ۳۷ھ میں ہوا۔
 اسی سال زید بن خالد کھننی نے بھی انتقال کیا۔ اور ایک روایت کے بموجب ۳۸ھ اور ایک اور روایت کے مطابق ۳۹ھ میں۔
 اسی سال مدلاج ابن عمرو السکمی نے بھی انتقال کیا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک تھے یہ تمام حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے۔

۳۹ھ کے واقعات

اس سال فضالہ بن عبید نے ارض روم میں موسم سرما بسر کیا اور لبر ابن ابی ارقطہ نے موسم گرما میں جنگ کی۔

حجر بن عدی عمرو بن حنیق اور ان کے ہمراہیوں کے قتل کا بیان

اسی سال حجر بن عدی اور ان کے ہمراہی قتل کئے گئے۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے مغیرہ ابن شعبہ کو اس میں عامل کو ذمہ مقرر کیا۔ اس غرض سے انھوں نے مغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ ابابعد صاحب علم روز مصیبت سے پہلے ہی خبردار اور ہوشیار ہو جایا کرتا ہے۔ اور صاحب حکمت بغیر تعلیم کے تمھارے لئے کافی ہو سکتا ہے میں تم کو کئی باتوں کے متعلق نصیحت کرنا چاہتا تھا مگر ان کو اس خیال سے ترک کرتا ہوں کہ مجھے تمھاری دو برائی پر اعتماد ہے۔ مگر میں ایک بات کے متعلق تم کو ضرور نصیحت کر دینگا اور وہ یہ ہے کہ حضرت علیؓ پر سب و شتم ترک کرنا اور ان کی مذمت کرنا حضرت عثمانؓ کے لئے رحمت و مغفرت کی دعا۔ اور حضرت علیؓ کے اصحاب کی عیب جوئی اور ان کو چن چن کر نکالنے اور حضرت عثمانؓ کی جماعت کی تعریف اور ان کو مقرب کرنے کو ترک نہ کرنا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ میں نے آزمایا بھی ہے۔ اور مجھے بھی آزمایا گیا ہے۔

اور اس سے قبل اوروں کی طرف سے میں عامل بھی رہ چکا ہوں۔ مگر کسی نے میری مذمت نہیں کی آپ بھی آزمائش کر لیں گے۔ اور یہ آپ کے اختیار میں ہے کہ خواہ آپ میری تعریف کریں یا مذمت، امیر معاویہ نے کہا کہ ”نہیں ہم ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری تعریف ہی کریں گے۔“ اس طرح مغیرہ کو نے کے عامل ہو گئے۔ بہ لحاظ سیرت وہ بہترین شخص تھے۔ البتہ ان میں ایک عیب یہ تھا کہ انھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب و شتم کرنے اور ان کی غیبت کرنے اور دوسری طرف حضرت عثمانؓ کے لئے دعا و مغفرت اور استغفار کرنے کو کبھی ترک نہیں کیا۔ جب حجر بن عدی نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ ”خبر دار۔ تم خدا کے لئے کی مذمت اور لعنت سے بچے رہنا“ یہی نہیں بلکہ انھوں نے کھڑے ہو کر تقریر کی اور کہا کہ ”میں شہادت دیتا ہوں کہ جس شخص کی تم مذمت کرتے ہو وہ فضیلت کا زیادہ حق دار ہے اور جس کی تم تعریف و توصیف کرتے ہو او نے ہے کہ تم اس کی مذمت کرو“ مغیرہ نے ان سے کہا کہ ”اے حجر! اس بادشاہ سے اور اس کے غضب و سطوت سے بچے رہو۔ کیونکہ بادشاہ کا غضب تم ایسوں کو ہلاک کر ڈالتا ہے“ مگر اس کے بعد وہ اس سے دستکش ہو گئے اور معاف کر دیا۔ لیکن اپنی امارت کے آخری زمانے میں انھوں نے پھر حضرت علیؓ و عثمانؓ کے متعلق ایسا ہی کہا جیسا کہ ہمیشہ کہا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی ایسی تقریریں کر حجر نے کھڑے ہو کر ایسی بلند آہنگی سے مغیرہ کو للکارا کہ مسجد میں ہر شخص نے ان کی آواز سن لی اور کہا کہ ”اے انسان حکم دے کہ ہماری روزیاں ہم کو دی جائیں۔ تو نے ان کو ہم سے روک رکھا ہے۔ حالانکہ وہ تیری نہیں ہیں۔ تو امیر المومنین (یعنی حضرت علیؓ) کی مذمت پر جریص ہو گیا ہے“ یہ سن کر حضار مسجد سے دو تھائی سے زیادہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ ”ہجر نے بالکل ٹھیک کہا ہے۔“ آپ ہماری روزیاں ہم کو دے دیجئے۔ کیونکہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں اس سے ہم کو کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا“ وہ لوگ اس اور اسی قبیل کے اور فقروں کو دہراتے رہے۔ چنانچہ جب مغیرہ منبر پر سے اتر آئے تو انہیں کے چند آدمی ان سے ملاقات کی اجازت طلب کر کے ان کے پاس گئے اور کہا کہ ”آپ اس شخص کو کب تک اس طرح چھوڑے رکھیں گے؟“ یہ آپ کے رعب و داب کے خلاف جرات کرتا ہے۔ اور ایسی ایسی باتیں کہتا ہے۔ اس سے آپ کے رعب و داب میں بھی ضعف آئیگا۔ اور امیر المومنین معاویہ بھی آپ سے ناراض ہو جائیں گے“ مغیرہ نے کہا کہ آپ لوگ یہ سمجھ لیجئے کہ میں نے اس کو گویا قتل ہی کر دیا ہے۔

کیونکہ میرے بعد ایک امیر آئیگا۔ یہ شخص اُسے میرے ہی جیسا آدمی سمجھ گا اور اس کے ساتھ وہی کریگا جو آپ لوگ دیکھ رہے ہیں کہ وہ میرے ساتھ کر رہا ہے۔ اور ایسا ہوگا تو وہ امیر ضرور اس کو گرفتار کر کے قتل کر دے گا۔ میری موت تو قریب آگئی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں شہر کے اس سربراہ اور وہ شخص کو قتل کروں تاکہ وہ تو سعادت حاصل کر لے اور میں بد بخت کا بد بخت رہ جاؤں۔ اور اُدھر امیر معاویہ تو دنیا میں معزز ہو جائیں اور میں آخرت میں ذلیل ہوں۔

اس کے بعد مغیرہ نے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ زیاد عامل مقرر ہوئے۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں انھوں نے حضرت عثمان کے لئے دعا و رحمت مانگی اور ان کے اصحاب کی تعریف کی۔ اور ان کے قاتلین پر لعنت بھیجی۔ اس پر حجر نے کھڑے ہو کر وہی حرکتیں کیں جو وہ مغیرہ کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ بعد ازاں زیاد بصرہ چلے گئے اور کوفہ میں عمرو ابن حرث کو اپنا قائم مقام بنائے مگر انھیں اطلاع ہوئی کہ حجر شیعان علی (کریم اللہ وجہہ) کو جمع کرتا ہے اور سب کے سب امیر معاویہ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ان سے برأت ظاہر کرتے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ان لوگوں نے عمرو ابن حرث پر سنگسار باری بھی کی ہے۔ اس لئے وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر منبر پر کھڑے ہوئے (اس اثنائیں حجر وہاں موجود تھے) اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ (بغاوت اور گمراہی کا نتیجہ گراں اور ناموافق ہو کرتا ہے۔ یہ لوگ اب بکثرت پھیل گئے ہیں۔ انھوں نے مارے غرور کے خود کو مجھ سے مامون اور محفوظ سمجھ لیا ہے اور خدائے تعالیٰ کے مقابلے کی جرأت کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ سیدھے نہ ہو گے تو میں تمہارا علاج تمہاری ہی دوا سے کروں گا۔ اور میرا نام بھی زیاد نہیں اگر میں کوفہ کو حجر سے پاک نہ کروں اور اُسے آئندہ لوگوں کے لئے باعث عبرت نہ بنادوں۔ اسے حجر جو تجھے بھی کھیڑا نہ کھا جائے تو تو بھی کیا یاد کرے گا۔) یہ کہہ کر حجر کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا۔ وہ اس وقت مسجد میں تھے۔ جب زیاد کا قاصدان کے پاس پہنچا تو ان کے ساتھیوں نے کہا امت جاؤ نہ وہ سختی سے پیش آئے گا اور نہ نرمی سے۔ قاصد نے واپس جا کر زیاد کو اس امر سے اطلاع دی۔ انھوں نے اپنے صاحب الشرطہ شداد ابن ایشم الہمالی کو حکم دیا کہ اسکی گرفتاری کے لئے ایک جماعت بھیجہ۔ وہ چنانچہ شداد نے ایسا ہی کیا مگر حجر کے ساتھیوں نے ان کو گالیاں سنائیں اور وہ واپس ہو گئے۔ اور جا کر زیاد کو صورت حالات سے اطلاع دی تب تو

زیاد نے اہل کوفہ کو جمع کیا اور کہا کہ تم ایک ہاتھ سے توڑتے پھوڑتے ہو اور دوسرے ہاتھ سے بناتے ہو۔ تمہارے جسم میرے ساتھ۔ مگر دل اس حق جگر کے ہمراہ ہیں بخدا یہ تمہاری منافقت ہے بہتر یہ ہے کہ تمہاری اس سے براعت مجھ پر ظاہر ہو جائے ورنہ میں تمہاری سرکونی کے لئے ایسے آدمیوں کو لاؤں گا جو تمہاری کچی کو سیدھا اور تمہارے غرور و تکبر کو دور کر دیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ”معاذ اللہ ہم لوگوں کی تو اور کوئی رائے ہی نہیں سوا اس کے کہ آپ کی اطاعت و رضا جوئی کریں گے زیاد نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ تمہارے ہم قبیلہ یا عزیز جو حجر کے ہمراہ ہوں انھیں وہ بلا لے، چنانچہ انھوں نے یہی کیا کہ حجر کے اکثر ساتھیوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ زیاد نے اپنے صاحب الشرطہ سے کہا کہ تم حجر کی طرف جاؤ۔ اگر وہ تمہارے ساتھ آنا قبول کرے تو اسے میرے پاس آؤ۔ ورنہ اپنی تلوار کے ذریعے سے اس پر سختی کرو۔ یہاں تک کہ اسے تم میرے پاس بنیادو، چنانچہ صاحب الشرطہ ان کے پاس گیا۔ اور انھیں بلایا۔ گران کے دوستوں نے ان کو اس دعوت کے قبول کرنے سے باز رکھا۔ اس پر صاحب الشرطہ نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا۔ ابو عمرؓ اٹکندی نے حجر سے کہا کہ تمہارے ساتھ میرے سوا اور کوئی ایسا شخص نہیں جس کے پاس تلوار ہو اور حرف میری تلوار تمہارے لئے کیا مفید ہو سکتی ہے، اٹھو اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تمہاری تو تمہاری مدافعت کرے گی اس اثنا میں زیاد نمبر پر سے بیٹھے ہوئے ان آدمیوں کو دیکھ رہے تھے۔ زیاد کے آدمی ان پر ٹوٹی پڑے اور حمار کے ایک شخص نے عمرو بن حق کے سر پر ایک ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ گر پڑا۔ مگر اس کے ہمراہیوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ اٹھا کر قبیلہ از دیں پہنچا دیا جہاں وہ چھپ گیا۔ اور جب وہاں سے نکلا تو حجر کے ساتھی کندہ کے دروازے پر آکر جمع ہو گئے۔ شرطہ میں سے ایک شخص نے عائد بن حملہ الیمی کے ہاتھ پر وار کیا۔ اور اس کا ایک دانت توڑ ڈالا۔ اس نے شرطہ میں سے کسی اور شخص سے ڈنڈا چھین کر لڑائی کو جاری رکھا۔ اور حجر اور ان کے ساتھیوں کی حمایت کی۔ تا آنکہ وہ ابواب کندہ سے نکل گئے۔ حجر کا رخ لایا گیا اور ابو عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپ سوار ہو جائیے۔ آپ نے تو گویا ہمیں اور خود کو مار ہی ڈالا، یہ کہہ کر انھیں اٹھا کر حجر پر بٹھا دیا۔ اور ابو عمرؓ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہوا۔ راستے میں نبویؐ ابن طریفؓ اٹھ گیا۔ اس نے ابو عمرؓ کی ران پر ایک ڈنڈا مارا۔ اس کے جواب میں ابو عمرؓ نے اپنی تلوار سے اس پر حملہ کیا جس سے

وہ گر گیا مگر بعد میں صحت یاب ہو گیا۔ اسی کے متعلق عبداللہ ابن ہمام السلولی نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ اشعار) :-

”میں ابن لوام کو طامت کرتا ہوں جو ہمیشہ ننگے سر نہایت جرات اور جانمندی کے ساتھ تجھ سے مل کر حملہ کرتا ہے۔ وہ دلاور ہے اور اوقات جنگ میں اپنے دشمنوں کی کھوپریوں پر اپنی تلوار سے بے تحاشا حملہ کرتا ہے۔ وہ ایک شریف النفس اور بہترین سرداران قوم میں سے ہے اور غارین کے شہسوار کی طرف گیا تھا۔ جبکہ وہ دونوں جماعتیں صفین کے میدان میں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں تھیں۔ اے ابن برصاء میں نے وار حکیم کی جنگ میں تیری شمشیر زنی اور جنگ آوری کو ناخن برابر بھی تو قوت نہیں دی گا“

یہ پہلا موقع تھا کہ کوفہ میں اختلاف بین الناس کی بنا پر تلوار چلی۔ بعد ازاں حجر اور ابو عمر طہ دونوں حجر کے مکان پر گئے اور لوگ ان کے پاس کثیر تعداد میں جمع ہوئے شروع ہوئے۔ مگر کندہ کثیر کے قبیلے سے کوئی شخص ان کے پاس نہ آیا۔ ادھر زیاد نے منبر پر بیٹھے بیٹھے مدح اور ہمدان کو علاقہ کندہ کی طرف روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ حجر کو پکڑ لائیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام اہل یمن کو صاندین کی سرزمین کی طرف بھیجا اور وہی حکم دیا کہ وہ اپنے دوست حجر کو پکڑ لیں ان کے پاس لے آئیں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ ادھر یہ ہوا کہ حجر اور ہمدان نے کندہ کے علاقے میں داخل ہو کر دایاں جسے پایا پکڑ لیا۔ اور زیاد نے ان کی اس جانمندی کی تعریف کی۔ حجر نے اپنے حامیوں کی قلت دیکھ کر ان کو دایاں سے چلے جانے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ ”میں اپنے خلاف جمع ہونے والوں کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا اس لئے مجھے یہ بات پسند نہیں کہ تم ہلاک ہو جاؤ“ چنانچہ وہ لوگ واپس سے چل دیے۔ مگر حجر اور ہمدان نے ان کو جالیا۔ اور ان سے جنگ کی اور قیس ابن یزید کو گرفتار کر لیا۔ اور باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ حجر نے بوجوت کار امت لیا۔ اور ان کے قبیلے کے سلیم ابن یزید نام ایک شخص کے گھر میں داخل ہو گئے۔ مگر تعاقب کرنے والوں نے اسے دایاں بھی جا پکڑا۔ سلیم نے لڑائی کے لئے تلوار نکالی۔ یہ دیکھ کر اس کی لڑکیاں رونے لگیں حجر نے کہا کہ میرا تمھارے اہل آئنا برا ہوا کہ تمھاری لڑکیاں مضطرب ہو گئیں۔ اس نے جواب دیا کہ ”وہ لڑکی قسم جب تک میرے دم میں دم ہے تم میرے گھر سے نہ اسیر ہو کر نکل سکتے ہو اور نہ مقتول ہو کر“ مگر حجر اس کے

مکان کے ایک سوراخ میں سے نکل کر نفع پہنچے اور اشتر کے بھائی عبداللہ ابن اکرث کے پاس گئے۔ جو ان سے اچھی طرح سے ملا۔ اس اثنا میں کہ وہ وہاں تھے کسی سے اسے خبر دی کہ اہل شرطہ انھیں نفع میں تلاش کر رہے ہیں۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ اہل شرطہ کو ایک حبشہ لونڈی ملی جس سے ان سے پوچھا کہ ”تم کسے تلاش کر رہے ہو؟“ انھوں نے کہا کہ ”حجر ابن عدی کو“ لونڈی نے کہا کہ ”وہ نفع میں ہے“ اس پر حجر نفع سے بھی چلے گئے۔ اور بنو ازد میں جا کر ربیعہ ابن ناجد کے ہاں پناہ لی۔ آخر جب اہل شرطہ ان کو تلاش کرتے کرتے عاجز آ گئے تو زیاد نے محمد ابن اشعث کو بلا کر کہا کہ ”اگر تم حجر کو پکڑ کر نہ لائے تو میں تمہارے تمام گھوڑوں کے درخت کٹوا دوں گا۔ اور تمہارے گھروں کو منہدم کرادوں گا۔ اور جب تک کہ میں تمہاری گاؤں اور بکریوں کے ایک بچے کو ہلاک نہ کر دوں تم مجھ سے نہیں بچ سکتے“ اس نے کچھ مہلت طلب کی اور زیاد نے اسے تین دن کی مہلت دی قیس بن زید جو قید کر لیا گیا تھا زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور زیاد نے اس سے کہا کہ ”اب تمہیں کسی قسم کا خوف نہ رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اب مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم حضرت عثمانؓ کے متعلق کیا لائے رکھتے ہو۔ اور میدان صفین میں بھی امیر معاویہ کے ساتھ تمہاری آڑائش ہو چکی ہے۔ اور یہ تمہاری حیثیت تم سے حجر سے ملکر جنگ کر رہی ہے۔ میں نے تم کو معاف کیا۔ مگر تم اپنے بھائی عمیر کو میرے پاس لے آؤ“ اس نے عمیر کے جان و مال کے لئے ان سے پناہ طلب کی۔ انھوں نے منظور کیا۔ چنانچہ قیس ابن زید نے اپنے بھائی کو ان کے سامنے پیش کیا۔ اس وقت زخمی تھا۔ زیاد نے عمیر کو آہنی زنجیروں میں جکڑ کر حکم دیا کہ اسے اٹھاؤ اور گراؤ۔ چنانچہ انھوں نے بار بار ایسا ہی کیا۔ اس پر قیس نے زیاد سے پوچھا کہ کیا آپ نے اسے پناہ نہ دی تھی۔ زیاد نے کہا کہ ہاں میں نے اس کی جان کو ضرور امان دی تھی اور اب بھی میں اس کا خون نہیں بہاتا۔ مگر پھر ان کی ضمانت لے کر اسے بھی چھوڑ دیا۔

حجر ابن عدی ربیعہ کے مکان میں ایک دن اور ایک رات رہے پھر انھوں نے محمد ابن اشعث سے کہلا بھیجا کہ وہ زیاد سے اس کے لئے امان طلب کرے۔ قبل اس کے وہ انھیں معاویہ کے پاس روانہ کریں۔ محمد نے اپنے آدمیوں کو جمع کیا۔ جن میں حجر ابن عبداللہ۔ حجر ابن زید۔ اور اشتر کا بھائی عبداللہ ابن اکرث شامل تھے۔ یہ سب مل کر زیاد کے پاس گئے۔ اور ان سے حجر کے لئے امان طلب کی اور درخواست کی کہ انھیں معاویہ کے

پاس بھیج دیا جائے۔ انھوں نے قبول کیا۔ پھر انھوں نے حجاز بن عدی کے پاس پیغام بھیجا۔ اور جب وہ زیاد کے سامنے حاضر ہوئے تو زیاد نے کہا کہ ”خوش آمدید اے ابو عبد الرحمن جس نے نہ صرف زمانہ جنگ میں جنگ کی بلکہ اب بھی جبکہ لوگوں نے مصاحمت کی ہے برسرِ پیکار ہے۔ تم نے خود ہی اپنے پیروں پر گھماڑی ماری ہے۔“ حجر نے کہا کہ ”میں نے اطاعت سے روگردانی کی اور نہ جماعت سے غلطی کی اختیار کی۔ میں اب تک اپنی بیعت پڑا ہوا ہوں،“ یہ سن کر زیاد نے انھیں قید خانے میں لے جانے کا حکم دیا جب وہ ادرہ چلے تو زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کی گردن مار دینا چاہتا ہوں۔ نیز اس نے حجر کے ساتھیوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔

عمرو ابن حق کا یہ ہوا کہ وہ رفاعہ ابن شداد کو اپنے ہمراہ لے ہوئے موصل پہنچا۔ اور دونوں وہاں ایک پہاڑی میں روپوش ہو گئے۔ عامل موصل کو ان کی خبر کی گئی۔ وہ ان کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ دونوں اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ عمرو کو استسقاء ہو گیا تھا۔ اور وہ اپنی حفاظت پر قادر نہ تھا۔ مگر رفاعہ جوان اور مضبوط شخص تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر عمرو کی طرف سے بھی لڑنا شروع کیا۔ عمرو نے کہا کہ تمہارا میرے لئے لڑنا مجھے کچھ فائدہ نہ دیگا۔ تم اپنی جان بچاؤ۔ عمرو نے عامل موصل کے آدمیوں پر حملہ کیا۔ اور اس کا گھوڑا اسے لے بھاگا جس سے اس کی جان بچ گئی۔ مگر عمرو گرفتار ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جس کو چھوڑنا تمہاری سلامتی کا باعث اور جس کا قتل کرنا تمہارے لئے نقصان دہ ہے۔ مگر اپنا نام اس نے نہ بتایا۔ انھوں نے اسے عامل موصل یعنی عبدالرحمان ابن عثمان اشقی معروف بہ ابن اُمّ الککم خواہراؤہ امیر حجاز کے پاس بھیج دیا۔ انھوں نے اسے پہچان لیا۔ اور اس کے بارے میں امیر معاویہ کو خط لکھا۔ انھوں نے لکھا کہ ”اس شخص نے حضرت عثمانؓ پر ایک دراز پیکان تیر کے نواہ رکھے تھے۔ تم بھی اس کو اسی طرح تیروں سے چھیدو جس طرح اس نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ کیا تھا۔“ چنانچہ اسے ہر نکال کر اسی طرح تیروں کا نشانہ بنایا گیا۔ مگر وہ پہلے یا شاید دوسرے ہی تیر میں مر گیا۔

زیاد نے حجر کے ساتھیوں کی بہت تلاش کی۔ مگر وہ بھاگ گئے اور ان کے ہاتھ نہ آئے۔ البتہ ایک آدمہ شخص جس پر ان کا قابو چل سکا پکڑا گیا۔ قبیسہ ابن ضبیہ العبسی

طلبِ امان کے لیے حاضر ہوا۔ انھوں نے اُسے قید کر دیا۔ قیس بن عباد الشیبانی نے زیاد سے جا کر کہا کہ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس کو صیغی کہتے ہیں وہ حجر کے آدمیوں کا سردار ہے۔ زیاد نے اسے لانے کے لیے آدمی روانہ کیا۔ چنانچہ جب وہ پکڑا ہوا آیا تو زیاد نے اس سے کہا کہ "اے اللہ کے دشمن تو ابوترابؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے؟" اس نے کہا کہ "میں ابوتراب کو نہیں جانتا۔ پوچھا کہ "تو ابوتراب کو نہیں جانتا۔" اشارہ اللہ اچھا تو یہ بتلا کہ علیؓ ابن ابی طالب کو جانتا ہے؟" اس نے کہا ہاں۔ کہا کہ بس وہی ابوتراب ہیں۔ اس نے جواب دیا ہرگز نہیں وہ تو حسن اور حسین کے باپ ہیں۔ صاحبِ الشریعہ نے کہا کہ امیر تو کہتا ہے کہ وہ ابوتراب ہیں اور تو کہتا ہے کہ نہیں۔ اس نے کہا کہ اگر امیر جھوٹ بولے تو کیا میں بھی جھوٹ بولوں اور امر باطل پر شہادت دوں جس طرح کہ اس نے دی ہے؟ زیاد نے کہا کہ یک نہ شد و شد۔ میرا عصا لاؤ۔ عصا آگیا تو انھوں نے اس سے پھر سوال کیا۔ کہ تو علی کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا کہ میں ان کے متعلق بہترین رائے رکھتا ہوں۔ زیاد نے حکم دیا کہ اس کو مارو۔ چنانچہ اس کو اتنا مارا کہ وہ زمین پر لوٹ گیا۔ زیاد نے کہا اچھا اب اسے پوچھو کہ وہ علیؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ وہ بولا کہ اگر تم آستروں سے بھی میرا گوشت کاٹو تب بھی میں وہی کہوں گا جو تم مجھ سے سُن چکے ہو۔ زیاد نے کہا کہ تجھ پر لازم ہے کہ تو علیؓ پر لعنت بھیجے ورنہ میں تیری گردن مار دوں گا۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کروں گا۔ اس پر اس نے آہنی زنجیروں میں جکڑ کر قید کر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ قیس بن عباد زندہ رہا اور ابنِ شعث کے ساتھ اس کی جنگوں میں لڑا۔ اس کے بعد وہ کوفہ پہنچا اور خانہ نشین ہو گیا۔ حوشب نے حجاج سے کہا کہ یہاں ایک ایسا فتنہ پرداز شخص ہے کہ جب کبھی عراق میں کوئی فتنہ برپا ہوتا ہے تو وہ جھوٹ اس میں شریک ہو جاتا ہے۔ وہ ترابی ہے اور حضرت عثمانؓ پر لعنت بھیجتا ہے۔ اس نے اشعث کے ساتھ خروج کیا تھا۔ وہ تو ہلاک ہو گیا مگر وہ اپنے گھر میں بیٹھا ہے۔ حجاج نے اُسے بلا کر قتل کر دیا۔ اس پر اس کے باپ کے بیٹوں نے حوشب کے خاندان والوں سے کہا کہ تم نے ہمارے دوست کے متعلق چغلی کھائی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم نے بھی تو ہمارے آدمی کی نامی کی تھی۔ اس آدمی سے ان کی مراد صیغی الشیبانی سے تھی۔ زیاد نے عبد اللہ ابنِ خلیفۃ الطائی کو بلا بھیجا مگر وہ روپوش ہو گیا۔ اس پر زیاد نے شرط کو روانہ کیا اور انھوں نے اُسے گرفتار کر لیا۔ اس کی بہن نوار نے نکل کر قبیلہ طے کو بھڑکایا۔ اور انھوں نے شرط پر حملہ کر کے

اُسے چھڑایا۔ اہل شرط نے جا کر زیاد کو اس کی خبر دی۔ انھوں نے عدی ابن حاتم الطائی کو جو اس وقت مسجد میں تھا گرفتار کر لیا۔ اور کہا کہ عبد اللہ کو پکڑ لاؤ۔ انھوں نے پوچھا کہ اس کا کیا حال ہے۔ انھوں نے ان کو صورت حال سے مطلع کیا تو انھوں نے کہا کہ مجھے اس کی مطلق خبر نہ تھی۔ زیاد نے کہا کہ تم کو ضرور اُسے پکڑ کر لانا ہو گا۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسے ہرگز پکڑ کر نہ لاؤں گا۔ کیا میں اپنے عمزاد بھائی کو لاؤں تاکہ تو اُسے قتل کر دے۔ قسم بخدا اگر وہ میرے قدموں کے نیچے ہوتا تو میں اپنے قدموں کو اس پر سے نہ اٹھاتا۔ اس پر زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوفے میں کوئی یمنی اور ربیعہ شخص ایسا نہ تھا جس نے زیاد سے ان کی سفارش نہ کی ہو۔ وہ یہ کہتے تھے کہ کیا تم عدی ابن حاتم صاحب رسول اللہ سے یہ سلوک کرتے ہو یا زیاد نے کہا کہ اچھا میں ان کو اس شرط پر چھوڑتا ہوں کہ وہ اپنے برادر عمزاد کو میرے ہاں سے نکال لے جائیں۔ تاکہ جب تک میری حکومت ہے وہ کبھی کوفے میں داخل نہ ہو۔ ان لوگوں نے اس شرط کو منظور کیا۔ عدی نے عبد اللہ کے پاس پیغام بھیجا اور اس کو صورت حالات سے خبر دے کر حکم دیا کہ وہ قبیلہ لے کے دونوں پہاڑوں میں رہے۔ چنانچہ وہ وہاں سے چلا گیا۔ مگر برابر عدی کو لکھتار ہاکہ میری سفارش کرو کہ میں کوفے میں آسکوں اور عدی اُسے امیدوں ہی میں رکھتے رہے اسی ضمن میں عبد اللہ نے عدی سے اظہار ناراضا مندی اور جبر اور ان کے اصحاب کا مرثیہ ادا کرتے ہوئے جو کچھ لکھا ان میں سے چند اشعار یہ ہیں۔ (ترجمہ اشعار)

لا میں نے ییلے اور جوانی کی مدتوں کو یاد کیا۔ اور جوانی کی یاد یاد کرنے والے کے یلے سخت ہوتی ہے۔ جوانی گزر گئی اور میں نے اس کی شاخوں کو گم کر دیا۔ اُف اس کے گزر جانیکا بھی کتنا رنج ہوتا ہے۔ جوانی کی یاد اور اس کے فقدان کے خیال اور اس کے جلد جلد گزرنے کے ذکر کو چھوڑ دو۔ اپنے گزرے ہوئے دوستوں کو رُوؤ۔ جنہوں نے پناہ ڈھونڈی مگر موت کے حوض سے نکلنے کی کوئی جگہ نہ پائی۔ ان کی موت نے ان کو بلا لیا۔ اور خوب جان لو کہ جس شخص کی موت آجاتی ہے وہ بچے نہیں پاتا۔ وہ لوگ میری جماعت میں سے تھے۔ اور کوئی سختی اور بلا کا وہ نہ آتا تھا تو وہ میرے یلے جانے پناہ ہو جاتے تھے۔ اب ان کے بعد میرا جی دنیا کے کسی کام میں مشغول ہونے کو نہیں چاہتا۔ اور نہ میری خواہش ہے کہ میری زندگی دراز ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ خدا کی قسم ہے کہ میں رات اور دن ان کی یاد کو نہ بھولوں گا۔ خواہ میں مکر و فن بھی ہو جاؤں۔ اہل عذرا پر خدا کے دو گئے چو گئے سلام ہوں اور اسے خدا اس کو گھنگھور گھٹائیں

سیراب کریں۔ خدا جگر کو اپنی رحمت میں لے لے کیونکہ انھوں نے خدا کو راضی کر لیا تھا اور وہ معذور تھے۔ خدا کرے کہ حجر کی قبر پر گھٹائیں اور بارش کی جھڑپاں ہمیشہ برستی رہیں۔ یا یہو کہ ان کو ندا کی جائے اور وہ اٹھ کھڑے ہوں۔ ای جگر اب خون آلودہ گھوڑوں اور سیمار مہاں نواز بادشاہ کا کون ضامن ہوگا۔ جبکہ وہ خشم ناک ہو۔ اب تمہارے بعد کون صادق القول اور خدا سے ڈر کر بات کہنے والا باقی رہ گیا ہے۔ اب ایسا شخص کہاں ہے کہ اگر اُسے ظلم و ستم کی خبر دی جائے تو وہ اپنا رویہ بدل دے۔ تم اسلام کے بہترین ساتھی تھے۔ میری توبہ خواہش ہے کہ تم حیات جاودانی پاؤ اور ہمیشہ خوش رہو۔ تم جنگ میں شمشیر زنی کا حق ادا کیا کرتے تھے۔ تم نیکی اور احسان کا اعتراف اور بدی کو ہمیشہ ناپسند کیا کرتے تھے۔ اے میرے دو بھائیو۔ تم بابر ان رحمت میں محفوظ و معصوم ہو۔ تم کو تمہارے نیک اعمال کی خوش خبری دی گئی ہے۔ پس اس سے خوشی حاصل کرو۔ اے میرے دونوں خندانی بھائیو! جو کچھ ہمارے پاس ہے اس سے خوش ہو۔ خدا کرے تم ہلاک نہ ہو۔ اور اے قباثل حضر موت غالب اور شیبان کے بھائیو۔ تم جنت میں بشرہ سے مل گئے ہو۔ تم ایسے نیک بخت تھے کہ میں نے تم سے زیادہ باصواب اور کسی کو نہیں دیکھا۔ تم موت کے وقت بھی جنتیں کرنے والے اور جہنم کرنے والے تھے۔ جب تلک کہ یہ سارے روشن ہیں اور جب تک کہ وادئیں کے بطن میں کبوتری بولتی اور پیچھا پاتی ہے میں تم پر روئے جاؤنگا۔ پس میں کہتا ہوں (اور میں کچھ ظلم نہیں کرتا) کہ اے غوث ابن طے۔ میں اس بات سے کب ڈرتا تھا کہ میں تمہارے درمیان میں سفر کروں۔ خدا کرے کہ تم لاو لد ہو جاؤ تم اپنے بھائی کی طرف سے کیوں نہیں لڑے۔ آہ اس نے چوٹ کھائی اور وہ لڑکھڑاکر گرا اور مر گیا۔ تم لوگ مجھ سے جدا ہو گئے اور میں اکیلا رہ گیا۔ گویا کہ میں اپنے مددگاروں سے مدت سے غریب اور نا آشنا ہوں۔ تم کو ہر جنگ میں مجھ سا کون ملیگا۔ خصوصاً اس وقت جبکہ جنگ بہت بڑھ جائے اور سخت ہو جائے۔ اور تمہیں اس وقت مجھ سا کون ملیگا۔ جب جنگ قائم ہو جائے اور ایک دلاور طلب گار موت جنگ کا نقصان برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ یہ دیکھو میں وہی شخص ہوں اور طے کے پہاڑوں میں اس طرح جھپ رہا ہوں کہ میں ایک مطر و شخص ہوں۔ اس حالت کو خدا ہی اگر چاہے تو بدلے۔ میری جائے ہجرت سے مجھے دشمن نے باہر کر دیا میں خدا کی مرضی اور تقدیر پر راضی ہوں۔ میری قوم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ میں بے قصور تھا۔ گویا کہ وہ کہیں میرے قبیلے یا خاندان ہی میں نہ تھے۔

اگر میں ملے کے پہاڑوں میں کسی مکان میں ہوں۔ اور وہاں شراب اور اہالی موالی سبھی کچھ ہوں تب بھی میں اس سے نہیں ڈرتا کہ میں وہاں سے دور چلا جاؤں۔ خدا کی بے شمار لعنتیں ہوں اس پر جو اس بارے میں مجھ سے خصومت کرے۔ خدا لعنت کرے اہل جہنم کے سردار بنو وائل پر۔ اور خدا کرے قنانی کو تیز نیزے سے واسطہ پڑے۔ خدا کرے وہ لوگ ہلاک ہوں جو ہمارے خلاف جمع ہوئے اور جنہوں نے ہمارے بارے میں غلط بیانی اور دروغ بانی کی خیر دار قوم کو نہیں چاہیے کہ جس وقت زمانہ ان کو بد بختی اور تغیر حال میں مبتلا کر دے تو وہ غوث اور ملے کی مدد کے لئے مجھے پکاریں۔ میں ان کے سپاہیوں سے نہیں لڑتا۔ اور نہ میں نے کوئفہ میں غبار مکر رازا یا میرے دوست کو خبر کر دیا کہ اگر میں نے مشرق کی طرف کوچ کیا تو جدیلہ یا معن یا بختہ کی طرف جاؤں گا۔ یا نہیں تو یہاں یا اہل ملے کی طرف جاؤں گا حالانکہ میں تم لوگوں میں ایسا دو تہمند نہ تھا جسکے اخلاق سخت درست ہوں۔ کیا تمہیں وہ میری یوم العید کی قسم یاد نہیں۔ جب میں تمہارے آگے آگے تھا اور قسم کھاتا تھا کہ میں کبھی زمانے میں بھاگتا ہوا نہ دکھائی دوں گا۔ کیا تمہیں مہران پر میرا ایسی حالت میں حملہ کرنا یاد نہیں ہے کہ جب تمام جماعت ترک گئی تھی؟ کیا تمہیں یاد نہیں کہ میں نے کس بہادری کے ساتھ اس دیہ اور جوان مرد اور بہادر سردار کو قتل کیا تھا؟ علی بن ابی القیاس نہ جنگ جلوہ میں اور نہ نہاد اور ستر کی فائمانہ جنگوں میں میرا بال بیکا ہوا۔ اور تم اس یوم شریعت کو بھلا دو گے جب صفین کے میدان میں نیزے دشمنوں کے کندھوں پر پڑ کر ٹوٹ رہے تھے۔ خدا عدی ابن حاتم کو میرے ترک کرنے اور مجھے بے یار و مددگار چھوڑنے کی پوری پوری جزا دے۔ کیا تو میری بہادری کے ساتھ «ابن حاتم» کہہ کر پکارنے کو بھول گیا ہے جبکہ اس دن شام کے وقت تیرا وجود بے کار ثابت ہو رہا تھا۔ وہ یاد نہیں کہ میں نے کس طرح تیرے پاس سے لوگوں کو مار کر ہٹا دیا تھا۔ اور وہ خود ہی ایک دوسرے کو چھوڑ چھوڑ بھاگنے لگے تھے۔ میں اس وقت ایک نہایت جنگ جو اور ہیبت ناک دشمن تھا۔ وہ لوگ پھر وہاں ٹھہرے نہیں بلکہ بھاگتے ہی نظر آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ مجھے ایک پیچھا ہوا شیر سمجھتے تھے۔»

اس کے بعد یہاں اُن واقعات کا ذکر ہے کہ عبداللہ نے جنگ صفین کے موقع پر عدی سے کیا کیا سلوک کیئے تھے۔ مگر کیونکہ اس کا بیان پہلے آچکا ہے اس لئے یہاں ہم اسے ترک کرتے ہیں۔ پھر کہتا ہے :-

”وہ یاد ہے کہ جب قریب والوں نے تجھ سے خیانت کی اور دور والوں نے چشم پوشی کی تو صرف میں ہی اکیلا شخص تھا جس نے تیری زبردست مدد کی ہ آہ۔ میری یہی جزا تھی کہ میں تمہارے درمیان میں ذلت کر ساتھ کچا کچا بھروں۔ اور مجھے خوار و قید کیا جائے۔ تو مجھ سے کتنے وعدے کر چکا ہے کہ تو مجھے واپس بلا لے گا۔ مگر مجھے ان وعدوں سے ذرہ بھر توفائدہ نہ ہوا۔ میں طرح سے اوشنیوں کی حفاظت کرتا تھا۔ جب بکری کے بچوں کا چرواہا دودھ دودھ کر آواز پیدا کرتا تھا تو میں بھی ویسا ہی کرتا تھا۔ گویا نہ تو میں کبھی جنگ میں گھوڑوں پر سوار ہوا تھا۔ اور نہ کبھی کسی بہادر کے خون میں لت پت کیا گیا تھا۔ نہ کبھی تمہارے ہمراہ کسی لوٹ مار میں شریک ہوا۔ جب بوڑھے آدمی کبھی تو پیچھے ہٹتے تھے اور کبھی گٹ گٹ پانی پینے لگتے تھے۔ گویا میں نے مقاماتِ سبّاس اور ابہر کی درمیانی پہاڑیوں پر کبھی کسی جماعت کے پیچھے گھوڑوں کو نہیں دوڑایا۔ گویا میں نے اپنی تاخت و تاراج سے قسط کی طرح گھوم گھوم کر اور یک بارگی حلقہ کر کے کبھی اونٹنیوں کو نہیں ڈرایا۔ گویا میں قزویں یا شیرین میں شہسواروں کے مابین نیزہ زنی کرتا ہوا کبھی نہیں دکھائی دیا۔ یا میں نے کبھی گھوڑوں کو نہیں بھگایا۔ زمانے کا یہ حال ہو گیا ہے کہ اس کی تمام خوبیاں مجھ سے دور ہو گئی ہیں۔ بلکہ اس کی خوبیاں بھی بدیاں ہو گئی ہیں۔ مگر خدا نہ کرے کہ میری قوم دور ہو۔ گو کہ میں ان پر عتاب کر رہا ہوں۔ اور میں ذلیل و خوار و پوشیدہ ہوں۔ گو کہ میں ان سے دور افتادہ اور پوشیدہ ہوں۔ مگر ان کے بعد دنیا کی زندگی میں کوئی غیر خوبی اور مزہ نہیں“

بعد اللہ زیاد کی موت سے پہلے ہی طے کی دونوں پہاڑیوں میں فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اصحابِ حجر ابن عدی میں سے کریم ابن عقیف الخثعمی کو زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ انھوں نے نام پوچھا۔ کہا کہ کریم ابن عقیف۔ زیاد نے کہا کہ تیرا اور تیرے باپ کا نام کیسا اچھا ہے۔ مگر تیرے اعمال اور تیری رائے کیسی بری ہے۔ کریم نے کہا کہ ”خدا کی قسم تم عنقریب دیکھ لو گے کہ میری رائے کیسا ہے“

کہتے ہیں کہ زیاد نے اصحابِ حجر ابن عدی میں سے بارہ آدمیوں کو قید خانے میں جمع کیا۔ پھر ایک دن مختلف علاقہ قحطیات کے روساء کو بلایا جن میں حسب ذیل آدھی شہر کا قحط عمر ابن حرث مدینے سے۔ خالد ابن عرفطہ تمیم اور ہمدان سے۔ اور تیس ابن ولید ربیعہ اور کندہ سے۔ ابو بردہ ابن ابی موسیٰ مدح اور اسد سے۔ ان سب نے شہادت دی کہ

حجر جاعتوں کو جمع کرتا۔ خلیفہ کو سب دشمن کرتا اور امیر المومنین کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ اس کو یہ زعم ہے کہ امر خلافت آل ابوطالب کے سوائے اور کسی کے لئے درست نہیں ہے۔ اس نے شہر میں شورش برپا کر کے امیر المومنین کے عامل کو وہاں سے نکال دیا ہے۔ وہ ابو تراب کو معذور سمجھتا اور ان کے لئے دعاے رحمت کرتا۔ اور ان کے دشمن اور ان کے خلاف جنگ آوروں سے برات ظاہر کرتا ہے۔ یہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں وہ اس کے سر پر آوردہ اصحاب میں سے ہیں۔ اور اس کی رائے اور حکم کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ زیاد نے ان شاہدین کی شہادت پر غور کر کے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ چار سے زیادہ گواہ مہیا کیے جائیں۔ اس لئے انھوں نے اور لوگوں کو بھی حجر کے خلاف شہادت کے لئے طلب کیا۔ چنانچہ طلحہ بن عبید اللہ کے بیٹوں اسحاق اور موسیٰ۔ منذر بن زبیر۔ عمار بن عبد اللہ بن ابی معیط۔ اور عمرو بن سعد بن ابی وقاص وغیرہ نے شہادت دی۔ اہل علم و ادب انہی شریح بن حارث اور شریح بن ہانی کے نام بھی شاہدین میں لکھے گئے۔ شریح بن ہانی کہتا ہے کہ میں نے شہادت نہیں دی تھی بلکہ انہی ان کو ملامت کی تھی۔ اس کے بعد زیاد نے حجر بن عدی اور ان کے اصحاب کو وائل ابن حجر الحضرمی اور کثیر بن شہاب کے پاس بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ انھیں لیکر شام چلے جاؤ۔ بنا بریں وہ ایک دن شام کے وقت انھیں لیکر روانہ ہوئے۔ شام میں تک پہنچے تھے کہ انھیں شریح بن ہانی ملا۔ جس نے وائل (ابن حجر الحضرمی) کو ایک خط دیا۔ کہ وہاں کہ اسے امیر المومنین کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ وہ اس خط کو لیکر پھر روانہ ہو گئے یہاں تک کہ وہ دمشق کے پاس مرج عذرا تک پہنچ گئے۔ جس جماعت کو وہ لئے جا رہے تھے ان میں اشخاص ذیل تھے :-

حجر بن عدی الکندی۔ ارقم بن عبد اللہ الکندی۔ شریح بن شدا و حضرمی۔ صفی بن فیصل الشیبانی۔ قیس بن ضہیۃ العبسی۔ کریم بن عقیف الخثعمی۔ عاصم بن عوف البجلی۔ وراق بن ابی البہلی۔ کرام بن جہان الغفیری۔ عبد الرحمن بن حسان الغفیری۔ محرز بن شہاب التیمی۔ اور عبد اللہ بن حویۃ السعدی التیمی۔ وہ تعداد میں بارہ تھے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے زیاد نے دو آدمیوں کو روانہ کیا تھا جن کے نام عتبہ بن انیس (جو قبیلہ سعد بن کبریٰ میں سے تھا) اور سعد بن ثمران البزازی تھے۔ اس طرح ان سب کی مجموعی تعداد چودہ ہو گئی تھی۔ امیر معاویہ نے وائل ابن حجر اور کثیر بن شہاب کو اپنے پاس بلایا اور ان کا خط لے کر پڑھا۔ بعد ازاں وائل نے شریح بن ہانی کا

خط بھی ان کو دے دیا۔ انھوں نے پڑ کر دیکھا تو یہ لکھا ہوا تھا:۔ البتہ اطلاع ملی ہے کہ زیاد نے میری شہادت لکھی ہے۔ اور حجر کے متعلق میری شہادت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے ہیں جو نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ حج اور عمرہ کرتے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ ان کا خون بہانا اور مال ضبط کرنا حرام ہے۔ اگر آپ چاہیں تو انھیں قتل کر دیں اور چاہیں تو چھوڑ دیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ: میں اس سے صرف بہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ یہ شخص اپنے آپ کو تمہاری شہادت سے بری کرتا ہے یا نہیں۔

غرض امیر معاویہ نے ان سب کو مرجع عذرا میں قید کر دیا۔ جہاں پہنچ کر ان سے وہ دونوں اشخاص بھی آئے جن کو زیاد نے حجر اور ان کے اصحاب میں شامل کر دیا تھا۔ جب وہ دونوں پہنچ گئے اور عامر بن اسود الجلی امیر معاویہ سے اس امر کی اطلاع کر کے گیا تو وہاں حجر ابن عدی نے بیڑیاں پہنے پہنے کھڑے ہو کر عامر سے کہا کہ آپ امیر معاویہ کو اطلاع کر دیجئے کہ ہمارا خون بہانا ان کے لئے حرام ہے۔ اور یہ کہ ہم کو مان دی گئی ہے۔ اور ہم نے ان سے اور انھوں نے ہم سے صلح کر لی ہے اور یہ بھی کہہ دیجئے کہ ہم نے کسی اہل قبلہ کو قتل نہیں کیا کہ ہمارا خون امیر کے لئے حلال تصور کیا جائے۔ الغرض عامر نے امیر معاویہ کے پاس جا کر ان کو ان دونوں اشخاص کے ورود کی اطلاع دی۔ نیز ابان اسد الجلی آٹھے اور اپنے برادران عمراد یعنی عامر اور ورقاء کے لئے عفو گناہ کے طلب گار ہوئے۔ اس سے قبل جریر ابن عبد اللہ الجلی ان دونوں کے متعلق لکھ چکے تھے کہ وہ دونوں جرم سے پاک ہیں۔ اور ان کے جرم سے بری ہونے کی شہادت دی تھی۔ لہذا معاویہ نے ان کو رہا کر دیا۔ پھر وائل ابن حجر۔ ابوعمر السلمی۔ حمزہ ابن مالک الہمدانی اور حنیب بن مسلمہ کی سفارشوں پر بالترتیب ارثم۔ عتبہ ابن اخنس۔ سعد ابن خمران اور ابن حویہ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد مالک ابن ہبیرہ اسکوٹے کے لئے کھڑے ہو کر کہا کہ میری خاطر سے آپ میرے برادر حمزہ حجر کو بھی رہا کر دیجئے۔ امیر معاویہ نے بولے وہ تو ان سب کا سردار ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اگر میں اس کو رہا کر دوں گا تو وہ اپنے شاہد کے فساد پر ہار دے گا۔ بلکہ ہم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اس کے ساتھ حاقی روا کر دیں۔ مالک نے کہا: معاویہ! بعد آپ نے مجھ سے انصاف نہ کیا۔ میں جنگ صفین میں آپ کے ساتھ ہوا کہ آپ کے برادر حمزہ سے لڑا جس میں آپ کو فتح ہوئی اور آپ کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اور آپ کو کسی قسم کے خطرے کا خوف دامنگیر نہ ہوا۔ اب میں آپ سے اپنے برادر حمزہ

کے لئے سوال کر رہا ہوں تو آپ انکار کرتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے اور اپنے گھر جا کر بیٹھ گئے۔
 امیر معاویہ نے ہدیہ ابن فیاض القضاعی یحییٰ بن عبد اللہ الکلابی۔ ابو شریف البدی کو حجاز اور
 اس کے ساتھیوں کی طرف روانہ کر دیا تاکہ ان میں جس جس کے قتل کا حکم دیا جائے اس کو قتل
 کر دیں چنانچہ وہ سب شام کے وقت حجر کے پاس پہنچے۔ جب خثعمی نے دیکھا کہ ان میں سے
 ایک ایک چشم ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم میں سے نصف قتل کیے جائیں گے اور نصف رہا کر دیا
 جائے گا۔ انھوں نے چھ کو رہا کر دیا۔ اور آٹھ کو قتل کر دیا۔ اور قتل کرنے سے پہلے ان سے
 کہا کہ ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ تم تمہارے ساتھی علی سے برأت ظاہر کرنے اور ان پر لعنت کرنے کا
 سوال پیش کریں۔ اگر تم اس کو قبول کر لو تو ہم تم کو ترک کر دیں۔ ورنہ قتل کر دیں۔ انھوں نے
 جواب دیا کہ ہم ایسا کرنے والے نہیں۔ لہذا حکم ہونے پر ان سب کے لئے قبریں کھودی گئیں
 اور کفن مہیا کیے گئے۔ حجر اور ان کے ہمراہیوں نے تمام رات نماز پڑھنے میں گزاری۔ جب
 صبح ہوئی اور ان کو قتل کرنے کے لئے نکالا گیا۔ تو حجر نے کہا کہ مجھے ذرا وضو کر کے نماز پڑھ لینے دو۔
 کیونکہ میں جب کبھی وضو کرتا ہوں تو نماز ضرور پڑھتا ہوں۔ چنانچہ ان کو نماز ادا کرنے کی اجازت
 دی گئی۔ وہ نماز پڑھ کر وہاں سے ہٹ گئے۔ اور کہنے لگے کہ قسم بخدا۔ میں نے کبھی آج سے زیادہ
 ہلکی نماز نہیں پڑھی۔ اور اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ وہ لوگ یہ خیال کریں گے کہ میں موت سے
 گھبر گیا ہوں تو میں اور زیادہ نماز پڑھتا۔ اور پھر کہا کہ اسے خدا! ہم اپنی امت کے خلاف
 تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں۔ اہل کوفہ نے ہمارے خلاف شہادت دی اور اہل شام ہم کو
 قتل کرتے ہیں۔ خدا کی قسم اگر تم مجھے اس بنا پر قتل کرتے ہو تو میں مسلمانوں میں سے سب سے
 پہلا شہسوار ہوں گا جو شام کی وادی میں ہلاک کیا گیا۔ اور سب سے پہلا مسلمان ہوں گا
 جس پر اس کے کتے بھونکے۔ اس کے بعد ہدیہ ابن فیاض تلوار لیکر ان کی طرف گیا۔ وہ
 کانپ اٹھے لوگوں نے ان سے کہا کہ تم کو تو یہ زعم تھا کہ تم موت سے نہیں گھبراتے۔ اگر تم اب بھی
 اپنے صاحب (یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ) سے برأت ظاہر کر دو تو ہم تم کو چھوڑ دیں گے۔ انھوں نے
 جواب دیا کہ پہلا میں کیا گھبراؤں۔ حالانکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ قبریں کھدی ہوئی ہیں۔ کفن
 پھیلے ہوئے ہیں۔ اور تلوار میان سے باہر ہے۔ خدا کی قسم اگر میں قتل سے گھبرا بھی جاؤں تو
 کوئی کلمہ ایسا نہ نکالوں گا جو خدا کی ناراضی کا باعث ہو۔ اس پر انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔
 کل چھ آدمی قتل کیے گئے۔ عبد الرحمن ابن حسان العنصری اور کریم الخثعمی نے کہا کہ ہم کو امیر المومنین

کے پاس بھیج دو۔ ہم بھی اس شخص کے بارے میں جو کچھ وہ کہیں گے کہہ دیں گے۔ چنانچہ امیر معاویہ سے ان کے لئے اجازت طلب کی گئی۔ اور انھوں نے حاضری کی اجازت دی۔ جب وہ ان کے پاس آئے۔ تو انھوں نے کہا کہ اللہ اللہ اے معاویہ۔ آپ کو اس فنا ہو جانے والی دنیا سے اس دائمی و آخرت کی طرف انتقال کرنا ہے۔ وہاں آپ سے ہماری خوں ریزی کے متعلق سوال کیا جاوے گا۔ انھوں نے پوچھا تو حضرت علیؓ کے متعلق کیا کہتا ہے۔ کہا وہی کہتا ہوں جو آپ کہتے ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تو اپنے آپ کو حضرت علیؓ (کریم اللہ وجہہ) کے دین سے بری رکھتا ہے۔ جس کا بدلہ آج خدا سے دے رہا ہے۔ وہ خاموش رہا۔ پھر ابن عبد اللہ جو بنو قحافہ بن شعم میں سے تھے کھڑے ہوئے اور اس کے لئے بحثش کے خواستگار ہوئے۔ لہذا امیر معاویہ نے اسے اس شرط پر بلا کر دیا کہ وہ پھر کبھی کونے میں داخل نہ ہو۔ چنانچہ اس نے موصل کی راتش اختیار کر لی۔ انھوں نے کہا کہ تاتھا کہ جب امیر معاویہ مر جائیں گے تو میں کونے جاؤں گا۔ مگر وہ امیر معاویہ کی موت سے ایک ماہ پہلے ہی انتقال کر گیا۔

امیر معاویہ نے عبد الرحمن بن حسان سے سوال کیا کہ اے ربیعہ کے بھائی تو علیؓ (کریم اللہ وجہہ) کے متعلق کیا کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ آپ مجھے دیئے ہی رہے دیکھئے مجھ سے یہ سوال نہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کے لئے یہی بہتر ہے۔ انھوں نے کہا کہ بخدا مجھے یوں ہی نہ رہنے دوں گا۔ عبد الرحمن بولا میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ خدا کے تعالیٰ کے بڑے ذاکر آمر باحق۔ قائم بالقسط اور عاف عن الناس تھے۔ پوچھا تو عثمانؓ کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ کہا کہ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے ظلم کے دروازے کو کھولا اور حق کے دروازے کو بند کیا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تو نے اپنے آپ کو قتل کیا پس اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ بلکہ میں نے ہی آپ کو قتل کیا۔ اور دلدی میں کوئی بھی اہل ربیعہ میں سے ایسا نہیں ہے کہ وہ سفارش کرے۔ اس پر معاویہ نے اس کو زیادہ کے پاس روانہ کر دیا کہ اس کو بری طرح قتل کرادو۔ چنانچہ زیاد نے اسے زندہ دفن کرادیا۔

مقتولین میں جھبر بن عدی۔ شمر بن ابی شداد کھڑی بھینی بن فیل الشیبانی۔ قیس بن ضعیفہ الحبسی۔ محمد بن شہاب السعدی التیمی۔ کرام بن حیلان الترمی۔ اور عبد الرحمن بن حسان الغزنی تھے۔ موزن ذکر کو زیاد نے زندہ دفن کرادیا تھا۔ ان سب کی مجموعی تعداد سات ہوتی ہے۔ ان کے قتل کے بعد ان پر نماز پڑھی گئی اور دفن کیا گیا۔

کہتے ہیں کہ حسن بصری کو حجر اور ان کے اصحاب کے قتل ہو نیکی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ ان کی نماز جنازہ پڑھو۔ کفن پیناؤ اور دفن کر دو ان کا منہ قبلہ کی جانب کرو و سب نے کہا بہتر ہے پھر حسن بصری نے کہا خدا کی قسم ان کی قبروں کی زیارت کیا کرو

مالک ابن مسیرۃ السکونی کا یہ ہوا کہ جب امیر معاویہ نے حجر کے بارے میں ان کی سفارش قبول نہ کی تو وہ اپنی قوم کو جمع کر کے حجر اور ان کے اصحاب کو رٹائی دلوانے کے ارادے سے عذراہ کی طرف روانہ ہوئے راستے میں ان کے قاتل ان کو ملے جو مالک کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ وہ حجر کو رٹائی دلانے کے لئے جا رہے ہیں۔ مالک نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے توبہ کر لی ہے اور ہم لوگ امیر المؤمنین کو اطلاع دینے جا رہے ہیں۔ وہ خاموش ہو گئے اور پھر عذراہ کی طرف روانہ ہو گئے راستے میں ان کو ایک شخص ملا جو وہیں سے آ رہا تھا اس نے ان کو حجر وغیرہ کے قتل سے آگاہ کیا۔ اس پر مالک نے ان کے قاتلوں کے تعاقب کے لئے آدمی دوڑائے۔ مگر وہ ان کو نہ پاسکے۔ قاتلوں نے امیر معاویہ کے پاس پہنچ کر سب خبر دی۔ امیر نے سن کر کہا کہ وہ اپنے آپ میں بھی گرم جوشی پاتا ہے۔ خیر اب سمجھنا چاہئے کہ یہ حرارت کچھ گئی۔ مالک اپنے گھر کی طرف چلے گئے مگر معاویہ کی طرف نہ گئے۔ جب رات ہوئی تو امیر معاویہ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے اور کہا بھجھا کہ آپ کی سفارش قبول کرنے میں صرف یہ بات مانع ہوئی کہ مجھے یہ خوف ہو گیا کہ اگر میں اسے چھوڑ دوں تو وہ سب ملکہ میں ایک اور جنگ میں مبتلا کر دیں گے۔ اور مسلمانوں کے لئے یہ بلا حجر کے قتل سے زیادہ سخت ہو جائیگی۔ مالک نے وہ درہم لئے اور ان کے نفس کو اطمینان و راحت حاصل ہو گئے۔

جب حضرت عائشہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انھوں نے عبداللہ بن عمارؓ کو حجر اور اس کے ساتھیوں کی سفارش کرنے کی غرض سے امیر معاویہ کے پاس بھیجا۔ مگر وہ ان کے پاس اس وقت پہنچے کہ جب وہ سب قتل ہو چکے تھے۔ عبدالرحمنؓ نے معاویہ سے سوال کیا کہ وہ ابوسفیانؓ والا حلم آپ میں سے کہاں گیا۔ کہا وہ اس وقت سے جا رہا ہے۔ جب سے کہ میرے پاس سے آپ کی طرح کے حلیم الزباج لوگ مفقود ہو گئے۔ اور ابن سمیہؓ نے مجھے آمادہ کیا اور میں اس کے کہنے میں آ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ ”اگر یہ ہو سکتا کہ ہم کسی کام کو ہونے سے روکتے اور اس کا نتیجہ ہمارے لئے برانہ ہوتا تو ہم حجر کی موت کو ضرور روک دیتے۔ خدا کی

قسم میں جانتی ہوں کہ وہ بڑا مسلمان اور بڑا حج و عمرہ کرنے والا آدمی تھا۔
حسن بصری کا قول ہے کہ معاویہ میں چار خصلتیں تھیں۔ اگر ایک ہی ہوتی تو وہ باعث ہلاکت ہوتی :-

- (۱)۔ ان کا اس امت میں تلوار لے کر نکلنا اور امر امت پر قابو کر لینا۔ یہاں تک کہ انہوں نے بقایا سب صحابہ و فضلاء میں سے بھی مشورہ نہ کیا۔
- (۲)۔ ان کا اپنے بعد اپنے حد درجے کے نشہ باز شرابی۔ ریشمی کپڑے پہننے والے اور طنبورے سے دل بہلانے والے بیٹے کا خلیفہ بنانا۔

(۳)۔ ان کا زیادہ سے الحاق نسب کرنا۔ سالانہ رسول اللہ صائم نے فرمایا ہے کہ مرنے کا صاحب احد اہل اولاد اور زانی یا کار گئے بیٹے ہے۔

(۴)۔ ان کا حجر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کرنا و اوہ اس سے حجر اور اصحاب حجر کے بیٹے! ان دنوں لوگ کہتے تھے کہ کوفہ میں سب سے پہلی ذلت و خواری کی بات حضرت امام حسن ابن علی (رضی اللہ عنہما) کی وفات سے پھر حجر کا قتل۔ اور پھر دعوت زیاد و کوفہ ہند نسبت زیادہ انصاریہ (جو شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتی تھی) حجر کے مرثیہ میں کہتی ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

”اے مہتاب روشن۔ بلند ہو۔ ذرا دیکھ تو سہی تجھے کہیں حجر بھی سفر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ وہ معاویہ ابن حرب کی طرف جا رہا ہے تاکہ امیر کے ارادے کے مطابق وہ قتل کیا جائے۔ حجر کے بعد جابر و ظالم لوگوں کو آرام آگیا ہے۔ اور خورنق اور سدیر میں اب ان کے عیش و عشرت کا سامان ہو گیا ہے۔ اور اس کی موت کی وجہ سے بلاد میں خشک سالی اور قحط ہو گیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان پر کبھی بارش نہیں ہوئی۔ اسے حجر! اسے بنو عدی کے حجر۔ خدا تجھے خوش اور مسرور رکھے۔ جو مصیبت عدی پر نازل ہوئی ہے اس سے تجھے تجھ پر مصیبت نازل ہونے کا خوف ہو رہا ہے۔ اور میں اس بوڑھے سے ڈرتی ہوں جو شام میں غرار ہے۔ اگر تو ہلاک ہو گیا تو سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں ہر ایک قوم کا سردار ضرور ہلاک ہو گا۔“

حجر کے قتل کے متعلق علاوہ اس کے جو کچھ کہ اوپر بیان ہوا ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ایک جمعہ کے دن زیاد نے خطبہ کو اتنا طویل دیا کہ نمازیں ڈیر ہو گئیں۔

حجر بن عدی نے کہا کہ نماز کا وقت آگیا ہے۔ مگر وہ خطبہ پڑھتے رہے۔ حجر نے پھر کہا کہ نماز کا وقت مہ ہے۔ مگر وہ ایسے ہی پڑھتے رہے۔ آخر جب حجر کو نماز فوت ہو جانے کا خطرہ ہوا تو انھوں نے ایک متقی بھگت گریزوں پر ہاتھ مارا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ جب زیاد نے یہ حالت دیکھی تو وہ بھی منبر پر سے اتر کر لوگوں کے ساتھ نماز میں شامل ہو گئے۔ اور بعد میں تمام واقعے کو خوب بڑھا چڑھا کر امیر معاویہ کو لکھ دیا۔ امیر معاویہ نے ان کو حکم دیا کہ حجر کو آہنی زنجیروں میں قید کر کے دیسے پاس روانہ کر دو۔ جب زیاد نے ان کو گرفتار کرنا چاہا تو ان کے لوگ ان کی حمایت پر کھڑے ہو گئے۔ مگر حجر نے کہا کہ نہیں نہیں میں بے سمع و طاعت قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر امیر معاویہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ امیر معاویہ کے سامنے پہنچ کر انھوں نے کہا کہ السلام علیکم۔ یا امیر المومنین۔ امیر بوئے ہاں کیا میں ہی امیر المومنین ہوں۔ خدا کی قسم نہ تو میں تجھے معاف کروں گا اور نہ تجھ سے معافی مانگوں گا۔ اسے باہر لے جاؤ اور اس کی گردن مار دو۔ جو لوگ قتل کرنے کے لیے مامور ہوئے تھے حجر نے ان سے کہا کہ ذرا تجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو۔ انھوں نے کہا کہ پڑھ لو۔ حجر نے دو رکعت نماز ادا کی۔ مگر تخفیف کے ساتھ اور کہا کہ اگر تم لوگ میرے ارادے کے سوا کچھ اور خیال نہ کرتے تو میں ان رکعتوں کو اور زیادہ طول دیتا۔ پھر ان کی قوم میں سے جو شخص وہاں موجود تھا اس سے منیٰ طلب ہو کر کہا کہ میری بیڑیاں مت اتارنا۔ اور نہ میرا خون دھو تا کیونکہ میں کل کو معاویہ سے اسی طرح ملوں گا۔ اس کے بعد ان کی گردن مار دی گئی۔ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد حضرت عائشہؓ معاویہ سے طعن اور پوچھا کہ حجر کے معاملے میں تمہارا حکم کہاں چلا گیا تھا؟ جواب دیا کہ اس وقت میرے پاس کوئی نیک ہدایت دینے والا موجود نہ تھا۔ پو

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ جب امیر معاویہ کی موت کا وقت قریب آیا تو وہ بار بار یہی کہتے تھے کہ :-

”اے حجر۔ آج کا دن تیری وجہ سے اتنا لمبا ہو گیا ہے“ پو
 {عباد و بضم العین اور فتح بائے موحده اور اس کی تخفیف سے ہے}

ربیع کے عامل خراسان ہونے کا بیان

اسی سال زیاد نے ربیع ابن زیاد الحارثی کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا جس کی تفصیل یہ ہے

کہ حکم ابن عمرو و الغفاری نے اپنی وفات کے وقت انس ابن ابی اناس کو اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ زیاد نے اُسے معزول کر کے خلید ابن عبداللہ الحنفی کو مقرر کیا۔ پھر اسے بھی معزول کیا اور ربیع ابن زیاد کو ۵۵ھ میں مقرر کر کے اس کے ہمراہ اہل کوفہ اور بصرے میں سے پچاس ہزار آدمی مع اہل عیال کے روانہ کئے۔ ان میں بربدہ ابن حبیب اور ابو ہریرہ (جو رسول اللہ صلعم کے صحابیوں میں تھے) شامل تھے۔ یہ سب آدمی تھراساں میں آباد ہو گئے۔ ربیع ابن زیاد نے وہاں پہنچ کر بلخ میں جنگ کی اور اُسے صلح سے فوج کر لیا۔ بعض مورخین کی رائے کے مطابق احنف ابن قیس سے صلح کرنے کے بعد انھوں نے فوج معاہدہ کر لیا تھا۔ ربیع نے قہستان کو بزور شمشیر فتح کر کے اُس نواح کے تمام ترک باشندوں کو قتل کر دیا۔ اور ان میں سے صرف نیرک طرحاں باقی رہ گیا۔ مگر قتیبہ ابن مسلم نے اپنی ولایت کے زمانے میں اُسے بھی قتل کر دیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال (اور بقول بعض ۵۴ھ میں) جریر ابن عبداللہ البجلی کا انتقال ہوا۔ وہ اُس سال دائرۃ اسلام میں داخل ہوئے تھے جس سال جناب رسول اللہ صلعم کی وفات ہوئی۔ اسی سال سعید ابن زید نے انتقال کیا۔ اور مدینے میں دفن کیے گئے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ۵۲ھ یا ۵۳ھ میں ہوا۔ وہ عشرۃ مبشرہ میں سے تھے۔ اسی سال ابو بکرۃ نفیع ابن حارث نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ اور ماں کی جانب سے زیاد کے بھائی تھے۔

اسی سال ام المومنین میمونہ بنت حارث نے بمقام سرف انتقال فرمایا اسی مقام پر ان کا نکاح رسول اللہ صلعم سے ہوا تھا۔ بعض رواۃ کا خیال ہے کہ ان کی وفات ۵۳ھ میں ہوئی اور بعض بیان کرتے ہیں کہ ۵۶ھ میں ہوئی۔ اسی سال زید ابن معاویہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس سال عمال وہی حضرات تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

۵۲ھ کے واقعات

اس سال سفیان ابن عوف الاسدی نے روم میں جنگ کی اور وہیں موسم سرما بھی بسر کیا

ایک قول کے مطابق انہوں نے وہیں انتقال کیا۔ ان کے بعد عبداللہ ابن مسعود الفزاری مقرر کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ سفیان نے نہیں بلکہ بسر ابن ابی ارطاة نے بلا درہم میں موسم سرما کو بھاگایا اور سفیان ابن عوف انکے ہمراہ تھے۔ اس سال کے موسم گرما میں محمد بن عبداللہ الشافعی نے جنگ کی کو

زیاد ابن خراش البجلی کے خروج کا بیان

اسی سال زیاد ابن خراش البجلی نے تین سو آدمیوں کو ہمراہ لیکر خروج کیا۔ اور سواروں کے مقسام سکون میں پہنچا۔ زیاد نے اس کے مقابلے کے لیے چند شہسواروں کو روانہ کیا جن کے سردار سعد ابن عبداللہ بن شایہ کوئی اور تھے۔ انہوں نے زیاد ابن خراش کے آدمیوں کو مقام باہ میں قتل کیا جہاں وہ چلے گئے تھے۔

معاذ الطائی کے خروج کا بیان

اسی طرح قبیلہ طے کے ایک شخص نے زیاد کے خلاف خروج کیا جس کو نام معاذ تھا۔ وہ اس سال تیس آدمیوں کو لے کر نہر عبدالرحمن ابن ام الحکم پر پہنچا۔ زیاد نے اس کی سرکوبی کے لیے آدمی روانہ کیے۔ انہوں نے اسے اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس نے اپنا جھنڈا اگر اکرا من طلب کیا تھا۔ ان لوگوں کو اصحاب نہر عبدالرحمن کہتے ہیں تو

متعدہ واقعات کا بیان

سعيد ابن عاص نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ تو اس سال عامل وہی لوگ تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ تو اسی سال عمران ابن حصین الخزاعی نے بصرے میں انتقال کیا۔ اور ابو یوب الاشلک بھی فوت ہوئے۔ ان کا اصل نام خالد ابن زید تھا۔ وہ عقبہ اور بدر میں شریک تھے۔ اس سے قبل ذکر ہوا ہے کہ انہوں نے سمرقند میں قسطنطنیہ میں انتقال فرمایا۔ تو اسی سال کعب بن عجرہ نے بھی پچھتر سال کی عمر میں انتقال کیا تو

۵۳ء کے واقعات

اس سال عبدالرحمن ابن ام الحکم الشافعی نے بلا درہم میں موسم سرما بسر کیا۔

اسی سال جنادہ بن ابی امیہ لازوی نے جزیرہ رودس کو فتح کیا جو بحر میں واقع ہے۔ مسلمان اس میں اترنے کو اتر تو گئے مگر اہل روم سے ڈرتے ہی رہے۔ انھوں نے اہل روم پر سختیاں کیں۔ اور بحر میں ان کا مقابلہ کر کے ان کی کشتیاں جمعیں لیں۔ امیر معاویہ نے انہیں عطا و اکرام کو پانی کی طرح بہا دیا۔ دشمن ان سے ڈرتے تھے۔ اور جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے صاحبزادے نے یہ دینے بھی ان کو دہیں رہنے دیا۔ ڈ
یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جزیرہ رودس سترہ میں فتح ہوا۔ ڈ

زیاد کی وفات کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں زیاد بن ابیہ نے کوفہ میں انتقال کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ انھوں نے امیر معاویہ کو لکھا کہ میں نے اپنے بائیں ہاتھ سے عراق کا پورا انتظام کر لیا اور سیدھا ہاتھ خالی ہے اسکو حجاز کے انتظام پر لگا دیجئے۔ امیر معاویہ نے ان کو اس پر تقرر کا حکم لکھ بھیجا۔ جب اہل حجاز کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو ان میں سے چند آدمی حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے پاسس گئے اور یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ خدا سے زیاد نے بد دعا کرو۔ پھر خود قبلہ ہو کر زیاد کیلئے بد دعا کی جس میں وہ لوگ بھی شریک ہو گئے۔ انکی دعا یہ تھی: اے خدا ہم کو زیاد کے شر سے بچا، نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کے ہاتھ کی ایک انگلی میں بھڑا نکلا جس نے انکی جان لیکر چھوڑی۔ جب انکی موت کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قاضی شریح کو بلا کر کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ مرض پیدا ہو گیا ہے اور مجھے انگلی کاٹ دینے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ شریح نے کہا کہ مجھے خوف ہے کہ اگر موت قریب ہے تو آپ خدا سے دست بردار ہو کر ملیں گے۔ اور ایسا معلوم ہو گا کہ آپ نے اس سے ملنے کی کراہت کی وجہ سے ہاتھ کٹوا دیا ہے اور اگر موت میں تاخیر ہوئی تو آپ دست بردار ہو کر زندہ رہیں گے۔ اور اس طرح اپنی اولاد کو عین ناکس کر دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں اور میرا بھڑا ایک ہی چادر میں رات بسر نہیں کر سکتے۔ قاضی شریح ان کے پاس سے چلے گئے تو ان کے لئے ایسے حال پوچھا تو انھوں نے تمام واقعہ بیان کر دیا امیر لوگوں نے انکو ملاطمت کی اور کہا کہ آپ نے ہاتھ کاٹ دینے کا مشورہ کیوں دیا۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ لا المسقشاً موتیجاً، غرض کہ زیاد نے ہاتھ کاٹ دینے کا ارادہ کیا۔ مگر آگ اور آہن داغ کو دیکھ کر گھبرا گئے اور یہ ارادہ ترک کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ برید دست کے ارادے سے اس وجہ سے باز آ گئے کہ شریح نے ان کو یہی مشورہ دیا تھا۔ جب زیاد کی

موت کا وقت قریب آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا کہ میں نے آپ کے لئے ساٹھ کپڑے تیار کر رکھے ہیں جن میں آپ کو
مکفون کر دینگا۔ انھوں نے کہا کہ بیٹیا تیرے باپ کو بہت جلد اس کے لباس سے بہتہ لباس دیا جائیگا یا جو لباس
دیا گیا ہے وہ بھی حسین لیا جائیگا۔ اس کے بعد انھوں نے دم توڑ دیا اور وہ کوئے کے ایک طرف مقام ثویر میں دفن
کر دئے گئے۔

جب ابن عمر کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو انھوں نے کہا کہ جاس ابن سمیہ نہ تو تو نے آخرت کو پایا اور نہ دنیا
تجھیر باقی رہی۔

ان کی پیدائش سنین ہجری کے سال اول میں ہوئی تھی۔
مسکین داری ان کا مرضیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے (ترجمہ شعر) :-
لد جب زیاد نے ہم کو دلا کیا تو میں نے دیکھا کہ اسلام کی ترقی نے علانیہ منہ پھیر لیا۔
فرزدق نے (جس نے زیاد کی موت سے پہلے اسکی جو کچھ نہ کہی تھی) مسکین کے جواب میں یہ شعر
کہے (ترجمہ اشعار) :-

دد اے مسکین! خدا تیری آنکھ کو رلاتے جس کے آنسو گراہی میں نکل نکل کر بہ گئے ہیں۔ تو اہل بیت
کے ایک ایسے کافر شخص کو زیادہ ہو کر ہے یا قصیر کے مانند اپنے اہل مذہب کا بار نہ حکومت کرتا تھا جب اسکی خبر مرگ لائیو
میرے پاس پہنچا تو میں نے اس سے کہا کہ اسکی وجہ نہ کفائی دیکھ لے ہرن کیوجہ سے جو بیت کے تنہا ٹیلے پر رہتا ہے (اسلام)
کو ضعف پہنچا ہے)

زیاد سب سے زیادہ آدمی تھے مالکی دہائی انکھ کی سیقت بھی ہوئی تھی مالکی دہائی سفید اور غریبوں کی تھی انکی قیام اکثر پریہ ہوتی تھی

ربیع کی موت کا بیان

اسی سال ربیع ابن زیاد کا رقی عامل خراسان۔ زیاد کی وفات سے پہلے انتقال کر گئے۔
ان کی موت کا سبب یہ ہوا کہ وہ ہجر ابن عدی کے قتل سے اس قدر ناراض ہوئے کہ ایک دن انھوں نے
کہا کہ ہجر کے بعد اہل عرب ہمیشہ قتل ہوا کریں گے۔ اگر وہ اس کے قتل کے وقت دہاں سے
بھاگ جاتے تو ان میں سے کوئی شخص اس طرح بے بس ہو کر قتل نہ کیا جاتا۔ مگر وہ لوگ
ٹھہر گئے اور ذلیل ہوئے یہ کہہ کر وہ جمعہ کے دن تک بالکل خاموش ہو گئے۔ جمعہ کے دن
انھوں نے باہر نکل کر کہا کہ اے لوگو میں زندگی سے بیزار ہو گیا ہوں۔ میں اس وقت
ایک دعا کرتا ہوں۔ تم سب ملکر آمین کہو۔ چنانچہ نماز کے بعد انھوں نے ائمہ اٹھا کر یہ دعا
مانگی۔ اے خدا اگر تیرے پاس میرے لئے خیر و برکت ہے تو جلد مجھے اپنے پاس اٹھا لے۔

سب نے آمین کہی۔ پھر وہ وہاں سے نکلے اور ابھی حد گاہ سے باہر بھی نہ گئے۔ تھے کہ گر پڑے۔ لوگ انہیں اٹھا کر ان کے مکان پر لے گئے جہاں انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور اسی دن انتقال کر گئے۔ ان کی وفات کے دو ماہ بعد ان کے بیٹے نے بھی انتقال کیا۔ اور خلید ابن یربوع الحنفی کو اپنا جانشین بنا کر چھوڑ گئے۔ زیاد نے ان کو اس عہدے پر مستقل کر دیا۔ زیاد کے انتقال کے وقت سمر و ابن جذب بصرے اور عید اللہ ابن خالد ابن اسید کوفہ کے عامل تھے۔ سمرہ بصرے میں اٹھارہ (اور بربر وایتے گیارہ) ماہ کے لئے مقیم رہے جس مدت کے بعد امیر معاویہ نے ان کو وہاں سے معزول کر دیا۔ اس پر سمرہ نے کہا کہ معاویہ پر خدا کی لعنت ہو۔ خدا کی قسم اگر میں خدا سے تعالے کی اس طرح خدمت کرتا جس طرح میں نے معاویہ کی کی تھی تو وہ مجھے کبھی سزا نہ دیتا۔ ایک شخص نے سمرہ کے پاس آکر اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ اور اس کے بعد اس نے مسجد میں جا کر نماز پڑھی۔ سمرہ نے اس کے قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کیا گیا۔ ابو بکر وہاں سے گزرے اور کہا کہ خدا سے تعالے فرماتا ہے کہ :- قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ۔ کہتے ہیں کہ سمرہ نے مرض نمونہ میں سخت مصیبتیں جھیلنے کے بعد انتقال کیا۔ پو { تُوْیَہْ جَنَمُ تَارَ اور فُتِحَ وَاوَعَا }

متعدد واقعات کا بیان

اس سال سعید بن العاص عامل مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ پو
اس تمام سال میں عبداللہ ابن خالد ابن اسید کوفہ کے سمرہ بصرے کے۔ اور
خلید ابن یربوع خراسان کے عامل رہے۔ پو
اس سال یہ ہوا کہ عبدالرحمن ابن ابی بکر صدیق نے مکہ کے راستے میں سوتے سوتے
انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اس کے بعد ہوا۔ پو
اسی سال فیروز الدیلمی نے انتقال کیا۔ وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔
اور امیر معاویہ کی طرف سے صنعا کے عامل تھے۔ پو
اسی سال عمرو ابن حزم الانصاری فوت ہوئے۔ پو
اسی سال فضالہ بن عبید الانصاری نے دمشق میں وفات پائی جہاں وہ امیر معاویہ
کی طرف سے قاضی تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ انھوں نے امیر معاویہ کے دوران حکومت کی

آخری حصے میں انتقال کیا۔ اور اس کے متعلق چند اقوال اور بھی ہیں۔ وہ جنگ احد اور اس کے
بابہ کے واقعات میں شامل رہے تھے۔

۵۴ء کے واقعات

مزدکرم اور جزیرہ کا روہ کی فتح کا بیان

اس سال محمد بن مالک نے بلادِ روم میں موسمِ سرما اور معین بن یزید الشلمی نے موسمِ
گرمی بسر کیا۔

اسی سال مسلمانوں نے جناد بن ابی امیہ کی سپہ سالاری میں جزیرہ اور اوکو
فتح کیا۔ جو قسطنطنیہ کے قریب واقع ہے۔ وہ وہاں سات سال تک مقیم رہے۔ اور
مجاہد بن جہیر ان کے ہمراہ تھے۔ مگر جب امیر معاویہ کا انتقال ہوا اور یزید تخت پر بیٹھا تو
اس نے فوج کی واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ لوگ وہاں سے واپس آ گئے۔

مذہبیت سے سید کے عزل اور مروان کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سید ابن عاص کو مدینے سے معزول کیا۔ اور ان کی جگہ مروان
کو مقرر کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ امیر معاویہ نے سید کو لکھا کہ مروان کے مکان کو منہدم کر کے
اس کے مال و متاع پر قبضہ کر لو۔ تاکہ اس کی جگہ ایک صاف میدان بنایا جائے اور فداک
ضبط کریں۔ حالانکہ فداک انھوں نے خود مروان کو دیا تھا۔ سید ابن العاص نے دوبارہ ان کو
متعلق امیر معاویہ سے استعوا ب کیا۔ انھوں نے پھر وہی حکم لکھ دیا۔ سید نے حکم کی تعمیل کی
اور دونوں خط اپنے پاس رکھ لیے۔ اس پر امیر معاویہ نے ان کو معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ
مروان کو مقرر کیا۔

پھر امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ سید ابن العاص کا مال و متاع ضبط کر کے ان کا
مکان منہدم کر دو۔ چنانچہ مروان مروان کو ساتھ لے کر سید کے مکان پر اس کے انہدام
کے لیے گیا۔ سید نے ان سے پوچھا کہ اسے ابو عبد اللہ کیا تم میرا مکان گزرنے آئے ہو۔
کہا۔ ہاں امیر المؤمنین نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ اگر وہ تم کو میرا مکان منہدم کرنے کا حکم دیتے
تو تم بھی یہی کرتے۔ سید نے کہا کہ میں ہرگز ایسا نہ کرتا۔ مروان نے کہا کہ تم کرتے۔ اور خدا کی قسم

ضرور ایسا کرتے۔ سعید نے پھر کہا کہ ہرگز نہیں۔ اور یہ کہہ کر اپنے غلام کو حکم دیا کہ امیر معاویہ کا خط میرے پاس لے آؤ۔ وہ جا کر امیر معاویہ کے دونوں خط لے آیا۔ مروان نے ان کو پڑھ کر کہا کہ ”حالانکہ امیر المومنین نے تم کو حکم دیا تھا۔ مگر نہ تو تم نے اس کی تعمیل کی اور نہ مجھ کو اس کی اطلاع دی“ سعید نے جواب دیا کہ میں تم کو قابل اعتماد نہیں سمجھتا تھا کہ تم اس بات کو چھپائے رکھو گے۔ بات یہ ہے کہ امیر معاویہ ہم دونوں کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں۔ مروان نے جواب دیا کہ خدا کی قسم تم مجھ سے اچھے ہو۔ یہ کہہ کر وہ سعید کا مکان منہدم کئے بغیر واپس چلا گیا۔

اس پر سعید بن العاص نے امیر معاویہ کو لکھا کہ تعجب ہے کہ امیر المومنین نے ہمارے ساتھ ایسا سلوک کیوں کیا۔ وہ چاہتے ہیں کہ باوجود آپس کی قربت کے میں اور مروان برسر کینہ ہو جائیں۔ امیر المومنین کا علم ان کا خبیث لوگوں کی ناپسندیدہ باتوں پر صبر و عفو۔ ان کا ہمارے مابین قطع تعلقات اور غم و اندوہ کا ذریعہ قائم کرنا اور ہماری اولادوں کا یہ کینہ و بغض ورثے میں پانا اور خدا کی قسم اگر ہم ایک ہی باپ کی اولاد نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہم کو خلیفہ مظلوم امیر المومنین کی نصرت کے لئے متفق کر کے آپ پر جمع نہ کرتا ان سب باتوں کا لحاظ امیر المومنین کے لئے لازمی تھا۔ اس کے جواب میں امیر معاویہ نے ان کو عذر خواہی اور طلب عفو کا خط لکھا اور لکھا کہ میں پھر تم سے حسن عہد قائم کرتا ہوں۔ اسکے بعد جب سعید امیر معاویہ سے ملنے گئے تو انھوں نے مروان کے متعلق سوال کیا۔ سعید نے ان کی تعریف کی۔ امیر معاویہ نے پوچھا کہ کس وجہ سے اس میں اور تم میں کدورت ہو گئی ہے سعید نے کہا کہ وہ مجھ سے اپنے شرف کی وجہ سے خائف تھے۔ اور میں اپنے شرف کی بنا پر پوچھا کہ تمہاری اس کے متعلق کیا رائے ہے۔ کہا کہ اس کو تو میں پوشیدہ رکھتا ہوں خواہ ان کی موجودگی میں ہو یا ان کے پس پشت۔

عبید اللہ ابن زیاد کے حاکم خراسان مقرر ہونے کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے سمرہ ابن جندب کو معزول کر کے بصرہ پر عبد اللہ ابن عمرو ابن عقیلان کو چھ ماہ کے لئے مقرر کیا۔

اسی سال امیر معاویہ نے عبید اللہ ابن زیاد کو عامل خراسان مقرر کیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ اپنے باپ کی وفات کے بعد امیر معاویہ کے پاس گیا تو انھوں نے سوال کیا کہ تمہارے باپ نے کون سے اور بصرہ پر کس کو مقرر کیا ہے۔ عبید اللہ نے بتلایا کہ عقیلان

فلاں کو مقرر کیا ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اگر تمہارے باپ نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں بھی تم کو ہی مقرر کر دیتا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا کہ میں خدا کا واسطہ دلا کر آپ کو یہ کہتا ہوں کہ آپ کے بعد کوئی شخص مجھ سے یہ کہے کہ اگر تمہارے باپ یا چچا نے تم کو مقرر کیا ہوتا تو میں تم کو ضرور مقرر کر دیتا۔ اس پر امیر معاویہ نے اس کو خراسان کا عامل مقرر کر دیا۔ اور کہا کہ خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کے خوف پر کسی اور کے خوف کو مقدم مت رکھو۔ کیونکہ خوف خدا سے عزت ہوتی ہے۔ اپنی عزت اور آب و برد بڑھاؤ نہ کہ اس کو ملوث کرو۔ جب کسی سے وعدہ کرو تو اس کو پورا کرو ورنہ زیادہ کو کم کے عوض میں فروخت نہ کرو۔ جب تک کہ تم کسی امر کے متعلق خوب چنگلی سے رائے قائم نہ کر لو اس کا اظہار نہ کرو۔ کیونکہ ایک دفعہ تمہارے ہاتھ سے نکلا تو پھر تم تک واپس نہ آئے گا۔ جب دشمن سے مقابلہ ہو اور وہ پہاڑی ناہموار علاقہ میں تم پر غلبہ حاصل کرے تو کرے مسطح میدان میں کبھی تم اسے اپنے اوپر غلبہ حاصل نہ کرنے دینا۔ کسی کو ایسی چیز کی طمع نہ دلاؤ جس میں کہ اس کا حق نہیں۔ اور نہ کسی کو ایسی چیز سے مایوس کرو جس میں اس کا حق ہے۔ اس نصیحت کے بعد اس کو رخصت کیا۔ اس وقت عبید اللہ کی عمر پچیس برس کی تھی۔

عبید اللہ خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور اونٹوں پر سوار ہو کر دریا کو عبور کر کے بخارا پہنچا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے ایک لشکر کے ساتھ بخارا کے پہاڑوں کو قطع کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر امنی نصف اور سکینہ کو فتح کیا جو ملک بخارا میں واقع ہیں۔ پھر اہل بخارا پر حملہ کیا۔ اور بہت مال غنیمت جمع کیا۔ جب اس نے ترکوں سے مقابلہ کر کے ان کو شکست دی تو ترکوں نے بادشاہ کی زوجہ بھی اپنے خاوند کے ہمراہ قتل کر دی۔ بھاگتے وقت ان لوگوں نے اسے جلدی جلدی موزے پہنائے۔ گھبراہٹ میں صرف ایک موزہ پہنا دوسرا وہیں رہ گیا۔ اسے مسلمانوں نے اٹھالیا اور دولاکھ درم اس کی قیمت خریدی۔ اس نے ترکوں سے جو مقابلہ کیا تھا وہ خراسان کی نوجوں کے ساتھ کیا تھا جن کا ذکر آگے آئے گا۔ اس کا بہت کچھ رعب قائم ہو گیا۔ وہ خراسان میں دو سال مقیم رہا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال مروان ابن حکم امیر مدینہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ کوفہ میں عبداللہ ابن خالد

اور بقول بعض ضحاک ابن قیس - اور بصرے میں عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان حکمران تھے۔
اس سال ایو قنادہ الانصاری نے تیر سال کی عمر میں انتقال کیا۔ ایک روایت
یہ بھی ہے کہ ان کا انتقال سن ۵۸۷ میں ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کے جنازے
کی نماز ادا کی تھی۔ جس میں سات مرتبہ تکبیر کی تھی۔ وہ حضرت علی کی تمام جنگوں میں ان کے
ساتھ تھے۔ اور جنگ بدر میں بھی شریک تھے۔

اسی سال حویطب ابن الغزالی نے ایک سو بیس سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اسی سال
ثوبان مولائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انتقال کیا۔

اسی سال (اور بقول بعض ۵۸۸ میں) اسامہ ابن زید کا انتقال ہوا۔
اسی سال سعید ابن یزید بن عتکۃ ایک سو چوبیس برس کی عمر میں فوت ہوئے۔
وہ صحابہ کرام میں سے تھے۔ علی ہذا القیاس مخزومہ ابن نوفل نے ایک سو پندرہ سال کی عمر
میں انتقال کیا۔ وہ فتح مکہ کے مسلمانوں میں سے تھے۔

عبداللہ ابن انیس الجہنی نے بھی اسی سال انتقال کیا۔
اسی سال (اور بقول بعض ۵۸۸ میں) زید ابن شجرۃ الرعاوی ایک جنگ کے
دوران میں شہید ہوئے۔

۵۵۸ھ کے واقعات

ایک روایت کے مطابق اس سال سفیان بن عوف الازدی نے موسم سرما بسر کیا۔
اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ وہ سفیان نہیں بلکہ عمرو ابن محرز تھے۔ ایک اور بیان یہ ہے
کہ وہ عبداللہ ابن قیس الغزالی یا شاید مالک ابن عبداللہ تھے۔

ابن زیاد کی ولایت بصرے کا بیان

اسی سال امیر معاویہ نے عبداللہ ابن عمرو ابن غیلان کو ولایت بصرے سے معزول
کر کے عبید اللہ ابن زیاد کو ان کی جگہ مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ عبداللہ بصرے
کے منبر پر سے تقریر کر رہے تھے کہ بنو ضبہ کے ایک شخص نے ان پر سنگریزے پھینکے
انہوں نے اس کے ہاتھ کٹوا دیے۔ بنو ضبہ ان کے پاس گئے اور کہا کہ ہمارے آدمی نے

جو کچھ تصور کیا سو کیا۔ اور آپ اُسے سزا بھی دے چکے مگر ہم اس بات سے بے خوف نہ ہوئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری خیر امیر المومنین کے پاس پہنچ جائے اور وہ ہم سب کو سزا دیں۔ لہذا آپ امیر المومنین کے نام ایک خط لکھ کر ہمیں دے دیں تاکہ ہمارا کوئی شخص اُسے ان کے پاس لے جائے۔ اور کہہ دے کہ آپ نے محض شبہ کی بنا پر اس کا ہاتھ کٹوا دیا ہے۔ اور کوئی خاص بات معلوم نہیں ہوئی۔ چنانچہ انھوں نے اس مضمون کا ایک خط لکھ کر ان کے حوالے کیا۔ جب نیا سال شروع ہوا تو عبد اللہ معاویہ کے پاس گئے۔ اور اُدھر سے اہل خبیثہ بھی وہ خط لے ہوئے ان کے پاس پہنچے اور دعویٰ کیا کہ عبد اللہ نے ان کے ایک آدمی کا ہاتھ ظلم سے کٹوا دیا ہے۔ امیر معاویہ نے وہ خط دیکھ کر کہا کہ یہ امر کہ میرے عمال سے خون کا بدلہ لیا جائے اس کی تو کوئی سبیل نہیں۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ بیت المال سے اس کا معاوضہ تمہارے آدمی کو ادا کر دیا جائے۔ اس کے بعد انھوں نے عبد اللہ کو بصرے سے معزول کر دیا۔ اور ان کی جگہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ ابن زیاد نے اسلم بن زرعۃ الکلابی کو خراسان کا والی بنادیا۔ مگر اسلم نے نہ تو کوئی جنگ کی اور نہ کوئی مقام فتح کیا۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے عبد اللہ بن خالد کو کوفہ سے معزول کیا اور ضحاک بن قیس کو اس کی جگہ مقرر کیا۔ اور ایک روایت وہ بھی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ کوفہ اسی سال ارقم بن ارقم الخزومی نے انتقال کیا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے مکان پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں پناہ لی تھی۔ موت کے وقت ان کی عمر اسی سال اور کچھ اور زیادہ تھی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال اسی دن ہوا جس دن حضرت ابو بکر کا ہوا تھا۔ اسی سال ابولیسر کعب بن عمر والاضاری نے وفات پائی۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔ اور صفین میں حضرت علی کے ہمراہ ہو کر لڑے تھے۔ ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ ان کی وفات اس سے قبل ہوئی۔

اسی سال مروان ابن الحکم نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

۵۶ کے واقعات

اس سال جنادہ ابن ابی امیہ نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ جنادہ نے نہیں بلکہ عبدالرحمن ابن مسعود نے ایسا کیا تھا کہتے ہیں کہ اس سال یزید ابن شجرہ نے سمندر میں اور عیاض ابن حارث نے خشکی پر جنگ کی اس سال امیر معاویہ نے ماہ رجب میں عمرہ ادا کیا۔ اور ولید بن عقبہ ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

یزید کے لئے ولایت عہد کی بیعت کلیان

اس سال لوگوں نے یزید سے اس کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی۔ اس امر کی ابتداء اور تحریک مغیرہ ابن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کونے سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں۔ مغیرہ کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی۔ تو انھوں نے کہا کہ بہتر یہ ہوگا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جاکر عہدہ عالمی سے استعفار دے آؤں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے اس خیال سے وہ امیر معاویہ کے پاس روانہ ہو گئے۔ اور جب وہاں پہنچے لے تو انھوں نے اپنے دوستوں سے کہا کہ اگر اب میں تمہارے لئے امارت و ولایت حاصل نہ کروں تو پھر کبھی نہ کروں گا۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ اور وہاں یزید سے ملاقات کی۔ اس کے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تو نذر گئے۔ اب نہ آنحضرت کے خاندان مبارک میں سے کوئی باقی ہے۔ نہ بزرگان قریش میں سے کوئی بگلیا ہے۔ اور نہ بڑی عمر کے لوگ موجود ہیں البتہ ان حضرات کی اولاد موجود ہے۔ اور آپ ان سب میں بلحاظ راستے افضل و احسن اور سنت و سیاست میں ان سب سے زیادہ عالم ہیں میر نہیں جانتا کہ امیر المومنین کو کون سی بات اس امر کے مانع ہے کہ وہ آپ کے لئے بیعت کا انعقاد کریں۔ یزید نے پوچھا کہ کیا آپ کی راستے میں یہ کام پورا ہو جائیگا؟ کہا کہ ہاں۔ یہ سنکر یزید اپنے والد کے پاس گیا۔ اور مغیرہ کی گفتگو سے ان کو اطلاع دی۔ امیر معاویہ نے مغیرہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یزید کیا کہتا ہے؟ انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین حضرت عثمان کے بعد جو کچھ خون ریزی اور اختلاف ہوا ہے وہ تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔ یزید آپ کا جانشین ہو سکتا ہے۔ اس لئے آپ اس کے لئے بیعت منعقد کریں۔ اگر کوئی عاوضہ پیش آیا تو وہ لوگوں کا پشت و پناہ اور آپ کا جانشین ہو سکیگا۔ اس لئے نہ تو خون ریزی ہونے پائے گی اور نہ کسی طرح کا فتنہ و فسطا اٹھیں گا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مگر اس میں میرا ضامن اور معادن کون ہوگا۔ مغیرہ نے جواب دیا کہ

اہل کوفہ کے لئے میں اور بصرے کے لئے زیاد کافی ہیں ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپ کی مخالفت نہ کریگا۔ امیر نے کہا کہ اچھا تم اپنی ولایت کو واپس چلے جاؤ۔ اور وہاں جا کر ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تم کو وثوق و اعتبار ہو۔ پھر ہم تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے یہ کہہ کر مغیرہ کو رخصت کر دیا۔

امیر معاویہ کے پاس سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں واپس آئے۔ انھوں نے پوچھا کہ ہو کیا ہوا؟ کہا کہ میں نے امیر معاویہ کے پاؤں کو امت محمدی کی بے لیاغیت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا شگاف کیا ہے جو اب تک بھی نہ ہوگا۔ اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر):

”مجھ ہی جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے ہی آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں“

الغرض اس کے بعد مغیرہ وہاں سے واپس آئے اور کوفہ میں ایسے ایسے لوگوں سے امر نیک کا ذکر کیا جن پر وہ اعتبار کرتے تھے۔ اور جن کو وہ یہ جانتے تھے کہ بنو امیہ کے طرفداروں کی جماعت میں سے ہیں۔ ان سب نے بیعت یزید کے متعلق ان کی رائے کو قبول کیا۔ لہذا ان میں سے انھوں نے دس اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دس سے زائد انھیں خاص کا ایک وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیکر اپنے بیٹے موئے ابن مغیرہ کے ماتحت روانہ کیا۔ چنانچہ وہ سب لوگ معاویہ کے پاس پہنچے۔ اور بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے اتفاق کلی ظاہر کر کے ان سے انعقاد بیعت کی درخواست کی۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ابھی تم اپنی اس رائے کے ظاہر کرنے میں عجلت نہ کرو۔ بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو۔ پھر موئے سے سوال کیا کہ تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا۔ کہا تیس ہزار درہم میں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا؟ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مغیرہ نے چالیس آدمیوں کو بھیجا تھا۔ اور اپنے بیٹے عروہ کو ان کا سردار مقرر کیا تھا۔ جب وہ لوگ امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو انھوں نے تقریریں کرنا شروع کیں۔ اور کہا کہ ہم کو امت محمدی کی ہمدردی کے خیال نے یہاں بھیجا ہے۔ اسے امیر المؤمنین! آپ کا سن مبارک بہت زیادہ ہو گیا ہے اور ہم کو اتحاد و اتفاق کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ لگا ہوا ہے۔ لہذا آپ ہمارے لئے ایک نصب العین مقرر فرمائیے۔

اور متعین کیجئے تاکہ ہم اسکی طرف چلیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم نیرید ابن امیر المومنین کے حق میں مشورہ دیتے ہیں۔ معاویہ نے پوچھا کہ کیا تم سب اس امر میں راضی ہو۔ کہا ناں۔ امیر نے پوچھا کہ یہ تمھاری ہی رائے ہے؟ کہا ناں۔ ہماری بھی ہے۔ اور ان لوگوں کی بھی ہے جو ہمارے پیچھے وہاں ہیں۔ اس پر امیر معاویہ نے ان سب سے پوشیدہ طور پر وعدہ سے سوال کیا کہ تمھارے باپ نے ان سب کا دین کتنے میں خریدا ہے۔ انھوں نے کہا کہ چار سو دینار میں۔ امیر بولے کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پایا ہے۔ پھر اہل وفد سے مخاطب ہو کر کہا کہ اچھا جس غرض کیلئے تم آئے ہو ہم اس میں غور کریں گے۔ پھر جو کچھ خدا کے ارادے میں ہو گا ہو جائیگا اور عجلت سے تاخیر اچھی ہے وفد واپس چلا گیا۔ اور امیر معاویہ کا نیرید کے لئے بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا۔ اور انھوں نے مشورہ کے لئے زیادہ کو خط لکھا۔ پ

زیادہ نے عبید بن کعب النخیری کو بلایا اور کہا کہ ہر مشورہ طلب کرنے والے کے لئے وثوق اور ہر راز کے لئے ایک جائے ودیعت ہوتی ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ لوگوں میں دو خصلتیں ہوتی ہیں۔ ایک تو افشاءتے راز اور دوسرے ایک اہل غرض سے اظہار خیر خواہی کرنا۔ اور راز داری کے لئے دہی شخص مناسب ہوتا ہے جو یا تو ثواب آخرت کا امیدوار ہو یا وہ جس کو دنیا میں شرافت نفس حاصل ہو۔ اور اپنے حسب کو محفوظ و مہزون رکھنے کے لئے کافی عقل رکھتا ہو۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ دونوں موخر الذکر باتیں تم میں موجود ہیں۔ اور میں نے تم کو ایک ایسے امر کے لئے بلایا ہے جس کے متعلق میں کتابوں کے بطون کو بھی قابل اتہام سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے فلاں فلاں معاملے میں مشورہ طلب کرنے کے لئے مجھے خط لکھا ہے۔ اور وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر اسلام کا تعلق اور اس کی ضمانت بہت مشکل کا کام ہے۔ یزید کے مزاج میں نرمی اور سبکی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی شکار کا اذہر دلدادہ ہے۔ اس لئے تم امیر المومنین سے ملو ان سے یزید کے عادات و خصال بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس امر میں توقف کریں۔ ہمیں شک نہیں کہ اسکو تکمیل تک پہنچانا بہت مناسب ہے مگر جلدی نہ کریں۔ کیونکہ کسی امر کو تاخیر کے بعد حاصل کرنا بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ عجلت کی وجہ سے اسے فوت ہی کر دیا جائے۔ عبید نے زیاد سے کہا کہ بھلا اس کے

بجائے کچھ اور ہی کیوں دیکھا جائے؟ زیاد نے پوچھا وہ کیا ہے کہا کہ آپ امیر معاویہ کو ان کی رائے سے بدظن نہ کیجئے۔ اور نہ ان کے دل میں ان کے بیٹے کی طرف سے بغض پیدا کیجئے۔ بلکہ میں خود نیرید سے ملوں گا۔ اور کہوں گا کہ تمہارے والد نے آپ (زیاد) سے تمہارے لئے بیعت کے بارے میں مشورہ طلب کیا ہے۔ اور یہ کہ آپ کو خوف ہے کہ لوگ تمہاری بعض سبکیوں کی وجہ سے تم پر الزام نہ لگا دیں۔ اور یہ کہ آپ کے خیال میں اگر وہ (یعنی نیرید) ایسی باتوں کو ترک کر دے جن سے لوگوں کے دل میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا ہے تو اسی کے حق میں بہتر ہو گا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے آپ کی رائے اور عمل کو استحکام ہو گا عوام کے خلاف آپ کے لئے ایک حجت قائم ہو جائیگی اور پھر جو کچھ آپ چاہتے ہیں وہ پورا ہو سکیگا اس طرح آپ امیر المؤمنین کو نصیحت بھی کر دیں گے اور امت محمدی کے متعلق جس امر کا آپ کو خوف ہے اس سے بھی آپ سلامتی حاصل کر لیں گے۔ زیاد نے کہا کہ خدائے تعالیٰ کی برکت سے تم نے نشانے پر تیرہ تو چلایا ہے۔ اگر وہ نشانے پر بیٹھ گیا تو کیا ہی خوب ہوا۔ اور اگر خطا ہوا تو تم پر مجھے کوئی بہ گمانی نہ ہو گی کیونکہ تمہاری یہی رائے ہے جو تم کہہ رہے ہو۔ اب خدائے تعالیٰ کے علم غیب میں جو ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ غرض کہ عبید بن کعب نیرید کے پاس گئے اور اس سے تمام واقعہ بیان کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آ گیا۔ مزید براں زیاد نے عبید کو امیر معاویہ کے نام ایک خط دیا تھا۔ جس میں انھوں نے امیر کو درنگ اور تعویق کا مشورہ دیا تھا۔ اور یہ لکھا تھا کہ ثعلت سے کام نہ لیں۔ چنانچہ انھوں نے اس رائے کو قبول کیا تھا۔

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ نے اپنے بیٹے نیرید کے لئے بیعت لینے کا عزم کر لیا۔ چنانچہ انھوں نے عبداللہ بن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے جو انھوں نے قبول کئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت نیرید کا ذکر کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ خوب ان کا یہ ارادہ تھا۔ اس کے تو یہ معنی ہیں کہ میرا دین بہت ارزاں ہے۔ یہ کہہ کر وہ قبول بیعت سے دست بردار ہو گئے۔ اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان ابن حکم کو لکھا۔ کہ اب میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ میری ہڈیاں تک کھوکھی ہو گئی ہیں اور مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں میرے بعد امت میں پھر اختلاف نہ ہو جائے۔ اس لئے میری یہ رائے ہے کہ میں کسی شخص کو انتخاب کروں جو میرے بعد قیام سلطنت کا ذمہ دار ہو سکے۔ مگر مجھے یہ بات پسند نہ آئی کہ بغیر ان

لوگوں کے مشورے کے جو تمھارے نزدیک ہیں کچھ کروں۔ لہذا تم اس معاملے کو ان لوگوں کے سامنے پیش کرو۔ اور وہ جو کچھ اسکا جواب دیں اس سے مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ مروان نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی اور اس امر سے ان کو مطلع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ انھوں نے ٹھیک کیا اور درست کہا۔ اب ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ کسی شخص کا انتخاب کرے کہ ہمیں بتائیں اور انتخاب میں غلطی نہ کریں مروان نے معاویہ کو یہی لکھ دیا۔ اور انھوں نے جواب میں مزید کے انتخاب کا ذکر کیا۔ مروان نے پھر کھڑے ہو کر لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین نے تمھارے ایک شخص کا انتخاب کر لیا۔ اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی۔ چنانچہ اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنا دیا۔ اس پر عبدالرحمن ابن ابوبکر نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ اے مروان تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹے ہیں امت محمدی (صلعم) کے لئے تمھارا ارادہ کسی کو انتخاب کرنے کا نہیں۔ بلکہ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ اس کو ہر قلیہ بنادیا جائے کہ جب ایک ہر قلیہ تو دوسرا ہر قلیہ اس کی جگہ ممکن ہو گیا۔ مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدا نے تعالیٰ نے۔ والذی قال لوالدیہ اُفّ لکما۔ والی آیت نازل کی ہے حضرت عائشہؓ نے ان کا یہ قول سنا تو انھوں نے پردے کے پیچھے سے کھڑے ہو کر فرمایا کہ اے مروان اے مروان۔ (یہ آواز سنکر سب خاموش ہو گئے۔ اور مروان بھی اسی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے) کیا تم یہ کہتے ہو کہ عبدالرحمن کے حق میں قرآن نازل ہوا۔ تم جھوٹ کہتے ہو۔ خدا کی قسم وہ وہ شخص نہیں ہیں بلکہ یہ آیت فلاں ابن فلاں کے حق میں اُتری مگر تم تو خدا کے نبی صلعم کی لعنت کے ایک ٹکڑے ہو۔ پھر حضرت امام حسینؑ نے کھڑے ہو کر بیعت یزید سے انکار کیا۔ اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا۔ مروان نے امیر معاویہ کو ان تمام باتوں کی خبر دی۔

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال کو یزید کی تعریف و توصیف کرنے اور ان کے پاس شہرؤں سے و فود بھیجنے کو لکھا۔ چنانچہ محمد بن عمرو ابن عزم دینے سے اور احف ابن قیس بصرے سے وفد میں ان کے پاس پہنچے۔ محمد ابن عمرو نے امیر معاویہ سے کہا کہ ہر اعلیٰ سے اسکی رعیت کا سوال کیا جائیگا۔ لہذا آپ خوب غور فرمائیے کہ آپ امت محمدی کے امر کا کس کو والی بناتے ہیں۔ اس سے امیر معاویہ پر کچھ ایسی گونساہاری طاری ہوئی کہ ان کو سردی کے موسم میں تنفس شروع ہو گیا۔ پھر انھوں نے اتف کو یزید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ اور جب وہ اس کے پاس ہو کر واپس آئے تو امیر معاویہ نے ان سے پوچھا کہ ہوتم

نے اپنے برادر عزاؤ کو کیسا پایا؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے شباب - نشاط - رشتی اور مزاج دیکھا۔
 اسکے بعد جب امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے تو انھوں نے ضحاک ابن قیس انقراری کو کہا کہ بیٹے
 میں کلام کرونگا۔ اور جب میں چپ ہو جاؤں تو تم لوگوں کو نیرید کی بیعت کے لئے دعوت اور مجھے اس
 امر کیلئے ترغیب دینے لگنا۔ چنانچہ جب امیر معاویہ لوگوں کے سامنے بیٹھے تو انھوں نے ام سلمہ
 کی عظمت و حرمت اور حق خلافت کا اظہار کیا اور خدا سے تعالے نے اولوالامر کی اطاعت
 کا جو حکم دیا ہے اس کو بیان کر کے نیرید اور اسکی فضیلت اور اس کے علم سیاست کا ذکر کیا۔ اور
 اس کی بیعت کو پیش کیا۔ اس کے بعد ضحاک ابن قیس نے ان کے سلسلہ کلام کو جاری رکھا
 اور خدا سے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے امیر المومنین یہ تو لابدی امر ہے کہ آپ کے
 بعد لوگوں کا کوئی والی ہو۔ ہم نے جماعت اور الفت کی آزمائش کر لی ہے۔ اور یہ معلوم کیا
 ہے کہ دونوں چیزیں جانوں کی نہایت درجہ محافظ - آفت و مصیبت کے وقت نہایت
 مناسب - راستوں کو نہایت پر امن کرنے والی اور عقبیت میں بہترین ہیں اور ایام زمانہ
 میں کبی ہے اور وہ پلٹا کھاتے رہتے اور اللہ جل شانہ ہر روز اپنی نئی شان میں ہے۔
 نیرید ابن امیر المومنین میں جہاں تک مجھے علم ہے حسن ہدایت اور سیرت کی میانہ روی ہے۔ وہ
 ہم سب میں بلحاظ علم و علم و حلم و فضل اور رائے میں نہایت ذکی اور ذہین ہے۔ لہذا آپ اسی
 کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد ہمارا سردار اور جاسے پناہ بنائیے تاکہ ہم اس کے سامنے میں
 پناہ لے سکیں اور مسکن گزریں ہو سکیں۔ عمرو بن سعید الاشدری نے بھی اسی قسم کی تقریر
 کی۔ پھر نیرید بن مقفع الخدری نے اٹھ کر کہا۔ کہ یہ (امیر معاویہ کی طرف اشارہ کر کے)
 امیر المومنین ہیں۔ ان کی موت کے بعد یہ (نیرید کی طرف اشارہ کر کے) امیر المومنین ہوگا
 اور اگر کسی نے انکار کیا تو یہ (اپنی تلوار کی طرف اشارہ کر کے) فیصلہ کریگی امیر معاویہ نے
 کہا کہ آپ بیٹھ جائیے۔ آپ سبید الخطاب ہیں۔ ان کے بعد وفود میں جو جو موجود
 تھے انھوں نے تقریر کی۔ پھر امیر معاویہ نے احنف سے کہا کہ اے ابو بکر تم کیا
 کہتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تم سچ کہیں تو آپ لوگوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔
 اور اگر جھوٹ کہیں تو خدا سے خوف آتا ہے اے امیر المومنین آپ نیرید کے لیل و نہار ظاہر و
 باطن اور دخل و خرج سے واقف ہیں۔ پس اگر آپ انکو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ
 خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ انکے متعلق اسکے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو

جبکہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں آپ اس معاملہ کو توشہ دنیا بنا کر نہ چھوڑتے جاسیے۔ اور ویسے ہم پر تو یہی فرض ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ اہل شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ یہ معذری اور عذاتی لوگ کیا کہہ رہے ہیں سچ یہ ہے کہ ہمارے پاس سمع و اطاعت بھی ہے اور شمشیر زنی اور حملہ آوری بھی ہے بعد ازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے۔ غرض کہ امیر معاویہ نزدیک و دور کے آدمیوں کو انعام و اکرام دیتے۔ ان کی خاطر مدارات اور ان پر لطافت و احسان کرتے رہے۔ تا آنکہ کثیر التعداد لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور انھوں نے یزید سے بیعت کر لی۔ جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ جب وہ مدینہ کے قریب پہنچے تو راستے میں سب سے پہلے امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما ملے۔ معاویہ نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ میں ایسے شتر قربانی کو مرجا اور خوش آمدید نہ کہوں گا جس کا خون بہنے والا ہو۔ اور خدا ہی اسے بہا دیگا۔ انھوں نے کہا کہ سنبھل کے بولو قسم بخدا ایسی باتیں میری شان کے خلاف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ میں ضرور بولوں بلکہ اس سے بھی بدتر کے لائق ہو۔ پھر انھیں ابن زبیر لے۔ انہی نے کہا کہ اسے زمین نشیب کے مکار سوسمار (مجھے خوش عیشی اور فراغ بالی نصیب نہ ہو) جو اپنے سر کو سوراخ کے اندر داخل کرتا ہے اور دم کو باہری زمین پر مارتا رہتا ہے۔ اور خدا کی قسم قریب ہے کہ اس کی دم پکڑ لی جائے۔ اور اس کی پشت کو کوٹا جائے۔ میرے سامنے سے دور ہو چنانچہ انھوں نے اپنی سواری کو پھیر لیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن ابن ابوبکر لے ان معاویہ نے کہا کہ اسے راہی بڑھے تیری عقل جاتی رہی ہے۔ میں تجھے اہلاً و سہلاً و مرجا نہیں کہتا۔ پھر ان کو سواری پھیر لینے کو حکم دیا۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر ابن عمر سے بھی ایسا ہی کیا۔ وہ سب سب امیر معاویہ کے ساتھ چلتے رہے۔ مگر انھوں نے ان کی طرف التفات نہ کیا۔ یہاں تک کہ وہ مدینہ میں داخل ہو گئے۔ وہ سب ان کے مکان پر گئے۔ مگر انھوں نے ان کو ان کے مرتبے کے مطابق اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور جس سلوک کے وہ امیدوار تھے وہ سلوک ان سے نہیں کیا۔ اس پر وہ سب صاحب کئے جا کر اقامت پذیر ہو گئے۔ اس عرصے میں معاویہ نے مدینہ میں تقریر کی اور یزید کا ذکر کر کے اس کی معج کی اور کہا کہ اب بتلاؤ کہ عقل و فضل اور مرتبے کے لحاظ سے کون شخص خلافت کا اس سے زیادہ حقدار ہو سکتا ہے ؟

اور میں نہیں سمجھتا کہ وہ لوگ اس حد تک جائیں گے کہ ان کی شامت و خواری کی نوبت آجائے۔
جوان کی جڑوں تک کو اکھاڑ پھینکیں گے۔ اور میں نے تنبیہ کر دی ہے۔ بشرطیکہ تنبیہ سے
کچھ فائدہ ہو، پھر بطور مثل کے یہ شعر پڑھے:-

”وکیہ میں تجھ کو آل مصطلق سے ڈرایا کرتا تھا۔ اور کہا کرتا تھا کہ اسے عمرو میری بات
مان اور چلا جا۔ اگر تو نے مجھے میری طاقت سے زیادہ تکلیف دی تو میری جن جن باتوں
سے تو خوش ہوتا تھا۔ ان ہی سے رنجیدہ ہو گا۔ خبردار جو کچھ میں تجھ کو پلانا چاہتا ہوں ابھی سے
اسے محسوس کر لے اور چلے۔“

اس کے بعد وہ حضرت عائشہ کے پاس گئے۔ ان کو پہلے خبر مل چکی تھی کہ امیر معاویہ نے
امام حسین اور ان کے اصحاب کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اگر وہ بیعت نہ کریں گے تو میں ان
کو قتل کر دوں گا۔ امیر معاویہ نے حضرت عائشہ سے ان سب کی شکایت کی انھوں نے انھیں
نصیحت کی اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم ان لوگوں کو قتل کی دھمکی دیتے ہو۔ امیر معاویہ
بوسلے۔ کہ اسے ام المومنین وہ لوگ اس بات سے بالاتر ہیں۔ لیکن ہوا یہ کہ میں نے یزید کے لئے
بیعت طلب کی۔ ان کے سوا سب بیعت کر چکے ہیں۔ تو کیا آپ یہ خیال فرماتی ہیں کہ میں ایک
بیعت کو بول کر رہنے کے بعد توڑ دوں؟ فرمایا کہ ان سے نرمی کرو کیونکہ خدا چاہے تو وہ
لوگ دہی کریں گے جو کچھ تم چاہتے ہو۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔ حضرت عائشہ
نے معاویہ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم اس بات سے بھی بے خوف نہ ہونا کہ میں کسی شخص کو مقرر
کر کے تم کو قتل کرادوں۔ جو کچھ تم نے میرے بھائی (ان کی مراد محمد بن ابوبکر سے تھی) کیا
ہے وہ تم کو خود معلوم ہے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ہرگز نہیں اسے ام المومنین۔ میں
ایک پیرا من مکان میں ہوں۔ ڈ

جب تک کہ مشیت ایزدی تھی وہ مدینے میں قیام پذیر رہے۔ پھر وہاں سے مکہ چلے گئے
اور لوگ ان سے ملے۔ ان (مذکور الصدر) حضرات نے بھی کہا کہ آؤ ہم بھی معاویہ سے ملیں۔
خاندان وہ اپنے کئے پر نادم و شرمسار ہوں۔ چنانچہ وہ سب امیر معاویہ سے بطن مڑ کے مقام
پر ملاقی ہوئے۔ سب سے پہلے امام حسین ان سے ملے۔ امیر معاویہ نے کہا ”ابلاؤ مرعبا۔ اسے
رسول خدا صلعم کے بیٹے اور جوان مسلمانوں کے سردار!“ پھر ان کے لئے ایک سواری
مہیا کر نیکاحم دیا اور اپنے ہمراہ لیکر چلے۔ اسی طرح باقی حضرات سے بھی کہا۔ ان سب کو اس طرح ساتھ لیکر چلے

کہ ان کے ساتھ ان کے سوا اور کوئی آس پاس نہ تھا۔ "اُنکے وہ مکے پہنچ گئے اس طرح داخلین میں وہ لوگ سب سے اول اور خاریجین میں سب سے پیچھے تھے۔ پھر کوئی دن ایسا آئی نہ جاتا تھا کہ امیر معاویہ انکو انعام و اکرام نہ دیتے ہوں۔ اور ان سے معاملہ معلومہ کے متعلق کوئی ذکر از کار نہ کیا۔ شتے کہ انھوں نے مناسک پور سے گئے۔ ان کا ساز و سامان لا دیا گیا۔ اور انکے چلنے کا وقت تہریب آ گیا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ دیکھو دھوکا مت کھاؤ۔ امیر معاویہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ تمھاری محبت کی بنا پر نہیں ہے۔ بلکہ اس سے وہ اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے تم اس سب کے لئے جواب تیار رکھو۔ چنانچہ ان سب نے اس پر اتفاق کیا کہ ابن زبیر امیر معاویہ سے گفتگو کریں۔ امیر معاویہ نے ان سب کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ آپ سب صاحبوں نے دیکھ لیا کہ آپ سے کیسا اچھا سلوک کرتا ہوں صلہ رحم کرتا ہوں۔ اور آپ کی زیر باری لیتا ہوں۔ نیز یاد آپ کا بھائی اور برادر عزیز ہے۔ اور میرا ارادہ ہے کہ آپ لوگ اس کو خلیفہ کے لقب سے مقدم و ممتاز کریں۔ مگر غل و امر سب کچھ آپ ہی کے ہاتھ میں رہے۔ آپ ہی خراج و مال وغیرہ تقسیم کیجئے۔ وہ ان معاملوں میں آپ سے کسی قسم کا معارضہ نہ کریگا اور دخل نہ دیگا۔ وہ سب کے سب خاموش رہے۔ اس پر امیر معاویہ نے دوسرے ان سے پوچھا کیا آپ لوگ منظور نہیں کرتے۔ پھر ابن زبیر کی طرف مخاطب ہو کر بولے کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ آپ ان حضرات کے خطیب ہیں۔ کہا ہاں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ تین امور میں سے کوئی سا امر اختیار کریں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ آپ ان امور کو پیش کیجئے۔ ابن زبیر نے کہا کہ وہ یہ ہیں۔ یا تو آپ وہ کیجئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ یا وہ کیجئے جو ابوبکر نے کیا تھا۔ یا ویسا کیجئے جیسا عمرؓ نے کیا تھا۔ معاویہ نے پوچھا انھوں نے کیا کیا تھا۔ کہا کہ رسول اللہ نے ایسی حالت میں وفات پائی تھی کہ انھوں نے کسی کو خلیفہ مقرر نہیں فرمایا تھا مگر لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کو منتخب کر لیا۔ امیر نے کہا کہ تم میں ابوبکر جیسا کوئی شخص نہیں ہے۔ اور مجھے اختلاف کا خوف ہے۔ ان حضرات نے کہا کہ ہاں آپ بجا کہتے ہیں۔ تو پھر وہ کیجئے جو ابوبکرؓ نے کیا تھا۔ اور وہ یہ کہ انھوں نے قریش کے ایک درود کے شخص سے جو ان کے عزیزوں میں سے نہیں تھا عہد خلافت لیا۔ اور اگر آپ چاہیں تو وہ کریں جو حضرت عمرؓ نے کیا تھا۔ یعنی کہ انھوں نے اپنے ایسے آدمیوں کی مجلس شوریٰ بنائی جن میں سے ایک بھی ان کی اولاد یا اعزہ میں سے نہ تھا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ کیا تم اس کے علاوہ کچھ کہنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں۔ پھر باقی سب صاحبان

پوچھا کہ آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا قول وہی ہے جو ابن زبیر کا ہے۔
امیر معاویہ بونے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو پہلے ہی سے یہ بات خداؤں کے جوڑا دیا وہ اپنا عذر
پورا کر چکا۔ میں اب لوگوں سے گفتگو کرتا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ آپ لوگوں میں سے کوئی کھڑا
ہو کر لوگوں کے سامنے میری تکذیب کرے تو میں اسے برداشت کر لوں اور اسے
معاف کر دوں۔ میں ایک تقریر کر نیوالا ہوں۔ اور قسم بخدا کہ اگر آپ میں سے کسی نے میری
بات کو رد کیا تو ابھی دوسری بات اس کے منہ تک نہ آنے پائیگی کہ تلوار اسکے سر تک پہنچ جائے گی۔
لہذا ظاہر ہے کہ شخص اپنے اوپر ہی رحم کرے گا۔ یہ کہہ کر ان کی موجودگی میں اپنے محافظ
(صاحبِ حرس) کو بلایا اور کہا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر دو آدمیوں کو تلوار لے کر
کھڑا کر دو۔ اگر ان میں سے کوئی تصدیق یا تکذیب کے ساتھ میری بات کاٹے تو ان دونوں
چاہئے کہ تلوار سے اس کا کام تمام کر دیں۔ اس کے بعد امیر معاویہ اور ان کے ساتھ وہ سب
بھی باہر نکلے۔ تاں کہ امیر معاویہ نے منبر پر چڑھ کر تقریر کا شروع کی جس میں خدا تعالیٰ کی
حمد و ثناء کے بن کہا کہ اس جماعت میں مسلمانوں کے سردار و بہترین لوگ شامل ہیں۔ کوئی انھیں
انکے پورا نہیں ہوتا اور بغیر ان کے مشورے سے نہیں کیا جاتا۔ یہ حضرات راضی ہیں اور نیری سے بیعت
کرتے ہیں۔ اس لئے تم سب بھی خدا کا نام لے کر بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کی
کیونکہ وہ ان حضرات کی بیعت کے ہی منتظر تھے۔

اس کے بعد امیر معاویہ سوار ہو کر مدینے کی طرف چلے گئے۔ جب لوگ ان حضرات
مذکورہ الصدر سے ملے تو انھوں نے کہا کہ آپ لوگوں کو تو یہ زعم تھا کہ ہم نیری سے بیعت نہ کریں گے
پھر آپ لوگ کیوں راضی ہو گئے۔ اور اطاعت کر کے بیعت کیوں کر لی۔ انھوں نے کہا کہ خدا
کی قسم ہم نے ایسا نہیں کیا۔ لوگوں نے کہا کہ اگر آپ کے کس بات نے اس شخص (معاویہ) کی بات کو
رو کرنے سے روکا تھا؟ کہا کہ ہم لوگ بیکسی کے عالم میں تھے اور قتل ہونے سے ڈرتے تھے۔
غرض کہ جب اہل مدینہ بیعت کر چکے تو امیر معاویہ شام کی طرف واپس گئے۔ اور نبی ہاشم پر ظلم
ڈالنا شروع کیا۔ ابن عباس نے ان سے جا کر کہا آپ ہم پر یہ کیسا ظلم کر رہے ہیں معاویہ
نے کہا کہ تمہارے ساتھی نے نیری کی بیعت سے انکار کیا تب تم نے اس کو ناپسند نہ کیا
ابن عباس نے کہا کہ اسے معاویہ مجھے تو عادت ہے۔ میں ساحل کے کسی مقام میں جا کر اقامت
کر دوں گا پھر ایسی گفتگو کروں گا جس کو آپ جان لو گے اور سب لوگوں کو دعوت دوں گا۔ کہ

آپ کے خلاف خروج کریں۔ معاویہ بولے کہ اسے ابو عباس تم لوگوں کو دیا جائیگا اور تم لوگ خوش کئے جاؤ گے اور اپنے ارادوں سے لوٹائے جاؤ گے۔ پ

ایک بیان یہ بھی ہے کہ ابن عمر نے معاویہ سے کہا تھا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں۔ کہ جس امر پر امت کا اجتماع ہو گا میں اسے قبول کروں گا۔ یہاں تک کہ امت کا اجتماع اگر کسی جشی پر ہوا تو بھی میں اس اجتماع میں شامل ہوں گا۔ یہ کہ کردہ مکان کے اندر چلے گئے۔ دروازہ بند کر لیا۔ اور کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ پ

میں یہ کہتا ہوں کہ عبدالرحمن ابن ابوبکر کا ذکر اس قول کے لحاظ سے درست نہیں ہے جس کی رو سے ان کی وفات ۳۵ھ میں واقع ہوئی تھی۔ ان کا ذکر صرف اسی قول پر درست ہو سکتا ہے جس میں ان کی وفات کا اس سال کے بعد واقع ہونا پایا جاتا ہے۔

ابن زیاد کے خراسان سے مغرول ہونے اور سعید بن عثمان ابن عفان کے تقرر کا بیان

اس سال معاویہ نے سعید بن عثمان ابن عفان کو خراسان پر مقرر کیا اور ابن زیاد کو مغرول کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سعید نے امیر معاویہ سے خراسان پر مقرر ہونے کی درخواست کی معاویہ نے کہا کہ وہاں تو عبید اللہ ابن زیاد ہے۔ سعید نے کہا کہ خدا کی قسم میرے والد نے آپ پر وہ احسانات کئے ہیں جن سے آپ اس غایت کو پہنچ گئے کہ نہ کوئی آپ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور نہ اس بلندی پر پہنچ سکتا ہے۔ مگر آپ نے نہ ان کی مصیبت کا بدلہ دیا اور نہ ان کی جزا دی۔ علاوہ اس کے آپ نے اس شخص (یعنی یزید) کو مقدم کر دیا اور لوگوں سے اسکے لئے بیعت لے لی حالانکہ نجد میں اپنے باپ۔ اپنی ماں۔ اور خود اپنے نفس کے لحاظ سے اس سے بہتر ہوں امیر معاویہ نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ تمہارے والد کی مصیبت کی جزا ہم پر واجب ہے۔ باقی رہا ان کو مشکور کرنا۔ سو وہ یہ ہے کہ میں نے ان کے خون کا بدلہ لیا۔ اور یزید پر تمہاری فضیلت کا حال یہ ہے کہ تمہارے والد ضرور مجھ سے افضل تھے۔ مگر تمہاری والدہ کی اس کی والدہ پر فضیلت کے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ مجھے قسم ہے اپنی جان کی کہ قبیلہ قریش کی عورت قبیلہ کلب کی عورت سے اچھی ہوتی ہے۔ باقی رہی تمہاری فضیلت یزید پر سو میں نہیں چاہتا کہ غوطہ تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے۔ اس پر یزید نے کہا کہ اے امیر المؤمنین یہ آپ کے برادر عمر ہیں۔ اور آپ کا فرض ہے کہ ان کے امر میں غور فرمائیں۔ وہ آپ سے ناراض ہو گئے ہیں

آپ ان کی ناراضگی کو دور فرمائیے۔ چنانچہ امیر معاویہ نے سعید بن عثمان کو خراسان کے امور حرب
کا دالی مقرر کر دیا اور اسحق بن طلحہ کو اس کے خراج وصول کرنے پر لگایا اسحق امیر غزوہ کے خازن
بھائی تھے۔ ان کی والدہ ام ابان بنت عقبہ بن ربیعہ تھیں۔ مگر کیونکہ وہ رعبے پہنچ کر فوت ہو گئے
اس لئے امیر معاویہ نے سعید ہی کو جنگ اور خراج کے کاموں پر مقرر کر دیا۔

جب سعید بن عثمان خراسان آئے تو دور یا کو عبور کر کے سمرقند تک گئے۔ وہاں اہل صفد
نے ان پر خروج کیا اور ایک دن رات تک توقف کیا لیکن باہم جنگ نہ ہوئی۔ اس پر مالک
ابن الربیع نے یہ شعر کہا کہ (ترجمہ شعر)

زد تو جنگ صفد کے دن اپنی بزدلی کی وجہ سے کھڑا ہوا اس طرح سے کانپتا رہا کہ
مجھے یہ خوف پیدا ہو گیا کہ تو نصرانی ہو گیا ہے۔

کہیں دوسرے دن سعید سے حملہ کیا۔ اور ان کو پسا کر کے انھیں کے شہر کا محاصرہ
کر لیا۔ انھوں نے صلح کر لی۔ اور اپنے ماں کے عظماء شہر کے پچاس لڑکے بطور ریشمال ان
کو دیتے بعد ازاں وہ وہاں سے شہر ترمذ گئے اور اس کو صلح سے فتح کر لیا مگر اہل سمرقند سے دنا
ہی اور ان کے لڑکوں کو لئے ہوتے مدینے پہنچے۔ ان کے ہمراہیوں میں سے قثم بن عباس
ابن عبد المطلب شہید ہوئے۔

اسی سال ام المومنین جویریہ بنت حارث نے انتقال کیا۔

۷۵۰ھ کے واقعات

اس سال عبداللہ بن قیس نے بلاد روم میں موسم سرما بسر کیا۔
اسی سال مروان ابن حکم مدینے سے معزول ہوا اور اس کی جگہ ولید بن عقبہ ابن ابی سفیان
مقرر ہوئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مروان اس سال خربل نہیں ہوا۔

اس سال ولید بن عقبہ نے وگوں کے ساتھ حج کیا۔
اس سال کوفہ پر ضحاک ابن قیس بصرہ پر عبداللہ ابن زیاد اور خراسان پر سعید
ابن عقیل ابن عقیل مقرر تھے۔

اسی سال امیر معاویہ نے ہمدان بن عامر اور عبداللہ ابن قوامہ السعیدی
سے انتقال کیا مگر ان کو حجابیوں میں سے تھے کہ ان کا نام عبداللہ بن عمرو ابن قحطان السعیدی

تھا۔ اور وہ سعدی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ ان کے والد (جو بنو عامر بن لوی میں سے تھے) نے بنو سعد ابن بکر میں رضاعت پائی تھی۔ ۛ

اسی سال عثمان ابن شیبہ ابن ابی طلحہ العبرسی نے بھی انتقال کیا۔ بنو بنو شیبہ کے صاحبزادے تھے۔ جو کعبہ کے خدام تھے اور اس کی کبھی اب تک ان ہی کی تحویل میں چلی آتی ہے۔ وہ فتح مکہ کے دن (اور ایک روایت یہ ہے کہ جنگ حنین کے دن) ایمان لائے تھے۔ ۛ

اسی سال حیر بن مظعم بن نوفل القرشی نے انتقال کیا۔ وہ بھی صحابی تھے۔ ۛ اسی سال رسول اللہ ﷺ کی زوجہ مطہرہ حضرت آمنہؓ نے بھی انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام حسینؑ کی شہادت کے بعد بعید حیات تھیں۔ ۛ

۵۸ھ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ انصاری نے بلاد روم میں اور عمر بن یزید انصاری (اور بقول بعض بنو ہاشم ابن ابی امیہ) نے بحر میں جنگ کی۔ ۛ

کوفہ سے ضحاک کے معزول ہوا اور ابن ام الحکم کے تقرر کا بیان

اس سال امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس کو کوفہ سے معزول کر کے عبدالرحمن ابن عبداللہ ابن عثمان انصاری کو اسکی جگہ مقرر کیا۔ اس ہی کو ابن ام الحکم کہتے ہیں۔ اور وہ امیر معاویہ کا خواہر زادہ تھا۔ ان ہی کے عمل کے دوران میں اس سال ان خوارج نے خروج کیا جن کو مغیرہ ابن شعبہ نے قید کر رکھا تھا۔ حیان بن ظبیان اسلمی اور معاویہ ابن جویں الطائی نے ان کو جمع کر کے تقریریں کیں اور ان کو جہاد کیلئے برا بھلا کہنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے حیان ابن ظبیان سے بیعت کی۔ اور مقام بانیقیا پر حملہ آور ہوئے۔ ان کی سرزنش کیلئے کوفہ سے فوج بھیجی جس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ ۛ

اس کے بعد اہل کوفہ نے عبدالرحمن ابن ام الحکم کو اس کے سوا اخلاق کی وجہ سے نکال باہر کیا۔ وہ اپنے ماموں امیر معاویہ سے جا ملا۔ جنھوں نے اس کو والی مصر بنا دیا۔ مصر سے دو منزلوں کے فاصلے پر اس کو معاویہ ابن جندب نے بھیج دیا۔ جنھوں نے کہا کہ تم اپنے ماموں کے پاس چلے جاؤ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تم نے ہمارے بھائی اہل کوفہ کے ساتھ جن عداوت و فحشاء سے

کام لیا ہے وہ ہمارے ہاں کام نہ دیں گے۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس واپس چلے گئے۔
 اور معاویہ ابن حدیج بھی امیر معاویہ کے پاس پہلے جب وہ معاویہ کے پاس آتے تو ان کی
 تعظیم کے لئے راستوں پر ریحان کے گلہ سستے بنا کر راستے آراستہ کئے جاتے تھے۔
 انحضرت جب معاویہ ابن حدیج معاویہ کے پاس پہنچے تو ان کی ہمشیرہ ام الحکم ان کے پاس
 موجود تھیں۔ انھوں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ امیر نے کہا کہ یہ تو معاویہ ابن حدیج ہیں۔
 ام الحکم بولیں کہ خدا کرے کہ انھیں خوش عیشی نصیب نہ ہو ان پر تو وہی مثال بھنتی ہے
 کہ معمری کا نام سنتے رہنا اس کے دیکھنے سے بہتر ہے۔ معاویہ ابن حدیج یہ فقرہ سنکر
 کہنے لگے کہ بس بس ام الحکم ذرا سمجھ کے قسم بخدا آپ نے نکاح کیا مگر بزرگی نہیں پائی۔
 آپ نے بیٹا پیدا کیا مگر بنییب و شریف نہ پیدا کیا۔ کیا آپ یہ چاہتی ہیں کہ آپ کا
 یہ فاسق بیٹا ہمارے ہاں آکر بھی اسی طرح رہے جس طرح وہ ہمارے کونے کے
 بھائیوں میں رہا ہے۔ مگر خدا کے تعالے اس کو یہ دکھانا ہی نہیں چاہتا۔ اور اگر اس
 نے ایسا کیا تو خواہ ان کے سامنے بیٹھنے والے بزرگ کو ناگوار ہیں کیوں نہ ہو۔ مگر
 ہم اسے ایسی مار ماریں گے کہ پھر اسے سمجھتے نہ بنیں گے۔ امیر معاویہ نے ام الحکم کی طرف
 مخاطب ہو کر کہا کہ بس اب رک جاؤ۔ اور وہ رک گئیں۔

طلوف بن غلاق کے خروج کا بیان

بصرے میں خواجه کی ایک جماعت تھی جو جہاز ام ایک شخص کے پاس جمع ہوتی۔ اس سے گفتگو
 کرتی اور بادشاہ کی عیب جوئی کرتی تھی۔ ابن زیاد نے اس جماعت کو قید کر دیا۔ پھر ان سب کو بلایا۔ اور
 یہ شرط ان سب کے سامنے پیش کی کہ اگر وہ ایک دوسرے سے لڑیں تو قاتلوں کو مار کر دیا جائیگا
 چنانچہ وہ آپس میں لڑے اور ابن زیاد نے قاتلین کو مار کر دیا۔ ان قاتلین میں طواف بھی تھا۔
 اس کے اصحاب نے اسے لعنت کی۔ اور کہا کہ تم نے اپنے بھائیوں کو قتل کر دیا۔ اس نے جواب دیا
 کہ ہم کو یہ امر نا پسند ضرور تھا۔ اور جو آدمی اپنے ایمان پر ہے وہ کفر کو ضرور نا پسند کرتا ہے۔ اس طرح طواف
 اور اس کے اصحاب پشیمان ہوئے تو انھوں نے کہا کہ اچھا ہم توبہ کئے لیتے ہیں۔ چنانچہ لوگ روایت کرتے
 تھے۔ یہ انھوں نے مقتولین کے دارتوں کو خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے لینے سے انکار کیا۔
 طواف بنہما ابن ثور السدومی سے ملکر دریافت کیا کہ کیا ہمارے توبہ کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں؟

کہا کہ میں کتاب اللہ میں صرف ایک آیت تمہارے مطلب کی پاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ تَمْرًا
 رَبَّكَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا قَاتَلُوا ثُمَّ جَاہَلُوا وَأَوْصَوْا بِأَنْ رَّبَّنَا
 بَعْدَ هَٰذَا لَظُفُورٌ رَّحِيمٌ لہذا طواف نے اپنے اصحاب کو خروج اور ابن زیا کو چاکہ
 قتل کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ انھوں نے شہرہ میں طواف سے بیعت کی۔ وہ اہل بصرہ
 میں سے بنو عبد القیس کے ستر آدمی تھے۔ ان ہی میں سے ایک شخص نے ابن زیا کے پاس
 اس تمام معاملے کی خبری کر دی۔ اور یہ بات طواف کو بھی معلوم ہو گئی۔ اس نے
 اس نے خروج کرنے میں عجلت سے کام لیا۔ چنانچہ وہ لوگ اسی رات کو روانہ
 ہو گئے۔ انھوں نے ایک شخص کو قتل کیا۔ اور مقام جلمار کی طرف روانہ ہو گئے۔ ابن زیا
 نے ہمارے شرط کو بلا کر ان پر تاخت کا حکم دیا مگر جنگ میں شرط کو شکست ہوئی۔ ہوتے
 ہوتے وہ بصرہ میں داخل ہو گئے۔ اور خوارج ان کا تعاقب کرتے ہوئے شہر میں آ گئے۔ اُس
 دن عید الفطر تھی۔ اور لوگ بکثرت جمع تھے۔ ان سے معرکہ ہوا۔ خوارج قتل ہوئے۔ اور صرف
 طواف اور چھ آدمی باقی رہ گئے۔ اس کے گھوڑے کو پیاس لگی۔ اس نے اسے پانی میں ڈال دیا
 اور صر سے شرط ہمارے میں سے ایک شخص نے اسے تیرا کر قتل کر دیا۔ پھر اسے پھانسی پر لٹکا دیا
 بعد ازاں اس کے اہل و عیال نے اسے دفن کر دیا۔ ان کے ایک شاعر نے یہ اشعار کہے (ترجیمہ شاعر)
 ”اے اللہ مجھے تقویٰ اور ثابت قدمی میں صداقت عطا فرما۔ اور میری مہموں میں تو
 میرے لئے کافی ہو جا۔ کیونکہ تو رزاق اور کافی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس چیز کو کھانا ہونے
 والی ہے اس چیز کے بدلے فروخت کروں جو مرد اس طواف کہتے اور ابو شعثار کے دین پر
 باقی رہنے والی ہے جو تیر روی کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے والے تھے“ پو

خوارج میں عروہ ابن ادیہ وغیرہ کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ ابن زیاد نے خوارج پر بہت سختیاں کیں۔ اور ان میں سے ایک
 جماعت کثیرہ کو قتل کر دیا۔ ان ہی مقتولین میں عروہ ابن ادیہ بھی تھا۔ جو ابو بلال مرد اس
 ابن ادیہ کا بھائی تھا۔ ادیہ ان دونوں کی ماں کا نام تھا۔ ان کا باپ حدیر القیمی تھا اس کے
 قتل کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ ابن زیا د گھوڑہ دوڑو کیمنے گیا۔ وہ بیٹھا ہوا گھوڑوں کو دیکھتا
 تھا کہ اس کے پاس چند آدمی آئے جن میں عروہ بھی تھا۔ وہ آگے بڑھ کر ابن زیا کو نصیحتیں کرنے لگا۔

چنانچہ اور باتوں میں یہ بھی کہا کہ "اَتَّبِعُونَ بَيْكُمُ رَفِيعًا"۔ تَعْبَتُونَ وَتَحْذَرُونَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ
تَحْذَرُونَ وَادَّابَطْشَتُمْ جَبَّارِينَ" اس کے اس کہنے پر ابن زیاد کو خیال ہوا کہ اس نے
ایسا صرف اس وجہ سے کہا ہے کہ اس کے ساتھ ایک جماعت ہے۔ اس لئے وہ سوار ہو گیا
اور گھڑ دوڑ کو دیسا ہی چھوڑ دیا۔ عودہ سے کہا گیا کہ تجھے وہ ضرور قتل کر دیگا۔ یہ سن کر وہ
وہاں سے فرار ہو گیا۔ اور کوفہ پہنچا۔ مگر وہاں گرفتار ہو کر ابن زیاد کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے
اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی بیٹی کو بھی قتل
کر دیا البتہ اسکا بھائی ابولبلال مرد اس ایک عابد مجتہد اور خوارج میں عظیم القدر شخص تھا۔ وہ حضرت علی
کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھا۔ مگر اس نے حکیم کو پسند نہ کیا۔ بعد ازاں وہ نہروان میں
خوارج کے ساتھ تھا۔ اور تمام خوارج بالاتفاق اسکو اپنا سردار مانتے تھے۔ اس نے ابن عامر کو
ایک قبائلیہ ہونے دیکھا۔ اور اظہارِ ناپسندیدگی کیا اور کہا کہ یہ فاسقوں کا لباس ہے۔ ابو بکرؓ نے کہا عامر
کے حق میں ایسا نہ کہو کیونکہ جو شخص سلطان سے بغض رکھتا ہے اس سے خدائے تعالیٰ بھی
بغض رکھتا ہے۔ وہ بغیر دریافت حال کے کسی کے قتل کو ناجائز اور عورتوں کے خروج کو
حرام قرار دیتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ ہم صرف اسی سے لڑتے ہیں جو ہم سے لڑے۔ اور اسی کو
خراج ادا کرتے ہیں جو ہماری حمایت کرے بنو ربیع میں بنجار نام ایک عورت تھی۔ وہ لوگوں
کو ابن زیاد کے برخلاف بھڑکایا کرتی تھی۔ اور اس کے ظلم و ستم اور سوریہ کا ذکر کیا کرتی
تھی۔ یہ خوارج کے مجتہدین میں سے تھی۔ ابن زیاد نے اس کا ذکر کیا۔ ابولبلال نے اس سے کہا
کہ تھیض ضرورت پر جائز ہے تم کہیں چھپ جاؤ۔ کیونکہ اس جبار نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ بنجار
نے جواب دیا کہ مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں میرے بدلے کوئی اور شخص محض ظلم و ستم سے گرفتار
نہ ہو جائے۔ چنانچہ ابن زیاد نے اسے گرفتار کر کے اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں
کٹوا دیے۔ ابولبلال بازار میں سے گذر رہا ہوا۔ اس کے پاس سے ہو کر گذر اتوا
دیکھ کر اپنی ڈاڑھی چبانے لگا۔ اور کہا کہ اے مرد اس کیا یہ عورت موت کے
لئے تجھ سے زیادہ خوش ہے کوئی موت جس پر میں مردوں میرے نزدیک بنجار کی موت
سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ ایک مرتبہ ابولبلال کا گذر ایک اونٹ پر ہوا جس پر قطران
لیپا ہوا تھا۔ وہ غش کھا کر گر گیا اور جب ہوش میں آیا تو قرآن شریف کی یہ آیت
پڑھی۔ سَسْأَلُكَ عَنْهُمْ مِنْ قِطْرٍ اِنْ وَتَغْشَىٰ وُجُوهُهُمْ السَّارَ۔

ابن زیاد نے نہایت شدت سے خوارج کی پکڑ دھکڑ شروع کی۔ ان سے قید خانوں کو بھر دیا۔ اور لوگوں کو ان کے سبب سے قید کر دیا۔ وہ ابو بلال کو اس کے بھائی عمروہ کی موت سے پہلے قید کر چکا تھا۔ کیونکہ قید خانے کا دار و عدہ اس کی عبادت دیکھتا تھا۔ اس لئے اس نے اس کو ہر رات کو اپنے اہل و عیال سے مل آنے کی اجازت دے رکھی تھی۔ چنانچہ ابو بلال ہر رات اپنے گھر جاتا اور صبح کو واپس چلا آتا۔ مرد اس کا ایک دوست ابن زیاد سے رات کو باتیں کیا کرتا تھا۔ ایک رات ابن زیاد نے خوارج کا ذکر کیا اور ان کے قتل کا مصمم ارادہ کر لیا۔ مرد اس کے دوست نے اسے یہ خبر سنا دی۔ دار و عدہ محبس نے سخت تشویش میں رات گزار دی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بلال مرد اس کو یہ معلوم ہو جائے اور وہ صبح کو واپس نہ آئے۔ مگر جب وہ وقت آیا جس وقت وہ ہر روز آ جاتا کرتا تھا تو دیکھا کہ وہ چلا آتا ہی۔ دار و عدہ محبس نے اس سے پوچھا کہ کیا آپ کو امیر کے ارادے کی خبر نہیں ہو گئی تھی۔ کہا ہاں۔ پوچھا کہ پھر بھی آپ آگئے۔ مرد اس نے کہا کہ ہاں۔ کیونکہ تمہارے تمام احسانات کا میری طرف سے یہ بدلہ ہونا چاہیے تھا کہ تم کو سزا ہو تی۔ الغرض دوسری صبح کو ابن زیاد نے خوارج کو قتل کیا۔ جب ابو بلال مرد اس کو حاضر کیا گیا تو دار و عدہ محبس (جو عبید اللہ کا رضاعی بھائی تھا) نے اس کی سفارش کی اور تمام قصہ بیان کیا۔ چنانچہ ابن زیاد نے ابو بلال مرد اس کو اس کے حوالے کر کے آزاد کر دیا۔ پھر مگر چونکہ ابو بلال کو ابن زیاد سے خوف تھا۔ اس لئے وہ چالیس آدمیوں کو ہمراہ لیکر اہواز گریسا۔ جب بیت المال کے پاس سے گزرا تو اس میں سے اپنا اور اپنے ہمراہوں کا حصہ نکال کر باقی چھوڑ دیا۔ ابن زیاد نے ان کی نقل و حرکت کی خبر سہرا پا کر سستہ میں دو چار آدمیوں کا ایک لشکر ان کی گوشمالی کے لئے روانہ کیا۔ جس کا سردار اسلم بن زرعۃ الکلابی تھا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ابو حصین التیمی تھا۔ جب وہ فوج ابو بلال کے سامنے پہنچی تو اس نے ان کو خدا کی قسم دیکر کہا کہ وہ اس سے نہ لڑیں۔ مگر اہل فوج نے نہ مانا۔ بلکہ اسلم نے ان کو جماعت کی طرف واپس آ جانے کی دعوت دی۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم ہم کو ابن زیاد سے فاسق آدمی کی طرف واپس پھیرتے ہو؟۔ میں سن کر اسلم کے ایک لشکر میں نے ابو بلال کے ایک آدمی کو تیر مار کر قتل کر دیا۔ ابو بلال نے کہا کہ تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے۔ پھر کیا تھا ابو بلال کے خوارج نے اسلم کی فوج پر یک جان ہو کر دانت کچکچا کر حملہ کیا اور ان کو بھگا دیا۔ وہ شکست کھا کر پھر سے واپس چلے گئے۔ جہاں ابن زیاد نے اسلم کو ملامت کی اور کہا کہ تم کو چالیس آدمیوں نے بھگا دیا۔

حالانکہ تمہارے ساتھ دو ہزار آدمی تھے تم میں کوئی بھٹائی نہیں۔ اسلم نے جواب دیا کہ آپ کو پیچھے میری زندگی میں ملامت کرنا اس سے بہتر ہے کہ آپ میرے مرنے کے بعد میری تعریف کریں یہاں تک نوبت پہنچ گئی کہ بازاریں لڑ کے جب اسلم کو دیکھتے تو غل مچا کر کہتے کہ دیکھنا دیکھنا ابو بلال تمہارے پیچھے آ رہا ہے اسلم نے ابن زیاد سے اس امر کی شکایت کی۔ اس نے لڑکوں کو ایسا کرنے سے منع کیا اور وہ باز آ گئے۔ اس بارے میں خوارج میں سے کسی نے یہ دو اشعار کہے۔ (ترجمہ اشعار)
 دیکھا تم کو یہ زعم ہے کہ تمہارے دو ہزار آدمی مومنین ہیں۔ حالانکہ ان کو چالیس آدمی
 مقسام آسک میں قتل کر ڈالتے ہیں۔ تم جھوٹے ہو۔ جیسا تم سمجھتے ہو ویسا نہیں۔
 بلکہ خوارج ہی مومنین ہیں یا کج

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ولید ابن عقبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اور عقبہ ابن عامر الجہنی نے انتقال کیا۔ وہ صحابہ میں سے تھے۔ اور امیر معاویہ کے ساتھ جنگ صفین میں شریک تھے۔ پڑ
 اسی سال ائمہ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انتقال فرمایا
 اسی سال سمرة بن جندب اور مالک ابن عباد الغافقی نے انتقال کیا۔ یہ دونوں
 حضرات صحابہ کرام میں سے تھے۔ پڑ
 اسی سال عمیرہ ابن یثرب نے جو بصرے کے قاضی تھے انتقال کیا۔ اور ان کی جگہ
 ہشام ابن امیرہ مقرر ہوئے۔ پڑ

۵۹ھ کے واقعات

اس سال عمرو بن مرة الجہنی نے بلاد روم میں موسم سرد یا بسر کیا۔ اور
 جناد ابن ابی امیہ نے بحر میں جنگ کی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس سال
 بحر میں جنگ بالکل نہیں ہوئی۔ پڑ
 اسی سال عبد الرحمن ابن ام الحکم کوفے سے معزول ہوا۔ اور اس کی جگہ
 نعان ابن بشیر الانصاری کا تقرر عمل میں آیا۔ مقدمہ الذکر کے عزل کا سبب پہلے بیان
 ہو چکا ہے۔ یہ بھی روایت ہے کہ اس کا عزل ۵۸ھ کا واقعہ ہے۔ پڑ

عبدالرحمن ابن زیاد کے خراسان پر تقرر کا بیان

امیر معاویہ نے اس سال عبدالرحمن ابن زیاد کو خراسان کا عامل مقرر کیا۔ قیس ابن یثیم السکمی اس سے پہلے وہاں کا والی تھا۔ اس نے اسلم بن زرعہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اور اس سے تین لاکھ درہم وصول کیے۔ پھر

اس کے بعد عبدالرحمن آیا۔ وہ کریم النفس مگر حریص اور ضعیف آدمی تھا۔ اس نے کوئی جنگ نہیں کی۔ اور امام حسینؑ کی شہادت تک خراسان میں رہا۔ اس کے بعد دود کو درہم لے کر یزید کے پاس گیا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تم پناہ تو ہم تم سے محاسبہ کریں اور جو کچھ تمہارے پاس ہے تم سے لے کر تم کو تمہاری حکومت پر واپس بھیج دیں۔ یا نہیں تو جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ تم کو ہی عطا کر کے تمہیں معزول کر دیں۔ بشرطیکہ عبدالرحمن ابن جعفر کو پانچ لاکھ درہم دے دو۔ عبدالرحمن نے کہا کہ یہی بہتر ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ آپ مجھی کو دے دیجئے۔ اور مجھے معزول کر دیجئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ بعد ازاں عبدالرحمن نے ابن جعفر کی طرف دس لاکھ درہم بھیجے اور لکھا کہ ان میں سے پانچ لاکھ یزید کی طرف سے ہیں اور پانچ لاکھ میری طرف سے۔ پھر

ابن زیاد کے بصرے سے معزول ہونے اور پھر اس نے کا بیان

اسی سال معاویہ نے عبید اللہ ابن زیاد کو بصرے سے معزول کیا۔ اور پھر اسی کو مقرر کر دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابن زیاد اور سائر بصرہ کو ہمارے لے کر معاویہ کے پاس آیا جن میں احنف بھی شامل تھے۔ اور عبید اللہ ابن زیاد نے ان سے بدسلوکیاں کی تھیں۔ وہ سب امیر معاویہ کے پاس پہنچے تو امیر موصوف نے احنف کو خوش آمدید کہہ کر اپنے پاس تخت شاہی پر بٹھالایا۔ سب لوگوں نے ابن زیاد کی تعریف و توصیف کی مگر احنف خاموش رہا۔ اس پر امیر معاویہ نے اس سے پوچھا۔ ابو جریہ کیا بات ہے کہ تم نہیں بولتے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر میں کلام کروں تو میں قوم کی مخالفت کرونگا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ اچھا تم لوگ جاؤ۔ میں نے ابن زیاد کو تمہارے ہاں سے معزول کیا۔ اب تم اپنی مرضی سے کسی کو اپنا والی بنا لو۔ چنانچہ ان میں سے کوئی ایسا شخص نہ تھا جس نے بنو امیہ یا اہل شام میں سے کسی نہ کسی شخص کا نام پیش کیا ہو۔

مگر اخحف نے نہ تو اپنی بات چھوڑی اور نہ کسی شخص کو بامزد کیا۔ اس لئے وہ سب چند دن اور مقیم رہے
امیر معاویہ نے ان سب کو دوبارہ جمع کر کے پوچھا کہ تم نے کس کو اختیار کیا۔ ان کے آپس میں
اختلاف ہو گیا۔ مگر اخحف سب سابق خاموش ہی رہا۔ امیر معاویہ نے کہا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے
تم بولنے کیوں نہیں۔ کہا کہ اگر آپ اپنے اہل بیت میں سے کسی کو ہمارا والی بنانا چاہتے ہیں تو
ابن زیاد سے بہتر اور کوئی نہ ملے گا۔ اور اگر کسی غیر کو مقرر کرنا چاہتے ہیں تو آپ خود غور فرمائیں۔
لہذا امیر معاویہ نے زیاد ہی کو دوبارہ مقرر کر دیا۔ اور اس کو اخحف کے ساتھ حسن سلوک کی
نصیحت کی۔ اور ان سے دوری اختیار کرنے کی ہجو کی۔ چنانچہ جب فتنہ اٹھا تو سوائے اخحف
کے اور کسی نے اس سے وفادہ کی۔

یزید ابن مفرغ الحمیری کے بنو زیاد کی ہجو کرنے اور اس کے نتیجے کا بیان

یزید ابن مفرغ الحمیری سبستان میں عباد ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ موزن الذکر جنگ ترکہ کی
وجہ سے اس سے جدا ہو گیا۔ اور ابن مفرغ کو اس سے ملے ہوئے عرصہ ہو گیا۔ اُدھر یہ ہوا کہ
عباد کے ہمراہ جو لشکر تھا اس کو جانوروں کے دانے اور چارے کی وجہ سے تکلیف ہوئی۔
اس پر مفرغ نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ) :-

”کاش کہ (لوگوں کی) ڈاڑھیاں گھاس ہوتیں کہ ان سے مسلمانوں کے چوپاؤں
کو چارہ نول جاتا۔“

اتفاق سے عباد ابن زیاد کی ڈاڑھی بہت لمبی تھی۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مفرغ
نے آپ ہی پر چوٹ کی ہے۔ چنانچہ اس پر ابن زیاد نے مفرغ کو طلب کیا۔ مگر وہ مفرور ہو گیا
اور اس کی ہجو میں کئی قصیدے لکھے۔ ان ہجوؤں میں یہ اشعار بھی ہیں۔ (ترجمہ) :-

”جب معاویہ ابن حرب ہلاک ہونے لگے تو اطراف پالان کو
شکستگی کی خوشخبری دے۔ میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابوسفیان کے ساتھ
اوڑھنی اُٹا کر مباشرت نہیں کی تھی۔ بلکہ وہ ایک مشتبہ فیہ امر تھا جو خوف
اور لرزے کی حالت میں سرزد ہو گیا تھا۔“
اور یہ اشعار بھی۔ (ترجمہ) :-

”ہاں بہت جلد ایک باشندہ یمن کی طرف سے معاویہ کو یہ پیغام پہنچا دو۔ کہ کیا

تو اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ یہ کہا جائے کہ تیرا باپ عقیف تھا۔ اور کیا تو اس سے خوش ہوتا ہے کہ تیرا باپ زانی تھا؟ میں گواہ ہوں کہ تیرا زیاد سے مادری رشتہ ایسا ہی ہے جیسا ہاتھی کا گدھی کے بچے سے یا کُ

جس وقت عبید اللہ ابن زیاد شام میں معاویہ کے پاس تھا۔ یزید ابن مفرغ بھرے پہنچا۔ عبید اللہ کے بھائی عباد نے وہ تمام واقعہ جو اس کے ساتھ گزرا تھا عبید اللہ کو لکھ بھیجا۔ عبید اللہ نے امیر معاویہ کو اطلاع دی اور وہ اشعار پڑھ کر سنائے اور ابن مفرغ کے قتل کرنے کی اجازت طلب کی۔ مگر امیر معاویہ نے اجازت نہ دی۔ بلکہ اس کو ابن مفرغ کی تادیب کا حکم دیا۔ ابن مفرغ غصہ سے پہنچ کر اصف وغیرہ روسائے شہر سے پناہ کا طالب ہوا۔ مگر انھوں نے پناہ نہ دی۔ پھر منذر ابن جارد سے پناہ مانگی۔ چنانچہ اس نے پناہ دی۔ اور اسے گھر میں داخل کر لیا حالانکہ اس کی بیٹی عبید اللہ ابن زیاد کی زوجہ تھی۔ جب عبید اللہ بھرے پہنچا تو اس کو مفرغ کی جائے قیام کی خبر ہوئی۔ اور منذر اس کے پاس برائے صلح گیا۔ مگر عبید اللہ نے شرط کو منذر کے گھر روانہ کیا۔ انھوں نے وہاں پہنچ کر ابن مفرغ کو گرفتار کر لیا۔ اور عبید اللہ کے پاس لے آئے۔ منذر اس وقت اس کے پاس ہی تھا۔ وہ عبید اللہ سے کہنے لگا۔ کہ اے امیر میں نے تو اسے پناہ دی تھی۔ عبید اللہ نے کہا کہ اسے منذر وہ تمھاری اور تمھارے باپ کی مدح کرتا ہے مگر میری اور میرے باپ کی ہجو کرتا ہے۔ پھر تم اس کو میرے خلاف پناہ دیتے ہو پھر عبید اللہ کے حکم سے اسے دو پلائی گئی۔ اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا گیا۔ اور وہ (وہاں کے اثر سے) اپنے کپڑوں میں (جانوروں کی مانند) دھنیں کر رہا تھا۔ اس نے منذر کی کی جھوٹیں یہ اشعار کہے (ترجمہ) :-

ددیں نے فریش کی ہمسائی کو چھوڑ کر بنو عبد القیس قلعہ شقر کے رہنے والوں کی ہمسائی اختیار کی۔ میرا ہمسایہ جذیمہ سوتا ہی رہا۔ اور سوائے ایک صاحب غم آدمی کے کوئی اور شخص ہمسایوں کے جور سے حفاظت و حمایت نہیں کر سکتا۔ اور عبید اللہ کے بھائی شمر کہا (ترجمہ) :-
ابو کعبہ تو نے کیا ہے اسے تو بانی دھوکھنا کر دیگا۔ مگر میرا قول بوسیدہ ہڈیوں تک میں بیٹھ جائیگا :-
اس کے بعد عبید اللہ نے اس کو اپنے بھائی عباد کے پاس سجستان بھیج دیا۔ شام میں اہل یمن نے امیر معاویہ سے اس کی سفارش کی۔ انھوں نے اسے عباد کے پاس سے بلایا۔ چنانچہ وہ امیر معاویہ کے پاس گیا۔ اور راستے میں یہ اشعار کہے (ترجمہ) :-

”شاباش اے گھوڑی جلی چل اب عباد کو تجھ پر امارت حاصل نہیں ہے۔ اور تو ایک آزاد آدمی کو اٹھائے لئے جاتی ہے مجھے اپنی جان کی قسم تجھ کو ایک امام نے موت کے گڑھے سے نجات دی ہے۔ اور امام کی رستی مضبوط ہے مجھے جو یہ اچھی نصرت دی گئی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کر دوں گا۔ اور مجھ سا آدمی معین کا شکریہ قرار واقعی طور پر ادا کیا کرتا ہے“

جب وہ امیر معاویہ کے سامنے گیا تو رونے لگا۔ اور کہا کہ میرے ساتھ جو بلا و جوار بلا تصور سلوک کیا گیا ہے وہ کبھی کسی مسلمان کے ساتھ نہیں ہوا۔ انھوں نے پوچھا کیا تو نے ہی وہ قصیدہ نہیں کہا تھا کہ جس کے شروع میں تھا ”معاویہ ابن حرب کو یہ پیغام پہنچا دو“ وغیرہ۔ کہا کہ قسم ہے اس خدا کی جس نے امیر المؤمنین کا حق بہت عظیم الشان کیا کہ میں نے وہ قصیدہ نہیں کہا تھا۔ بلکہ وہ مردان کے بھائی عبدالرحمن ابن حکم نے کہا ہے۔ اور مجھے زیاد کی ہجو کا ذریعہ بنایا ہے۔ امیر معاویہ نے سوال کیا۔ کہ کیا تو نے یہ شعر نہیں کہا جس میں ہے کہ ”میں گواہ ہوں کہ تیری ماں نے ابوسفیان سے مباشرت نہیں کی“ اور اس کے علاوہ اور بہت سے اشعار جن میں تو نے ابن زیاد کی ہجو لکھی ہے۔ اچھا جا۔ ہم نے تجھے معاف کیا۔ خدا کی زمین میں جہاں چاہے تو چلا جا۔ چنانچہ وہ موصول گیا۔ اور وہیں نکاح کیا۔ جس رات وہ پہلی مرتبہ اپنی بیوی کو اپنے گھر لایا۔ اسی کی صبح کو وہ شکار کے لئے نکلا تو اسے ایک آدمی گدھے پر سوار ملا۔ ابن مفرغ نے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ اس نے کہا کہ ”اہواز سے“ پوچھا کہ ماہِ سرقان کا کیا حال ہے۔ جواب دیا کہ ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔ اسے بھرے جانیکا شوق ہوا۔ چنانچہ وہ واپس گیا۔ اور عبید اللہ کے پاس پہنچا۔ اس نے اسے امان دی۔

امیر معاویہ عبدالرحمن ابن حکم سے ناراض ہو گئے۔ اسکی سفارش کی گئی تو امیر معاویہ نے کہا کہ جب تک ابن زیاد اس سے راضی نہ ہو جائیگا میں راضی نہ ہوں گا۔ اس پر عبدالرحمن ابن زیاد کے پاس بھرے گیا۔ اور اس کی تعریف میں یہ دو شعر کہے (ترجمہ) :-
 وہ تم آل حرب میں ایک زیادتی ہو۔ میرے لئے میرے بیٹوں سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ میں تم کو بھائی۔ چچا۔ اور چچیل بھائی سمجھتا ہوں مجھے غیب کی خبر نہیں کہ تم مجھے کیا سمجھتے ہو“

اس نے کہا کہ تم کیا برسے شاعر ہو۔ اور اس سے راضی ہو گیا۔ پڑ

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں والیان ملک پر تھے:- کوفہ میں نعمان ابن بشیر۔ بصرے میں عبید اللہ ابن زیاد۔ مدینے میں ولید ابن عقبہ۔ خراسان میں عبدالرحمن ابن زیاد۔ سجستان میں عبدا بن زیاد۔ اور کرمان میں شریک ابن اعور۔ پڑ

اسی سال قیس ابن سعد بن عبادۃ الانصاری نے مدینے میں انتقال کیا۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ ان کا انتقال شام میں ہوا۔ وہ حضرت علیؑ کے ساتھ اہل تمام جنگوں میں شریک تھے۔ پڑ

اسی سال سعید ابن عاص نے انتقال کیا جو سال ہجرت میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد جنگ بدر میں بحالت کفر مارے گئے تھے۔ پڑ

اسی سال مرثدہ ابن کعب البہری السہلی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابی تھے۔ پڑ
اسی سال ابو محمد ورة النجفی جو رسول خدا صلعم کے مؤذن تھے۔ مکے میں فوت ہوئے۔ وہ اپنی موت کے دن تک برابر مکے میں اذان دیتے رہے۔ ان کے بعد انکی اولاد کو یہی منصب نصیب ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۶۹ھ میں ہوئی۔ پڑ
اسی سال عبداللہ بن عامر ابن کرین نے مکے میں وفات پائی۔ اور عرفات میں دفن ہوئے۔ پڑ

اسی سال ابو ہریرہ نے بھی وفات پائی اور کیونکہ ان کو حضرت عثمانؓ سے بہت محبت تھی اس لئے ان کے جنازے کو ان کے صاحبزادوں نے ہی اٹھایا۔ پڑ
اسی سال مسلمانوں نے حصن مکنج پر حملہ کیا۔ عمیر ابن جبال السہلی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ فیصل شہر پر چڑھ گئے۔ اور جب تک اہل روم کو زک نہ دے لی برا فیصل ہی پر لڑتے رہے۔ پھر مسلمانوں نے فیصل پر چڑھ کر شہر کو فتح کر لیا اس طرح اس شہر کی فتح عمیر کے ہاتھ پر ہوئی۔ عمیر اس پر بہت فخر کیا کرتے تھے اور اس واقعے کو ان کا ایک قابل فخر کارنامہ سمجھا جاتا ہے۔ پڑ

۳۰۰ کے واقعات

اس سال مالک ابن عبداللہ نے سوریہ میں جنگ کی۔ اور جنادہ سے جزیرہ دوس میں داخل ہو کر (بقول بعض) اس کے شہر کو منہدم کر دیا۔
اسی سال امیر معاویہ ابن ابی سفیان نے انتقال کیا۔ اس سے قبل وہ اہل البصرہ کے وفد سے یزید کے لئے بیعت لے چکے تھے۔

امیر معاویہ ابن ابی سفیان کی وفات کا بیان

امیر معاویہ نے اپنی بیماری سے قبل ایک تقریر کی اور کہا کہ میں ایک ایسی کھیتی کی طرح ہوں جس کے کاٹنے کا وقت آ گیا ہو۔ تم پر میری حکومت اس قدر طویل ہو گئی ہے کہ تم مجھ سے اور میں تم سے اکتا گیا۔ اور تم میرے اور میں تمہارے فراق کی آرزو کرنے لگا میرے بعد جو شخص تم پر حکمرانی کرے گا وہ ایسا ہو گا جیسے میں اچھا ہوں اور جیسا اسی طرح جس طرح کہ میرے پیش رو مجھ سے اچھا تھا۔ کہتے ہیں کہ جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے۔ اس سے خدا بھی ملنا چاہتا ہے۔ یا اللہ میں بھی تجھ سے ملنے کا خواہشمند ہوں تو بھی مجھ سے ملنے کا ارادہ کر۔ اور اور اس ملاقات کو میرے لئے باعث برکت بنا۔ ایک بے تھوڑا ہی عرصہ گزر چکا کہ ان کامرمن شروع ہو گیا۔ جب وہ اس مرض موت میں مبتلا ہوئے۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے یزید کو بلا کر کہا کہ بیٹا میں نے تمہارے لئے حکومت اور حکمرانی کا پورا بند و بست کر دیا ہے۔ مشکل امور کو تمہارے پیروں کے نیچے روند دیا ہے۔ دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے۔ اور عریضوں کی گردنوں کو تمہارے لئے تھکا دیا ہے اور اس قدر مال و متاع جمع کیا ہے کہ کبھی کسی نے اتنا نہ جمع کیا ہو گا۔ اہل حجاز کا خیال رکھنا کیونکہ وہ تمہارے اصل ہیں۔ ان میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے۔ اس سے برا کلام پیش آنا۔ اور ان میں سے جو دور ہوں ان کا خیال رکھنا۔ اہل عراق پر بھی نظر رکھنا۔ اگر وہ تم سے ہر روز ایک عامل کو معزول کر دینے کو کہیں تو ضرور ایسا ہی کرنا۔ کیونکہ ایک عامل کا معزول کر دینا اس سے بہتر ہے کہ ایک لاکھ تواریں تمہارے خلاف کھینچی جائیں۔ اہل شام کو بھی نگاہ میں رکھنا چاہئے کہ وہ تمہارے دوست اور راز دار ہو جائیں۔ اگر تم کو اپنے دشمن کی طرف سے کچھ شبہ ہو تو انھیں سے مدد لو اور جب تم ان پر غالب آ جاؤ تو اہل شام کو ان کے

وطن کی طرف واپس بھیج دے۔ کیونکہ اگر وہ وطن کے علاوہ اور کہیں اقامت گزریں ہو جائے تو ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس امر خلافت میں قریش کے پاراشخاص کے سوا اور کوئی تم سے نزاع کرے گا۔ (۱۶) حسین بن علی (۲۵) عبداللہ بن عمر (۳) عبداللہ ابن زبیر (۴) عبدالرحمن ابن ابوبکر۔ ابن عمر تو وہ آدمی ہیں جن کو عبادت سے جلا دیا ہے۔ اور جب ان کے سواے اور کوئی شخص ہمتوار مخالف نہ رہ جائے گا تو وہ بھی تم سے بیعت کر لیں گے۔ حسین بن علی (رضی اللہ عنہما) ایک خفیف سے آدمی ہیں۔ اور جب مکہ اہل عراق ان کو مقابلے پر نکال دیں دم نہ لیں گے۔ اگر وہ آمادہ ہو جائیں اور تم ان پر کامیابی حاصل کر لو۔ تو ان سے درگزر کرنا۔ کیونکہ وہ تمہارے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور ان کا بہت کچھ حق ہے۔ ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی قرابت ہے۔ ابن ابی بکر کا یہ حال ہے کہ جیسا وہ اپنے اصحاب کو کرتے دیکھیں گے ویسا ہی کریں گے۔ سواے اس کے کہ وہ عورتوں سے نطف اٹھائیں یا بہو واجب میں مشغول ہو جائیں۔ انہیں اور زیادہ ہمت نہیں البتہ وہ شخص جو شیر کی طرح تم پر حملہ کر کے پچھاڑنا چاہے گا اور تم سے لومڑی کی طرح مکاریاں اور فریب کرے گا۔ اور جب اسے موقع ملے گا تو یکایک تم پر ٹوٹ پڑے گا وہ ابن زبیر ہے۔ تو اگر وہ تمہارے ساتھ ایسا کرے اور تم اس سے جیت جاؤ تو اس کے بدن کا جوڑ جوڑ کاٹ دینا۔ اور جہاں تک تم میں طاقت ہو اپنی قوم کے جان مال کی حفاظت کرو۔ اسی طرح اس روایت میں عبدالرحمن بن ابی بکر کا ذکر ہے اور وہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ وہ امیر معاویہ کے انتقال سے پہلے ہی فوت ہو چکے تھے اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یزید اپنے باپ کے مرض اور موت کے وقت دماغ موجود نہ تھا۔ بلکہ امیر معاویہ نے ضحاک ابن قیس اور مسلم ابن عقبہ المری کو بلا کر یہ حکم دیا تھا کہ وہ ان کے بیٹے یزید کو یہ پیغام پہنچا دیں اور بھی صحیح ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے دمشق میں انتقال کیا۔ ایک روایت ہے کہ ان کا انتقال رجب کی پہلی تاریخ کو ہوا۔ ایک روایت ہے کہ نصف رجب میں اور ایک بیان ہے کہ رجب کے ختم ہونے سے آٹھ روز قبل جس دن سے ان کے لئے اجتماع امر و اورامام حسن نے ان سے بیعت کی اس دن سے انکی حکومت کا زمانہ انیس سال تین ماہ اور ستائیس روز کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کی حکومت کا عرصہ انیس سال اور تین ماہ تھا۔ یہ بھی

کہتے ہیں کہ چند روز کم تین ماہ کا تھا۔ اس وقت ان کی عمر بہ روایت پچھتر اور بہ روایت تہتر برس کی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اٹھتر اور بہ روایت پچاسی برس کی عمر میں انتقال کیا کہتے ہیں کہ جب مرض نے شدت پکڑی اور ان پر رعبہ طاری ہو گیا تو انھوں نے اپنے اہل خانہ کو کہا کہ میری آنکھوں میں سرمہ بھر دو۔ اور میرے سر میں تیل لگا دو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور ان کے چہرے پر تیل کی مالش کر دی پھر ان کے لئے فرش بچھایا گیا اور وہ بیٹھ گئے اور لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جنہوں نے کھڑے کھڑے سلام کیا۔ کوئی شخص بیٹھنے نہ پایا۔ جب وہ لوگ ان کے پاس واپس گئے تو کہنے لگے کہ وہ نہایت تندرست ہیں۔ امیر معاویہ نے ان کے باہر جانے کے وقت یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ) :-

میرا بہ تکلف صحیح (یا تندرست) بننا ان لوگوں کے لئے ہے جو مجھے مصیبت میں دیکھ کر خوشی کریں گے۔ ان کو میں دکھاتا ہوں کہ میں حوادث زمانہ سے ناقواں رہے ہوں نہیں ہوتا۔ مگر جب موت اپنے بچے کاڑھتی ہے تو میں کو کیا ہے کہ اس وقت کوئی تعویذ کام نہیں آتا۔ ان کی آنکھیں اوپر کو چڑھتی جاتی تھیں۔ چنانچہ وہ اسی دن انتقال کر گئے۔ جب وفات کا وقت آن پہنچا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک کتاب بچھایا تھا۔ جسے میں نے محفوظ رکھا ہے۔ ایک دن آنحضرت نے اپنے ناخن کٹوائے تھے۔ میں نے ان ناخنوں کے ٹکڑے اٹھا کر ایک شیشہ میں رکھ لئے تھے۔ جب میں مر جاؤں تو وہ کتاب مجھے بچھا دینا۔ اور ان ناخنوں کو پیسکر میری آنکھوں اور منہ میں چھڑک دینا۔ ممکن ہے کہ خدا سے قائلے ان کی برکت سے مجھ پر رحم فرمائے یا یہ کہ ہر اشمب ابن زمیلۃ النہشلی کی ان دو بیٹیوں کو بطور مثل پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”جب میں مر جاؤں گا تو لوگوں میں بخشش وجود میں جائیگی صرف عطا قلیل رہ جائیگی ساکین کے ہاتھ رد کئے جائیں گے اور لوگ ایک حدیث کیساتھ دین دنیا سے رک جائیں گے۔ اس پر ان کی بیٹی نے کہا کہ نہیں امیر المؤمنین ایسا کیوں ہوگا۔ خدا آپ کی تکلیف کو دور کرے۔ یہ سن کر انھوں نے ہڈی کا مذکورہ بالا شعر جب موت اپنے بچے کاڑھتی ہے“ وغیرہ بطور تمثیل پڑھا۔ اور اپنے اہل عیال سے کہا کہ خدا سے پناہ مانگو کیونکہ جس کو خدا نہیں بچاتا اسے کوئی محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اس کے بعد ان کا خاتمہ ہو گیا۔ انھوں نے

دصیت کی تھی کہ ان کا نصف مال بیت المال کو دے دیا جائے گویا ان کی خواہش یہ تھی کہ ان کا باقی مال اُن کے لئے پاک ہو جائے کیونکہ حضرت عمرؓ اپنے غلاموں کے مال کا حساب لگا کر ملحوظ ان کی آمدنی کے حسب قدر مال ان کے قبضے میں زیادہ پاتے وہ بیت المال میں داخل کر لیا کرتے تھے۔ وفات کے وقت انھوں نے یہ دو شعر پڑھے۔ (ترجمہ) :-

”یا اہی اگر تو مناقشہ کرنے تو تیرا مناقشہ عذاب ہوگا۔ جس کے برداشت کی مجھ میں طاقت نہیں ہے۔ اپنے ایسے بندے کے گناہوں سے درگزر جس کے گناہ ذرات خاک کی طرح ہیں۔ اور تو بڑا درگزر کرنا والا ہے“

جب ان کا مرض بڑھ گیا تو ان کی صاحبزادی رملہ ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر جو نہیں دیکھنے لگیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ جس سر کی تم جوئیں دیکھ رہی ہو وہ امور دنیوی میں اسٹ پلٹ کرنے کا مشتاق تھا۔ اس نے جوانی سے پیری کے زمانے تک رومال جمع کیا۔ کاش کہ وہ آگ میں نہ جھونکا جائے۔ پھر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”میں نے تمہارے لئے ایک رنج کش آدمی کی طرح کوشش کی ہے اور تم کو جگہ جگہ مارے مارے پھرنے سے بچا لیا ہے“

ان کو یہ معلوم ہوا کہ چند آدمی ان کی موت سے خوشی ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر انھوں نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”اے لوگو! اگر تم نہ مریں تو کوئی اور ہے جو ہمیشہ زندہ رہے گا۔ کیا موت میں کوئی عار کی بات ہے؟“

اپنے مرض کے زمانے میں وہ بعض دفعہ خلط ملت بائیں کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انھوں نے کہا کہ ہم میں اور غوطہ میں کتنا فاصلہ ہے۔ یہ سنکر ان کی صاحبزادی نے صیغہ کر کہا ”واخرناہ“ اس سے ان کو ہوش آگیا اور وہ کہنے لگے اگر تم گھبرا گئیں تو تم نے ایسی بات دیکھی ہے جو اس قابل ہے کہ اس سے گھرایا جائے۔

جب امیر معاویہ کا انتقال ہو گیا تو ضحاک ابن قیس ان کے کفن کو اپنے ہاتھوں پر رکھے ہوئے باہر آیا۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ امیر معاویہ عرب کے عہد (نظر) عرب کے حد (بچانے والے) اور عرب کے جد (اقبال مند) تھے خدا تعالیٰ نے انکے ذریعہ فتنے کو منقطع کیا اور انکو اپنے بندوں پر بادشاہ بنایا۔ ان کے ہاتھوں سے ملکوں کو فتح کرایا۔ وہ انتقال کر گئے

ہیں۔ اور یہ دیکھو بیان کا کفن ہے۔ ہم انکو اس میں اور پھر قبریں داخل کر دیں گے۔ اور پھر وہ جانیں اور انکے اعمال جانیں۔ پھر قیامت کے دن تک یہی فتنہ و فساد رہے گا جو کوئی ان کے جنازہ پر حاضر ہونا چاہے نماز ظہر کے وقت حاضر ہو جائے۔ ضحاک سے ہی ان کے جنازہ کی نماز ادا کی۔ پھر کہتے ہیں کہ جب امیر معاویہ کو مرض کی شدت ہوئی تو اسوقت ان کا بیٹا یزید حواریں میں تھا اس کو اس واقعے کی خبر دی گئی اور آنے کی تاکید کی گئی۔ تاکہ وہ اپنے باپ کو دیکھ سکے۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ ہے)۔

”قاصد اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا خط لے آیا۔ اس کے اس کا غصہ سے دل خوف کی وجہ سے کانپنے لگا۔ ہم نے کہا کہ تجھ پر خدا کی ماریہ تو بتلا کہ اس کا غصہ میں کیا ہے اس نے کہا کہ خلیفہ کا یہ حال ہے کہ مرض کی شدت کی وجہ سے اس سے اب بھی نہیں سکتے پھر ہم نے مہار اور دشمنیوں کو گھٹایا اور ان کے ذریعے سے راستوں کو طے کرنا شروع کیا۔ اور ہم کو انھیں تیز تیز چلاسنے کی ضرورت بھی نہ پڑی۔ مگر زمین ہلنے اور ہم کو ہلانے لگی۔ گویا کہ اس کے ارکان کے حصے ٹوٹ گئے ہیں۔ جو شخص اپنے نفس کی شرافت کو پورا نہیں کرتا۔ قریب ہے کہ اس نفس کے امور ساقط ہو جائیں۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ مکان کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور رملہ کی آواز نے دل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے۔ دل بدحواس ہو جانیکے بعد پھر کسی قدم ہوش میں آیا اور نفس جانتا ہے کہ وہ بے قراری پر ثابت ہے۔ ابن ہند اور اس کے مجد کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ دونوں ساتھ ہی رہتے تھے ساتھ ہی ختم ہو گئے۔ وہ سفید رو اور کشادہ ابرو آدمی تھا۔ بادل اس سے پانی طلب کیا کرتے تھے اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ قریحہ اندازی کرے تو ضرور باری ہیبت کا غرض کہ یزید اسوقت پہنچا جب کہ امیر معاویہ مدفون ہو چکے تھے اور سوائی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھی۔ پھر

امیر معاویہ کے نسب ان کی کنیت اور ان کی ازواج و اولاد کا بیان

ان کا نسب معاویہ ابن ابی سفیان (اور ابو سفیان کا نام) صحابہ بن حرب ابن امیہ ابن شمس ابن عبد مناف ابن قصی ابن کلاب۔ اور کنیت ابو عبد الرحمن ہے۔ ان کی ازواج میں بیسویں بنت بحدل ابن انیف الکلبیہ ہے۔ جو ان کے بیٹے یزید کی ماں تھی۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ کے ایک بیٹے بھی تھے جس کا نام امۃ رب المشارق تھا۔ مگر وہ چھوٹی عمر میں انتقال کر گئی۔ علی ہذا ان کی ازواج میں فاتحہ بنت قرظہ بن عبد عمرو

ابن نوفل بن عبد مناف بھی ہے جس سے عبدالرحمن اور عبداللہ ہوئے۔ یہ عبداللہ اصحق تھا۔ ایک دن ایک خراس دے کے اہل گیا۔ اس کا خیر خراس میں جتا ہوا تھا اور اس کے گلے میں گھٹیاں بڑی ہوئی تھیں۔ عبداللہ نے خراسی سے گھٹیوں کے متعلق سوال کیا اس نے کہا کہ یہ اس لئے ہیں کہ وہ چلتے چلتے ٹھہر جاتے تو مجھے معلوم ہو جاتے کہ ٹھہر گیا ہے۔ اور چکی نہیں چلا رہا۔ کہا کہ اگر وہ کھڑا ہی کھڑا سر ہلا کرے تو تم کو کیا معلوم ہو گا کہ وہ کھڑا ہے۔ خراسی نے کہا کہ میرے خچر میں اتنی عقل نہیں جتنی امیر میں ہے۔ راہ عبدالرحمن سودہ صغیر سنی میں انتقال کر گیا۔ ازواج میں نائلہ الکلبیہ بھی تھی امیر معاویہ نے میسوں سے کہا کہ ذرا اسے دیکھ لو۔ اس نے دیکھا اور کہا کہ خوب صورت تو ہے مگر اس کی ناف کے نیچے ایک تل ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ اس کے خاوند کا سر اس کی گود میں کھا جائیگا۔ اس پر معاویہ نے اسے طلاق دے دی اور حبیب بن مسلمہ الفہری نے اس سے نکاح کیا۔ اس کے بعد نائلہ نے نعمان ابن بشیر سے نکاح کیا جو شہید ہوا اور اس کا سر نائلہ کی گود میں رکھا گیا۔ ان ازواج کے علاوہ کنوۃ بنت قرظہ فاختہ کی بہن تھی جنگ تبوک کے دوران میں وہ امیر معاویہ کے ہمراہ تھی۔ اور وہیں اس کا انتقال بھی ہوا۔ ڈ

امیر معاویہ کی سیرت ان کے احوال ان کے قضاۃ و کتاب کا بیان

جب امیر معاویہ کے لئے خلافت کی بیعت ہو گئی تو انھوں نے قیس ابن حمزہ المذانی کو اپنے شرط پر مقرر کیا۔ مگر پھر ان کو مفرول کر کے ان کی جگہ زہل بن عمر العذری کو مقرر کیا اور ایک دوا میں اس کو سلکی کیا گیا ہے ان کا کاتب اور صاحب امر (مستند پیشی) سرجون رومی تھا ان کے حرس (باڈی گارڈ) کا افسر خنار نام ایک موٹی۔ اور بقول بعض ابوالمنارق مالک تھا جو بنو حمیر کے موالی میں سے تھا۔ امیر معاویہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے حرس مقرر کئے۔ عہدہ حجابت پر ان کا آؤ کر وہ غلام سعد مقرر تھا۔ اور فضالہ ابن عبید اللہ انصاری ان کے قاضی تھے۔ وہ انتقال کر گئے تو ان کی جگہ ابوالریس الخولانی قاضی ہوئے۔ ان کے علاوہ عبید اللہ ابن مہسن الکھیری امیر معاویہ کے دیوان خاتم پر مقرر تھے۔ امیر معاویہ سب سے پہلے شخص تھے جنھوں نے دیوان خاتم مقرر کیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ امیر معاویہ نے حکم دیا کہ عمرو بن زبیر کو ایک لاکھ درہم دیا جائے۔ اور یہ حکم زیادہ کو لکھ بھیجا۔ عمرو نے خط کھول لیا اور پکارتا ایک لاکھ درہم

دو لاکھ بنا دیا۔ جب زیاد نے امیر معاویہ کے پاس حساب روانہ کیا تو انھوں نے اس سے لاعلمی ظاہر کی اور عمرو سے درہم طلب کئے اور ان کو قید کر دیا۔ اس کے بھائی عبداللہ بن زبیر نے ان کی طرف سے رقم مطلوبہ ادا کر دی اس موقع پر امیر معاویہ نے دیوان خاتم قائم کیا اور خطوط کی حفاظت کرنے لگے۔ مگر اس سے قبل کوئی احتیاط نہیں کیا جاتی تھی۔ پڑا

حضرت عمر ابن خطاب کا قول تھا کہ تم کسریٰ اور قیصر اور ان کے علم و دانش کی تعریف کرتے ہو حالانکہ خود تم میں معاویہ موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ عمرو ابن العاص اہل مصر کو ہمراہ لئے ہوئے مصر سے معاویہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے اہل مصر سے کہا کہ معاویہ کو خلافت کا سلام (یا امیر المؤمنین کہئے) نہ کرنا کیونکہ اس سے ان کے دل میں تمہارا خوف رہے گا۔ اور جہاں تک ہو سکے ان کی تحقیر ہی کرنا۔ جب لوگ معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے اپنے حاجب سے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن نابغہ آیا ہے۔ اس نے لوگوں میں میرے امر کو حقیر کر دیا ہے دیکھتے رہو جب وہ لوگ داخل ہوئے لگیں تو تم سے جہاں تک بن سکے زور سے لٹکار کر ان کو سلام کرنے اور گھبراہٹ سے پر مجبور کر دینا۔ ان لوگوں میں سے سب سے پہلے ابن خیاط نام ایک شخص داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی کہا کہ ”السلام علیک یا رسول اللہ“ اور باقی آدمیوں نے بھی اسکی متابعت کی۔ جب وہ سب باہر پس گئے تو عمرو نے ان سے کہا کہ تم پر خدا کی قسم کا رہا ہوں۔ میں نے تو تم کو منع کیا تھا کہ معاویہ کو امارت کا سلام مت کرنا اور تم نے بغضب و عداوت کا نبوت کا سلام کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ عبید اللہ ابن ابی بکر معاویہ کے پاس گئے۔ ان کا بیٹا بھی ساتھ تھا اس نے خوب ڈٹ کر کھانا شروع کیا معاویہ نے کن انکھیاں سے دیکھ لیا۔ عبید اللہ نے یہ معلوم کر کے چاہا کہ اپنے بیٹے کو اشارے سے منع کر دیں۔ مگر جب تک وہ کھانے سے فارغ نہ ہو گیا اس نے سر ہی نہ اٹھایا۔ اس کے بعد عبید اللہ پھر معاویہ کے پاس گئے مگر اب کے ان کا بیٹا ان کے ساتھ نہ تھا۔ معاویہ نے پوچھا کہو تم میرے کیا خوار بیٹے کا کیا حال ہے۔ کہا کہ وہ بیمار ہو گیا ہے۔ معاویہ بوسے میں پہلے ہی جان گیا تھا۔ کہ اس کا کھانا ضرور اسے بیمار کر دے گا۔ جویریہ ابن اسماء کہتے ہیں کہ ابو موسیٰ الاشعری ایک مہارہ لوطی اور مہارے ہوئے معاویہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ السلام علیک یا امین اللہ معاویہ نے کہا کہ تم و علیک السلام۔ جب وہ واپس چلے گئے تو معاویہ نے کہا کہ شیخ اس غرض سے

آئے تھے کہ میں ان کو والی بنا دوں۔ خدا کی قسم میں انھیں ہرگز والی نہ بناؤں گا عمرو بن العاص نے معاویہ سے کہا کہ میں سب سے زیادہ آپ کا خیر خواہ نہیں ہوں۔ کہا جو کچھ تم نے حاصل کیا ہے اسی سے حاصل کیا ہے۔ جویر بن اسماء کا بیان ہے کہ لسرا بن ابی ارطاة نے امیر معاویہ کے پاس بیٹھ کر حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو گالیاں دیں۔ اس وقت حضرت زید بن عمرؓ ابن الخطاب موجود تھے (جن کی والدہ ام کلثوم بنت علیؓ تھیں)۔ زید نے ایک عصا اٹھا کر لسرا کو مارا۔ امیر معاویہ نے زید سے کہا کہ تم نے قریش کے شیخ اور اہل شام کے سردار پر دست درازی کی اور مارا۔ پھر لسرا سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم حضرت علیؓ کو جمع عام میں گالیاں دیتے ہو۔ حالانکہ وہ زید کے نانا ہیں اور پھر زید فاروق کے بیٹے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ وہ اس پر صبر کر لیں گے۔ اور اس طرح ان دونوں کو خوش کر دیا۔ امیر معاویہ کا قول تھا کہ میں خود کو اس سے بلند رکھتا ہوں کہ میرے عفو سے کوئی بڑا گناہ یا میرے حلم سے کوئی بڑی جہالت ہو یا کوئی ایسی شرمناک بات ہو۔ جس کی میں پردہ داری نہ کر سکوں یا یہ میری بدی میری نیکی سے زیادہ ہو۔ امیر معاویہ نے عبد الرحمن ابن حکم کو نصیحت کی تھی کہ اے میرے بھتیجے تم کو شہر کوئی کا شوق ہے۔ مگر عورتوں کی تعریف و توصیف سے بچے رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی شریف عورت کو بدنام کر دو۔ ہجو کرنے سے بچے رہنا تاکہ کسی کریم النفس شخص کو عیب ناک نہ کر دو۔ اور مکینہ کو نہ بھڑکا دو۔ مدح سے بھی بچے رہنا کیونکہ وہ ایک بے شرم آدمی کی خوراک ہے۔ البتہ اپنی قوم کے مفاخر پر فخر کرو۔ ایسے امثال بیان کر دو۔ جن سے خود مختار نفس کو بھی زینت ہو اور غیر کے لئے تادیب ہو۔ عبد اللہ ابن صالح کہتے ہیں کہ امیر معاویہ سے پوچھا گیا کہ کس شخص کو آپ سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ کہا کہ ایسے شخص کو جو لوگوں میں مجھے سب سے زیادہ عزیز و محبوب بنا دے۔ امیر معاویہ کا قول ہے کہ عقل و علم و حلم بہترین چیزیں ہیں جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کی ہیں چاہئے کہ جب وہ یاد دلایا جائے تو وہ یاد کر لے جب وہ دے یہ شکر کرے۔ وہ آزمائے تو یہ صبر کرے۔ غصہ آئے تو اسے کھا جائے۔ قادر ہو تو خطا بخش دے۔ اور جب کسی کو رنج پہنچائے تو معافی مانگ لے اور وعدہ کرے تو پورا بھی کرے۔ عبد اللہ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص امیر معاویہ سے بہت سختی سے پیش آیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اس سے نرمی سے پیش آئیں گے۔ کہنے

لگے کہ میں لوگوں کے اور ان کی زبانوں کے درمیان حائل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ ہمارے اور ہمارے ملک کے درمیان حائل نہ ہوں۔ محمد بن عامر نے بیان کیا ہے کہ امیر معاویہ نے عبداللہ بن جعفر کو گانے پر برا بھلا کہا۔ اس پر عبداللہ بدیع کو ساتھ لے کر ہوتے امیر معاویہ کے پاس گئے۔ جو اس وقت ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے بیٹھے تھے عبداللہ نے بدیع سے گانے کے لئے کہا اور اس نے گانا شروع کیا۔ امیر معاویہ نے اپنے پاؤں کو حرکت دی۔ عبداللہ نے کہا کہ امیر المؤمنین کیا ہوا۔ معاویہ نے جواب دیا کہ کریم النفس آدمی طرب اندوز ہوتا ہے۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ میں نے معاویہ سے زیادہ کوئی شخص بائنا کے لائق نہیں دیکھا۔ لوگ ان کے پاس اس طرح آتے تھے جیسے کہ ایک وادی کشادہ میں وہ تنگ دل غندی اور خیل شخص کے جیسے نہ تھے ابن عباس کی مراد ابن زبیر سے ہے کیونکہ وہ ان پر رنجیدہ تھے صفوان ابن عمرو کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبدالملک معاویہ کی قبر پر سے گزرا اور وہاں کھڑے ہو کر دعائے مغفرت مانگنے لگا۔ ایک شخص نے پوچھا یہ قبر کسکی ہے۔ کہا کہ یہ اس شخص کی قبر ہے جو جہان تک مجھے معلوم ہے علم سے بولتا اور حلم سے خاموش رہتا تھا۔ جب بھی وہ انعام دیتا تو مالدار کروا دیتا۔ جب جنگ کرتا تو قتل کروا دیتا۔ زمانے نے اسی کو جہنم دے دی جو اس کے بعد دوسروں کو دیر سے دے گا۔ یہ ابو عبد اللہ الرحمن معاویہ کی قبر ہے۔

امیر معاویہ اسلام میں پہلے خلیفہ تھے جنہوں نے اپنے بیٹے کے لئے بیعت لی۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے ذاک کا سلسلہ قائم کیا۔ انہیں نے سب سے پہلے مرکب خوشبو کا نام "غالیہ" رکھا۔ پہلے پہل انہیں نے مسجدوں میں مقصورہ بنایا اور بعض راویوں کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے بیٹھے کر خطبہ کہا۔

بیعت یزید کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال کے ماہ رجب میں یزید سے اس کے باپ کے بعد بیعت کی گئی۔ اس میں جو کچھ اختلاف ہے وہ پہلے بیان ہو چکا ہے جس وقت عنان حکوہ اس کے ہاتھ میں آئی۔ اس وقت مدینہ میں ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان

کے میں عمرو بن سعید ابن العاص۔ بصرہ میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور کوفہ میں نعمان ابن بشیر۔
حاکم تھے۔ یزید کے سامنے ہی ایک امرا ہم تھا کہ جن لوگوں نے امیر معاویہ کے سامنے یزید
کی بیعت کرنے سے انکار کر دیا تھا ان سے بیعت لی جائے۔ اس نے ولید کو ایک خط
لکھا جس میں امیر معاویہ کی وفات کی خبر دی۔ اور اس کے ساتھ ایک اور چھوٹا سا خط
لکھا جس میں تھا کہ ”اما بعد حسنین۔ عبد اللہ ابن عمر۔ اور ابن زبیر کو بیعت کے لئے اس
طرح پکڑو کہ جب تک بیعت نہ کر لیں مطلق نہ چھڑو۔ والسلام“ جب ولید کو امیر معاویہ
کی خبر مرگ ملی تو اس پر یہ خبر بہت گراں گذری۔ اس نے مروان ابن الحکم کو بلایا
اور ان ولید سے پہلے مدینے کا حاکم تھا۔ جب وہ حاکم بن کر آیا تو مروان اس کے
پاس کا ہے ماسے آیا کرتا تھا اور وہ بھی بادل ناخواستہ ولید نے اس کی یہ حرکت
دیکھ کر اپنے ہم نشینوں کی محفل میں اس کو گالیاں دیں۔ مروان نے یہ سن کر اس سے قطع تعلق
کر لیا۔ اور جب تک امیر معاویہ کی خبر مرگ نہ ملی ان کے تعلقات منتقل ہی رہے۔ آخر
جب ولید پر معاویہ کی موت اس قدر گراں گذری۔ اور مذکورہ صدر حضرات سے جو
بیعت لینے کا حکم ہوا تھا اس کا بھی فکر دامن گیر ہوا تو اس نے مروان کو بلایا۔ اس نے
بھی امیر معاویہ کی موت کی خبر خط میں پڑھ کر ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھا اور انکے
لئے دعائے رحمت کی۔ ولید نے اس سے مشورہ طلب کیا۔ کہ کیا کیا جائے مروان
نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ ان سب حضرات کو اسی وقت بلوائیں اور بیعت
کرنے کا حکم دیں۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو خیر آپ بھی قبول کر لیں۔ لیکن اگر وہ انکار کریں
تو قبل اس کے کہ ان کو امیر معاویہ کی وفات کی اطلاع ہو۔ ان کی گردنیں مار دیجئے۔ کیونکہ اگر
ان کو امیر مرحوم کے انتقال کی خبر مل گئی تو ہر ایک شخص ان میں سے ایک ایک طرف چل پڑے گا
اور اظہار اختلاف کر کے اپنے لئے لوگوں کو دعوت دے گا۔ ابن عمر کو تو میں جانتا ہوں
کہ وہ جنگ و قتال نہیں کرنا چاہتے۔ اور نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ وہ والی ہوں۔ سو اس کے
کہ یہ امر ان کو خود بخود دے دیا جائے۔ ولید نے ایک نوجوان شخص عبد اللہ ابن عمرو
ابن عثمان کو امام حسنین اور ابن زبیر کو بلانے کے لئے بھیجا۔ اس نے ان دونوں کو مسجد
میں بیٹھا ہوا پایا۔ اور ایسے وقت میں وہاں پہنچا کہ جس وقت ولید عموماً مجلس عام قائم
نہیں کیا کرتا تھا۔ جو ان نے ان دونوں سے کہا کہ اس وقت امیر کے پاس چلیے۔ انھوں

نے کہا تم چلو ہم بھی آتے ہیں۔ ابن زبیر نے امام حسین سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے کہ ولید سے
 بیعت لینے کے وقت میں کیوں بلایا ہے۔ کہ جب وہ مجلس عام قائم نہیں کرتے؟ امام حسین
 نے کہا مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ انکا طاعنہ ہاک ہو گیا ہے۔ اور ولید نے ہم کو اس لئے
 بلایا ہے کہ قتل اس کے کہ اس کے ہاک کی خبر لوگوں میں عام ہو وہ ہم سے بیعت لینے
 ابن زبیر نے کہا کہ میں بھی یہی سمجھتا ہوں۔ اب آپ کا کیا ارادہ ہے۔ آپ کیا کریں گے؟
 امام حسین نے فرمایا میں اپنے جوانوں کو اسی وقت جمع کرتا ہوں اور ان کو تمہارے کر ولید
 کے مکان پر بلاتا ہوں۔ ان کو باہر ٹھلا کر خود اندر چلا جاؤنگا۔ ابن زبیر کہنے لگے کہ مجھے ولید
 کی طرف سے آپ کے لینے خوف معلوم ہوتا ہے۔ اور خصوصاً جب آپ اندر چلے جائیں گے۔
 فرمایا کہ میں ان کے پاس یہی سمجھ کر جا رہا ہوں کہ ان کے امتناع پر قادر ہوں۔ یہ کہہ کر امام حسین
 اٹھے اور اپنے اصحاب اور اہل بیت کو جمع کر کے ولید کے دروازے پر آئے اور اپنے ہمراہیوں
 سے کہا میں اندر جاتا ہوں۔ اگر میں تم کو بلاؤں یا تم سنو کہ میری آواز بلند ہے تو تم سب کے
 کے سب اندر چلے آنا۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو جب تک میں باہر نہ آؤں یہاں سے نہ سرکنا۔
 یہ کہہ کر اندر داخل ہوئے اور سلام کیا۔ مروان اس وقت ولید کے پاس بیٹھا تھا۔
 امام حسین نے کہا کہ اتفاق نفاق۔ میرا اور صلح خدا سے بہتر ہے۔ اب وہ وقت آگیا ہے
 کہ تم دونوں ایک جگہ جمع ہوں خدا تمہارے سے تعلقات کی اصلاح کرے۔ یہ کہہ کر وہ باہر
 ولید نے ان کو نیزہ کا خط پڑھ کر سنایا اور امیر معاویہ کے انتقال کی خبر دے کر۔ ان کو بیعت
 کے لیے کہا۔ امام حسین نے امیر معاویہ کی خبر موت سن کر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِہٖ رَاجِعُونَ پڑھا
 اور دعا۔ یہ جمع کر کے کہا کہ بیعت کے متعلق مجھے یہ کہنا ہے کہ مجھ بیبا آدمی اس طرح خفیہ
 طور پر بیعت نہیں کیا کرتا۔ اور نہ مجھے خفیہ طور پر پاداش عمل دی جاسکتی ہے۔ اگر آپ باہر
 نکل کر لوگوں کے پاس جائیں اور ان کو اور ہم کو ساتھ بیعت کی دعوت دیں تو یہ امر بالکل
 ایک سام ہوگا۔ ولید (جو امن و عافیت کا دلدادہ تھا) نے ان سے کہا کہ اچھا آپ تشریف
 لے جائیں یہ سن کر مروان ولید سے کہنے لگا کہ اگر یہ اس وقت آپ کے پاس سے چلے گئے۔
 وہ بیعت نہ کی تو آپ ان پر قادر ہوئے۔ نہ کہنے کبھی ایسا وقت نہ پائیں گے۔ تاوقتیکہ آپ
 مروان سے درمیان بیعت سے آجی قتل نہ ہوں۔ ان کو قید کر دیجئے۔ اور اگر یہ بیعت کریں
 تو ختم ہوئے ان کو قتل کر دیجئے۔ امام حسین یہ سن کر یہ بارگاہ کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کہ اگر یہ چشم

عورت کے بچے! تو مجھے قتل کرے گا کہ وہ بچہ بخدا تو جھوٹا اور بد بخت ہے۔“ پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر اپنے مکان کو چلے گئے۔ مروان نے ولید سے کہا کہ آپ نے میری بات نہ مانی۔ خدا کی قسم آپ کو ان پر قبضہ کرنے کا اس سے بہتر ابد تک کوئی وقت نہ ملے گا۔ ولید نے جواب دیا خیر آپ اپنے قافلے کو بچائے۔ خدا کی قسم مجھے یہ خواہش نہیں ہے کہ دنیا کے تمام مال و متاع اور اس کے ملک و دولت پر جس پر آفتاب غروب و طلوع ہوتا ہے میں ہی قابض ہو جاؤں۔ میں نہیں چاہتا کہ (امام) حسین کو صرف اس وجہ سے قتل کر دوں کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ میں بیعت نہیں کرتا۔ بخدا کہ میں سمجھتا ہوں کہ قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے سامنے حسین کے خون کے باب میں جس شخص کا محاسبہ کیا جائیگا وہ خفیف المیزان ہوگا۔ مروان نے کہا کہ ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔ اصلیت یہ ہے کہ مروان نے کہنے کو تو یہ فقرہ کہہ دیا مگر دل میں وہ ولید کی رائے کو پسند نہ کرتا تھا۔ پھر

ادھر ابن زبیر کا یہ ہوا کہ انھوں نے وعدہ کیا کہ میں ابھی آتا ہوں۔ مگر اپنے مکان کو جا کر وہاں چسپکری بیٹھ گئے۔ ولید نے ان کی طلب کے لیے آدمی بھیجا۔ جس نے اُسے اس حالت میں پایا کہ انھوں نے اپنے اصحاب کو جمع کر رکھا تھا۔ اور اپنے آپ کو محفوظ و مصون کیے بیٹھے تھے۔ ولید نے ان پر حاضری کے لیے اصرار کرنا شروع کیا اور وہ یہی کہتے رہے کہ مجھے مہلت دو۔ اس پر ولید نے اپنے موالی کو ان کے پاس بھیجا انھوں نے ان کو گالیاں دیں اور کہا کہ اسے کانٹہ کے بیٹے۔ ہم تجھ کو ضرور امیر کے پاس لے جائیں گے۔ ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ ابن زبیر نے کہا کہ خدا کی قسم مجھے سخت اصرار کی وجہ سے شبہ ہو گیا ہے۔ تم لوگ جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے کسی کو بھیج کر امیر سے رائے معلوم کر لینے دو۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنے بھائی جعفر ابن زبیر کو ولید کے پاس روانہ کیا۔ جنھوں نے وہاں پہنچ کر ولید سے کہا کہ خدا آپ پر رحم کرے آپ عبد اللہ کی ایذا دہی سے باز آجائیے۔ آپ نے ان کو گھبرا اور ڈرا دیا ہے۔ انشاء اللہ وکل آپ کے پاس ضرور حاضر ہو جائیگی۔ لہذا آپ اپنے قاصدوں کو حکم دیجئے کہ وہاں سے چلے آئیں۔ چنانچہ ولید نے قاصدوں کو وہاں سے واپس آجہانے کا حکم دے دیا۔ اور وہ وہاں سے ہٹ آئے۔ ابن زبیر اسی رات چل پڑے۔ اور وہ اور ان کے بھائی جعفر دونوں مقام قرع کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے ساتھ اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ پھر انھوں نے سکے کا راستہ لیا۔ ولید نے آدمیوں کو ان کی

تلاش میں روانہ کیا۔ مگر وہ ان کو نہ پاس کے اور واپس آگئے۔ اور اس تمام رات امام حسین کے خیال کو بھلا کر ان ہی دونوں کی تلاش و تفتیش میں سرگردان رہے۔ پھر ولید نے امام حسین کی طرف آدمی بھیجا۔ امام مدوح نے ان سے کہا کہ اچھا صبح ہونے دو پھر تم بھی دیکھنا اور ہم بھی دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔ چونکہ وہ لوگ ان کے حال پر رحم کرتے تھے اس لئے انہوں نے ان سے کچھ تعرض نہ کیا۔ امام حسین اسی رات کو (اس سے ایک رات قبل ابن زبیر و انہ ہو چکے تھے) اپنے بیٹوں بھتیجیوں اور تمام اہل بیت کو ہمراہ لے کر چل کھڑے ہوئے۔ البتہ محمد ابن الحنفیہ ان کے ساتھ نہیں گئے۔ انہوں نے کہا کہ بھائی تم سے زیادہ مجھے اور کوئی پیارا نہیں ہے۔ تم سے زیادہ میں کسی کو عزیز نہیں کرتا اور نہ میں تمام خلق خدا میں کسی کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ تم سے زیادہ اس کی غیر خواہی کروں۔ تم سے جہاں تک ہو سکے ضرور نیرید کی بیعت سے اور دیار و انصار سے الگ رہو۔ لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیج بھیج کر ان کو اپنے لئے دعوت دو اگر وہ تم سے بیعت کر لیں تو اس پر خدا کا شکر کرو۔ اور اگر وہ تمہارے سوا کسی اور پر اجتماع کریں تو اس سے نہ تمہارے دین یا تمہاری عقل میں کچھ نقص لازم آتا ہے اور نہ تمہارا ہر وقت و فضیلت میں کچھ فرق پڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ تم ایک شہر اور جماعت کے پاس جاؤ گے وہ تمہارے بارے میں اختلاف کریں گے یعنی ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ ہو گا اور ایک تمہارے خلاف۔ ہوتے ہوئے ان میں جنگ و جدل کی نوبت پہنچے گی۔ اور تم سب سے پہلے نیرے کے آماج گاہ بنو گے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اس امت کے لوگ کیا بلحاظ نفس اور کیا بلحاظ مادی و پد رکسی ایسے شخص کا انتخاب کر سکیں گے جو سب سے زیادہ انہوں پر نراؤ۔ بلحاظ خاندان سب سے زیادہ ذلیل ہو گا۔ امام حسین نے پوچھا کہ پھر تمہیں بتاؤ کہ میں کہاں جاؤں۔ کہا کہ تم کے جاؤ۔ اگر تم کو وہاں گھر میں اطمینان حاصل ہو تو اسی کوئی نہ کوئی سبیل پیدا ہو جائیگی۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ریت کے میدانوں اور پہاڑوں کی چوٹیوں اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں پھرتے رہنا اور یہ دیکھتے رہنا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کیا رنگ بدلتا ہے۔ تاکہ تمہارے باب میں لوگوں کی رائیں متغیر نہ ہو جائیں۔ کیونکہ درستی رائے کی بہترین صورت اور عزم عمل کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ امور کی آئندہ صورت کا مقابلہ کرنے کی ہمت پیدا کرو۔ ورنہ امور کی گزشتہ شکلوں کے دیکھنے اور

ان پر رائے قائم کرنے سے کبھی وہ بہترین صورت میں نمودار نہیں ہوا کرتے۔ امام حسینؑ بولے کہ بھائی تم نے خیر خواہی اور شفقت سے کام لیا ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ انشاء اللہ تمہاری رائے عمدہ اور موافق ثابت ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ یزید ابن مفرغ کے یہ اشعار بطور تمثیل پڑھتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ (ترجمہ)

”وَجَّحْ مِنْ ظِلْمٍ أَوْ ذُلٍّ مِنْ سُلُوكٍ كَيْفَ جَاءَ أَوْ مَوْتٍ بَعْدَ تَأْخُرٍ
أُسْ دَقَّتْ مَعْرَكَةٌ أَوْ لَقِيَ فِي سَرْكٍ جَاؤُنَ تَوْيِزًا أَوْ نَامَ نَحْمُوكُ
شَفَقَ كَيْفَ دَقَّتْ لَشْكِرٍ كَيْفَ أَوْ دَانُتُ كَيْفَ جَوْنُكَ نَحْمُوكُ
جَبَّ إِمَامٌ حَسْبُكَ كَيْفَ طَرَفَ رَوَانَهُ هَوْنُكَ لَوْ أَنَّكَ نَحْمُوكُ
كَيْفَ آتَتْ فَخْرَ جَرْمِنَهَا خَائِفًا يَتَّقِي (و غیرہ) پڑھی اور جب مکہ میں داخل ہوئے
تَوَاتَتْ لَنَا تَوَجُّهُهُ تَلَقَاءَ مَدِينَةٍ پڑھی۔“

ولید نے ابن عمرؓ کے پاس پیام بھیجا کہ وہ بیعت کر لیں انھوں نے کہا کہ جب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی کر لوں گا۔ اس پر ان کو چھوڑ دیا گیا۔ کیونکہ وہ لوگ ان سے خائف نہ تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ اور ابن عباسؓ کے میں تھے اور وہاں مدینے کو دس آرہے تھے۔ کہ راستے میں۔ امام حسینؑ اور ابن زبیرؓ نے ان دونوں نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ معاویہ کی موت اور یزید کی بیعت! ابن عمرؓ نے کہا دیکھو لے لو! کی جماعت میں تفرقہ مت ڈالو۔ غرض کہ وہ اور ابن عباسؓ مدینے پہنچ گئے۔ اور جب سب لوگ بیعت کر چکے تو انھوں نے بیعت کر لی۔“

ابن زبیرؓ کے گئے۔ ان دونوں عمر و ابن سعید و ماں کا حاکم تھا۔ مکہ میں داخل ہوئے پر ابن زبیرؓ نے کہا کہ میں بیت اللہ شریف میں پناہ گزیں ہوں گا۔ چنانچہ وہ ان سب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور نہ ان کے ساتھ مناسک حج بجالاتے تھے بلکہ وہ اور ان کے اصحاب ایک گوشہ میں رہتے تھے۔“

مدینے سے ولید کی معزولی اور عمر ابن سعید کی ولایت کا بیان

اس سال ولید ابن عقبہ مدینے سے معزول ہوا اور اس کی جگہ عمر ابن سعید لاشدق مقرر ہوا۔ جو رمضان کے مہینے میں وہاں پہنچا اور اہل مدینہ اس سے ملے۔ وہ نہایت متکبر آدمی

تھا۔ اس نے اپنے شرط پر عمرو ابن زبیر کو مقرر کیا۔ کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ عمرو اور اس کے بھائی عبداللہ میں عداوت ہے۔ عمرو ابن زبیر نے مدینے کے چند آدمیوں کو بلایا اور چونکہ وہ سب عبداللہ کے طرفدار تھے اس لئے ان سب کو سخت زور و کوب کی۔ ان میں خود اس کے بھائی منذر ابن زبیر اور اس کے بیٹے محمد ابن منذر ابن زبیر۔ عبدالرحمن ابن اسود ابن عبد یغوث۔ عثمان ابن عبداللہ ابن حکیم ابن حزام۔ اور محمد ابن عمار ابن یاسر وغیرہ شامل تھے۔ عمرو نے ان کو چالیس چالیس بلکہ پچاس ساٹھ دروں تک کی سزائیں دیں۔ پھر عمرو ابن سعید نے عمرو ابن زبیر سے مشورہ طلب کیا۔ کہ ان کے بھائی عبداللہ ابن زبیر کی طرف کس کو روانہ کیا جائے۔ عمرو نے کہا اس کے ساتھ سختی سے پیش آنیوالا مجھ سے زیادہ کوئی شخص نہ ہوگا۔ عمرو بن سعید نے عمرو بن زبیر سے ہمراہ ایک لشکر مرتب کیا۔ ان ہی میں انیس ابن عمرو الاسلمی بھی سات سو آدمیوں کو لئے ہوئے ساتھ تھا۔ مروان ابن حکم عمرو ابن سعید کے پاس گئے۔ اور کہا کہ مکے میں جنگ نہ کرو خدا کا خوف کرو۔ خانہ خدا کی بے حرمتی نہ کرو ابن زبیر کو یونہی رہنے دو۔ اب وہ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ساٹھ برس کی ان کی عمر ہے۔ اور طبیعت ضدی ہو گئی ہے۔ عمرو ابن زبیر بولے کہ خدا کی قسم ہم دشمنوں کے علی الرغم اس سے خانہ کعبہ کے جوف میں لڑیں گے۔ ابو شریح الخزاعی نے بھی عمرو سے آکر کہا کہ مکے میں لڑائی نہ کرو۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلعم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ مجھے اس میں دن کے ایک وقت لڑنے کی اجازت ہوئی تھی۔ مگر روز گزشتہ کی طرح پھر اسکی حرمت قائم ہو گئی۔ عمرو نے کہا کہ اے شیخ ہم خانہ کعبہ کی حرمت سے تم سے زیادہ واقف ہیں۔ القصد انیس ان کے آگے آگے روانہ ہوا۔ پھر

کہتے ہیں کہ یزید نے عمرو ابن سعید کو لکھا تھا کہ عمرو ابن زبیر کو اس کے بھائی عبداللہ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اور عمرو ابن زبیر کو تقریباً دو ہزار آدمی دے کر روانہ کر دیا۔ انیس ذی طوی کے مقام پر اترا اور عمرو ابطلح میں عمرو نے اپنے بھائی کے پاس پیغام بھیجا کہ تم یزید کی قسم کو پورا کرو (کیونکہ یزید نے قسم کھائی تھی کہ میں ابن زبیر کی جمیعت اس وقت تک قبول نہ کروں گا جب تک کہ وہ میرے سامنے طوق پہنکر حاضر نہ ہوگا تم چلے آؤ میں تمہاری گردن میں چاندی کا طوق پہنا دوں گا جو چھپا ہوا ہوگا۔ لوگوں کو آپس میں مت لڑاؤ کیونکہ تم بلد الحرام میں ہو عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ ابن صفوان

کوائس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور اہل مکہ میں سے جس قدر آدمی ان کے گرد جمع ہو گئے تھے سب کو عبداللہ کے ہمراہ کر دیا۔ ابن صفوان نے انیس کو ذی طہی میں شکست دی۔ ان کے مجروحین کی تجبیز و کفین کی۔ اور انیس ابن عمرو کو قتل کر دیا۔ اُدھر مصعب ابن عبد الرحمن نے عمرو ابن زبیر پر حملہ کیا۔ عمرو لوگوں سے جدا ہو کر ابن علفہ کے مکان میں داخل ہو گئے۔ مگر بعد میں ان کے بھائی عبیدہ نے ان کو اگر پناہ دی۔ عبداللہ آئے تو عبیدہ نے ان سے کہا کہ میں نے عمرو کو پناہ دے دی ہے۔ انھوں نے کہا کہ کیا تم لوگوں کے حقوق پر ظلم کرتے ہو۔ یہ بات سب گزمنہ سب نہیں۔ اور نہ میں نے تم کو حکم دیا تھا کہ اس فاسق کو پناہ دو۔ جس نے خدائے تعالیٰ کے حرمت کو حلال و جائز کر دیا ہے۔ پھر انھوں نے عمرو سے ان سب لوگوں کے خون کا بدلہ طلب کیا جن کو انھوں نے زرا کو ب کی تھی۔ مگر منذر اور ان کے بیٹے کے لئے طلب نہ کیا۔ کیونکہ انھوں نے بدلہ لینے سے انکار کیا۔ چنانچہ درے کھاتے کھاتے ہی انکا انتقال ہو گیا۔

اہل کوفہ کے امام حسین کو اپنے ہاں بلانے کے لئے خط لکھا اور مسلم بن حنفیہ کی بیان

جب امام حسین مدینہ سے مکہ کو جانے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں عبداللہ ابن مطیع ملے۔ انھوں نے کہا کہ میں آپ پر قربان جاؤں آپ کہاں جا رہے ہیں۔ کہا کہ فی الحال تو میں مکہ جا رہا ہوں۔ اس کے بعد میں خدائے تعالیٰ سے استغفار کرونگا۔ کہ میں کہاں جاؤں۔ عبداللہ نے کہا کہ خدا آپ کا بھلا کرے اور ہم کو آپ پر قربان کرے۔ جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کے قریب بھی نہ جائیگا۔ کیونکہ وہ ایک منحوس شہر ہے جہاں آپ کے والد شہید ہوئے۔ اور آپ کے بھائی بے یار و مددگار چھوڑ دیئے گئے۔ اور ایک نیزے کی ضرب سے قریب تھا کہ وہ جاں بحق تسلیم ہوتے۔ آپ حرم ہی میں رہے۔ آپ عرب کے سردار ہیں۔ اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ لوگ آپ کے پاس ہر طرف سے جمع ہو جائیں گے۔ آپ حرم سے جدا نہ ہوں۔ میرے علم و خال آپ پر فدا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ ہلاک ہو گئے تو آپ کے بعد ہم لوگ غلام بنائے جائیں گے۔ غرض کہ امام حسین چلتے چلتے کے پہنچے۔ وہاں کے باشندے ان کے پاس آنے جانے لگے۔ اور وہاں کے زائرین اور دوسرے مقامات کے لوگ جو وہاں سے بھی

آتے تھے۔ ابن زبیر بھی وہیں کیے میں تھے اور دن بھر ناز پڑھتے اور طواف کرتے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی لوگوں کے ساتھ امام حسین کے پاس آجایا کرتے تھے۔ اور ہمیشہ ان کو خلاف رائے دیا کرتے تھے۔ کیونکہ مخلوق خدا میں وہی ابن زبیر کے بیٹے بہت بڑے سدا رہا تھے۔ وجہ یہ تھی کہ جب تک امام حسین اس شہر میں مقیم رہتے وہاں کے لوگوں کا ابن زبیر سے بیعت کرنا ناممکن تھا۔ لہذا

جب اہل کوفہ کو امیر معاویہ کے انتقال اور حضرات امام حسین۔ ابن عمر۔ اور ابن زبیر کے بیعت سے انکار کرنے کی خبر ملی۔ تو انہوں نے یزید کے معاملے میں غور کرنا شروع کیا۔ شیعہ سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے وہاں امام حسین کے لیے جانے کا ذکر کیا۔ اور کئی آدمیوں کی جانب سے جن میں سلیمان ابن صرد۔ مسیب ابن نجبه اور رفاع ابن شداد اور حبیب ابن مظاہر وغیرہ شامل تھے۔ امام حسین کو یہ خط لکھ کر بھیجا۔ :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم :- سلام علیک۔ ہم آپ کے سامنے اس خدا کی حمد بجالاتے ہیں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ اَمَّا بَعْدُ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے اس ظالم و سرکش دشمن کو ہلاک کر دیا۔ جس نے اس امت پر جست کی۔ اس کے امور کو ظلم و جبر سے چھین لیا۔ اس کی آمدنی غصب کر لی۔ اور بغیر اس کی رضامندی کے خود بخود اس پر امیر بن بیٹھا۔ پھر اس کے افراد نیک کو قتل کیا اور اشعار کو زندہ رکھا۔ وہ ہمارا امام نہیں ہے۔ آپ تشریف لائیے۔ ممکن ہے کہ خدا سے تعلق ہے ہم کو آپ کے ذریعے حق پر جمع کر دے۔ نعمان ابن بشیر قصار مارت میں رہتا ہے۔ ہم نہ چھوے میں اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور نہ عید میں۔ اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ آپ ہماری طرف تشریف لارہے ہیں۔ تو انشاء اللہ ہم اسے یہاں سے نکال کر اور شام پہنچا کر چھوڑینگے۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ خط انہوں نے عبید اللہ ابن سعید الہدانی اور عبید اللہ ابن وال کے ہاتھ روانہ کیا۔ پھر ایک خط اور لکھا جس کو دودن بعد روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں نے تقریباً ڈیڑھ سو خطوط اور لکھے۔ اور پھر ایک تیسرا قصد بھیج کر ان کو اپنے ہاں آنے کی تاکید کی۔ بعد ازاں شبث ابن الرمی۔ جبار ابن ابجر یزید ابن حارث۔ یزید ابن رویم۔

طروہ ابن قیس - عمرو ابن حجاج الزبیدی - اور محمد ابن عمیر التیمی نے بھی اسی مضمون کے خطوط لکھے۔ جب امام حسین کے پاس تمام خطوط جمع ہو گئے تو انھوں نے ان لوگوں کو یہ جواب لکھا :-

أَمَّا بَعْدُ - آپ لوگوں نے جو کچھ واقعات و قصص بیان کیے ہیں ان کو میں سمجھ گیا ہوں۔ اور آپ کے پاس اپنے بھائی اور برادر محمد و مسلم بن عقیل کو بھیج رہا ہوں۔ جو میرے اہل بیت میں بہت معتبر ہیں۔ جن کو میں نے حکم دیا ہے کہ تمہارے حال اور امور اسے سے مجھ کو تحریراً اطلاع دیں۔ اگر انھوں نے مجھ کو یہ لکھا کہ آپ لوگوں کی جمعیت اور آپ کے عقلاء نے اسی واسطے پر اجتماع کیا ہے۔ جس کو آپ کے قاصدوں نے مجھ سے اکر بیان کیا ہے۔ تو میں انشاء اللہ غفریب آپ کے پاس آ جاؤنگا۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ امام صرف وہی شخص ہو سکتا ہے جو کتاب اللہ کا عامل ہو۔ عدل قائم کرنے والا ہو۔ اور دین حق پر کاربند ہو۔ والسلام

چند شیعہ حضرات میرے ہیں بنو عبد القیس کی ایک عورت مسامہ ماریہ ابن سعد کے ہاں جمع ہوئے۔ وہ شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتی تھی۔ اور اس کا گھرانہ لوگوں کے لیے نشت گاہ بنا ہوا تھا۔ جس میں وہ آپس میں مل کر گفتگو وغیرہ کیا کرتے تھے۔ زید ابن نبیط نے امام حسین کے پاس جانے کا عزم کیا۔ وہ بنو عبد القیس میں سے تھا۔ اور اس کے دس بیٹے تھے۔ اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ تم میں سے کون میرے ساتھ چلے گا؟ اس پر اسکی دو بیٹے عبد اللہ اور عبید اللہ نے اس کا ساتھ دیا۔ اور وہ سب وہاں سے روانہ ہو گئے۔ امام حسین کے پاس کے پہنچے۔ پھر ان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اور ان کے ساتھ ہی شہید ہوئے۔ امام حسین نے مسلم بن عقیل کو بلا کر کوفہ روانہ کیا اور ان کو خدا سے ڈرنے اور کو پوشیدہ رکھنے اور لطف و کرم کی نصیحت کی اور کہا کہ اگر لوگ متفق طور پر ان کے طرفدار ہوں تو وہ بلد ان کو اطلاع دے دیں۔ چنانچہ وہ مدینے پہنچے۔ مسجد نبوی میں نماز ادا کر کے اپنے اہل و عیال کو خدا حافظ کہا اور بنو قیس میں سے دو رہبروں کو اجرت پر ہمراہ لیا۔ جو ان کے ساتھ روانہ ہوئے مگر راستہ بھول گئے۔ اور دونوں پیاس کی تکلیف سے مر گئے۔ اور مسلم سے کہہ گئے کہ پانی کا راستہ یہ ہے۔ مسلم نے امام حسین کو لکھا کہ تمہیں نے مدینے جا کر دو رہبر لیے۔ مگر وہ راستہ بھول گئے۔ اور ان پر پیاس کا اس

اس قدر غلبہ ہوا کہ دونوں مر گئے۔ ہم لوگ چلتے چلتے پانی تک پہنچے۔ اور رفق بھر جان تھی کہ زندہ بچ گئے۔ یہ پانی بطن خبیث کے منشیق نام ایک مقام میں تھا۔ میں اسے شگون بد سمجھتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مجھے معاف فرماویں اور میرے سوا کسی اور کو روانہ فرمادیں۔ امام حسینؑ نے یہ جواب لکھا کہ مجھے خوف ہے کہ تم نے صرف بزدلی کی وجہ سے یہ خط مجھ کو لکھا ہے۔ جدھر جانا ہے اودھر چلے جاؤ۔ والسلام بنا بریں مسلم روانہ ہوئے اور کوفہ پہنچ کر مختار (اور یہ روایت بھی ہے کہ کسی اور) کے ہاں ٹھہرے۔ شیعہ لوگ ان کے پاس آتے جاتے رشتے تھے۔ اور جب کبھی مسلم ان کو حضرت امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سناتے تو وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی میں سمجھنے لگتے۔ شیعوں نے وہاں اس قدر آنا جانا شروع کیا کہ اس مکان کا ذکر پھیلنے لگا۔ اور رفتہ رفتہ نعمان ابن بشیر عامل کوفہ تک خیر پہنچی۔ انھوں نے منبر پر کھڑے ہو کر تشریح کی اور کہا کہ فتنہ و فساد اور فرقہ بندی میں جلدی نہ کرو۔ کیونکہ ان ہی دو باتوں سے آدمی ہلاک ہوتے ہیں۔ خون بہاے جاتے ہیں۔ اور اموال غصب ہوتے ہیں۔ نعمان ابن بشیر حلیم الطبع اور دیندار آدمی تھے۔ اور امن و امان کو پسند کرتے تھے۔ پھر انھوں نے کہا کہ جو شخص مجھ سے نہ لڑے میں اس سے نہیں لڑتا۔ اور جو مجھ پر حملہ نہ کرے میں بھی اس پر حملہ نہیں کرتا۔ میں تمہارے سونے والے کو بیدار نہیں کرتا۔ میں تم پر سختی نہیں کرتا۔ اور بے جا خیال۔ بدگمانی اور تہمت سے تمہارا مواخذہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر تم نے مقابلہ کیا۔ بیعت کو منسوخ کر دیا۔ اور اپنے امام کی مخالفت کی تو قسم ہے اسی خدا کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ رہے گا میں تم کو تلوار ہی سے ماروں گا۔ اور یاد رکھو کہ میرے خلاف تم کو کوئی یار و مددگار نہ ملے گا۔ مگر مجھے امید ہے کہ تم میں یہ نسبت اُن کے جن کو امر باطل ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے حق شناس آدمی زیادہ موجود ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم ابن سعید الحضری نے جو بنو امیہ کا حلیف تھا کھڑے ہو کر کہا کہ آپ جو کچھ دیکھ رہے ہیں اُسے سوائے ظلم و ستم کے اور کوئی چیز درست نہیں کر سکتی۔ آپ کی یہ رائے جس کو آپ بیان کر رہے ہیں کمزوروں کی رائے ہے۔ نعمان نے جواب دیا کہ یہ بات کہ میں نے اسے نعلنے کی طاعت میں ذلیل ہو جاؤں مجھے پسند ہے۔ یہ نسبت اس کے کہ میں

خدا کے تعالیٰ کی معصیت میں ارباب عزت و غلبہ میں سے بنوں۔ اور یہ کہ اگر وہ نیچے اتر آئے۔ عبداللہ ابن مسلم نے یزید کو مسلم ابن عقیل کے آنے کی خبر لکھ بھیجی۔ اور لکھا کہ اگر آپ کو کوئے کی ضرورت ہو تو وہاں کسی قوی آدمی کو بھیجئے۔ جو آپ کے امر کو جاری رکھے اور آپ کے دشمن کے بارے میں آپ ہی کی طرح عمل کرے کیونکہ نعمان یا تو ضعیف آدمی ہیں اور یا یہ کہ وہ بہ تکلف ضعیف بنتے ہیں۔ عبداللہ ابن مسلم سب سے پہلا شخص تھا جس نے یزید کو یہ لکھا۔ اس کے بعد عمارہ ابن ولید ابن عقبہ اور عمرو ابن سعد ابن ابی ذناص نے بھی اسی مضمون کے خط لکھے۔ جب یزید کے پاس یہ سب خط جمع ہو گئے تو اس نے امیر معاویہ کے مولیٰ سرجون کو بلایا۔ اس کو تمام خطوط پڑھ کر سنائے اور مشورہ طلب کیا کہ کوئے پر کون شخص والی مقرر کیا جائے۔ یزید عبید اللہ ابن زیاد سے ناراض تھا۔ سرجون نے اس سے کہا کہ آپ دیکھتے ہیں کہ اگر امیر معاویہ پھر زندہ ہو جائیں تو آپ ان کی رائے پر عمل کرتے دیکھا ہاں یہ سن کر سرجون نے عبید اللہ ابن زیاد کے والی کو فہ بنائے جانی کا عہد نکال کر پیش کیا اور کہا کہ امیر معاویہ کی یہی رائے تھی۔ ان کا انتقال ہو گیا۔ انھوں نے پہلے ہی اس تحریری حکم کے نافذ کرنیکا حکم دیدیا تھا۔ یزید نے اس رائے پر عمل کر کے کوئے اور بصرے کو عبید اللہ کے ماتحت جمع کروایا۔ اور اپنا یہ حکم لکھ کر مسلم ابن عمرو ابی (والد قتیبہ) کے ہمراہ عبید اللہ کے پاس بھیج دیا۔ اور اس کو مسلم ابن عقیل کو گرفتار کر کے قتل یا ملک بدر کر دینے کا حکم دیا۔ جب عبید اللہ کے پاس یزید کا خط پہنچ گیا تو اس نے تیاری کا حکم دیا تاکہ دوسرے دن ہی روانہ ہو سکے۔

امام حسینؑ نے اہل بصرہ کے تمام شرفاء و کبار کو ایک ہی مضمون کا خط لکھا تھا چنانچہ انھوں نے مالک ابن مسمع البکری۔ احنف ابن قیس۔ منذر ابن جبار و۔ مسعود ابن عمرو۔ قیس ابن حصین۔ اور عمرو ابن عبید اللہ ابن معمر کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف دعوت دی اور لکھا کہ "سنت مرغئی ہے اور بدعت زندہ ہو گئی ہے۔" سوائے منذر ابن جبار و کے سب نے ان کا یہ خط چھپا لیا۔ کیونکہ منذر ڈرا کہ کہیں یہ قاصد ابن زیاد کا جاسوس نہ ہو۔ اس لئے وہ قاصد اور خط دونوں کو لے کر ابن زیاد کے پاس پہنچے۔ ابن زیاد نے قاصد کی گرز ن ماری اور لوگوں کے سامنے

یہ تقریر کی: "أَمَّا بَعْدُ" قسم بخدا میری طبیعت کو سختی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور میں معمولی بے حقیقت چیزوں سے نہیں ڈرا کرتا۔ جو مجھ سے دشمنی کرتا ہے میں اس کے لئے غذا و عقوبت ہوتا ہوں۔ اور جو مجھ سے جنگ کرتا ہے اس کے لئے اسن و صلاح۔ مگر لات کا آدمی بات سے نہیں مانتا۔ اسے اہل بصرہ! امیر المؤمنین نے مجھے والی کو فہ بنا دیا ہے میں کل صبح کو وہاں روانہ ہو جاؤں گا۔ اور اپنے بھائی عثمان ابن زید و کو یہاں اپنی جگہ مقرر کر جاؤں گا۔ خبردار۔ آپس میں خلافت مت کرنا اور فتنہ و فساد کی بے سرو پا خبریں مت اڑانا۔ خدا کی قسم اگر تم میں سے کسی کے متعلق میں نے خلافت کی بات سنی تو میں نہ صرف اس کو بلکہ اس کے شناساؤں اور دوستوں کو بھی قتل کر دوں گا۔ جب تک کہ تم میں کوئی مخالف یا آزار رساں شخص باقی رہے گا۔ میں براہِ ترب ترین کو دور ترین کے بدلے پکڑوں گا۔ تا آنکہ تم سیدھے ہو جاؤ۔ ماں میں زیاد کا بیٹا ہوں۔ میں ٹھیک ٹھیک اپنے باپ کا مشابہ ہوں اور اس مشابہت میں مجھ سے میرے ماموں یا ابن عم کی مشابہت نے کوئی جھگڑا نہیں کیا ہے۔

الغرض عبید اللہ ابن زیاد و مسلم ابن عمر و البہالی۔ شریک ابن اعور اسکا رقی اور اپنے شفع و اہل بیت کو لیکر کوفہ روانہ ہوا۔ یہ سب شریک شیعہ تھا۔ کہتے ہیں کہ ابن زیاد کے ہمراہ پانچ سو آدمی تھے ان میں سے بہت سے اس سے جدا ہو گئے تھے چنانچہ سب سے پہلے شریک علیحدہ ہوا۔ ان لوگوں کو یہ امید تھی کہ ابن زیاد ان کے انتظار میں نہ دیکھ رہا ہے گا۔ اور اس سے پہلے امام حسینؑ کو نے پہنچ جائیں گے لیکن اس نے کسی کا انتظار نہیں کیا اور تنہا کوفہ میں پہنچ گیا۔ ابن زیاد شہر کے مختلف مجالس میں آنے جانے لگا۔ اور سب کو یقین تھا کہ حسینؑ ہی ہیں۔ اور اسی وجہ سے وہ سب ان کو "مرجبا" کہتے ہیں۔ ابن رسول اللہؐ کہہ کر سلام کیا کرتے تھے۔ مگر وہ ان سے کلام نہیں کرتا تھا۔ لوگ اپنے اپنے گھروں سے آکر اس سے ملتے تھے۔ مگر اسے ناگوار ہوتا تھا۔ جب نعمان نے سنا تو انھوں نے اپنا دروازہ بند کر لیا۔ اور ان کو شک نہ تھا کہ وہ امام حسینؑ ہی ہیں۔ عبید اللہ ابن زیاد ان سے ملنے کے لئے گیا۔ اور لوگ اسکے ساتھ غل جھاتے ہوئے جا رہے تھے۔ نعمان نے اس سے کہا کہ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ میری اس آنے کے قصد سے باز آجائیں۔ خدا کی قسم نہ میں اپنی امانت آپ کے سپرد کروں گا اور مجھے آپ سے

اڑنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اس پر عبید اللہ ان سے قریب ہوا اور کہا کہ اچھا کواڑ کھولو خدا کرے تم کو کھولنا نصیب نہ ہو اس کے پیچھے ایک آدمی کھڑا تھا اس نے اس کا یہ فقرہ سن لیا۔ اور لوگوں سے جا کر کہا کہ وہ تو ابن مرجانہ ہے۔ نعمان نے دروازہ کھول دیا۔ عبید اللہ اندر داخل ہو گیا۔ اور دروازہ بند کر دیا۔ اور لوگ منتشر ہو گئے۔ پڑا دوسری صبح کو ابن زیاد منبر پر بیٹھا اور بعض کہتے ہیں کہ اس نے اسی دن فقرہ کی اور کہا :-

دد اُمّا لبعث۔ امیر المومنین نے مجھے تمہارے شہر۔ تمہاری سرحد۔ اور تمہارے محاصل کا والی بنایا ہے۔ اور حکم دیا ہے کہ تمہارے مظلوم کے ساتھ انصاف کروں۔ تمہارے محروم پر عطا کروں۔ اور تم میں سے جو مطیع و فرماں بردار ہیں ان سے نیکی اور جو شک کرنے والے اور نافرماں بردار ہیں ان پر سختی کروں۔ میں تم میں امیر المومنین کے حکم کی پیروی اور اس کے عہد کو نافذ کر نیوالا ہوں۔ میں تمہارے نیک افراد کے لئے باپ اور مطیع اشخاص کے لئے توام بھائی کی طرح ہوں۔ مگر جس نے میرے حکم سے رد گردانی کی اور میرے عہد کی مخالفت کی اس کی سرزنش کے لئے۔ میری تلوار اور میرا چابک موجود ہے۔ اب ہر شخص کو چاہئے کہ وہ اپنے اوپر رحم کرے“ پڑا

یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ اور وہاں کے مشاہیر اور دوسرے آدمیوں کو زبردستی پکڑ کر ان سے کہا کہ مجھے ایک تحریر لکھ دو کہ تمہارے پاس بیرونی اشخاص کون کون ہیں۔ اور ان لوگوں کے نام جن کی امیر المومنین کو طلب ہے۔ اور تم میں جو خوارج کی جماعت ضرور تہیں سے ہیں۔ اور ان لوگوں کے جو اہل شک ہیں اور ہمارے مخالف ہیں جو شخص ایسے لوگوں کے نام مجھے لکھ کر دیدیگا وہ برقی ہے۔ اور جو کوئی ہم کو ایسے کسی شخص کا نام نہ لکھ دے تو اسے چاہئے کہ وہ اس امر کی ضمانت دیدے کہ اس کے شناساؤں میں سے کوئی بھی نہ تو ہماری مخالفت کرے گا اور نہ ہمارے مقابلے میں بغاوت کرے گا۔ اور جو شخص ان دونوں باتوں میں ایک بھی نہ کرے ہم اس کے ذمہ دار نہیں اور ہمارے لئے اس کا خون اور مال دونوں طلال ہوں گے۔ پھر اگر تم میں سے کسی شخص کے شناساؤں میں ایک بھی ایسا پکڑا گیا جو امیر المومنین کے باغیوں میں سے ہے مگر اسکو ہمارے سامنے اس سے قبل پیش نہیں کیا گیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا

دروازے پر پھانسی دے دی جائے گی۔ اور اس کے تمام متعلقین کے وظائف موقوف کر کے علاؤ عثمان کے مقام زارہ کو بھیج دئے جائیں گے۔ یہ کہہ کر وہ پھر منبر پر سے اتر آیا۔

مسلم بن عقیل نے عبید اللہ ابن زیاد کی یہ تقریر سنی تو وہ مختار کے مکان سے نکل کر مانی ابن عروہ المرادی کے مکان پر گئے اور اندر داخل ہو کر مانی کو بلایا۔ مانی باہر آیا۔ اور مسلم کو دماں دیکھ کر سخت نفرت کی۔ مسلم نے کہا کہ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں کہ تم مجھے پناہ دو اور مہمان رکھو۔ مانی نے کہا کہ آپ نے مجھے سخت تکلیف دی ہے اور اگر آپ میرے مکان میں داخل نہ ہو گئے ہوتے تو میں بھی پسند کرتا کہ آپ چلے ہی جائیں۔ مگر مجھے اس میں بغیر اتنی ہے۔ اچھا آئیے۔ غرض کہ مانی نے مسلم کو پناہ دی اور شیعہ لوگ مانی کے مکان میں آمدورفت کرنے لگے۔ اُدھر ابن زیاد نے اپنے ایک مولیٰ کو بلایا اور اسے تین ہزار درہم دے کر کہا کہ مسلم بن عقیل اور ان کے اصحاب کو تلاش کر۔ ان سے ملو اور ان کو یہ تمام روپیہ دو اور کہو کہ میں تم میں سے ہی ایک ہوں۔ اور اس طرح ان کے حالات دریافت کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ مسلم بن عوسجہ مسجد میں نہیں آیا بلکہ ابن زیاد کا آزاد غلام مسجد میں مسلم بن عوسجہ کے پاس ایسے وقت آیا جب کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے کہا کہ اے عبد اللہ میں اہل شام میں سے ہوں۔ اور مجھ پر خدا کے تعالے نے یہ احسان کیا ہے کہ مجھ کو اس خاندان کی محبت عطا کی ہے۔ یہ تین ہزار درہم ہیں جس کے ذریعے سے میں ایک شخص سے ملنا چاہتا ہوں جس کو میں نے سنا ہے کہ کوئے آیا ہوا ہے۔ اور رسول اللہ کے نواسے کی طرف سے بیعت لیتا ہے۔ اور میں نے چند لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ آپ اس خاندان کے امر سے واقف ہیں میں آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ مجھ سے یہ روپیہ لے کر مجھے اپنے صاحب کے پاس بھیج دیجئے۔ تاکہ میں ان سے بیعت کر لوں بلکہ اگر آپ چاہیں تو میری ان سے ملاقات کرنے کے قبل آپ ہی مجھ سے ان کے لئے بیعت لے لیں۔ انھوں نے کہا کہ میں اس بات خوش ہوا کہ تم نے مجھ سے ملاقات کی تاکہ ہم اس شخص تک پہنچ جائیں جس کو تم دوست رکھتے ہو۔ اور خدا تمہارے ذریعے اپنے نبی کے اہل بیت کی مدد فرمائے لیکن مجھے اس کا

افسوس ہے کہ اس امر کے اختتام پذیر ہونے سے پہلے ہی یہ بات لوگوں کو معلوم ہو گئی۔
 کیونکہ مجھے اس طائفہ اور اس کی سطوت سے خوف ہوتا ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس سے
 بیعت نہ لی۔ اور پختہ وعدے لئے کہ وہ ضرور ان کی خیر خواہی کرے گا۔ اور اس معاملے
 کو پوشیدہ رکھے گا۔ اس کے بعد وہ غلام کنی باران کے پاس اس مقصد سے آیا گیا کہ وہ
 اسے مسلم بن قیل تک پہنچا دیں۔ اس اثناء میں مانی بیمار ہو گیا اور عبید اللہ اس کی
 مزاج برسی کر آیا۔ عمارہ ابن عبد السلولی نے مانی سے کہا کہ ہماری جمعیت اور ہمارا
 مکرم فن اس طریقہ کے قتل پر منحصر ہے تم کو خدا سے تعالے نے اقتدار دیا ہے۔
 تم اس کو قتل کر دو۔ مانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو
 بن زیاد کر مانی کے پاس بیٹھا اور چلا گیا۔ ابھی اس کو گئے ہوئے ایک ہی ہفتہ گزرا
 تھا کہ شریک ابن اعور جو مانی کے ہاں اتر ہوا تھا بیمار ہوا۔ بن زیاد اور تمام امراء کے
 پاس وہ مکرم تھا۔ یہ نہایت سخت شیعہ تھا اور عمار بن یاسر کے ساتھ جنگ صفین میں شریک
 تھا۔ عبید اللہ بن زیاد نے شریک کے پاس پیغام بھیجا کہ میں شام کو تمہارے پاس آؤں گا۔
 شریک نے مسلم سے کہا کہ یہ فاجر شام کو میری عیادت کے لئے آئے گا۔ جب وہ کربٹھ
 جائے تو آپ نکل کر اسے قتل کر دیجئے گا۔ پھر آپ قصر میں بیٹھے رہیں گے اور کوئی شخص
 آپ کے اور اس کے درمیان حائل نہ ہو گا۔ اگر میرا مرض اچھا ہو گیا تو میں بصرہ کے چلا جاؤں
 اور آپ کے امر کے لئے کافی ہوؤں گا۔ جب شام کے وقت عبید اللہ شریک کے پاس آیا تو مسلم
 ابن عقیل اندر جانے کے لئے اٹھے شریک نے ان سے کہا کہ جب وہ بیٹھ جائیگا تو آپ
 اس کو چھوڑ دیجئے گا نہیں۔ مانی نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے مکان میں قتل ہو
 غرض کہ عبید اللہ اگر بیٹھا۔ اور شریک سے اس کے مرض کا حال دریافت کیا۔ اور شریک
 گفتگو کرتا رہا۔ جب شریک نے دیکھا کہ مسلم نکلتے ہی نہیں۔ تو اس کو اندیشہ ہوا کہ موقع
 ہاتھ سے نکل جائیگا۔ یہ سوچ کر اس نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا :- (ترجمہ)
 ”تم کس انتظار میں ہو کہ سلمیٰ کو سلام نہیں کرتے مجھے وہ پلا دو گو کہ اس سے میری
 جان ہی نکل جائے

اس نے دو تین مرتبہ یہ شعر پڑھا۔ اس پر عبید اللہ نے کہا اس کا کیا حال ہے۔
 دیکھتے ہو کچھ دیوانہ سا ہو گیا ہے مانی نے کہا کہ انا صبح کے قبل ہی سے اس وقت تک ان کی

یہ حالت ہو گئی ہے۔ اس کے بعد عبید اللہ چلا گیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب شریک نے دو مجھے شراب ملا دو، کہہ کر اپنے کلام کو خلط ملط کیا تو مہران بات سمجھ گیا۔ اور اس نے عبید اللہ کو اشارہ کیا۔ جس پر وہ ایک دم سے کھڑا ہو گیا۔ شریک نے کہا کہ اسے امیر میں آپ کو وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں پھر واپس آؤں گا۔ مہران نے عبید اللہ سے کہا کہ شریک آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے پوچھا کیسے ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں اسکی خاطر داری کرتا ہوں اور وہ مانی کے گھر میں ہے۔ اور پھر اس پر میرے والد کے احسانات ہیں۔ مہران بولا نہیں میں جو کچھ کہتا ہوں وہی ٹھیک ہے۔ جب ابن زیاد چلا گیا۔ تو مسلم بن عقیل باہر آئے۔ شریک نے پوچھا آپ کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا۔ جواب دیا کہ دو خصلتوں نے ایک تو یہ کہ مانی کو یہ بات ناسند تھی کہ وہ اس کے مکان میں قتل کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ مجھے ایک حدیث یاد آ گئی جس کو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان قتل دغا کی بڑی ہے ایک مومن کسی مومن کو دغا سے قتل نہیں کرتا۔ مانی نے کہا کہ آپ اس کو قتل کر دیجئے تو ایک ناسق و فاجر کافر اور غدار شخص کو قتل کرتے۔ شریک اس واقعے کے تین دن بعد انتقال کر گئے۔ اور عبید اللہ نے اس کے خازے کی نماز پڑھی۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ شریک نے مسلم بن عقیل کو اس کے قتل پر آمادہ کیا تھا تو کہا کہ خدا کی قسم اب میں کسی عاقل کے خازے کی نماز نہ پڑھوں گا۔ اگر زیاد کی قبر اس کے مابین نہ ہوتی تو میں ضرور شریک کو قبر سے اُکھاڑ پھینکتا۔

بعد ازاں شریک کی موت کے بعد ابن زیاد وہ غلام جسکو اس نے روپیہ دیکر خفیہ خبریں ہم پہنچا نیکیو کہا تھا۔ مسلم بن عوسجہ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا۔ آنکہ مسلم نے اسے مسلم بن عقیل سے ملا دیا۔ ابن عقیل نے اس سے بیعت لیکر وہ روپیہ بھی اس سے وصول کر لیا۔ وہ غلام ان کے ہاں برابر آمد و رفت کرتا اور ان کے اسرار معلوم کر کے ابن زیاد تک پہنچاتا رہا۔ اس اثناء میں مانی نے مرض کے عذرسے عبید اللہ سے جدائی اختیار کر لی تھی۔ عبید اللہ نے محمد بن اشعث اور اسماعیل بن خارجہ سے (اور کہتے ہیں کہ عمرو ابن حجاج الزبیدی سے بھی) اپنی اور اس کی جدائی کا حال اور سبب دریافت کیا۔ انھوں نے کہا کہ وہ بیمار ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے مکان کے

در روزہ پر بیٹھتا ہے اور بجلا چنگا ہے آپ لوگ اس سے جا کر ملو اور حکم دو کہ حق عطا
جو اس پر لازم ہے اس کو ترک نہ کرے۔ چنانچہ وہ سب بانی کے پاس گئے اور کہا
کہ امیر آپ کے متنازع دریافت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر مجھے معلوم ہو کہ وہ بیماریاں
تو میں خود ان کی عیادت کرونگا۔ ان کو اطلاع ملی ہے کہ آپ اپنے دروازے پر بیٹھتے ہیں
آپ ان سے عرصے سے نہیں ملے۔ اور یہ ایک گستاخی ہے جس کو سلطان برداشت نہیں
کر سکتا۔ ہم آپ کو قسم دیتے ہیں آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ چنانچہ اس نے اٹھ کر کہا
بھنا اور سوار ہو کر ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ قصر کے قریب پہنچ کر اس کو کچھ شہرت کا اندیشہ ہوا
اس نے حسان ابن اسماعیل بن خارجہ سے پوچھا کہ اے میرے بھتیجے میں اس شخص سے ڈرتا ہوں
تھماری کیا رائے ہے۔ انھوں نے کہا کہ مجھے اس سے کسی طرح کا خوف نہیں۔ آپ
مطلق پروانہ کیجئے۔ اصل یہ ہے کہ اسماء کو اصل حال کی خبر نہ تھی۔ مگر محمد بن اشعث
کو سب معلوم تھا۔ غرض کہ بانی کو لے ہوئے وہ سب ابن زیاد کے پاس گئے۔ عبید اللہ
نے بانی کو دیکھ کر قاضی شریح سے کہا کہ یہ دیکھتے چور کو خود اسکی ٹانگیں تمہارے پاس
لا رہی ہیں جب قریب ہوا تو عبید اللہ نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ :-
”میں تو اسکی حیات چاہتا ہوں۔ اور وہ مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تمہارا عذر خواہ
تمہاری دوست بنی مراد سے ہے“

ابن زیاد اس سے احسان و اکرام سے پیش آیا کرتا تھا۔ بانی نے کہا وہ
کیا ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ اے بانی یہ کیا امور میں جو تم اپنے گھر میں بیٹھے بیٹھے امیر المؤمنین کے
خلاف کیا کرتے ہو۔ تم نے مسلم کو بلا کر اپنے گھر میں رکھا ان کے لئے اسلحہ اور آدمی جمع کئے۔ اور
تم سمجھتے تھے کہ یہ حال پوشیدہ ہی رہ جائیگا۔ بانی نے کہا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ ابن زیاد
نے کہا کہ ہاں ضرور کیا۔ اسی طرح ان کے آپس میں نزاع نے طول کھڑا تو ابن زیاد نے
اپنے جاسوس غلام کو بلایا اور جب وہ آکر ان کے سامنے کھڑا ہو گیا تو ابن زیاد نے بانی
سے پوچھا۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ کہا ہاں۔ اب بانی کو معلوم ہوا کہ وہ پس پردہ
جاسوس کا کام کر رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر وہ اپنا چہرہ انھوں میں دبائے بیٹھا رہا اور
جب ہوش بجا ہوئے تو کہا کہ تم میری بات سنو اور سچ جانو کہ میں تم سے جھوٹ نہ بولونگا۔
خدا کی قسم نہ میں نے مسلم کو بلایا اور نہ مجھے ان کے آنے کی خبر تھی۔ تا آنکہ ان کو

اپنے دروازے پر بیٹھے دیکھا۔ انھوں نے مجھ سے سوال کیا کہ میں ان کو اپنے ہاں رکھ لوں۔ مجھے ان کا سوال رد کرتے ہوئے نثار آئی۔ مجھے ہمدرد کرنا پڑا اور آخر میں میں نے ان کو گھر میں داخل کر کے اپنا مہمان بنایا۔ پھر ان کا جو کچھ حال ہے اس سے تم واقف ہو چکے ہو۔ اگر تم چاہو تو اب میں تم سے ایسا موقع وعدہ کرتا ہوں۔ جس سے تم کو اطمینان ہو جائے اور اس پر ضمانت بھی تمہارے ہاتھ میں چھوڑ جاتا ہوں کہ میں ان کو اپنے گھر سے نکال کر بھیج دیتا ہوں۔ پاس واپس آ جاؤنگا۔ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم جب تک تم اسے میرے پاس نہ لے آؤ گے تم مجھ سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتے۔ ہانی نے کہا کہ میں ہرگز اپنے مہمان کو تمہارے پاس نہ لاؤنگا کہ تم اسے قتل کرو۔ جب ان کے مابین کلام ٹڑھنے لگا تو مسلم ابن عمر الدبالی (بن کے سوائے کوئی شامی یا بصری آدمی کونے میں نہ تھا) ان کی ضد اور جھٹکا دیکھ کر اٹھا۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم مجھے اور ان کو اکیلا چھوڑ دو۔ میں ان سے کلام کر لوں گا چنانچہ وہ ہانی کو لے کر ایک طرف کو ابن زیاد سے علیحدہ ہو گیا مگر اس طرح کہ ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ مسلم ابن عمر نے کہا کہ اسے ہانی میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ خود کو قتل اور اپنی قوم پر مصیبت نازل کرنے کا سامان نہ کرو۔ یہ شخص قوم کا ابن عم ہے۔ یہ لوگ نہ اسے قتل کریں گے نہ ضرر پہنچائیں گے۔ تم اسے ابن زیاد کے حوالے کر دو۔ اس میں نہ تمہاری ذلت ہے۔ اور نہ نقصان۔ کیونکہ تم تو اسے سلطان کے حوالے کر دو گے۔ ہانی نے کہا نہیں۔ خدا کی قسم اس میں ضرر میری ذلت اور مجھے عار ہے۔ جب تک میں تندرست مضبوط ہاتھ والا اور کثیر الاعوان ہوں میں اپنے مہمان کو حوالے نہ کروں گا۔ بخدا اگر میں اکیلا ہوتا اور میرا کوئی یار مددگار بھی نہ ہوتا تو بھی میں انکی حفاظت کرتے کرتے مرجاتا مگر اسے حوالے نہ کرتا۔ ابن زیاد نے یہ فقرہ سن کر کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ ہانی کو اس کے پاس لے گئے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم ہے تم کو اسے ضرر میرے پاس لانا پڑے گا۔ ورنہ میں تمہاری گردن مار دوں گا۔ ہانی نے جواب دیا کہ ”تب تو تمہارے مکان کے گرد تلواریں جھکنے لگیں گی۔“ دیکھو ہانی کو یقین تھا کہ اس کا قبیلہ ضرور اسکی مدد کریگا۔ ابن زیاد نے کہا ”نسیا تم مجھے تلواروں سے ڈراتے ہو۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ہانی عبید اللہ کے اس باسوس کو دیکھ کر سمجھ گیا کہ اس نے عبید اللہ کو خبر پہنچا دی ہے تو کہا کہ۔ اے امیر تم کو جو خبر پہنچی ہے وہی صحیح ہے

تھمارے مجھ پر جو احسانات ہیں میں ان کو ہرگز ضائع نہ کروں گا۔ تمہارے اور تمہارے اہل
و عیال کے لئے امن ہے جدھر جاؤ چلے جاؤ۔ یہ سنکر عبید اللہ نے اپنا سر جھکا لیا۔ اور مہران اس
قریب ہی ایک چھری لئے ہوئے کھڑا تھا۔ مہران نے کہا واہ ری دولت۔ یہ جانا اور تمہاری
سلطنت میں تم ہی کو پناہ دے۔ عبید اللہ نے کہا اسے پکڑ لو۔ مہران نے حکم پاتے ہی مانی کے
سر کے دونوں طرف کے بال کیڑے لئے۔ اور عبید اللہ نے وہ چھری لیکر مانی کی ناک۔ پیشانی۔ اور
رخسار سے پراتنی ضربیں لگائیں کہ ان کی ناک ٹوٹ گئی۔ اس کے کیڑے خون میں لت پت ہو گئے۔
اور اس کے رخساروں اور پیشانی کے گوشت کے ٹکڑے اسکی ڈاڑھی پر گر گئے۔ یہاں تک کہ
چھری ٹوٹ گئی۔ مانی نے ایک اہل شرط کی تلوار پر اتھ ڈالکر اسے کھینچنا چاہا۔ مگر روک دیا گیا۔
اور عبید اللہ نے اس سے کہا کہ کیا تو خارجی ہے تو نے اپنا خون مباح کر دیا۔ ہمارے لئے بھی تیرا قتل مسلمان
اسکے بعد عبید اللہ کے حکم سے مانی کو ایک مکان میں ڈالکر دروازہ بند کر دیا گیا۔ اسیر ساء ابن فارحہ نے
اٹھ کر عبید اللہ سے کہا کہ اسے دغا کار اسے چھوڑ دے تو نے ہمیں حکم دیا تھا کہ اسے تیرے پاس لے
آئیں۔ جب ہم اسے لے آئے تو تو نے اس کا منہ توڑ دیا اس کا خون بہا یا۔ اور اس کے قتل کا
ارادہ کیا تھا۔ اس پر عبید اللہ کے حکم سے اس کے سینہ پر ٹکے مارے گئے اور پٹھنیاں دی گئیں
اور پھر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن ابن اشعث نے کہا کہ ہم جو کچھ امیر کرے اس پر راضی ہیں خواہ
وہ ہمارے حق میں سفید ہو یا ہمارے خلاف ہو یا

عمر ابن حجاج کو معلوم ہوا کہ مانی قتل ہو گیا۔ وہ قبیلہ مذحج کو ہمراہ لیکر آیا۔ جنہوں نے
قصر کے ہر طرف سے گھیر لیا۔ پھر عمر دے بلند آواز سے کہا میں عمر ابن حجاج ہوں اور سب
مذحج کے شہسوار ہیں۔ نہ ہم نے کبھی طاعت سے انحراف کیا نہ ہم کبھی جماعت سے
علحدہ ہوئے۔ عبید اللہ نے قاضی شریح سے جو اس وقت موجود تھا کہا کہ ان کے
دست کے پاس جاؤ۔ اسے دیکھو اور پھر اگر ان لوگوں کو بتلا دو کہ وہ زندہ ہے۔
چنانچہ قاضی شریح نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ اندر مانی کے پاس گیا تو مانی نے کہا کہ ہائے
مسلمانو! کیا میرا خاندان ہلاک ہو چکا ہے۔ اہل دین و اہل نصرت کہاں ہیں۔ کیا وہ
میرے لئے اپنے دشمن اور دشمن کے بچے سے ڈرتے ہیں۔ کچھ غل شور کی آواز سنی تو کہا۔
شریح۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مذحج اور میری مسلمان جماعت کی آوازیں ہیں۔ اگر ان میں سے
دس آدمی بھی میرے پاس اندر آجائیں تو وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں۔ شریح باہر گئے اور ابن زبدا کا

فرستادہ ایک جاسوس ان کے ساتھ تھا۔ ان کا بیان ہے کہ اگر یہ جاسوس موجود نہ ہوتا تو میں ان لوگوں کو مانی کا قول پہنچا دیتا۔ جب شریح ان لوگوں کے پاس پہنچے تو ان سے کہا کہ میں نے تمہارے دوست کو دیکھا ہے وہ زندہ ہے اور قتل نہیں کیا گیا۔ عمرو اور اس کے ہمراہی "اگر وہ قتل نہیں کیا گیا۔ تو خدا کا شکر ہے" کہہ کر چلے گئے۔ یہ خبر مسلم ابن عقیل کے پاس پہنچی تو انھوں نے اپنے اصحاب میں پکار کر کہا "اے منصور ہار ڈال" اور یہ قول ان لوگوں کا شعار تھا۔ اس وقت تک اٹھارہ ہزار آدمی ان کے ساتھ بیعت کر چکے تھے۔ اور چار ہزار آدمی ان کے ساتھ مکانوں کے ارد گرد کھڑے تھے۔ بہت سے آدمی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ تو مسلم ابن عقیل نے عبد اللہ ابن غزیز کو بنو کندہ کے حصے پر مقرر کیا۔ اور کہا کہ میرے آگے آگے چلو۔ پھر مسلم ابن عوسجہؓ کو بنو مذحج اور اسد بنو ثمامہ الصائدی کو تميم اور ہمدان۔ اور عباس ابن جعدۃ الجبلی کو شہر کے حصوں پر مقرر کر کے قصر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابن زیاد یہ خبر سن کر قصر میں ردپوش ہو کر بیٹھ گیا۔ اور دروازے بند کر لئے۔ مسلم نے قصر کو گھیر لیا۔ مسجد اور بازار لوگوں سے پر ہو گیا۔ اور شام تک لوگ اسی طرح جمع ہوتے رہے عبید اللہ کو سخت مصیبت کا سامنا تھا۔ اس کے ہمراہ قصر میں صرف تیس آدمی شرط کے اور بیس آدمی اشراف شہر اور اہل بیت اور والی میں سے رہ گئے تھے۔ اشراف نے ابن زیاد کے پاس اس دروازے سے آنا شروع کیا جو رومیوں کے مکان سے ملتی تھا۔ لوگ ابن زیاد اور اس کے باپ کو گالیاں دے رہے تھے۔ ابن زیاد نے کنیر ابن شہاب کحارثی کو بلا کر حکم دیا کہ وہ ان آدمیوں کو لے کر نکلے جو بنو مذحج میں اس کے مطیع تھے۔ اور باہر جا کر لوگوں کو تلقین کرے کہ وہ ابن عقیل کو چھوڑ دیں اور ان لوگوں کو خوف دلائے۔ اور پھر محمد ابن اشعث کو حکم دیا کہ وہ اہل کندہ اور حضرموت میں سے اپنے مطیعین کو لیکر نکلے اور جو لوگ اس کے پاس آتے جائیں ان کے لئے امان کا جھنڈا لے کر کھڑا ہو جائے اور اسی طرح کی باتیں تقطع ابن شور الذہلی۔ شبت ابن ربیع التیمی۔ حجار ابن ابجر الجعفی اور شمر ابن ذی الجوشن الضبابی سے بھی کہیں اور بڑے بڑے سرداروں کو محض انس کی ک خیال سے اپنے پاس رہنے دیا۔ کیونکہ اس کے پاس آدمیوں کی قلت تھی چنانچہ وہ سب لوگ مسلم کے برخلاف درغلطے ہوئے نکلے۔ پھر عبید اللہ نے ان اشراف کو جو

جو اس کے پاس تھے حکم دیا کہ وہ قمر کے اوپر سے لوگوں کو مخاطب کر کے اہل اطاعت کو احسان کی امیدیں دلائیں اور نافرمانوں کو ڈرائیں۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ جب لوگوں نے اپنے اشراف کی باتیں سنیں تو وہ منتشر ہوا شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ عورتیں اپنے بیٹے اور بھائی سے جا کر کہتی تھیں کہ تم یہاں ہٹ آؤ۔ اور لوگ کافی ہیں اور ایسا ہی مرد بھی کرتے تھے۔ لوگوں کے اس طرح الگ ہوتے ہوئے یہ نوبت پہنچی کہ ابن عقیل کے ساتھ مسجد میں صرف تیس آدمی باقی رہ گئے۔ یہ حالت دیکھ وہ اہل کندہ کے دروادوں کی طرف پھا۔ گرد و دازے پر پہنچ کر ایک آدمی کو بھی اپنے ساتھ نہ پایا۔ مجبور ہو کر کونے کی تنگ گلی کو چوں میں نکل گئے۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کہاں جائیں۔ ہوتے ہوتے کندہ کی ایک عورت کے مکان پر پہنچے جس کا نام طوعہ تھا۔ اور وہ اشعث کی ام ولد تھی۔ مگر اشعث سے آزادی پا کر اسیدہ کھڑی سے نکاح کر لیا تھا جس سے بلال پیدا ہوا تھا اس وقت بلال اور لوگوں کے ساتھ باہر گیا ہوا تھا اور وہ عورت اس کے انتظار میں تھی۔ ابن عقیل نے اس کو سلام کیا۔ اور پانی مانگا۔ اس نے پانی پلایا۔ ابن عقیل بیٹھ گئے۔ اس عورت نے کہا کہ اے اللہ کے بندے۔ کیا تم نے پانی نہیں پیا۔ کہاں پیا۔ عورت نے کہا کہ اچھا اب اپنے گھر جاؤ۔ وہ خاموش رہے۔ طوعہ نے تین بار یہی کہا۔ مگر وہ وہیں بیٹھے رہے۔ تب وہ بولی۔ واہ۔ واہ میں اپنے دروازے پر تمہارا بیٹھا رہنا اچھا نہیں سمجھتی مسلم نے اس سے کہا کہ اس شہر میں نہ کوئی میرا مکان ہے اور اہل و عیال ہیں۔ کیا تم مجھ کو کچھ فائدہ پہنچا سکتی ہو۔ یا مجھ سے احسان کر سکتی ہو۔ ممکن ہے کہ اس کے بعد میں اس کا بدلہ دیسکوں طوعہ نے پوچھا وہ کیا ہے۔ کہا کہ میں مسلم ابن عقیل ہوں۔ مجھ سے ان لوگوں نے جھوٹا وعدہ کیا۔ اور مجھے دھوکا دیا۔ طوعہ نے ان کو بلا کر اپنے گھر کے اندر ایک مکان میں داخل کر لیا۔ شام کو اس نے انھیں کھانا دیا۔ مگر انھوں نے نہ کھایا۔ جب اس کا بیٹا آیا تو اپنی ماں کو بار بار اس حجر سے کی طرف جاتے دیکھ کر بولا کہ اس مکان کی تھیں کیوں دھن لگی ہوئی ہے۔ اس نے بار بار دریافت کیا مگر طوعہ نے نہ بتلایا۔ آخر جب اس نے اصرار و اسحاغ کیا تو بتلایا اور کہہ دیا کہ اسے پوشیدہ رکھنا۔ بلکہ اس سے ایسا کرنے کے لئے قسمیں بھی لیں۔ مگر وہ خاموش رہا۔

ابن ابی زیاد کا حال سنئے جب اس نے باہر کی آوازوں کو نہ سنا تو اپنے

ہمراہیوں سے کہا کہ ذرا دیکھو تو ان لوگوں میں سے کوئی - یہ بھی یا نہیں - اٹھوں سنے دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ اس پر ابن زیاد نماز عشا کے وقت قصر سے اتر کر مسجد میں آیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو منبر کے گرد بٹھلا دیا۔ پھر اس کے حکم سے منادی کی گئی کہ اہل اشرعہ مشاہیر رجال نقباء قوم اور لشکری آدمی ذمے سے بری ہیں جو نماز عشا مسجد میں آکر نہ پڑھے۔ چنانچہ مسجد لوگوں سے پر ہو گئی۔ ابن زیاد سنے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ - اَکَا بَعْدُ - ابن عقیل ایک سفید اور جاہل شخص ہے۔ اور تم دیکھتے ہو کہ اس کی بدولت کیا کیا شقاق و خلاف واقع ہوا ہے۔ اگر ہم نے کسی شخص کے گھر میں اس کو پایا تو وہ ذمے سے بری ہو جائے۔ اور جو کوئی اسے پکڑ لائے اسے اس کا نون بہا دیا جائیگا۔ پھر ان کو فرماں برداری اور مکی نصیحت کی اور حصین ابن تمیم کو حکم دیا کہ وہ راستوں کے دروازوں کو روک کر مکانوں کی تلاشی لیں۔ حصین شرط کا سردار اور بنو تمیم میں سے تھا۔ یہ کہہ کر ابن زیاد قصر میں داخل ہو گیا۔ اور عروا بن حریث کو لوگوں پر مقرر کر گیا۔ دوسری صبح کو اس نے لوگوں کے ساتھ اجلاس قائم کیا۔

جس عورت نے مسلم ابن عقیل کو پناہ دی تھی اس کا بیٹا بلال صبح کے وقت عبد الرحمن ابن محمد ابن اشعث کے پاس گیا اور اسے ابن عقیل کا پتہ دے دیا۔ عبد الرحمن اپنے باپ کے پاس گیا۔ جو اس وقت ابن زیاد کے پاس تھا۔ اور اس سے خفیہ طور پر سب کچھ کہہ دیا۔ محمد بن زیاد کو اس کی خبر کر دی۔ ابن زیاد نے اس سے کہا کہ تم اٹھو اور ابھی اس کو میرے پاس پکڑ لاؤ۔ اور عروا بن محمد اللہ ابن عباس السلی کو بنو قیس کے سردار آدمی دیکر اس کے ہمراہ کر دیا۔ وہ اس مکان پر پہنچا جہاں ابن عقیل چھپے ہوئے تھے۔ ابن عقیل آوازیں سن کر سمجھ گئے کہ لوگ آپہنچے۔ تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اور ان سب کو گھر سے نکال دیا۔ ان لوگوں نے پھر ان پر حملہ کیا۔ اور پھر نکالے گئے۔ اسی طرح ابن عقیل نے کئی مرتبہ باہر نکال نکال دیا۔ بیکر ابن حران الاحمری نے مسلم ابن عقیل کے منہ پر مارا جس سے انکا اور پر کا ہونٹ پھٹ گیا۔ اور دودانت ٹوٹ گئے۔ اس کے جواب میں مسلم ابن عقیل نے پہلے اس کے سر پر مارا اور پھر کندھے پر ایسا تھاموا کہ تھک دیا۔ قریب تھا کہ تلوار چیرتی ہوئی حکم تک پہنچ جائے جب ان لوگوں نے چال بکھا

تو وہ مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور ابن عقیل پر سنگ باری کرنے اور لکڑیاں جلا بلا کر پھینکنے لگے۔ یہ دیکھ کر مسلم اپنی تلوار لے کر ان کے مقابلے کے لئے نکلے۔ اور سڑک پر لڑنے لگے۔ محمد بن اشعث نے ان سے کہا کہ تمہارے لئے امان ہے۔ اپنی جان مت دو۔ مگر وہ ان سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے (ترجمہ):

”میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ سوائے شریف اور آزاد کے کسی کو قتل نہ کروں گا۔ اگرچہ میں موت کو بری چیز سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ ٹھنڈے کو گرم دتلخ سے نہ مخلوط کر دیا جائے۔ اور شعل آفتاب کو رد کر کے قرار نہ لیا جائے۔ ہر شخص ایک نہ ایک مصیبت کا سامنا کرتا ہے۔ مجھے یہ خوف ہے کہ میں جھٹلایا جاؤں یا مجھے دھوکا دیا جائے۔“

محمد نے اُن سے کہا کہ آپ سے کوئی جھوٹ نہ بولے گا۔ اور یہ لوگ جو آپ کے نبی عمر میں آپ کو دھوکا نہ دیئے۔ علاوہ اس کے نہ وہ آپ کو قتل کریں گے۔ نہ ماریں گے۔ اس وقت وہ پتھروں کی ماروں سے چکنا چور ہو چکے تھے۔ اور جب تھک کر لڑنے سے عاجز آ گئے۔ تو وہ اس گھر کی دیوار سے تکیہ لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اس پر ابن اشعث اور سب لوگوں نے ان کو پناہ دی مگر عمر ابن عبید اللہ السلی نے پناہ نہ دی۔ اور اس نے کہا کہ اس معاملے میں میرا نہ نافع ہے اور نہ اذیت۔ یعنی مجھے کسی قسم کا اقتدار نہیں ہے اس کے بعد ایک حجر لا کر ان کو اس پر بٹھا دیا گیا۔ اور ان کی تلوار ان سے لے لی گئی۔ گویا کہ وہ اپنی جان سے مایوس ہو گئے۔ انھوں نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ یہ پہلا عذر ہے۔ محمد نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ آپ کو کوئی خطرہ پیش نہ آئے گا۔ کہاں مگر یہ صرف امید ہی امید ہے۔ اور یہ کم کر رونے لگے۔ یہ دیکھ کر عمر ابن عبید اللہ السلی نے ان سے کہا کہ جو شخص تمہاری طرح کسی چیز کی طلب میں سرگرداں ہوتا ہے اور اس پر تمہاری اس وقت کی سی مصیبت پڑتی ہے تو وہ رویا نہیں کرتا۔ مسلم ابن عقیل نے کہا میں اپنی جان کو نہیں دیتا۔ بلکہ اپنے اہل کے لئے روتا ہوں جو تمہارے ہاتھوں میں پڑیں گے اور حسین اور آل حسین کے لئے روتا ہوں۔ پھر محمد ابن اشعث سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ آپ تھوڑی دیر میں اپنی دی ہوئی امان کو پورا کرنے میں عاجز ہو جائیں گے۔ کیا آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ اپنے پاس سے ایک آدمی کو بھیجیں جو جارا ابن حسین کو میرے حال کی خبر کر دے اور ان سے میری جان بچا لے کہہ۔ نہ آپ اپنے اہل بیت کو لے کر واپس چلے جائیے۔ اور اہل کوفہ کے دھوکے میں نہ آئیے۔ کیونکہ وہ وہی آپ کے والد اہل کوفہ

پس جن سے وہ موت یا قتل سے انکی مفارقت کی آرزو کرتے تھے۔ ابن اشعث نے جواب دیا خدا کی قسم میں ایسا ضرور کر دینگا۔ اور جو کچھ مسلم نے کہا تھا وہی اس نے امام حسینؑ کو لکھ دیا۔ اس کا قصداً امام حسینؑ کو زیالہ میں ملا اور ان کو دانتات سے اطلاع دی۔ امام حسینؑ نے کہا کہ خدا کی طرف سے جن جن مصائب کا نازل ہونا مقدر میں ہے ضرور نازل ہوں گے۔ ہم اللہ کے پاس اپنے نفوس اور اپنی امت کے فساد کا محاسبہ کریں گے۔ امام حسینؑ کے کئے سے کوئے روانہ ہونے کا سبب یہ تھا کہ مسلم ابن عقیل نے خط کے ذریعے ان کو اٹھارہ ہزار آدمیوں کے بیعت کرنے کی اطلاع دی تھی۔ اور ان کو ترغیب دی تھی کہ کوئے چلے آئیں۔ غرض کہ محمد ابن اشعث مسلم کو ہمراہ لیکر قصر گیا۔ اور ان کو باہر چھوڑ کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس گیا۔ اور اس کو خبر دیکر کہا کہ مسلم کو امان دے دی گئی ہے۔ عبید اللہ نے کہا کیا تم اور کیا تمہاری امان ہم نے تم کو اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو امان دو بلکہ اس غرض سے بھیجا تھا کہ تم اس کو ہمارے ہاں لے آؤ۔ محمد خاموش ہو گیا۔ مسلم ابن عقیل نے قصر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے ٹھنڈے پانی کا ایک گڑھا دیکھ کر کہا کہ ذرا مجھے پانی پلا دو۔ جواب میں مسلم ابن عمر الباہلی نے کہا کہ ہاں دیکھا کیسا ٹھنڈا پانی ہے۔ خدا کی قسم جب تک تو جہنم میں گرم گرم پانی نہ پانی لے گا تجھ کو اس ٹھنڈے پانی کا ایک قطرہ بھی چکھنے کو نہ ملیگا۔ ابن عقیل نے پوچھا تم کون ہو۔ کہا میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا۔ جبکہ تو اسے ترک کر چکا تھا۔ میں وہ ہوں جس نے امت اور امام کی خیر خواہی کی جبکہ تو نے ان سے نفہ کیا۔ جس نے اطاعت و فرماں برداری کی جبکہ تو نے نافرمانی کی میں مسلم ابن عمر الباہلی ہوں۔ مسلم نے کہا کہ خدا کرے تیری ماں کی کوکھ جل جائے تو کیسا ظالم اور سخت اور تیرا دل کیسا سنگین ہے۔ اے باہلہ کے بچے دوزخ کے گرم پانی اور نار جہنم کا تو مجھ سے زیادہ سختی ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ عمارہ ابن عقبہ نے ٹھنڈا پانی منگا کر ایک پیالہ میں ڈال کر ان کو دیا۔ مگر جوں ہی کہ انھوں نے اس کو پینا شروع کیا وہ پیالہ خون سے بھر گیا۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ ابن عقیل نے کہا اگر میری قسمت میں ہوتا تو پی ہی لیتا۔ اس کے بعد وہ ابن زیاد کے پاس گئے۔ مگر اس کو امارت کا سلام نہ کیا۔ محافظ نے کہا کہ کیا تم نے امیر کو سلام نہیں کیا۔

مسلم بن عقیل نے کہا اگر ابن زیاد مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو میرا سلام اس کے لئے نہیں اور اگر قتل کرنا نہیں چاہتا تو اس پر بہت سے سلام ہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا کی قسم تم ضرور قتل کئے جاؤ گے۔ مسلم نے پوچھا کیا ایسا ہی ہو گا۔ ابن زیاد نے کہا ہاں مسلم ابن عقیل نے کہا پھر مجھے اتنی اجازت دو کہ میں لوگوں کو وصیت کر دوں۔ کہا۔ ہاں کر دو۔ تب مسلم نے عمر بن سعد سے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں قرابت ہے۔ مجھے آپ سے کچھ ضرورت ہے اور وہ ضفیہ بات ہے۔ مگر اس لئے اس کے ذکر کرنے کی اجازت نہیں دی ابن زیاد نے عمر سے کہا کہ تم اپنے برادر عمر زاد کی حاجت کو نہ رو کو۔ چنانچہ عمر اللہ کر مسلم کے ساتھ ایک طرف کو گیا۔ اور مسلم نے اس سے کہا کہ میں تم پر قرض ہو گیا ہے جس کی مقدار سات سو درہم ہے وہ قرض تم اتار دینا اور میری لاش کو ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا اور امام حسینؑ کے پاس کسی ایسے شخص کو بھیج دینا جو ان کو راستے سے لوٹا دے۔ عمرو نے ابن زیاد سے کہا کہ مسلم نے یہ بات کہی ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ امین کبھی تجھ سے خیانت نہیں کرے گا اور بعض اوقات خائن آدمی بھی ایماندار سمجھا جایا کرتا ہے۔ جو کچھ تمہارا ہے وہ تمہارے ہی لئے ہے۔ اسے تم جو کچھ چاہے کر دو۔ باقی رہے (امام حسینؑ) اگر وہ ہمارے مقابلے میں نہ آئے تو ہم بھی ان کے مقابلے کے لئے نہ نکلیں گے۔ لیکن اگر وہ مقابلے کے ارادے سے ہماری طرف آئے۔ تو ہم الگ نہ رہینگے۔ اور مسلم کی لاش کے متعلق ہم تمہاری سفارش قبول نہیں کرتے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن زیاد نے یہ کہا تھا کہ مسلم کی لاش کا کیا ذکر جب ہم مسلم کو قتل کر لیں گے تو ہمیں پروا نہیں کہ لاش کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ پھر مسلم ابن عقیل سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابن عقیل۔ لوگوں کا امر مجتمع اور ان میں اتفاق تھا۔ مگر تم نے اگر ان میں نفاق اور تفرقہ برپا کر دیا۔ مسلم نے کہا ہرگز نہیں۔ بلکہ اس شہر کے باشندوں کا یہ خیال ہے کہ تمہارے باپ سنہ ان کے بہترین آدمیوں کو قتل کیا۔ ان میں خوزیری کی۔ اور ان پر کسریٰ اور تھیر کی طرح حکومت کی اس وجہ سے ہم یہاں آئے کہ ہم لوگوں میں عدل کے ساتھ حکومت کریں۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول (صلعم) کی دعوت دیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ اے فاسق تو اور یہ کام کیا ان لوگوں میں اس طرح کی حکومت نہیں ہو رہی تھی جس زمانے میں

کہ تو دینے میں شرابیں لٹھ جھایا کرتا تھا کہلائے شراب میں پیتا تھا؟ خدا کی قسم۔ خدای جانتا ہے کہ تمہیں بھی یقین ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ اور یہ کہ میں ایسا نہیں ہوں جیسا کہ تم بیان کرتے ہو۔ بلکہ لوگوں میں بہ نسبت میرے شرب خمر کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جو مسلمانوں کے خونوں میں دخل دیتا ہے۔ محض غصہ و عداوت کی بنا پر۔ خدا تعالیٰ کی ان جانوں کو قتل کرتا ہے۔ بن کا قتل اس نے حرام فرمایا ہے۔ اور جو لہو و لب میں اس طرح مشغول رہتا ہے۔ کہ گویا اس نے کچھ کیا ہی نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدای جھکے قتل کرے اگر میں تجھ کو اس طرح پر قتل نہ کروں۔ کہ کبھی اسلام میں کسی نے نہ کیا ہو۔ مسلم نے کہا ماں تو تم اس بات کے سبب سے زیادہ حق دار ہو کہ اسلام میں جو بد کبھی نہیں ہوئی وہ تم ہی پیدا کرو۔ ہاں تم سو قتل۔ قطع و برید کی قباحت و خست سیرت اور بد بختی غلبہ کو نہیں چھوڑو گے۔ اور تم سے زیادہ کوئی شخص اس کا حق دار نہیں ہے۔ اس پر ابن زیاد نے مسلم۔ امام حسینؑ۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور عقیل کو گالیاں دیں۔ مسلم نے اس کا کلام نہ کیا۔ پھر ابن زیاد کے حکم سے مسلم کو قصر کے اوپر لے گئے تاکہ ان کی گردن ماری جائے۔ اور سر کے ساتھ تن بھی پھینک دیا جائے۔ مسلم نے ابن اشعث سے کہا کہ اگر تم امان نہ دیتے تو میں اس کے قبضے میں نہ آتا۔ اب تم اپنی تلوار میرے واسطے کھینچو۔ پھر مسلم کو قصر کے اوپر چڑھایا گیا۔ وہ استغفار و تسبیح کر رہے تھے ان کو اس مقام پر لیجا کر جہاں سے موضع خدا میں پیش نظر تھا گردن مار دی گئی۔ ان کو بکیر ابن حمران نے قتل کیا۔ جس کو مسلم ہی نے زد و کوب کی تھی۔ پھر ان کے سر کے بعد ان کے جسم کو قصر کے نیچے ڈال دیا۔ جب بکیر نیچے اترتا تو ابن زیاد نے اس سے پوچھا جس وقت تم لوگ اسے اوپر لے جا رہے تھے تو وہ کیا کہہ رہا تھا۔ کہا کہ وہ تسبیح و استغفار کر رہے تھے۔ اور جب میں ان کو قتل کرنے لگا تو میں نے ان سے کہا کہ مجھ سے قریب آ جا۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے مجھ کو قدرت اور اپنا بدلہ لینے کی طاقت عطا فرمائی۔ پھر میں نے ایک وار کیا۔ مگر اس سے کچھ نہ ہوا تو وہ کہنے لگے کہ اے غلام! کیا تیرے خون کا بدلہ اس ضرب میں نہیں ہوا۔ اس پر ابن زیاد نے کہا اچھا موت کے وقت بھی فخر۔ بکیر نے کہا کہ پھر میں نے ایک اور وار کیا اور اسے قتل کر دیا۔ پھر ابن اشعث نے اٹھ کر ابن زیاد سے ہانی کی سفارش کی اور کہا کہ آپ

اس کے اس مرتبے سے واقف ہیں جو اسے اس شہر میں اور خاندان میں حاصل ہے۔ اور اس کی قوم بھی جانتی ہے کہ میں اور میرے دونوں ساتھی اس کو تم تک پہنچ کر لائے تھے۔ میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ کہ تم اس کو میری خاطر سے بخش دو۔ کیونکہ میں اس کی قوم کی عداوت سے اندیشہ رکھتا ہوں۔ ابن زیاد نے ایسا ہی کرنے کا وعدہ کیا۔ جب مسلم ابن عقیل کا وہ انجام ہوا جو ہوا۔ تو ابن زیاد کے حکم سے ثانی بھی بازار میں لا کر ابن زیاد کے ایک ترک غلام کے ہاتھ سے قتل کر دیا گیا۔ عبدالرحمن ابن حصین المرادی نے اس واقعہ کے بعد اس غلام کو مقام خازر پر ابن زیاد کے ہمراہ پایا اور قتل کر دیا۔

عبداللہ بن زبیر الماسدی (اور بقول بعض فرزوق) نے ہانی اور مسلم ابن عقیل کے قتل کے متعلق یہ اشعار کہے (ترجمہ):

اگر تو نہیں جانتی کہ موت کیا چیز ہے تو ہانی کو بازار میں اور مسلم ابن عقیل کو دیکھ ہاں۔ اس بہادر کو دیکھ جس کے چہرے کو تلوار نے ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ اور دوسرا قتیل کوٹھے سے نیچے پھینک دیا گیا تھا۔ ان کے علاوہ اور بھی اشعار ہیں۔

ابن زیاد نے ان دونوں حضرات کے سروں کو نیرید کے پاس بھیج دیا۔ نیرید نے اس کو شکرے کا خط لکھا۔ اور لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ حسین نے عراق کا رخ کیا ہے۔ دید بان لگا دو۔ اور اسلحہ خانے تیار کر لو۔ نگہبانی کرتے رہو۔ اور تمہارے برہمنی لوگوں کو قید کر لو۔ صرف گمان ہی پر لوگوں کو پکڑ لو۔ البتہ یہ کہ وہ صرف اس شخص کو قتل کر دو جو تم سے لڑے۔

کہتے ہیں کہ ابن عقیل کو فے کو اس دن چلے تھے کہ جب سلمہ میں ماہ ذی الحجہ کی آیتیں گزری تھیں۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ نوروز گزرے تھے کہتے ہیں کہ اُن کے ساتھ جانے والوں میں مختار ابن ابی عبیدہ اور عبداللہ ابن حاتم ابن نوفل تھے۔ ابن زیاد نے ان دونوں کو بلا کر قید کر دیا۔ اور مسلم ابن عقیل سے لڑنے والوں میں محمد ابن اشعث۔ شبث ابن ربیعہ الیمی اور قعقاع ابن شؤر تھے۔ شبث کہنے لگا نصرت ہونے تک ان کے مقابلے میں چپ کھڑے رہو اس وقت یہ لوگ خود منتشر ہو جائیں گے اس پر قعقاع نے کہا کہ تو نے اُن کی سپاہی یا فرار کا راستہ تو مسدود ہی کر دیا ہے۔ انھیں راستہ دے تاکہ منتشر ہو جائیں۔

امام حسینؑ کے کونے جانے کا بیان

کہتے ہیں کہ جب اہل کوفہ کے خطوط کے مطابق امام حسینؑ نے کونے جانے کا ارادہ کیا تو عمر ابن عبدالرحمن ابن حارث ابن ہشام جو کہ میں تھا ان کے پاس آیا اور کہا کہ میں آپ کے پاس ایک ضرورت سے حاضر ہوا ہوں۔ جس کو میں آپ کی خیر خواہی کے لئے بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو کہ آپ میری نصیحت کو مان لیں تو میں اسے بیاں کر دوں۔ اور مجھ پر جو حق ہے اسے پورا کروں۔ لیکن اگر آپ کو یہ خیال ہو کہ آپ میری نصیحت نہیں سنا چاہتے تو میں اپنے ارادے سے باز آ جاؤں گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ آپ بیان کیجئے۔ نہ میں آپ کو دغا باز سمجھتا ہوں اور نہ مجھے یہ گمان ہوتا ہے کہ آپ کسی خواہش کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں عمر ابن عبدالرحمن نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ عراق تشریف لیجانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی وجہ سے خوف معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس شہر کو تشریف لے جا رہے ہیں جہاں اس شہر کے عمال اور امراء موجود ہیں۔ اور ان کے پاس بیت المال بھی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ لوگ دنیا و دہم کے بندے ہوتے ہیں۔ میں آپ کو بالکل امن میں نہیں سمجھتا۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہی لوگ جنہوں نے آپ کو مدد دینے کا وعدہ کیا ہے آپ سے لڑیں گے۔ اور جن لوگوں کے پاس آپ زیادہ تر محبوب ہیں وہی اس کے ساتھ آپ سے لڑنے والوں میں ہوں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے میرے برادر عمر! خدا تم کو جزا خیر دے۔ مجھے معلوم ہے کہ تم میری خیر خواہی چاہتے اور عقل کی بات کرتے ہو۔ جو امر پیش آئے گا خواہ اس کو میں تمہاری رائے کے موافق کر دوں یا تمہاری رائے کو ترک کر دوں ہر حال میں تم میرے لئے نہایت قابل تعریف مشیر اور بہترین ناصح ہو۔ امام حسینؑ کے پاس عبداللہ ابن عباس آئے۔ اور کہا کہ لوگوں میں خبر گشت کر رہی ہے کہ آپ عراق تشریف لے جاتے ہیں۔ فرمائیے آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا میں آجکل میں روانہ ہو جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ابن عباس نے کہا کہ میں آپ کے حق میں خدا سے دعا کرتا ہوں۔ خدا آپ پر رحم کرے۔ مجھے بتلایئے کہ کیا آپ ایسے لوگوں کے پاس جاتے ہیں جنہوں نے اپنے امیر کو قتل کیا۔ اپنے

بلا کو مضبوط کیا اور اپنے دشمن کو جلا وطن کر دیا؟ اگر انھوں نے ایسا ہی کیا ہے تو آپ دہاں تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر انھوں نے اس حالت میں آپ کو دعوت دی ہے کہ ان کا امیران ہی میں موجود ہے۔ اور ان پر دست قدرت رکھتا ہے۔ اور اس کے عمال اسے بلا و کاخراج ادا کرتے ہیں تو سمجھ جائیے کہ انھوں نے آپ کو جنگ کے لئے بلایا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ کو دھوکا دیں گے۔ آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ کی مخالفت کریں گے۔ آپ کو بے یار و مددگار چھوڑ دیں گے۔ اور آپ پر حملہ کریں گے۔ اس طرح وہ لوگ آپ کے لئے نہایت شدید اور سخت ہوں گے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہاں میں خدائے تعالیٰ سے طلب خیر کرتا ہوں۔ اور دیکھتا ہوں کہ کیا ہوتا ہے۔ ابن عباس چلے گئے۔

پھر ابن زبیر آئے اور کچھ دیر باتیں کرنے کے بعد کہنے لگے کہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم نے ان لوگوں کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور ہم کیوں ان سے الگ تھلک ہیں ہم مہاجرین کی اولاد ہیں اور ہم نہ وہ اس امر حکومت یا خلافت کے صحیح وارث یا اہل ہیں مجھے بتائیے کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں امام حسینؑ نے فرمایا کہ میں نے کوفہ جانے کے متعلق اپنے دل سے باتیں کی ہیں۔ اور دہاں اپنی جماعت اور اشراف الناس کو لکھ چکا ہوں۔ اب خدا سے طلب خیر کر رہا ہوں۔ ابن زبیر نے کہا کہ اگر آپ کی جماعت جیسی کوئی جماعت مجھے بھی نصیب ہوتی تو میں دہاں سے نہ ہٹتا۔ اور پھر اس خوف سے کہ شاید امام کو ان پر کچھ شبہ ہو کہنے لگے مگر ہاں اگر آپ حجاز ہی میں اقامت فرمائیں اور یہیں رہ کر آپ اس امر (خلافت) کا ارادہ فرمائیں تو ہم آپ کی مخالفت نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کی مساعدت کریں گے۔ اور آپ سے بیعت اور خیر خواہی کریں گے۔ امام حسینؑ نے جواب دیا کہ میرے والد نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا تھا کہ تم میں ایک مینڈھا ہے جو تم کی حرمت کو حلال کر دے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں ہو جاؤں۔ ابن زبیر نے کہا اگر آپ چاہیں تو ہمیں اقامت کریں اور مجھ ہی کو اپنے امر کا والی بنا دیں۔ اور یقین رکھئے کہ آپ کی اطاعت کی جائیگی۔ نا فرمانی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ میں یہ بھی نہیں چاہتا۔ اس کے بعد وہ دونوں حضرات خفیہ طور پر کلام کرنے لگے۔ پھر امام حسینؑ نے دہاں کے دیگر خاثرین سے مخاطب کر فرمایا۔ تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کرے کہ ہم آپ پر قربان ہوں۔ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کیا

کہتے ہیں۔ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم ہیں اس مسجد میں مقیم رہو۔ میں تمہارے لئے آدمی جمع کر دوں گا پھر انہوں نے ابن زبیر سے کہا خدا کی قسم۔ یہ نسبت اس کے میں ہیں قتل ہوں مجھے یہ بات پسند ہے کہ اس سے ایک بالشت باہر نکل کر قتل ہوں۔ اور اس سے کہ ایک بالشت باہر قتل ہوں یہ زیادہ مرغوب ہے کہ اس شہر سے دو بالشت باہر قتل ہوں۔ خدا کی قسم اگر میں ان حشرات الارض میں سے کسی کے سوراخ میں ہوں تو وہ مجھے نکال لے جائیں گے تاکہ میرے ذریعے سے ان کی حاجت بر آری ہو جائے واللہ وہ مجھ پر اسی طرح زیادتی کریں گے جس طرح یہود نے یوم السبت کے بارے میں کی تھی۔ ابن زبیر اٹھ کر چلے گئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ابن زبیر کو دنیا کی کوئی چیز اس سے زیادہ عزیز نہیں کہ میں حجاز سے چلا جاؤں۔ تاکہ یہ شہر ان کے لئے حسالی ہو مباح ہے۔ پڑ

اسی دن شام کے وقت یا شاید دوسری صبح کو ابن عباس امام حسینؑ کے پاس آئے اور کہا کہ اے براور عزاؤں میں چاہتا ہوں کہ صبر کروں۔ مگر صبر نہیں آتا۔ مجھے آپ کے متعلق اس امر میں ہلاک اور استیصال کا خوف ہے اہل عراق ایک غدار قوم ہیں۔ آپ ہرگز ان کے قریب نہ جائیے۔ بلکہ اسی شہر میں مقیم رہئے۔ کیونکہ آپ اہل حجاز کے سردار ہیں۔ اگر اہل عراق جیسا کہ ان کا خیال ہے آپ کو چاہتے ہیں تو آپ ان کو یہ تحریر فرمائیے کہ وہ اپنے عامل اور زمین کو نہرتے نکال دیں۔ تب آپ وہاں تشریف لے جائیے۔ لیکن اگر آپ ہی یہاں سے جانا چاہتے ہیں تو میں جانے۔ کیونکہ وہاں قلعہ اور گھاٹیاں ہیں۔ وہ ایک عریض اور طویل سرزمین ہے۔ اور آپ کے والد کی جماعت وہاں موجود ہے۔ آپ لوگوں سے الگ تھلاک رہیں گے اور وہاں سے آپ لوگوں کو بھیجیں۔ پیغام بھیجیں اور اپنے داعیوں کو پھیلا دیں۔ مجھے امید ہے کہ ایسا کرنے سے جو کچھ آپ چاہتے ہیں عافیت سے حاصل ہو جائے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اے براور عزاؤں۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ آپ ناح مشفق ہیں۔ اگر تیرا ارادہ کہ چکا ہوں اور سامان سفر بھی فراہم ہو چکا ہے ابن عباس نے کہا خبر آپ جانتے ہی ہیں تو اپنی ازواج اور صاحبزادیوں کو ہمسرہ

نے لے جائیے۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ جیسے حضرت عثمان شہید ہوئے۔ اور ان کی ازواج و اولاد ان کو دیکھ رہی تھی کہیں وہی حال آپ کا بھی نہ ہو۔ مجھے قطعی یقین ہے کہ آپ جاز سے باہر نکل کر ابن الزبیر کی آنکھیں ٹھنڈی کرتے ہیں کیونکہ آپ کے موجود ہونے سے کوئی شخص ان کی طرف نگاہ نہیں کرتا۔ قسم ہے اس خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اگر میں آپ کے بال اور پیشانی کو پکڑ لوں تاکہ لوگ ہمارے خلافت جمع ہو جائیں اور آپ میری بات مان لیں اور یہاں ٹھہر جائیں تو میں ضرور ایسا ہی کروں۔ پھر ابن عباس ان کے پاس سے چلے آئے۔ اور جب ابن زبیر کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا کہ اسے ابن زبیر اب آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ اور یہہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ)۔

اے سبزہ زار واسے چکا دک! اب تو تیرے لئے فضا خالی ہو گئی ہے اب تو انڈے دے اور چھپا اور جس طرح چاہے بول۔
اور کہا کہ ”حین عزان کی طرف جاتا ہے اور حجاز کو تیرے لئے چھوڑے جاتا ہے۔“
کہتے ہیں کہ امام حسینؑ کہا کرتے تھے۔ خدا کی قسم جب تک یہ لوگ میرے جسم میں سے جان نہ نکال لیں گے مجھے چین سے نہ بیٹھنے دیں گے۔ مگر جب وہ ایسا کریں گے تو خدا تعالیٰ ان پر ایک ایسا شخص مسلط فرمائے گا کہ جو ان کو عورت کے حیض کے جھٹکوں سے زیادہ ذلیل و خوار کر دے گا۔

غوثکہ امام حسینؑ یوم تردیہ کو مکہ سے روانہ ہوئے عمرو بن سعید بن العاص جو یزید کی جانب سے حجاز کے امیر تھے اپنے بھائی یحییٰ کے ساتھ چند سوار بھیجے۔ جو انہیں راستے میں ملے اور ان کے آگے بڑھنے میں مزاحم ہوئے۔ انہوں نے انکار کیا اور آگے بڑھے چلے گئے۔ نوبت بہاؤں جاریہ کی طرفین میں مار پیٹ کی نوبت آئی۔ آخر امام حسینؑ اور ان کے ہمراہی غالب آئے۔ اور آگے کو روانہ ہو گئے۔ راستہ میں مقام تنعیم پر سے گزرے۔ یہاں امام حسینؑ نے ایک قافلہ دیکھا جو یمن سے آ رہا تھا۔ اور جسے بحیر بن ریسان نے (جو یزید کی طرف سے یمن کا والی تھا) اور اسٹول پر درس (گھانٹا یا تھم) جس سے زرد رنگ نکلا جاتا ہے

اور کپڑے لہے ہوئے تھے نیز یابن معاویہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ امام حسینؑ نے اس قافلے کو کپڑا لیا۔ اور اونٹ اٹوٹے کہا کہ تم میں سے جو شخص ہمارے ہمراہ عراق جانا چاہتا ہے، تم اسے پورا پورا کرارہ دینے اُس سے حسن صحبت سے پیش آئیں گے اور جو ہم سے علیحدہ ہونا چاہے گا ہم اسے کراے کا حصہ ادا کر دیں گے۔ چنانچہ ان میں سے جو جدا ہو گئے ان کو ان کا حق دے دیا اور جو اُن کے ہمراہ روانہ ہوئے ان کو کرایہ ادا کر دیا اور پہنے کو کپڑے دیے۔ پھر وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جب مقام صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر ان سے ملا۔ اس نے کہا کہ خدائے تعالیٰ آپ کی خواہش اور امید کو آپ کے دلخواہ عطا فرمائے امام حسینؑ نے اس سے دریافت کیا کہ تم جن لوگوں کے ہاں سے آ رہے ہو ان کی کیا خبر ہے۔ اس نے کہا آپ نے باختر شخص سے حال پوچھا۔ لوگوں کے قلوب آپ کے لئے ہیں۔ مگر تلواریں بنو امیہ کے ساتھ ہیں۔ فیصلہ آسمان سے نازل ہو گا۔ اور اللہ جو کچھ چاہے گا کرے گا۔ امام حسینؑ نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ امر خدا ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کرے۔ ہمارا رب ہر روز ایک نئی ہی شان میں ہوتا ہے۔ اگر ہماری خواہش کے مطابق فیصلہ نازل ہوا تو ہم خدا کا شکر کریں گے۔ اور اس اداۃ شکر میں بھی وہی مدد دینے والا ہے۔ اور اگر قضاء امید کے مابین حائل ہو گئی۔ تو جس شخص کی نیت حق پر ہے اور جس کی طبیعت میں تقویٰ ہے۔ اس نے ظلم نہیں کیا۔ ۛ

امام حسینؑ کو عبداللہ بن جعفر کا خط ان کے دونوں فرزند عون اور محمد کیساتھ راستے میں مل گیا۔ خط میں لکھا تھا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں آپ سے خدا کا واسطہ دیکر درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرا یہ خط پڑھتے ہی واپس آجائیے۔ کیونکہ مجھے اس بارے میں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کے استیصال کا خوف ہے۔ اگر آپ ہلاک ہو گئے تو زمین کا نور بجھ جائے گا۔ کیونکہ آپ مہندین کے سردار اور مومنین کی امید ہیں۔ آپ روانگی میں جلدی نہ کیجئے۔ میں اپنے خط کے پیچھے پیچھے آ رہا ہوں والسلام۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن جعفر عمر ابن سعید جو یزید کی طرف سے لکھے کا عامل تھا، کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ تم امام حسینؑ کے نام ایک خط لکھ دو جس میں ان سے امان کا وعدہ کرو۔ ان کو حسن سلوک اور صلہ رحم کی امید دلا کر واپس آ جانے کے لئے کہو۔ عمرو نے ایسا ہی کیا خط کو اپنے بھائی یحییٰ ابن سعید

اور عبد اللہ ابن جعفر کے ہاتھ روانہ کر دیا۔ ان دونوں نے حضرت امام حسینؑ کو راستے میں جالیا۔ وہ خط انھیں پڑھ کر سنایا اور جدوجہد کی کہ وہ واپس ہو جائیں۔ مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور عذروں کے علاوہ انھوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے ایک خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ انھوں نے مجھے حکم دیا ہے جس کو میں ضرور پورا کروں گا خواہ وہ میرے خلاف پڑے یا موافق۔ ان دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ وہ کیا خواب ہے۔ کہا کہ نہ میں نے اب تک وہ خواب کسی سے بیان کیا ہے اور نہ کروں گا۔ یہاں تک کہ میں خدا سے جا ملوں۔ ۶

جب ابن زیاد کو امام حسینؑ کے مکے سے روانہ ہو جانے کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے صاحب شہر حضرت حصین ابن نمیر التیمی کو روانہ کیا اس نے قادیسیہ پہنچ کر اپنی سپاہ کو ایک طرف قادیسیہ اور حرقان کے اور دوسری طرف قادیسیہ اور قطیفانہ اور کوہ لعل کے درمیان پھیلا دیا۔ جب امام حسینؑ مقام جابر میں پہنچے تو قیس ابن مسہر الحمید اوی کے ہاتھ اہل کوفہ کے نام ایک خط دے کر روانہ کیا۔ جس میں ان کو اپنے آسنے کی اطلاع اور اپنے کام میں پوری کوشش کرنے کی ہدایت کی۔ قیس قادیسیہ پہنچے تو حصین نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد کے پاس بھیج دیا اس نے اسے کہا کہ قصر کے اوپر چڑھ جاؤ اور حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) کذاب ابن کذاب (نعمو باللہ) پر سب و شتم کرو۔ قیس اوپر چڑھ گئے اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ یہ حسین ابن علی (رضی اللہ عنہما) تمام خلق میں بخدا بہترین آدمی ہیں۔ وہ فاطمہ بنت رسول کے صاحبزادے ہیں۔ میں تمہارے پاس ان کا قاصد بنکر آیا ہوں اور ان سے جابر میں جدا ہوا تھا۔ ان کی دعوت قبول کرو۔ اس کے بعد انھوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی۔ اور حضرت علیؑ کے لئے دعائے استغفار کی۔ ابن زیاد کے حکم سے ان کو قصر کے نیچے پھینک دیا گیا۔ اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ ۷

اور مرانام حسینؑ برابر کوفہ کی طرف چلے جا رہے تھے۔ اہل عرب کے ایک چشمہ پر پہنچ کر ان کو عبد اللہ ابن مطیع نے۔ جو ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے کہ اسے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ

کیسے آئے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ ان کو اپنے مکان پر لے گئے۔ اور خاطر تواضع سے پیش آئے۔ امام حسین نے اپنے درود کے وجہ و اسباب سے ان کو مطلع کیا تو عبداللہ نے کہا کہ اسے ابن رسول (صلعم) میں آپ کو حرمت اسلام کی قسم دیتا ہوں کہ آپ اس ارادے سے باز آئیے۔ میں آپ کو حرمت قریش اور حرمت عرب کا واسطہ دیتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر آپ وہ چیز طلب فرمائیں گے جو بنو امیہ کے ہاتھ میں ہے تو وہ ضرور آپ کو قتل کر دیں گے۔ اور اگر ان لوگوں نے آپ کو قتل کر دیا تو آپ کے بعد کبھی کسی شخص سے نہ ڈریں گے۔ آپ کو حرمت اسلام حرمت قریش اور حرمت عرب کی قسم ہے ایسا نہ کیجیگا۔ اور کونے جا کر اپنے آپ کو بنو امیہ کے ہاتھوں میں نہ ڈالئے۔ مگر امام حسین نے انکار کر دیا اور جانے کا عزم ظاہر کیا۔

زہیر ابن قین البجلی (جو عثمانی جماعت میں سے تھے) حج کر کے واپس ہوئے تو راستے میں ان کو امام حسین کے ساتھ ہم سفر ہونا پڑا۔ اس کے ہی سے وہ ان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ لیکن منزل میں ان کے خیمے کے پاس خیمہ زن نہ ہوتے تھے۔ ایک دن امام حسین نے ان کو بلایا کہ ان کو یہ دعوت بہت شاق گذری مگر طوعاً و کرہاً امام حسین سے ملنے آئے۔ اور جب واپس آئے تو اپنا اسباب امام حسین کے اسباب کے پاس منتقل کر دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے میرا ساتھ دے۔ ورنہ یہ اب آخری ملاقات ہے میں تم لوگوں کو ایک بات سنا رہا ہوں اور وہ یہ ہے کہ ہم بلخج میں جنگ کر رہے تھے۔ ہم نے فتح پائی۔ اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ جس سے ہم خوش ہوئے۔ سلمان فارسی ہمارے ساتھ تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ جب تم شاب ال محمد (صلعم) کو پاؤ گے۔ اور اس کے ساتھ مل کر جنگ کرو گے تو تم کو آج کے اس مال غنیمت کے ملنے سے بھی زیادہ خوشی حاصل ہوگی۔ لہذا میں تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ پھر انھوں نے اپنی زوجہ کو طلاق دی اور کہا کہ تم اپنے اہل میں چلی جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ تم کو میرے سبب سے سوائے خیر و برکت کے اور کچھ نصیب ہو۔ وہ امام حسین کے ہمراہ رہے تا آنکہ ان کے ساتھ شہید ہوئے۔

امام حسین کو تلخیص میں مسلم ابن عقیل کے قتل کی خبر ملی تو ان کے ایک ہمراہی نے

ان سے کہا کہ ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ یہاں سے واپس لوٹ جائیں۔ کیونکہ
 کوٹنے میں نہ کوئی آپ کا مددگار ہے اور نہ آپ کی جماعت ہے۔ بلکہ ہم کو یہ خوف
 ہے کہ وہ لوگ آپ کی مخالفت کریں گے۔ اس پر بنو عقیل ایک دم سے
 جوش میں آ کر کھڑے ہوئے۔ اور بولے خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹھینکے۔ جب تک کہ ہم
 اس کا بدلہ نہ لے لیں۔ یا اسی مصیبت کو نہ چکھ لیں جو مسلم نے چکھی ہے۔ امام حسینؑ نے
 فرمایا کہ ان لوگوں کے بعد زندگی میں کچھ کوئی بھلائی نہیں۔ ان کے کسی ہمسایہ نے کہا
 کہ بخدا آپ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں۔ اگر آپ کو فتنہ تشریف لے جائیں تو لوگ
 بہ نسبت ان کے آپ کے پاس جلدی آئیں گے۔ پھر وہ سب روانہ ہو کر زبالہ پہنچے۔
 جس پانی پر آپ کا گزر ہوتا تھا وہاں کے لوگ ہمراہ ہو جاتے تھے۔ زبالہ تک یہی حالت
 رہی جہاں امام حسینؑ کو اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن بقطر کے قتل کی خبر ملی جن کو انھوں
 نے راستے میں سے مسلم بن عقیل کی طرف روانہ کیا۔ جب کہ ان کو مسلم بن عقیل کے قتل سے لگا ہی
 نہ ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن بقطر کو حصین بن نمیر کے سواروں نے پکڑ کر ابن زیاد
 کے پاس پہنچا دیا۔ اس نے ان سے کہا کہ قہر کے اوپر چڑھ جاؤ اور کذاب ابن کذاب (معاذ اللہ)
 پر لعنت کرو۔ پھر نیچے اتر آؤ۔ تب میں دیکھوں گا کہ تمہارے متعلق کیا رائے ہے۔ چنانچہ وہ
 اوپر چڑھ گئے اور وہاں سے لوگوں کو امام حسینؑ کے آمد کی اطلاع دی اور زیاد اور ابن زیاد پر
 لعنت بھیجی۔ اس پر ان کو قہر سے گرا دیا گیا جس سے ان کی ہڈیاں ٹوٹ گئیں۔ مگر ابھی جان کی
 کچھ رقی باقی تھی کہ عبدالملک ابن عمیر اللہی نام ایک شخص نے آگے بڑھ کر ان کو زنج کر دیا۔ اور
 جب اس کے اس فعل کو عیب نام کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے یہ اس ارادے سے
 کیا تھا کہ اسے تکلیف سے راحت دوں۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ قتل کرنے والا
 شخص عبدالملک ابن عمیر نہیں۔ بلکہ اس کا کوئی بھائی تھا۔ غرض کہ جب امام حسینؑ
 کو اپنے برادر رضاعی اور مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر ہوئی۔ تو انھوں نے لوگوں
 کو اس سے اطلاع دی اور کہا کہ ہماری جماعت نے ہم کو چھوڑ دیا ہے۔ جو
 ہمارے پاس سے چلا جانا چاہتا ہے وہ چلا جائے۔ اس پر کوئی ذمہ داری نہیں۔
 چنانچہ وہ لوگ دائیں اور بائیں منتشر ہو گئے۔ اور صرف وہی انتحاص ان کے
 ہمراہ رہ گئے۔ جیسے ہی سے ان کے ہمراہ آئے تھے۔ امام حسینؑ نے ایسا اس لئے

کیا۔ ان کو معلوم تھا کہ بدویوں نے یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ایسے شہر کو جارہے ہیں جہاں کے باشندوں نے مضبوطی کے ساتھ ان کی اطاعت کر لی ہے۔ لہذا امام حسینؑ نے چاہا تا کہ وہ انھیں اس خطرے سے آگاہ کر دیں جس کی طرف وہ جارہے ہیں۔ پھر وہاں سے چلے اور بطن عقبہ میں اترے۔ وہاں ان کو ایک عرب شخص ملا۔ جس نے ان سے کہا کہ میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس چلے جائے۔ خدا کی قسم آپ کو وہاں جا کر نیردوں اور تلواروں کی دھاریوں سے سابقہ پڑے گا۔ یہ لوگ جنھوں نے آپ کو بلایا ہے۔ اگر وہ آپ کو جنگ و قتال کی مصیبت سے بچا لیتے۔ اور تمام باتوں کو آپ کے لئے پہلے درست کر لیتے۔ تب آپ ان کے ہاں جاتے تو کچھ بات بھی تھی۔ اگر حالت یہی ہے جو بیان کی گئی ہے تو میری شہادت نہیں کہ آپ ایسا کریں۔ فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں لیکن اللہ عز و جل کا کوئی امر مغلوب نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کہہ کر وہاں سے روانہ ہو گئے

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عمرو بن سعید لاشدق (جو مکے اور مدینے کے عامل تھے) نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

اس سال جبرہہ الاسلمی نے انتقال کیا۔ یہ صحابی تھے۔ اور امیر معاویہ کے زمانے میں حارثہ ابن نعمان الانصاری نے انتقال کیا۔ جو جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں وحیہ ابن خلیفہ الکلبی نے بھی انتقال کیا۔ وہ وہ تھے جن کی صورت میں جبرئیل وحی لے کر نازل ہوتے تھے۔ ان کی خلافت کے شروع میں رفاعہ ابن رافع بن مالک ابن عجلان الانصاری بھی فوت ہوئے۔ وہ جنگ بدر میں لڑے تھے۔ اور حضرت علیؑ کے ساتھ جبل اور صفین میں شریک تھے۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں عمرو بن امیہ الضمری مدینے میں فوت ہوئے۔ ان ہی کے عہد میں عثمان ابن حنیف الانصاری۔ عثمان ابن ابی العاص الثقفی۔ اور عثمان ابن مالک الانصاری نے بھی انتقال کیا۔ نو خرا لکڑ صاحب جنگ بدر میں شریک تھے۔

علیٰ ہذا القیاس سہل ابن خظلیہ یعنی ابن ربیع الانصاری نے دمشق میں پھر ۳۵۵ھ کے بعد سائب بن ابی دواعہ السہمی - سراقہ بن عمرو الانصاری اور آغاز حکومت میں زیاد بن لبید الانصاری نے انتقال کیا۔ دونوں موفرا الذکر جنگ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی کے زمانے میں معقل ابن یسار مرنی کا انتقال ہوا جن کی طرف بصرے کی نہر معقل منسوب ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ان کا انتقال یزید کے زمانے میں ہوا۔ امیر معاویہ ہی کے زمانے میں ناجیہ بن جندب ابن عمیر (جو رسول اللہ صلعم کی قربانی کے اونٹوں کے داروغہ تھے) اور نعیمان ابن عمرو بن رفاعہ الانصاری بھی فوت ہوئے۔ نعیمان وہی صاحب ہیں جن کے مزاج میں مزاح و تمسخر تھا۔ اور جنگ بدر میں لڑے تھے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ نہیں بلکہ ان کے صاحبزادے فوت ہوئے تھے۔

امیر معاویہ کے آخری زمانے میں عبداللہ ابن مالک بن جحینہ صحابی کا انتقال ہوا۔ اسی سال عبداللہ ابن معقل ابن عبدغنی المزنی بصرے میں فوت ہوئے۔ ڈ
امیر معاویہ کے زمانے ہی میں ہند ابن جاریہ ابن ہند الاسلمی اور ۳۵۵ھ میں حکیم ابن خزام (جن کی عمر ایک سو بیس سال کی تھی جن میں سے ساٹھ برس جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزرے تھے) نے بھی انتقال کیا۔ ڈ
اسی سال اور بقول بعض ۳۵۵ھ میں ابواسیدہ الساعدی نے جن کا نام مالک ابن ربیعہ تھا انتقال کیا۔ وہ جنگ بدر میں شریک تھا۔ اور جنگ بدر کے حاضرین میں یہ سب سے آخری صاحب ہیں جو فوت ہوئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ۳۵۵ھ میں ہوا۔ مگر صحیح نہیں ہے۔ ڈ

امیر معاویہ کے عہد حکومت کے آغاز میں۔ ابورودہ ثانی بن نزار البلوئی (جو انصار کے طلیف اور عقبہ اور بدر میں اور حضرت علیؑ کی تمام جنگوں میں شریک تھے) اور ابو ثعلبہ الخشنی نے بھی انتقال کیا۔ ابو ثعلبہ صحابی تھے۔ اور کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۳۵۵ھ میں ہوئی۔ ان ہی کے زمانے میں ابوجہم ابن حذیفہ العدوی القریشی نے آخری ایام میں وفات پائی کہتے ہیں کہ وہ ابن زبیر کے زمانے میں کعبہ کی تعمیر میں موجود تھے اور جب قریش نے کعبہ کی تعمیر کی تھی اس وقت بھی موجود تھے۔ امیر معاویہ کے آغاز ایام میں

سہل کے والد ابو حشمۃ الانصاری نے آخر ایام میں ابویس الحنبی نے جو فتح مکہ کے وقت موجود تھے اور شہدہ میں (اور بقول بعض اس سے قبل ہی شہید ہو گئے تھے) صفوان ابن معطل السلمی نے سمیسا میں انتقال کیا۔ ۛ

اسی سال کلابیہ نے بھی انتقال کیا۔ جنہوں نے رسول اللہ صلعم سے پناہ مانگی تھی اور آنحضرت نے ان سے نکاح کر لیا تھا اور پھر ان سے مفارقت کر لی تھی ان کو جنوں لاقی ہو گیا تھا۔ ۛ

اسی سال بلال ابن حارث المزنی ابو عبد الرحمن بھی فوت ہوئے۔ ۛ
امیر معاویہ کے آخری ایام میں وائل ابن حجر الحضرمی اور ابو ادریس الخولانی نے بھی انتقال کیا۔ ۛ

۴۱۰ء کے واقعات

امام حسینؑ کی شہادت کا بیان

جب امام حسینؑ چتر شراف سے روانہ ہوئے تو دو پہر کے وقت ان کے کسی ہمراہی نے ”اللہ اکبر“ کا نعرہ مارا۔ امام حسینؑ نے اس سے پوچھا کہ تم نے تکبیر کیوں کہی۔ کہا میں نے کھجور کے درخت دیکھے بنو اسد کے دو آدمیوں نے کہا کہ اس سرزمین میں کھجور کا درخت نہیں ہوتا۔ امام حسینؑ نے کہا تو پھر یہ کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا کہ ہمیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قراول کے گھوڑے ہیں اور کچھ نہیں۔ کہا ہاں ٹھیک ہے۔ میں بھی یہی دیکھتا ہوں۔ پھر ان دونوں سے پوچھا۔ یہاں کوئی ایسی پناہ کی جگہ نہیں ہے۔ جہاں ہم پناہ لے لیں اور اسے اپنے پشت پر رکھ کر صرف ایک طرف سے قوم کا سامنا کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ جی ہاں یہ آپ کے بائیں ہاتھ کو ذرا ہٹ کر دھکم کا پہاڑ واقع ہے۔ اگر آپ لوگوں سے پہلے وہاں پہنچ جائیں تو آپ اسے اپنی مرضی کے مطابق مقام پائیں گے۔ اور حضرت امام حسینؑ اس پہاڑ کی طرف مڑے کہ اتنے میں رسا نظر پڑا جو آپ پر بڑھا آ رہا تھا۔ مگر آپ ان سے پہلے ہی پہاڑ پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد وہ لوگ بھی آئے۔ وہ ایک ہزار سوار تھے۔

اور حرا بن زید التیمی ثم ابی ربیع کے ماتحت تھے۔ وہ لوگ عین دوپہر کے وقت امام حسینؑ اور ان کے ہمراہیوں کے سامنے آکر ٹھہرے۔ امام حسینؑ نے اپنے ہمراہیوں اور جوانوں سے کہا کہ سب لوگوں کو پانی پلاؤ۔ اور گھوڑوں کو بھی اچھی طرح سیراب کر دو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ حرقاد سید سے آرہے تھے۔ ان کو حصین ابن نمیر التیمی نے ایک ہزار آدمی دیکر امام حسینؑ کے مقابلے کے لئے روانہ کیا تھا۔ وہ اسی طرح امام حسینؑ کے سامنے کھڑے رہے جتنی کہ ظہر کا وقت آ گیا۔ امام حسینؑ نے مؤذن کو اذان کہنے کا حکم دیا۔ اور اس نے اذان کہی۔ پھر امام صاحب ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو! یہ خدائے تعالیٰ کی طرف اور تمھاری طرف معذرت ہے۔ میں تمھارے پاس اسی وقت آیا ہوں کہ جب مجھے تمھارے خطوط اور قاصد ملے اور مجھ سے کہا کہ ہمارے ماں آؤ۔ ہمارے لئے کوئی امام نہیں ہے۔ اور ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ ہمیں آپ کے ذریعے سے ہدایت فرمائے۔ اب میں تمھارے پاس آ گیا ہوں۔ اب اگر تم مجھ کو ایسے وعدے دو جن سے مجھ کو اطمینان ہو جائے۔ تو میں تمھارے شہر کو چلتا ہوں۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا یا تم نے میرے آنے سے کراہت کی تو میں تمھارے پاس سے وہیں چلا جاؤں گا جہاں سے آیا ہوں۔ وہ لوگ خاموش ہو گئے اور مؤذن سے کہا کہ اقامت کہو۔ اس نے اقامت کہ دی۔ امام حسینؑ نے حرم سے کہا کہ کیا تم اپنے ہمراہیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا چاہتے ہو۔ کہا نہیں بلکہ آپ نماز پڑھئے اور تم آپ ہی کے ساتھ نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے نماز پڑھائی۔ جب وہ اند گئے تو ان کے ہمراہی ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اور حرا اپنے مقام کو واپس چلے گئے۔ پھر امام حسینؑ نے ان کے ساتھ نماز عصر بھی ادا کی۔ اور ان کی طرف رخ کر کے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ: اَقْبَلْ بَعْدُ! اگر تم خدا کا خوف کرو اور اہل حق کے حق کو پہچانو تو یہ امر خدا کی نہایت درجہ خوشنودی کا باعث ہو گا۔ اور ہم کہ اہل بیت رسول اللہ ہیں اس امر کے دالی ہونے کے زیادہ حقدار ہیں بہ نسبت ان لوگوں کے جو ایسے امر کے مدعی ہیں جس کا انھیں کوئی حق نہیں ہے۔ اور تم لوگوں میں جو راہِ ظلم سے برتاؤ کرتے ہیں اور اگر تم کو ہم سے کراہیت ہے اور ہمارے

لئے حق شناسی نہیں کرتے اور تمہاری رائے اس رائے کے خلاف ہے جو تمہارے خطوط اور مقاصدوں سے ظاہر کیا تو میں تمہارے پاس سے چلا جاؤں گا۔ **حُرنے** کہا کہ خدا کی قسم میں ان قاصدین اور خطوط کی خبر نہیں جن کا آپ ذکر کر رہے ہیں۔ امام حسینؑ نے دو جہتیں نکالیں جو خطوط سے پڑھیں اور ان سب کو ان کے سامنے بکھیر دیا۔ **حُرنے** کہا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہوں نے آپ کو یہ خط لکھے ہیں۔ ہم کو تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں جب تک کہ آپ کو ہمراہ لیکر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس کوٹنے نہ پہنچ جائیں۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ یہ نسبت اس کے موت تم سے زیادہ قریب ہے اور یہ کہہ کر اپنے ہمراہیوں کو سوار ہو کر واپس چلنے کا حکم دیا۔ **حُرنے** فراحت کی تو امام حسینؑ نے فرمایا خدا کرے تیری ماں کی کو کھ جل جائے۔ تو کیا چاہتا ہے۔ **حُرنے** کہا کہ خدا کی قسم اگر آپ کے سوا کوئی اور شخص یہ کلمہ کہتا تو میں بھی اس کی ماں کو ایسی ہی بد دعا دیتا۔ پھر خواہ وہ کوئی ہی ہوتا۔ مگر بخدا میں آپ کی ماں کا ذکر بجز اس کے کہ بہترین طریقے سے کروں اور کوئی سبیل نہیں پاتا۔ امام حسینؑ نے فرمایا اچھا تم کیا چاہتے ہو۔ **حُرنے** جواب دیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔ امام حسینؑ نے کہا کہ تب تو خدا کی قسم میں تمہاری پیروی نہ کروں گا۔ **حُرنے** پھر تو میں بھی بخدا آپ کو نہ چھوڑوں گا۔ وہ اسی طرح آپس میں کلام کرتے رہے۔ پھر **حُرنے** کہا کہ مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ جب تک آپ کو لے کر کوٹنے نہ پہنچ جاؤں آپ سے جدا نہ ہوں۔ اب آپ ایسا راستہ اختیار کیجئے جس سے نہ آپ کوٹنے میں داخل ہو سکیں اور نہ مدینے کو واپس جاسکیں۔ تا آنکہ میں ابن زیاد کو اور آپ پرید یا ابن زیاد کو لکھیں۔ ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ کوئی ایسا امر پیدا کرے جس سے میں اس بات کی عافیت پاؤں کہ آپ کے اس امر میں سے کسی بات میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ چنانچہ عذیب اور قادسیہ کے راستے سے بائیں جانب مڑ گئے۔ اور گھر ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ پھر امام حسینؑ نے ان کے سامنے ایک تقریر کی اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص ایسے ظالم سلطان کو دیکھے جس نے اللہ کے حرام کئے ہوئے کاموں کو حلال کر دیا ہے اور اللہ کے عہد کو توڑ دیا ہے۔ ہنفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی مخالفت کی ہے۔ اللہ کے بندوں میں بڑی اور ظلم سے حکومت کی ہے۔ پھر اس نے اپنی طاقت کی حد تک فعل سے اور قول سے اس کو نہیں بدلاتا تو اللہ کو حق حاصل ہے کہ اس کو اس کے مدخل میں داخل کر دے۔ خبردار! اب ان لوگوں نے شیطان کی نیت کو لازم پکڑا ہے۔ اور جن کی طاعت کو ترک کر دیا ہے۔ اور فساد کو ظاہر کر دیا ہے اور حدود شرعی کو معطل کر دیا ہے۔ وہ محاصل کو اپنے ہی لئے خرچ کرتے ہیں۔ اور اللہ کی حرام کردہ باتوں کو حلال اور حلال کو حرام کرتے ہیں۔ میں بہ نسبت کسی اور شخص کے زیادہ حقدار ہوں۔ میرے پاس تمہارے خطوط اور قاصد تمہاری بیعت کی اطلاع دینے کے لئے آچکے ہیں۔ اور تم نے یہ اقرار کیا ہے کہ تم مجھے دشمن کے سپرد نہ کرو گے۔ اور مجھے چھوڑ کر الگ نہ ہو جاؤ گے۔ اگر تم میری بیعت پر قائم رہے تو ہدایت پاؤ گے۔ میں حسین ابن علی اور ابن فاطمہ بنت رسول اللہ صلی علیہ وسلم ہوں۔ میری جان تمہاری جان کے ساتھ۔ اور اور میرے اہل و عیال تمہارے اہل و عیال کے ساتھ ہیں۔ اور تمہارے لئے میری ذات میں ایک نمونہ ہے۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا۔ اور تم نے میرے عہد کو توڑ دیا۔ اور میری بیعت کو فسخ کر دیا تو قسم ہے مجھے اپنی جان کی کہ یہ تمہارے لئے کوئی انوکھی بات نہیں۔ کیونکہ تم نے اب سے پیشتر میرے باپ۔ میرے بھائی اور برادر بناد و بناد مسلم بن عقیل کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ اور جو کوئی تمہارے دھوکے میں آجائے وہ واقعی بڑا ہی احمق ہے۔ تم نے اپنے حق کو چھوڑا اور اپنے حصے کو ضائع کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو کوئی اپنا عہد توڑتا ہے وہ اپنے نفس کے خلاف ہی ایسا کرتا ہے۔ اور اللہ عنقریب تم سے غنی کر دیگا۔ والسلام۔ خُرنے کہا کہ میں آپ کو آپ ہی کی جان کے بارے میں خدا یاد دلاتا ہوں۔ کیونکہ میں ابھی سے کچھ دیتا ہوں کہ آپ نے جنگ کی تو آپ ضرور قتل ہونگے امام حسین نے فرمایا کہ کیا تم مجھے موت سے ڈراتے ہو۔ اور کیا ان تمام تقریریں کا تم پر یہی اثر ہوا کہ تم مجھے قتل کر دو گے؟ میں نہیں جانتا میں کیا کہوں۔ لیکن میں تم سے وہی کہتا ہوں جو اوسی نے اپنے ابن عم سے کہا تھا جو رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی نصرت کا خواہاں تھا کہ ”تو کہاں جاتا ہے تو ضرور قتل ہو گا“ اس کے بعد یہ اشعار پڑھے: ”میں عنقریب جاؤں گا۔ موت کسی جو انمرد شخص کے لئے باعث ننگ چیز نہیں۔ اور وہ بھی اس حالت میں کہ اس کی نیت بخیر ہو اور مسلمان رہ کر جہاد کرے۔ نیک لوگوں کی

اپنی ذات سے غمخواری کی اور تباہ کاری کی مخالفت اور مجرم سے مفارقت کی۔ اگر میں زندہ رہوں تو نادم نہ ہوں گا۔ اگر مر جاؤں تو قابل ملامت نہ ٹھیروں گا۔ لیکن تیرے لئے یہ ذلت کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور ذلیل و خوار ہو۔“

حریہ اشعار سنکر ان سے جدا ہو گئے۔ اور الگ الگ چلنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ عذیب الہجانیات پہنچ گئے۔ دیہاں نعمان کے سفید اونٹ چرا کرتے تھے اور وہ مقام ان اونٹوں سے منسوب ہو گیا) وہاں امام حسینؑ نے چار آدمیوں کو دیکھا جو کوفے سے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر آرہے تھے ان کے ساتھ نافع ابن ہلال کا گھوڑا (جس کو الکامل کہتے تھے) کو تل تھا۔ ان کے ساتھ ان کا رہبر طراح ابن عدی بھی تھا۔ وہ لوگ امام حسینؑ کے پاس آئے تو حزن آگے بڑھ کر کہا کہ یہ لوگ کوفے کے ہیں۔ میں یا تو ان کو قید کر دوں گا یا واپس بھیج دوں گا۔ امام حسینؑ نے کہا کہ میں ان کو اس چیز سے باز رکھوں گا جس سے میں اپنے آپ کو باز رکھتا ہوں (یعنی حفاظت کروں گا) یہ لوگ میرے مددگار ہیں اور بمنزلہ ان لوگوں کے ہیں جو میرے ہمراہ آئے ہیں۔ اگر تم اس عہد کو جو میرے اور تمہارے مابین ہے پورا کرو تو بہتر ہے ورنہ میں تمہارا مقابلہ کر دوں گا۔ اس پر حمران سے علیحدہ ہو گئے۔ امام حسینؑ نے ان اشخاص سے کہا کہ تم جس حالت میں لوگوں کو کوفے میں چھوڑ کر آئے ہو اس سے مجھے اطلاع دو مجمع ابن عبید العامری (جو ان میں سے ایک تھا) بولا کہ اشراف الناس کا تو یہ حال ہے کہ ان کو بھاری رشوت پہنچ گئی ہے اور ان کی بوریاں بھری گئی ہیں۔ وہ آپ کے خلاف بغض و عداوت کے لئے مجتمع ہیں۔ لیکن ان کے سوا دوسرے تمام اشخاص کی حالت یہ ہے کہ ان کے قلوب تو آپ کے گردیدہ ہیں۔ مگر کل کو ان کی تلواریں آپ کے خلاف چمکیں گی۔ امام حسینؑ نے ان سے اپنے قاصد قیس ابن مسہر کے متعلق استفسار کیا۔ تو انھوں نے ان کے قتل ہونے اور ان کے ساتھ جو بدسلوکی کی گئی اس کا ذکر کیا۔ یہ سن کر امام حسینؑ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جن کو ضبط نہ کر سکے۔ پھر انھوں نے یہ آیت پڑھی۔ اَفَمَنْهُمْ مَن قَضٰی نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَن يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا اور دعا کی کہ اے خدا ہم کو اور ان کو جنت عطا فرما اور ہمیں اور ان کو اپنے مستقر رحمت اور ذخیرہ شدہ غائب ثواب میں جمع کر دے۔ طراح ابن عدی نے کہا کہ خدا کی قسم میں آپ کے ساتھ بہت سے آدمیوں

کو نہیں دیکھتا اگر ان لوگوں کے سوا جن کو میں آپ کے ساتھ لگے ہوئے دیکھ رہا ہوں کوئی اور آپ سے لڑنے والے نہ ہوتے تب بھی ان کی جمعیت ان کے لئے کافی تھی۔ حالانکہ میں نے اپنی روانگی سے ایک دن قبل کوئے میں اس قدر آدمی جمع ہوتے دیکھے ہیں کہ میری آنکھوں نے کسی مقام واحد میں اس سے زیادہ آدمی جمع ہوتے ہوئے نہیں دیکھے۔ اور وہ اس لئے جمع ہوئے تھے۔ کہ آپ کا مقابلہ کریں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ اگر آپ میں یہ قدرت ہو کہ آپ ان کی طرف ایک بالشت بھی نہ بڑھیں تو ایسا ہی کیجئے۔ لیکن اگر آپ کا یہ ارادہ ہے کہ آپ کسی ایسے تہر میں اتریں جہاں خدائے تعالیٰ آپ کو حفاظت سے رکھے تاکہ آپ اپنی رائے قائم کریں اور جو کچھ آپ کو کرنا چاہئے وہ آپ پر ظاہر ہو جائے۔ تو آپ ہمارے پہاڑ آجائے پر تشریف لے چلئے۔ خدا کی قسم ہمارا وہ پہاڑ ایسا ہے کہ جس نے ہم کو ملوک غسان و حمیر نعمان ابن منذر اور ہر اسود و امرا اقوام سے محفوظ رکھا ہے۔ اور خدا کی قسم ہم کو کبھی ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ میں آپ کے ہمراہ چلوں گا اور وہاں پہنچا دوں گا۔ پھر آپ کو آجائے کے باشندوں اور قبیلہ طے کے کوہ سلے کے رہنے والوں کو دعوت دیجئے۔ بخدا دس دن بھی نہ گزریں گے بنو طے پیدل اور سوار آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ ہم میں رہ کر جو کچھ چاہیں کریں۔ اگر آپ جنگ کرنے کا ارادہ کریں تو میں آپ کا نمائندہ بن کر بنو طے کے میں ہزار آدمی فراہم کر لوں گا۔ ہم آپ کے آگے آگے رہ کر اپنی تلواروں سے لڑیں گے۔ پھر تو قسم ہے خدا کی کہ جب تک ان میں کا ایک بھی شخص زندہ رہے گا تب تک کسی کو آپ تک پہنچنے کا یارا نہ ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ خدا تم کو اور تمہاری قوم کو خراشے خیر دے۔ بات یہ ہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں ایک قول ہو چکا ہے جسکی وجہ سے ہم اس بات پر قادر ہیں کہ واپس چلے جائیں۔ اور نہ ہمیں معلوم ہے کہ اب امور ہم میں اور ان میں کیا تصرفات کریں گے۔ یہ سنکر طراح نے آپ کو دواع کیا اور اپنے لوگوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ لیکن یہ وعدہ کیا کہ سامان ہمارا ہی اپنے گھر پہنچا کر وہ آپ کی مدد کیلئے واپس آجائے گا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد پھر امام حسینؑ کے پاس آ رہا تھا کہ غیبی الحجابات کے مقام پر اس کو ان کی شہادت کی اطلاع ہوئی اس لئے وہ اپنے اہل و عیال میں واپس چلا گیا۔ اس کے بعد امام حسینؑ چلتے چلتے قصر بنی مقاتل میں پہنچے۔ جہاں انھوں نے خیمے لگے ہوئے دیکھ کر سوال کیا یہ کس کے ہیں کہا گیا عبید اللہ ابن حُر جعفی کے

امام حسینؑ نے کہا کہ اُسے میرے پاس بلا لاؤ۔ جب ان کا قاصد اس کے پاس بلا نے کیلئے پہنچا تو اس نے کہا کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بخدا میں کونے سے اس بات کی کراہت سے نکل آیا کہ امام حسینؑ اس میں داخل ہوں اور میں وہاں رہوں۔ واللہ میرا ارادہ نہیں ہے کہ میں اُن کو دیکھوں۔ اور نہ یہ کہ وہ مجھے دیکھیں۔ قاصد نے واپس آکر امام حسینؑ کو اس کے اس قول سے اطلاع دی تو وہ خود عبید اللہ کے پاس گئے۔ اور اسے اپنی مدد کے لئے بلایا۔ جواب میں حُر نے اپنی وہی پرانی بات دہرا دی۔ امام حسینؑ نے کہا کہ خیر اگر تم میری مدد نہیں کرتے تو کم از کم خدا سے ہی پناہ مانگو کہ تم میرے خلاف لڑنے والوں میں نہ ہو۔ خدا کی قسم جو شخص ہماری دعوت کو سکر ہماری مدد نہ کرے گا ضرور ہلاک ہوگا حُر نے کہا کہ خیر تو یہ انشاء اللہ تعالیٰ بکسی نہ ہوگا۔ اس پر امام حسینؑ اٹھ کر اپنے قافلے کو چلے گئے۔ پھر رات کو کچھ دیر تک سفر کرتے رہے۔ راستے میں انھیں دو گھم آگئی اور سر مل گیا جس سے ہوشیار ہونے پر انھوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ کہا۔ یہ سن کر ان کے صاحبزادے علی ابن حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ان کے پاس آکر اپنے لگے بابا میں آپ پر فدا ہو جاؤں یہ آپ نے حمد اور استرجاع کیوں کیا۔ کہا کہ مجھے دیکھ آگئی تھی۔ اور ایک شخص گھوڑے پر سوار نمودار ہوا۔ جس نے کہا کہ لوگ سفر کر رہے ہیں اور موتیں ان کی طرف آرہی ہیں۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ ہمارے نفوس کو جہنم رک دی گئی ہے۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ کو برا انجام نہ دکھلائے کیا ہم حق پر نہیں ہیں۔ جواب دیا کہ ہاں بیشک۔ قسم ہے اس ذات کی جس کی طرف بندے رجوع کرتے ہیں۔ علی ابن حسینؑ نے کہا تب ہم کو پروا نہیں ہے کیونکہ ہم حق پر مرینگے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ بیٹا۔ خدا تم کو وہ بہترین جزا دے جو وہ باپ کی طرف سے بیشیے کو دیتا ہے۔

صبح کے وقت انھوں نے قیام کیا اور نماز ادا کر کے جلدی جلدی سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر اس ارادے سے بایں جانب کو چلے کہ حُر اور ان کی جماعت سے جدا ہو جائیں۔ آپ دشمن یعنی حُر کے ساتھیوں کے ساتھ ساتھ اس لئے چلتے رہے تاکہ ان کو منتشر کر دیں اسی غرض سے آپ حُر کے پاس آئے اور اس کے ساتھیوں کو ٹوٹا دیا۔ مگر جب آپ اُن کو کونے کی طرف سختی سے ٹوٹانے لگے تو انھوں نے آپ کی مخالفت کی اور نہ مانا اور ذرا دور ہو گئے۔ مگر وہ اسی طرح برابر آپ کے ساتھ لگے رہے یہاں تک کہ غیوے پہنچے جہاں آپ پہلے ہی پہنچ کر قیام کر چکے تھے۔

ابھی اترے ہی تھے کہ دیکھا کہ ایک سوار کوئے سے چلا آتا ہے۔ وہ اس کی آمد کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ اس نے آکر حُر کو سلام کیا (مگر امام حسینؑ کو اور ان کے اصحاب کو سلام نہیں کیا) اور ابن زیاد کی طرف سے ایک خط دیا۔ دیکھا تو اس میں یہ لکھا تھا: اَھَا بَعْدُ جَب، میرا یہ خط تم کو ملے اور میرا قاصد تمہارے پاس پہنچے تو حسینؑ پر سختیاں کرو۔ اس سے کھلے میدان کے سوا اور کہیں نہ اترے دو۔ جہاں کوئی قلعہ ہو نہ پانی ملے۔ اور میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ تمہارے ساتھ ساتھ رہے اور جب تک کہ وہ یہ خبر مجھے نہ پہنچا دے کہ تم نے میرے حکم پر عمل کیا ہے تم سے جدا نہ ہو۔ سلامِ فطریہ کر حُر نے امام حسینؑ اور ان کی جماعت سے کہا کہ یہ امیر کا خط ہے جس میں مجھے حکم ہوا ہے کہ جس مقام میں مجھے یہ خط ملے میں تم کو وہیں سختی اور شکنجی کے ساتھ رکھوں اور انھوں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ جب تک کہ ان کے حکم کا نفاذ نہ ہو لے وہ مجھ سے جدا نہ ہو۔ پھر حُر نے ان کو سختی کے ساتھ ایسے مقام میں نزل کا حکم دیا کہ جہاں نہ پانی ملے اور نہ کوئی گاؤں ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم کو نینو نے یا غاضیہ یا غفیلہ پر لے کر دیا ہے۔ حُر نے جواب دیا کہ اس شخص کے ہوتے مجھ میں ایسا کرنے کی طاقت نہیں۔ کیونکہ یہ شخص مجھ پر ناظر مقرر کیا گیا ہے۔ زہیر ابن قین نے امام حسینؑ سے کہا کہ اے ابن رسول (صلعم) خدا کی قسم اب اس کے بعد جو کچھ آپ دیکھیں گے وہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گا اور ہمارے لئے ان لوگوں سے اسی وقت لڑنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ہم ان لوگوں سے لڑیں جو ان کے بعد آئیں گے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان کے بعد ہمارے مقابلے کے لئے اتنے آدمی آئیں گے کہ ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ میں تو ان سے لڑنے میں ابتداء کروں گا۔ زہیر نے کہا تو تو پھر آپ یہ کیجئے کہ ہم کو اس گاؤں میں لے چلے جو محفوظ ہے اور دریائے فرات کے کنارے پر واقع ہے۔ اگر انھوں نے ہم کو رد کا تو ہم ان سے جنگ کریں گے۔ کیونکہ ہمارے لئے ان لوگوں سے لڑنا آسان ہے نسبت اس کے کہ ان کے بعد کے آنے والوں سے لڑیں۔ امام حسینؑ نے پوچھا کہ وہ کیا گاؤں ہے۔ کہا کہ عقر۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اے خدا میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھے عقر سے بچائو۔

غزوہ وہ وہاں اترے اور اس روز جمعرات کا دن اور ۶۱ھ کے ماہ محرم کی دوسری تاریخ تھی۔ پانچ

دوسرے دن صبح کو عمر ابن سعد ابن ابی وقاص چار ہزار آدمیوں کو لئے ہوئے کوفہ سے ان کے مقابلے کو آپہنچا۔ اس کی روانگی کا سبب یہ ہوا کہ عبید اللہ ابن زیاد نے چار ہزار آدمی دے کر اس کو ہشمتی کی طرف روانہ کیا تھا جس پر دلیلم نے حملہ کر کے غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اور اس کو رے کی عاملی کا حکم نامہ بھی لکھ دیا تھا چنانچہ اس نے حمام امین میں اپنے لشکر کے ڈیرے بھی ڈال دیئے تھے۔ لیکن جب امام حسینؑ کے ساتھ وہ واقعہ ہوا جو اتوا بن زیاد نے عمر ابن سعد کو بلا کر کہا کہ تم حسینؑ کی طرف جاؤ۔ جب ہم اور وہ آپس میں اپنے معاملے کو ختم کر لیں گے تو تم اپنے جائے عمل کو چلے جانا عمر ابن سعد نے اس سے معافی چاہی۔ ابن زیاد نے کہا ہاں معافی اس طرح دی جاسکتی ہے کہ ہمارا حکم نامہ واپس کر دو۔ اس پر عمر نے کہا مجھے غور کرنے کے لئے ایک دن کی مہلت دو۔ چنانچہ اس نے اپنے خیر خواہوں سے مشورہ لیا۔ ان سب نے اس کو ایسا کرنے سے روکا۔ بلکہ حمزہ ابن مغیرہ ابن شعبہ (یعنی اس کے بھانجے) نے آ کر اس سے یہ کہا کہ اے میرے ماموں میں تم کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ امام حسینؑ کے مقابلے کے لئے نہ جاؤ۔ گناہ میں نہ پڑو۔ اور قطع رحم نہ کرو۔ خدا کی قسم یہ بات کہ تم اپنی دنیا مال و متاع اور تمام دنیا کی بادشاہت سے (اگر تم کو مل جائے) خارج کر دیشے جاؤ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ امام حسینؑ کے خون کے ساتھ خدا سے ملو۔ عمر نے کہا اچھا میں ایسا ہی کروں گا۔ وہ تمام رات اسی امر میں غور کرتے رہے اور سنا ہے کہ یہ اشعار پڑھتے رہے (ترجمہ :-

”کیا میں رے اور رے کی رغبت کو ترک کر دوں یا حسینؑ کے قتل سے مذموم ہو کر واپس آؤں۔ ان کے قتل کی سزا تو ایسی آگ ہے جس سے بچنے کے لئے کوئی حجاب نہیں ہے۔ اور رے کی بادشاہت میں آنکھوں کی ٹھنڈ کس ہے“ پھر انھوں نے ابن زیاد سے جا کر کہا کہ تم نے مجھے اس ولایت کا عامل مقرر کیا ہے اور لوگوں نے سن لیا ہے کہ ایسا کیا گیا ہے۔ اگر تمھاری رائے ہو کہ تم میرے لئے اس کا نفاذ کرو بہتر ہے اور حسینؑ کے مقابلے کیلئے اہل کوفہ کے اشرف الناس میں سے

کسی ایسے شخص کو جو جنگ کا جھنڈے زیادہ تجربہ رکھتا ہو روانہ کر دو۔ اور یہ کہہ کر چیت آدمیوں کے نام لئے۔ مگر ابن زیاد نے کہا کہ میں تم سے اس بارے میں کوئی حکم طلب نہیں کرتا ہوں کہ وہاں کس کو بھیجوں۔ اگر تم ہمارے لشکر کو لے کر جاتے ہو تو جھاڑو نہ ہم نے جو حکم نامہ رسے کی عاملی کا تم کو دیا ہے اس کو واپس کر دو۔ اس پر عمر ابن سعد نے کہا کہ اچھا میں فوج لیکر جاتا ہوں۔ چنانچہ وہ فوج لے کر روانہ ہوئے اور امام حسینؑ کے پاس اترے۔ پھر ان کے پاس اپنا قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ وہ یہاں کس غرض سے آئے ہیں۔ امام حسینؑ نے جواب دیا۔ تمہارے اس شہر کے لوگوں نے مجھے لکھا کہ میں ان کے پاس چلا آؤں لیکن اب اگر وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں تو میں واپس چلا جاؤں گا۔ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو یہی اکھدایا۔ ابن زیاد نے اس کو ٹپکھریہ شہر ٹپچا (ترجمہ)۔ ”اب کہ ہمارے بچوں نے اسے پکڑ لیا ہے وہ نجات چاہتا ہے۔ حالانکہ اب فرار کا کوئی موقع نہیں۔“

اور عمر کو لکھا کہ حسینؑ کے سامنے بیعت یزید پیش کرو۔ اگر وہ ایسا کریں تو تم دیکھینگے کہ ہماری کیا رائے ہوتی ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ انھیں اور ان کے ہمراہیوں کو پانی سے روکا جائے۔ چنانچہ عمر ابن سعد نے عمرو ابن حجاج کو پانسو سوار دے کر روانہ کیا۔ جو پانی کے راستے پر اتر پڑے اور امام حسینؑ اور پانی کے درمیان حائل ہو گئے۔ یہ امام حسینؑ کی شہادت سے تین دن قبل کا واقعہ ہے۔ عبداللہ ابن ابی حصین اور ان کی جماعت نے بنو بجلہ میں کھڑے ہو کر کہا کہ اے حسینؑ کیا تم پانی کی طرف نہیں دیکھتے تم اس کا ایک قطرہ نہ پی سکو گے اور یوں ہی پیاسے مر جاؤ گے۔ امام حسینؑ نے دعا کی کہ ”اے اللہ اس شخص کو پیاسا ہی مار اور اس شخص کے گناہوں کو نہ بخش“ کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد عبداللہ بیمار ہوا۔ بے حساب پانی پیتا اور تے کر دیتا پھر پیتا اور غرغر کر کے تے کر دیتا پھوٹتا اور سیر نہ ہوتا۔ اسی طرح ہوتے ہوتے وہ آخر کو مری گیا۔

جب امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کو پیاس کی شدت محسوس ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی عباسؑ ابن علیؑ کو حکم دیا اور بیس آدمی کو بن کے پاس مشکیزے تھے

اور میں سواروں کو ہمراہ لے کر پانی کے پاس گئے وہاں لڑائی کی اور مشکیزے
 بکھڑے کر واپس آئے۔ امام حسینؑ نے عمر بن سعد کے پاس عمرو بن قرط بن کعب
 الانصاری کے ذریعے پیغام بھیجا کہ آج رات کو اپنے اور میرے لشکر
 کے درمیان مجھ سے ملو۔ چنانچہ عمران کے پاس گئے۔ دونوں نے مل کر
 دیر تک باتیں کیں۔ اور اپنے اپنے لشکر کو واپس چلے گئے۔ لوگوں کے آپس
 میں یہ ذکر ہوا کہ امام حسینؑ نے عمران بن سعد سے کہا ہے کہ مجھے یزید کے پاس لے جاؤ
 اور ہم دونوں اپنے اپنے لشکر کو چھوڑ دیں۔ اس پر عمر نے کہا کہ مجھے خوف ہے
 کہ ایسا کرنے سے میں اپنے گھر کو منہدم کر دوں گا۔ امام حسینؑ نے کہا کہ میں تم کو
 اس سے اچھا گھر بنا دوں گا۔ عمر نے کہا کہ میری زمینیں چھین جائیں گی۔ امام حسینؑ
 نے کہا کہ میں تم کو اپنی حجاز کی جائیدادیں سے اس سے بہتر املاک دیدوں گا
 مگر عمر نے اسے پسند نہ کیا۔ لوگوں میں یہ باتیں ہوئیں تو سہی۔ لیکن اصل یہ
 کہ کسی نے یہ گفتگو سنی نہیں۔ اور یہ بھی ذکر ہوا کہ امام حسینؑ نے یہ نہیں
 بلکہ یہ کہا تھا کہ تم میرے لئے ان تینوں باتوں میں سے کسی ایک کو تو اختیار
 کرو۔ (۱) میں وہیں کو چلا جاؤں جہاں سے آیا ہوں۔ (۲) میں اپنا ہاتھ یزید
 ان معاویہ کے ہاتھ میں رکھ دوں۔ پھر دیکھا جائے کہ میرے اور اس
 کے درمیان کیا راشے قرار پاتی ہے یا (۳) تم مجھ کو مسلمانوں کی کسی
 سرحد کی طرف جہاں تم چاہو لے چلو۔ اور وہاں کے لوگوں میں میں شامل ہو جاؤں
 اور ان کے فوائد سے فائدہ اور نقصانات سے نقصان اٹھاؤں۔ ۲

عقبہ ابن سمعان کا بیان ہے کہ میں مدینہ سے کے اور مکے سے عراق تک
 امام حسینؑ کے ہمراہ رہا اور ان کی شہادت کے وقت تک ان سے جدا نہ ہوا۔ میں نے
 ان کی وہ تمام تقاریر سنی ہیں جو انھوں نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں کے
 سامنے کیں۔ خدا کی قسم انھوں نے کبھی لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ میں اپنا ہاتھ یزید
 کے ہاتھ میں رکھ دوں گا۔ یا یہ کہ تم مجھے مسلمانوں کی سرحد کی طرف لے چلو۔ بلکہ
 انھوں نے یہ فرمایا تھا کہ یا تو مجھے وہیں جانے دو جہاں سے میں آیا ہوں۔ یا نہیں
 تو مجھے اس دن در انصاریہ میں کہیں کو چلا جائے وہاں آئنگے ہم دیکھ لیں کہ لوگوں کے

اس امر کا آخری انجام کیا ہوا ہے۔ مگر ان لوگوں نے نہیں مانا پڑا
 اس کے بعد امام حسینؑ اور عمر ابن سعدؓ تین چار مرتبہ اور ملے۔ اور عمر ابن سعد نے
 عبید اللہ کو یہ لکھا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ خدا نے آگ کو بجھا دیا ہے۔ اور اتفاق پیدا کر دیا
 ہے۔ اور حسینؑ نے مجھ سے یہ کہا ہے کہ یا تو وہ اسی جگہ کو چلے جائیں۔ جہاں سے
 آئے ہیں۔ اور یا ان کو کسی اور سرحد کی طرف جہاں ہم چاہیں بھیج دیا جائے۔ یا یہ کہ وہ
 جا کر نیرید کے ماتھ میں اپنا ماتھ دے دیں۔ اب اس امر میں تمھارے لئے وجہ
 رضا مندی اور امت کے لئے وجہ صلاح و فلاح موجود ہے۔ ابن زیاد نے یہ خط پڑھ کر
 کہا کہ یہ ایک شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم کا شفیق ہے۔
 ہاں میں نے اس کو قبول کر لیا۔ عمر ابن ذی الجوشن نے کھڑے ہو کر کہا کہ
 کیا تم اس کی ان شرطوں کو منظور کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اس وقت تمھاری سرحد
 میں اور بالکل تمھارے پہلو میں اترا ہوا ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ تمھارے
 بلا سے واپس چلا گیا اور اس نے اپنا ماتھ تمھارے ماتھ میں نہ دیا تو
 وہ فوت و عورت کا اور تم صغف و عجز کے بہترین مستحق ہو گے۔ بلکہ ہونا یہ چاہئے
 کہ وہ اور اس کے ہمراہی تمھارے حکم کے مطابق عمل کریں۔ پھر اگر تم ان کو
 سزا دو تو تم سزا کے مالک ہو۔ اور اگر معاف کرو تو یہ بھی تمھارا اختیار ہی امر
 ہوگا۔ خدا کی قسم مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ حسینؑ اور عمر ابن سعدؓ رات بھر اپنے
 لشکروں کے باہر گفتگو کرتے رہے ہیں۔ ابن زیاد نے کہا تمھاری رائے
 درست ہے تم یہ خط لے کر عمر کے پاس جاؤ۔ عمر کو چاہئے کہ وہ حسینؑ اور ان کے
 ہمراہیوں کو میرے حکم پر عمل کرنے کو کہے۔ اگر وہ لوگ مان لیں تو ان کو
 صلہ و امن کے ساتھ میرے پاس بھیج دیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کریں اگر ایسا کرے تو اسکی اطاعت
 اور اگر انکار کرے تو تم ہی اس پر اور فوج پر امیر بن جاؤ۔ اور اسکا سر کاٹ کر میرے پاس نہ کر دو۔ پھر
 عمر ابن سعد کے نام یہ خط لکھ کر عمر کو دیا۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں نے تم کو حسینؑ کی طرف
 اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس سے الگ رہو یا اس کو امیدیں دلاؤ یا اس پر
 مہربانی کرو۔ یا مجھ سے اس کی سفارش کرو۔ دیکھو اگر حسینؑ اور اس کے ہمراہی
 میرے حکم کو بجالائیں۔ اور صلہ کریں تو ان کو میرے پاس صلہ صفائی کے ساتھ بھیج دو۔

لیکن اگر وہ انکار کریں تو ان پر حملہ کر کے قتل کر دو۔ اور ان کو اوروں کے لئے مثال بنا دو۔ وہ اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ جب حسین قتل ہو جائے تو گھوڑوں سے اس کے سینے اور پشت کو روند ڈالو۔ کیونکہ وہ عاق۔ شاق۔ قاطع اور ظالم ہے۔ اگر تم نے میرے حکم کے مطابق عمل کیا تو ہم تم کو مطیع اور فرماں بردار کی جزا دیں گے۔ لیکن اگر تم نے ہمارے حکم سے سرتابی کی تو بہتر ہے کہ ہماری فوج سے علیحدہ ہو جاؤ اور اس کو شمر کے حوالے کر دو۔ والسلام۔ جس وقت شمر نے یہ خط لیا ہے اس وقت عبد اللہ ابن ابی محل بن حزام ابن زیاد کے پاس موجود تھے۔ ان کی بیوی بھی ام البنین بنت حزام پہلے حضرت علیؑ کی زوجہ تھیں جن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے صاحبزادگان عباس علیہ السلام جعفر اور عثمان پیدا ہوئے تھے۔ عبد اللہ نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر تمھاری رائے ہو تو ہمارے بھائیوں کو امان کا حکم لکھ دو۔ چنانچہ ابن زیاد نے لکھ دیا اور اپنے غلام کے ہاتھ ان کے ہاں بھیج دیا جسے دیکھ کر ان حضرات نے کہا کہ ہمیں تمھاری امان کی ضرورت نہیں۔ خدا اے تعالیٰ کی امان سمیٹے کے بچے کی امان سے بہتر ہے۔

جب شمر ابن زیاد کا خط بیکر کے پاس پہنچا تو عمر نے اس سے کہا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے جو چیز تو لے آیا ہے خدا اس کو تباہ کر دے۔ خدا کی قسم تیری نسبت میرا گمان ہے کہ تو نے ہی ابن زیاد کو ان باتوں کے قبول کرنے سے باز رکھا جو میں نے اس کو لکھی تھیں تو نے ایسا کام تباہ کر دیا جس کے سدھر جانے کی ہمیں امید تھی۔ خدا کی قسم حسینؑ کبھی گردن نہ رکھیں گے۔ خدا کی قسم ان کے باپ کا دل ان کے پہلو میں موجود ہے۔ شمر نے عمر سے کہا اب یہ بتلاؤ کہ تم کیا کرنے والے ہو۔ عمر نے جواب دیا میں حکم کی تعمیل کروں گا۔ چنانچہ وہ عہد کی فوجیں جمعرات کی شام کو روانہ ہوا۔ شمر نے جا کر عباس ابن علیؑ اور ان کے بھائیوں کو بلایا وہ ان کے پاس آئے تو کہا کہ اے میری بہن کے بچو۔ تم کو امان ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا تم پر اور تمھاری امان پر لعنت کرے۔ اگر تم ہمارے ماموں ہوتے تو انھیں تم پر ہم کو امان دیتے ہو اور ابن رسول اللہؐ کو امان نہیں ہے۔ پھر عصر کے بعد عمر لوگوں کو ہمراہ لئے ہوئے سواریوں پر چلا۔ اس وقت امام حسینؑ تلوار باندھے اپنے مکان کے سامنے بیٹھے تھے۔ وہ اپنے

سرکونٹوں میں رکھ کر غنیمتیں تھے ان کی ہمشیرہ زینب نے فوج کا شور و غوغا سن کر جلدی سے ان کے قریب آ کر ان کو جگایا۔ انھوں نے اپنا سراٹھا کر کہا کہ میں نے رسول اللہ صلعم کو خواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ یہ سن کر حضرت زینب نے اپنا منہ پیٹ کر کہا کہ ”یاد لیتا ہوں“ امام حسینؑ نے کہا کہ نہیں بہن تمہارے لئے مصیبت کیوں ہوتی۔ تم پر خدا رحم کرے خاموش رہو۔ پھر ان کے بھائی عباسؑ نے ان سے کہا کہ لوگ آپ کی طرف آرہے ہیں۔ امام حسینؑ چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر فرمایا کیا میں خود سوار ہو کر جاؤں۔ عباسؑ نے کہا کہ نہیں بلکہ میں جاتا ہوں۔ کہا اچھا تم سوار ہو کر جاؤ۔ ان سے ملو اور کہو کہ تم کو کیا ہو گیا ہے اور کیا چاہتے ہو۔ اور پوچھو وہ کس لئے آئے ہیں۔ پھر عباسؑ تقریباً بیس سواروں کو (جن میں زہیر بن قین بھی تھے) لیکر ان لوگوں کے پاس گئے۔ اور وہی سوال کیا۔ انھوں نے کہا کہ امیر فلاں اور فلاں غرض سے آیا ہے۔ عباسؑ نے کہا کہ اچھا جلدی نہ کرو۔ ذرا مجھے ابو عبد اللہؑ کے پاس ہو آتے دو۔ تاکہ جو کچھ تم نے بیان کیا ہے میں وہ ان پر پیش کر دوں۔ ان لوگوں نے توقف کیا اتنے میں عباسؑ نے جا کر امام حسینؑ کو خبر دی۔ اس وقت ان کے اصحاب کھڑے ہوئے لوگوں کو مخاطب اور ان کو خدا یاد دلارہے تھے۔ غرض کہ جب عباسؑ نے امام حسینؑ کو ان لوگوں کے قول کی اطلاع دی تو امام حسینؑ نے اسے کہا کہ ان کے پاس جاؤ۔ اور اگر تم یہ کر سکو کہ اس تمام معاملے کو کل صبح تک کے لئے روک دو تو ممکن ہے کہ ہم آج رات اپنے اللہ کی نماز پڑھ سکیں اور دعا و استغفار کر سکیں کیونکہ خدا کو معلوم ہے کہ میں نماز پڑھنے اس کی کتاب کی تلاوت کرنے اور بکثرت دعا و استغفار کرنے کا شوقین تھا۔ اور امام حسینؑ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ اپنے اہل و عیال کو وصیت کر دیں۔ عباسؑ ان لوگوں کے پاس واپس آئے اور کہا کہ آج کی رات کے لئے تم لوگ ہمارے پاس سے چلے جاؤ۔ تاکہ ہم اس امر میں غور کر لیں صبح کو انشا اللہ تم ملینگے۔ یا تو ہم اس امر پر راضی ہو جائیں گے یا اسے رد کر دیں گے۔ عمر ابن سعدؓ سے پوچھا کہ کیا کیا رائے ہے۔ کہا کہ تم امیر ہو۔ عمر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ جواب میں عمرو بن حجاج الزبیدی نے کہا کہ سبحان اللہ اگر بخدا و جابل و دلم میں سے بھی ہوتا تو بھی آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اسکی خواہش منظور کر لیتے قیس ابن شعث ابن قیسؓ نے کہا کہ

آپ قبول کر لیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے وہ صبح کو ضرور آپ سے جنگ کر لیا۔ عمر نے کہا اگر مجھے
 یہ معلوم ہو جائے کہ وہ لوگ ایسا کریں گے تو میں ان کو رات بھر کی مہلت نہ دوں۔ بہر کیف
 عمر وہاں سے واپس چلا گیا۔ اور ہر امام حسینؑ نے عمر کی واپسی کے بعد اپنے اصحاب
 کو جمع کیا اور کہا: میں خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتا ہوں۔ اور خوش حالی اور
 نیکی میں اس کی حمد بجالاتا ہوں۔ یا اللہ میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے ہم کو نبوت
 دے کر ہم کو مکرم کیا۔ ہم کو انھیں۔ کان اور دل دیئے۔ ہم کو قرآن سکھایا اور دین
 کو سمجھنے کی طاقت دی ہم کو اپنے شاگردین میں داخل فرما۔ اَمَّا بَعْدُ۔ میں اپنے
 اصحاب سے خبر دے کر کسی کو زیادہ وفادار اور صاحب خیر اور اپنے اہل بیت سے بڑھکر
 کسی کو نیک اور صلہ رحم کا خواہاں نہیں سمجھتا۔ خدا تم سب کو میری طرف سے بہترین
 جزا عطا فرمائے۔ خبردار ہو جاؤ میرے خیال میں کل کا دن ان دشمنوں سے مقابلے کا
 ہے میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم حرم سے چلے جاؤ اب تم پر میرے عہد کی تعمیل
 ضروری نہیں اب رات ہو گئی ہے اسی کو اپنی سواری بنا لو اور تمہارا ایک ایک مرد
 میرے اہل بیت کے ایک ایک مرد کا ہاتھ پکڑ لے خدا تم سب کو جزائے خیر دے۔
 اس کے بعد تم لوگ اپنے ملکوں اور شہروں میں متفرق ہو جانا۔
 یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ کشائش نصیب کرے۔ یہ
 ٹوٹک تو صرف مجھی کو طلب کر رہے ہیں۔ جب مجھے پا لیں گے
 تو دوسرے کی طلب سے درگزر کریں گے۔ اس پر ان کے بھائیوں۔ بیٹوں۔
 بھتیجوں اور عبداللہ ابن جعفر کے بیٹوں نے کہا کہ ہم ایسا کریں گے ہی کیوں کہ آپ کے بعد
 زندہ رہیں۔ خدا کبھی ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ اے بنو عقیل! مسلم کی
 شہادت تمہارے لئے کافی ہے تم چلے جاؤ۔ میں نے تم کو اجازت دی۔ وہ کہنے لگے
 کہ ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں۔ کیا یہ کہیں کہ ہم نے اپنے شیخ۔ اپنے سردار
 اور اپنے چچاؤں کی اولاد کو (ان چچاؤں کی اولاد کو جو بہترین اعمام ہیں) چھوڑ دیا جو
 ہم نے ان کے ساتھ ملکر تیر چلا یا نہ نیزہ زنی کی اور نہ تلوار چلائی۔ ہم نہیں جانتے انھوں
 نے کیا کیا۔ ہرگز نہیں خدا کی قسم ہم ایسا نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے نفوس و اموال
 اور اہل و عیال کو آپ پر قربان کر دیں گے۔ اور آپ کے ساتھ ملکر لڑیں گے۔ جب تک کہ

کہ اسی انجام کو نہ پہنچ جائیں جس کو کہ آپ نہیں۔ خدا اس زندگی کو بری کر دے جو آپ کے بعد ہو۔ مسلم بن عتجہ الاسدی نے کھڑے ہو کر کہا۔ کیا ہم آپ سے جدا ہو سکتے ہیں جب تک آپ کا حق ادا کرنے میں خدا کے پاس قابلِ عذر نہ ہو جائیں۔ خدا کی قسم میں آپ سے جدا نہ ہوں گا۔ جب تک کہ ان لوگوں کے سینوں میں اپنے نیرے کو نہ توڑ دوں۔ اور جب تک کہ میرے ہاتھ میں تلوار کا قبضہ ہے ان میں شمشیر زنی نہ کر لوں۔ واللہ اگر میرے پاس اسلحہ بھی نہ ہوں گے تب بھی آپ کی حفاظت کے لئے ان پر پتھروں کی بوچھاڑ کر دوں گا۔ آپ ہی کے ہمراہ میں بھی مرجاؤں۔ ان کے دیگر اصحاب بھی اسی قسم کی باتیں کیں۔ (جزایم اللہ خیر الجزاء) ان کی ہمشیرہ حضرت زینبؓ نے اسی رات امام حسینؑ کو ایک خیمہ میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا اور اس وقت امام حسینؑ کے پاس حضرت ابوذر غفاریؓ کے غلام حوئی بیٹھے ہوئے اپنی تلوار صاف کر رہے تھے۔ ”اے زمانے تو کیسا برا ہے۔ تجھ میں کتنی صبحیں یا شا میں کسی دوست کو یا مقتول کو طلب کرتی ہوئی آتی ہیں۔ اور زمانہ کسی کو بطور بدلے کے قبول کرنے پر راضی نہیں ہوتا۔ امر خدائے جلیل کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور ہر زندہ شخص اسی راستے پر چلنے والا ہے“

انھوں نے دو یا تین مرتبہ یہ اشعار و صرائے حضرت زینبؓ شہیدہ سن کر خود کو قابو میں نہ رکھ سکیں۔ اپنے کپڑے زمین پر پھینچتے ہوئے ان کے پاس گئیں۔ اور پکار کر کہا واشکلاہ! کاش کہ موت آج ہی میری زندگی کا خاتمہ کر دیتی۔ ہائے میری ماں فاطمہؓ۔ میرے باپ علیؑ چل بسے۔ اور صرف میرے بھائی حسینؑ رہ گئے ہیں۔ اے گذشتوں کے خلیفہ اور اے زندہ آدمیوں کے پشت پناہ۔ امام حسینؑ نے ان کو دیکھا اور کہا کہ اے بہن دیکھو ایسا نہ ہو کہ کہیں شیطان تمھاری عقل کو زائل کر دے۔ کہا کہ میں نے اپنی جان کو آپ پر فدا کرنے کے لئے موت کی دعا کی ہے اس پر امام حسینؑ کا دل بھرا یا۔ اور انھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں۔ اور کہا کہ اگر قضا کو چھوڑ دیا جائے تو وہ سو جائے۔ یہ سن کر حضرت زینبؓ نے اپنا منہ پیٹ لیا اور کہا کہ دا دیتا ہے! آپ کا نفس آپ کو زبردستی سے چھیننا چاہتا ہے۔

اس سے میرادل اور بھی زیادہ زخمی ہوتا ہے اور میرا نفس مجھ پر اور بھی زیادہ سختی کرتا ہے۔
 بہک کر انھوں نے اپنا منہ پٹیا۔ گریبان پھاڑا اور بے ہوش ہو کر گر پڑیں۔ امام حسین
 نے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے دئیے۔ اور کہا کہ خدا سے پناہ مانگو۔ اس سے صبر طلب
 کرو۔ اور خوب سمجھو کہ اہل زمین بھی مرتے ہیں اور اہل آسمان بھی باقی نہیں رہتے۔
 اور سوائے ذات الہی کے ہر چیز بالک اور فانی ہے میرے والد۔ میری والدہ
 اور میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے اور میرے ان کے اور تمام مسلمانوں کے لئے
 رسول اللہ صلعم کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس اور اسی نوع کی اور باتوں
 سے انھوں نے ان کو صبر دلایا اور کہا کہ اس بہن میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میری وجہ
 سے اپنا گریبان نہ پھاڑو اور منہ کو نہ نوجو اور اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو مجھ پر
 آہ وزاری نہ کرنا۔ یہ کہہ کر وہ اپنے اصحاب کے پاس گئے۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے
 خیموں کو ایک دوسرے کے قریب کر دیں۔ خیموں کی طنائوں کو ایک دوسرے
 میں داخل کر دیں۔ خیموں کے سامنے رہیں اور دشمن پر صرف ایک ہی جہت سے
 اس طرح حملہ آور ہوں کہ خیمے ان کے دائیں بائیں اور پیچھے ہوں۔ بعد ازاں شام
 کے وقت سے ان سب نے تمام رات نماز پڑھنے اور استغفار اور تضرع و دعا کرنے میں
 بسر کی دوسرے یعنی ہفتے (اور بقول بعض جمعہ) کے دن دسویں تاریخ کو عمر ابن سعد صبح کی نماز
 سے فارغ ہو کر اپنے ہمراہیوں کو لیکر چلے۔ ادھر امام حسین نے بھی اپنے اصحاب کو دست
 کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ اس وقت ان کے ہمراہ بیس سو اور چالیس پیادے
 تھے چنانچہ انھوں نے زبیر ابن قین کو مینہ پر حبیب ابن مظہر کو میسرہ پر مقرر کیا۔ اور جھنڈا
 اپنے بھائی عباس کو دیا۔ اور لوگوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ خیمے ان کی پشت کی طرف
 تھے۔ پھر ان کے حکم سے لکڑیاں اور شاخیں وغیرہ جمع کر کے خیموں کے پیچھے ایک گہری سی
 زمین میں بھر دیں جو ایک چھوٹی سی نہر کی طرح تھی اور رات کو اس غرض سے
 بنائی گئی تھی کہ عقب سے حملہ نہ ہو سکے۔ ان لکڑیوں میں آگ لگا دی گئی۔ اور
 اس سے ان کو فائدہ ہوا۔

دوسری طرف عمر ابن سعد نے اپنی فوج کے مدینے کے حصے پر عبد اللہ ابن
 زبیر الازدی کو۔ ربیعہ اور کندہ پر قیس ابن اشعث بن قیس کو۔ فہج اور اسد پر

عبدالرحمن ابن ابی سبرۃ الجعفی کو اور تمیم دہمان پر حرابن یزید الریاضی کو مقرر کیا۔ سوائے حرابن یزید کے جو امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے اور ان ہی کے ساتھ شہید ہوئے۔ ان سب نے نہایت شد و مد سے امام حسینؑ پر حملہ کیا۔ پھر عمر نے اپنے معین پر عمرو ابن ججاج الزبیدی اور میسرہ بن ہجر ابن ذی الجوشن۔ سواروں پر عروہ ابن قیس الاعمسی اور پیادوں پر شہت ابن ربیع الیربوعی کو مقرر کیا اور اپنے غلام و رید کو صاحب اللوائینا یا جب وہ لوگ قریب آئے تو امام حسینؑ کے حکم سے ایک چھولاری لٹکائی گئی۔ اور ایک پیالے میں مشک حل کیا گیا۔ امام حسینؑ چونہ کی غرض سے چھولاری کے اندر گئے۔ اور عبدالرحمن ابن عبد ربہ اور یزید ابن حصین دروازے پر کھڑے انتظار کرتے رہے کہ ان کے بعد وہ بھی طلا کریں۔ یزید نے عبدالرحمن سے ہزل آمیز باتیں کیں تو عبدالرحمن نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بیہودہ باتوں کا وقت نہیں۔ یزید بولے کہ ہاں خدا کی قسم میرے ہاں کے سب لوگ جانتے ہیں کہ نہ مجھے جوانی میں بیہودہ باتیں پسند ہیں اور نہ ادمیٹین میں۔ بلکہ میں اس بات سے خوش ہو رہا ہوں کہ جس سے ہم عنقریب ملنے والے ہیں۔ خدا کی قسم ہم میں اور حور عین کی ملاقات میں صرف اتنی ہی کسر رہ گئی ہے کہ وہ لوگ اپنی تلواروں کو لے کر ہماری طرف آئیں۔ مختصر یہ ہے کہ جب امام حسینؑ فارغ ہو گئے تو یہ بھی داخل ہوئے۔

اس کے بعد امام حسینؑ اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے اور ایک قرآن شریف منگا کر اپنے سامنے رکھ لیا۔ اور اپنے اصحاب کو آگے کر کے جنگ میں شریک ہوئے اور پھر ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی۔

یا الہی! میں ہر تکلیف میں تجھ پر اعتماد کرتا ہوں اور ہر شدت میں تجھ سے امید رکھتا ہوں۔ تو ہمارے مجھ کو بھروسہ دلاتا اور وعدہ دیتا ہے۔ کس قدر تفکرات ایسے ہیں جن سے دل ضعیف ہو جاتا ہے اور جلد جا تارہتا ہے۔ دوست چھوڑ دیتا ہے اور دشمن اس سے خوش ہوتا ہے۔ میں نے تیرے ہی سامنے اس تکلیف کو پیش کیا۔ تجھ سے شکوہ کیا۔ اور تیرے سوا سب کو چھوڑ کر تیری ہی طرف رغبت کی ہے۔ اور تو نے میرے ان تمام مصائب کو دور کیا ہے۔ اور میرے لئے کافی رہا ہے۔ تو ہمارے نعمتوں کا ولی۔ تمام حسنات کا مالک اور تمام رغبتوں کا انتہا ہے۔

جب عریکے ہمراہیوں نے لکڑی میں آگ لگتے اور سلگتے دیکھا تو شمر نے پکار کر
 امام حسین سے کہا کہ تم نے قیامت سے پہلے ہی دنیا میں آگ میں بڑھنے کے لئے
 جلدی کی ہے۔ امام حسین نے اسے پہچان کر کہا کہ اس میں جلنے کا تو تو ہی زیادہ حقدار
 ہے۔ پھر امام حسین اپنی سواری پر سوار ہو کر لوگوں کے پاس آگے بڑھے۔
 اور اسقدر بلند آواز سے کہ سب سن لیں کہا کہ ابے لوگو! میری بات سنو ابھی
 میرے ساتھ جلدی نہ کرو۔ جب تک کہ میں تم کو وہ نصیحت نہ کر لوں جس کا تمھارے
 لئے مجھ پر حق ہے۔ اور جب تک کہ میں تم سے اپنے تمھارے پاس آنے
 کے لئے عذر خواہی نہ کر لوں۔ اگر تم نے میرا عذر قبول کیا۔ میرے قول
 کو سچ سمجھا اور مجھ سے انصاف کیا تو تم نہایت نیک بخت ہو گے اور تم کو
 میرے خلاف کارروائی کرنے کی سبیل نہ ہوگی۔ لیکن اگر تم نے میرا عذر قبول
 نہ کیا تو تم اور تمھارے شریک ملکر اپنی ایک بات ٹھیرا لو تاکہ تم کو اس امر میں
 کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہ جائے۔ پھر میرے ساتھ جو کرنا ہو کر لو اور مجھے
 مہلت نہ دو۔ میرا حمایتی وہی خدا ہے جس نے کتاب نازل کی اور صالحین
 کا حمایتی ہے۔ کہتے ہیں کہ جب ان کی بہنوں نے ان کا یہ قول سنا تو وہ رونے
 پیچنے لگیں۔ اور ان کی آوازیں بلند ہوئیں۔ یہ سن کر امام حسین نے
 اپنے بھائی عباس اور اپنے صاحبزادے علی کو بھیجا کہ جا کر ان کو خاموش
 کریں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان لوگوں کا بکا زیادہ ہو جائیگا جب
 وہ دونوں چلے گئے تو کہا کہ خدا نہ کرے کہ ابن عباس دور ہوں۔ امام حسین
 نے یہ فقرہ عورتوں کی آہ و زاری سن کر فرمایا تھا۔ کیونکہ ان کو ابن عباس نے
 عورتوں کو ساتھ لے جانے سے منع کیا تھا۔ غرض کہ جب وہ عورتیں خاموش
 ہو گئیں تو امام حسین نے خدا کی حمد و ثناء کہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور انبیاء پر
 درود بھیجا اور اتنی باتیں کہیں جن کا شمار مشکل ہے مگر ان اقوال سے زیادہ فصیح و
 بلیغ قول کبھی نہیں سنا گیا۔ بعد ازاں کہا کہ اَمَّا بَعْدُ:۔ تم میرے نسب میں
 غور کرو کہ میں کون ہوں۔ پھر اپنے نفسوں کی طرف مراجعت کرو۔ اور انکو محاسبہ کرو۔
 اور دیکھو کیا میرا قتل درمیری آبروریزی تمھارے لئے درست و حلال ہے۔ کیا میں تمھارے

نبی (صلعم) کا نواسہ اور ان کے دھی برا در عزا و خدا کی نگاہ میں بہترین مومن اور رسول اللہ کی تصدیق کرنے والے کا بیٹا نہیں ہوں۔ کیا حمزہؓ شہداء میں سے ہے یا نہیں چچا نہ تھے۔ کیا جعفرؓ شہید طیار (جواب جنت میں ہیں) میرے چچا نہ تھے۔ کیا تم کو یہ مشہور بات نہیں پہنچی کہ رسول اللہ (صلعم) نے مجھے اور میرے بھائی کو اہل جنت کے جوانوں کا سردار اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے۔ بشرطیکہ تم میری باتوں کو سچ سمجھو۔ اور وہ سچ ہیں۔ خدا کی قسم میں نے کبھی عدا جھوٹ نہیں بولا۔ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ خدا اس سے ناراض ہوتا ہے۔ لیکن اگر تم مجھے جھوٹا سمجھو تو تم میں ایسے لوگ موجود ہیں کہ اگر تم ان سے پوچھو تو وہ تم کو بتا دیں گے کہ تم جابر بن عبد اللہ یا ابوسعید یا سہل بن سعد یا زید بن ارقم یا انس سے پوچھو وہ تم کو بتا دیں گے کہ انھوں نے رسول اللہ (صلعم) کو ایسا کہتے سنا ہے۔ کیا ان باتوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو تم کو میری خونریزی سے روک دے۔ شمر نے کہا کہ اگر انھیں معلوم ہو جائے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں تو اس حالت میں وہ اللہ کی عبادت ٹیڑھے پن سے کر رہے ہیں۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا۔ بخدا میں جانتا ہوں کہ اگر وہ ایک درجہ ٹیڑھے ہیں تو تو اللہ کی عبادت میں ستر درجے ٹیڑھے ہے۔ اللہ نے تیرے قلب پر مہر کر دی ہے اسی لئے تو نہیں سمجھتا کہ تو کیا اپنی زبان سے بک رہا ہے۔ اس کے بعد امام حسینؑ نے کہا کہ ہاں تو اگر تم کو میرے قول میں شک ہو یا تم اس بارے میں شک کرتے ہو کہ میں تمھارے نبی (صلعم) کا نواسہ ہوں تو خدا کی قسم تم سے یا تمھارے غیر میں مشرق و مغرب کے درمیان سوائے میرے اور کوئی نواسہ آنحضرت کا موجود نہیں۔ اچھا تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم مجھے اپنے کسی مقتول آدمی کے عوض میں طلب کرتے ہو جسے میں نے قتل کیا ہے۔ یا مجھ سے اپنے کسی مال کے عوض مطالبہ کرتے ہو۔ جسے میں نے ضائع کر دیا۔ یا مجھ سے کسی زخم کا قصاص لینا چاہتے ہو۔ مگر انھوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر امام حسینؑ نے پکار کر کہا کہ اے شہید بن ربیع۔ اے حجار بن ابجر۔ اے قیس ابن اشعث اور اے زید ابن حارث کیا تم نے خط لکھ کر مجھے اپنے پاس نہیں بلایا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے ایسا نہیں کیا۔ کہا کہ ہاں تم نے ضرور ایسا کیا۔ تو اسے لوگو اگر تم مجھے ناپسند کرتے ہو تو مجھے اتنی اجازت دو کہ میں جہاں کہیں مجھے جگہ ملے چلا جاؤں۔ قیس ابن اشعث نے اسے

کیا کہ کیا آپ اپنے برادر عزاؤ (یعنی ابن زیاد) کے حکم پر عمل نہ کریں گے۔ اس صورت میں بجز اس بات کے جو آپ کو پسند ہے آپ اور کچھ ہرگز نہ دیکھیں۔ امام حسینؑ نے جواب دیا کہ تم ہی اپنے بھائی کے بھائی ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ تم سے نبو ہاشم مسلم ابن عقیل کے خون سے زیادہ مطالبہ کریں نہیں خدا کی قسم میں کسی ذلیل آدمی کی طرح ان کو اپنا ہتھ نہ دوں گا۔ اور نہ غلام کی طرح اقرار کروں گا۔ اے اللہ کے بندو! میں اپنے اور تمھارے مہرب سے اس بات کی پناہ مانگتا ہوں۔ کہ تم مجھ کو سنگسار نہ کرو۔ اور اپنے اور تمھارے رب سے ہر ایک مشکبہ سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں رکھتا پناہ مانگتا ہوں یہ حکم انھوں نے سواری کو بٹھایا اور اس پر سے اتر گئے۔ زہیر ابن قین تلوار لگائے تھے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھے اور کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کے عذاب سے بچو۔ بچو۔ مسلمان کا فرض ہے کہ مسلمان کو نصیحت کرے ہم سب اس وقت تک بھائی بھائی ہیں اور ایک ہی دین پر ہیں۔ جب تک ہم میں تلوار نہ چلے بہتر ہے۔ کیونکہ اگر تلوار چل پڑی تو عصمت منقطع ہو جائیگی اور ہم اور تم الگ الگ جماعتیں بن جائیں گے۔ خدا نے ہم کو اور تم کو اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے واسطے میں ڈالا ہے۔ تاکہ وہ دیکھے کہ ہم آپس میں کیسا معاملہ کرتے ہیں۔ ہم تم کو اس کی مدد کرنے اور طاغیہ ابن طاغیہ (عبید اللہ ابن زیاد) کی اطاعت ترک کر دینے کی دعوت دیتے ہیں۔ کیونکہ تم ان دونوں سے سوائے اس کے اور کچھ حاصل نہیں کر سکتے کہ وہ تم سے بدی کریں۔ تمھاری آنکھیں بھوڑیں۔ تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹیں۔ تمھارے ٹکڑے ٹکڑے کریں۔ تم کو کھجور کے درختوں کے تنوں پر لٹکائیں۔ اور تمھارے ہم چشم قراء اور حجر ابن عدی اور ان کے اصحاب اور ثانی ابن عروہ اور ان جیسے اور دلوں کو قتل کریں کہتے ہیں کہ اس پر ان لوگوں نے زہیر کو گالیاں دیں۔ اور ابن زیاد کی تعریف کی اور کہا کہ خدا کی قسم ہم یہاں سے نہ ٹھیں گے جب تک کہ تمھارے ساتھی اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر کے اس کو اور اس کے ہمراہیوں کو عبید اللہ کے سپرد نہ کر دیں۔ زہیر نے ان سے کہا کہ اے اللہ کے بندو! یہ نسبت سمیہ کے بچے کے فاطمہؑ کا بیٹا دوستی اور معاونت کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر تم انھیں مدد نہ دے سہی۔ مگر میں تم کو اس بات سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں کہ تم ان کو قتل نہ کرو۔ تم امام حسینؑ کو

اور ان کے برادر عمزاد یزید ابن معاویہ کو آپس میں فیصلہ کر لینے دو مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ یزید تم سے امام حسینؑ کے قتل کئے بغیر بھی خوش ہو سکتا ہے۔ یہ سن کر شمر نے ان پر ایک تیر چلایا۔ اور کہا کہ بس چپ رہ۔ خدا تجھے عذاب کرے۔ تو تو بک بک کر کے ہمارا دماغ چاٹ گیا۔ زہیر نے جواب میں کہا اوبے غیرت کے بچے۔ میں خاص تجھ ہی سے مخاطب نہیں ہوں۔ اور بخدا میں نہیں سمجھتا کہ تو کتاب اللہ کی دوائیوں پر بھی قدرت رکھتا ہے۔ تو قیامت کے دن کی ذلت اور عذاب دردناک سے خبردار رہ۔ شمر نے کہا کہ خدا تجھے اور تیرے دوست کو اسی وقت مارنے والا ہے۔ زہیر نے جواب دیا کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم ان کے ساتھ مرجانا میں بدرجہا اس سے بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ رہ کر حیات ابدی پاؤں۔ پھر بکا کر کہا۔ کہ اے اللہ کے بندو۔ تم اپنے دین کے بارے میں اس درشت فزاج اور ظالم شخص کے دھوکے میں نہ رہنا۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو محمدؐ (صلعم) کی شفاعت نصیب نہ ہوگی جو ان کی اولاد اور ان کے اہل بیت کی خوں ریزی اور ان کے مددگاروں اور ان کے حرم کی طرف سے لڑنے والوں کو قتل کرتے ہیں۔ امام حسینؑ نے انھیں دایبسی کا حکم دیا اور وہ یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

جب عمر ابن سعد امام حسینؑ کی طرف بڑھے تو حر ابن یزید نے ان سے کہا کہ خدا تمھیں نیکی دے کیا تم اس شخص سے لڑنے والے ہو۔ کہا ہاں خدا کی قسم اور وہ بھی ایسی لڑائی جس کی آسان ترین صورت یہ ہے کہ اس سے لوگوں کے سر گریں گے اور ہاتھ کٹ کٹ جائیں گے۔ حرنے پوچھا کہ کیا تم لوگ انکے تینوں پیش کردہ امور میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کر سکتے۔ عمر ابن سعد نے جواب دیا کہ اگر یہ امر میرے ہاتھ میں ہوتا تو خدا کی قسم میں ایسا ہی کرتا۔ لیکن کیا کروں کہ تمہارے امیر نے ایسا نہ کرنے دیا۔ اس پر حر آہستہ آہستہ امام حسینؑ کے قریب ہوئے گئے۔ اور ان پر ایک لڑزہ سا طاری ہو گیا۔ ان ہی کے ایک آدمی نے جس کو مہاجر بن اوس کہا جاتا ہے ان سے کہا کہ واللہ تمہاری بھی عجیب مشکوک حالت ہے۔ خدا کی قسم کسی جنگ میں میں نے تمہاری یہ حالت نہیں دیکھی جو میں اب دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ اگر دلاور ترین اہل کوفہ کا ذکر کیا جائے تو میں تمکو مستحق نہ سمجھوں گا۔ حرنے

کہا کہ خدا کی قسم میں اپنے نفس کے لئے جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے پر غور کر رہا ہوں۔ اور گو کہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلادیا جائے۔ مگر جنت کے خلاف کسی چیز کو اختیار نہ کروں گا۔ یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے امام حسینؑ سے جلے اور ان سے کہا کہ ابن رسول اللہؐ خدا مجھے آپ پر قربان کرے۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ کو داپسی سے باز رکھا تھا۔ راستے بھر آپ کے ساتھ ساتھ چلتا رہا۔ اور پھر اس مقام میں آپ پر سختی کی خدا کی قسم مجھے یہ گمان تک نہ تھا کہ میں نے آپ کی طرف سے جو تجویز میں پیش کیں ان کو یہ لوگ رد کر دینگے اور آپ کے ساتھ ایسے ایسے سلوک بھی کریں گے۔ اس لئے میں نے اپنے دل میں کہا کہ مجھے ان کے بعض امور کی اطاعت کر لینے میں مضائقہ نہ کرنا چاہئے تاکہ وہ یہ نہ خیال کریں کہ میں ان کی اطاعت سے پھر گیا ہوں۔ اور مجھے یقین تھا کہ وہ آپ کی پیش کردہ باتوں میں کسی ایک کو قبول کر لیں گے۔ بخدا اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ وہ ان تجویزوں کو قبول نہ کریں گے تو میں ان کو آپ کی طرف سے پیش ہی نہ کرتا۔ اب میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ اور ان افعال کے لئے جو مجھ سے منسوب ہوئے ہیں اپنے خدا سے توبہ مانگتا ہوں۔ اور جب تک کہ میں آپ کے سامنے رہ کر مرنے جاؤں آپ کا مددگار اور غمخوار رہوں گا۔ کیا آپ اس کو توبہ سمجھتے ہیں؟ امام حسینؑ نے فرمایا ہاں۔ خدا تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہاری خطاؤں کو معاف کرے۔ یہ کہہ کر حُرنے امام حسینؑ کے اصحاب کے آگے ہو کر کہا کہ اے لوگو! کیا تم نے امام حسینؑ کی ان تجاویز میں سے ایک کو بھی قبول نہیں کرتے جو انھوں نے تمہارے سامنے پیش کی ہیں تاکہ خاتم کو ان سے جنگ و جدل کرنے سے بچائے۔ عمر نے کہا کہ میں تو یہی چاہتا تھا۔ بشرطیکہ میں ایسا کر سکتا۔ حُرنے کہا کہ اے اہل کوفہ۔ خدا کرے کہ تمہاری ماؤں کے بچے ضائع ہو جائیں۔ کیا تم نے ان کو اپنے ہاں بلایا تھا۔ اور جب وہ آگئے تو تم نے ان کو ترک کر دیا۔ تم تو یہ سمجھتے تھے کہ تم ان کی طرف ہو کر لڑو گے اور پھر تم نے ان سے دشمنی کی اور ان سے لڑنا چاہتے ہو۔ تم نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ان کا مقابلہ کیا اور ان کو اور ان کے اہل و عیال کو یہاں سے واپس جا کر خدائے تعالیٰ کی وسیع و عریض زمین میں امن و امان سے رہنے سے روک دیا۔

اب وہ ایک قیدی کی طرح ہیں نہ وہ اپنے لئے کسی طرح کا نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ اور نہ ضرر دور کر سکتے ہیں۔ تم نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو دریا سے نرات کا پانی پینے سے روک دیا۔ جسے یہودی۔ نصرانی۔ اور مجوسی سب ہی پیتے ہیں۔ اور جس سے سواد کے خازیر اور کتے تک سیراب ہوتے ہیں۔ دیکھو یہاں وہ اور ان کے اہل و عیال پیاس کی تکلیف میں مبتلا ہیں۔ تم نے محمد (صلعم) کے بعد ان کے عیال سے کیسا برا سلوک کیا ہے۔ اگر تم نے توبہ نہ کی اور اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔ تو قیامت کے دن خدا تمہاری پیاس نہ بجھائیگا۔ انھوں نے حریر تیر چلائے شروع کئے۔ اور وہ واپس جا کر امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اس پر عمر ابن سعد اپنا جھنڈا لئے ہوئے آئے اور چلے میں تیر جوڑ کر چلایا۔ اور کہا کہ سب لوگ گولہ رہنا کہ سب سے پہلے میں نے ہی تیر چلایا ہے۔ پھر اور لوگوں نے تیر چلائے۔ پٹ

بعد ازاں زیاد کا غلام یسار اور عبید اللہ کا غلام سالم آگے بڑھے اور مخالفین سے بھی میدان میں آئے کو کہا۔ اس کے جواب میں عبداللہ عمیر الکلبی جو کوفے سے اپنے بی بی کے ساتھ آ کر امام حسینؑ کے ساتھ شامل ہو گئے تھے آگے بڑھے ان غلاموں نے کہا کہ تم کون ہو۔ عبداللہ نے اپنا نسب بیان کیا۔ انھوں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں جانتے۔ چاہئے کہ ہمارے مقابلے کے لئے زہیر ابن قین یا حبیب ابن مظاہر یا بریر ابن حضیر نکلیں۔ یسار سالم کے آگے تھا ابھی نے کہا کہ اسے زانیہ کے بچے کچھ مجھے میدان میں نکل کر شخص واحد سے مبارزہ کرنے کا شوق ہے۔ اور یاد رکھ کہ جو شخص بھی تیرے مقابلے کے لئے نکلیگا وہ ضرور تجھ سے بہتر ہوگا۔ اور یہ کہکرا اس پر حملہ کیا۔ چنانچہ وہ تلوار کے ایک وار میں ٹھنڈا ہو گیا۔ ابھی کلبی یسار کے مارنے میں مشغول ہی تھے کہ سالم نے اُن پر حملہ کیا۔ اور جھپٹ کر بالکل ان کے روبرو آ کر وار کیا کلبی نے وار کو ہاتھ سے روکا جس سے ان کے بائیں ہاتھ کی انگلیاں ٹہید ہو گئیں پھر کلبی اس پر پل پڑے اور تلوار سے اس کا بھی کام تمام کر دیا۔ ان کی زوجہ جن کا نام ام وہب تھا اُن کے پاس ایک عمود گرزا لیکر آئیں۔ اور کہا کہ میرے ماں باپ

آپ پر ابون محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پاک ذریعہ کی حفاظت کے لئے جنگ کروا کر عبد اللہ نے انکو عورتوں کی طرف نوناویٹا چاہا مگر وہ رک گئیں اور کہنے لگیں کہ میں جس جنگ آپ کے ساتھ ہی جان نہ دیدوئی آپ پر رزق چھوڑ دوں۔ اس پر انہوں نے انکو آواز دی اور کہا کہ خاتم کو اہل بیت کی طرف سے خزانہ خیر دے۔ خاتم پر رحم کرے۔ واپس چلی آؤ عورتوں پر جہاد واجب نہیں۔ چنانچہ وہ واپس چلی گئیں۔ عمر ابن حجاج عمر ابن سعد کے میمنہ کو لے کر آگے بڑھا اور جب وہ امام حسینؑ کے قریب پہنچا تو امام صاحب کے ہمراہیوں نے اپنے گھٹنوں کو زمین پر ٹیک دیا اور غیزوں کو ان کی طرف بڑھا دیا جس سے گھوڑے بھالوں کے سامنے سے لوٹنے لگے۔ تب انھوں نے ان لوگوں پر پتھر پھیلانے شروع کئے۔ جن سے چند آدمیوں کو گرادیا اور چند کو زخمی کیا پھر ان میں سے ایک شخص ابن حوزہ نامی نے آگے بڑھ کر پوچھا کہ کیا تم میں حسینؑ بھی ہیں کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے تین مرتبہ یہ سوال کیا تو جواب دیا گیا کہ ہاں ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو۔ میں نے کہا کہ اسے حسینؑ دوزخ کی خبر سن لو۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ نہیں تو جھوٹ کہتا ہے بلکہ میں رب رحیم اور رسول شفیق و مطاع کے پاس جاؤنگا۔ تو کون ہے۔ کہا کہ ابن حوزہ۔ امام حسینؑ نے اپنے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ یا خدا اسے آگ میں جھونک دے۔ ابن حوزہ نے اس بات سے بگڑ کر جابا کہ گھوڑا اس کھائی (یا ناکہ پر) سے اڑاٹے جو فریقین کے مابین واقع تھا۔ اس کے پاؤں رکاب میں اڑ گئے۔ گھوڑے نے جولان کرنا شروع کیا اور ابن حوزہ اس پر سے گر پڑا جس سے اسکی ران اور پٹلی اور ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ مگر دوسرا پہلو بدستور رکاب سے ہی چٹا ہوا رہ گیا۔ جو ہر شجر و حجر سے ٹکراتا پھرتا تھا۔ آخر وہ مر گیا مسروق ابن وائل انھری بھی ان لوگوں کے ہمراہ لڑنے کیلئے آیا تھا اس نے کہا ممکن ہے کہ میں حسینؑ کا سر کاٹ لوں۔ اور اس کے ذریعے سے ابن زیاد کے ہاں مرتبہ و منزلت پاؤنگا مگر جب اس نے دیکھا کہ خدائے تعالیٰ نے امام حسینؑ کی دعا پر ابن حوزہ کے ساتھ کیا کچھ کیا تو وہ واپس چلا گیا اور کہنے لگا کہ میں نے اس خاندان کے لوگوں سے یہی بات کہی مگر بعد میں ان سے اب تک نہ لڑاؤنگا۔ جنگ جاری رہی نبیؐ عبد القیس کے ایک حلیف یزید ابن معقل نے نکل کر کہا کہ اسے بریر ابن خضیر اب تملائو کہ خدائے تمہارے ساتھ کیسی کی ہے۔

کہا کہ خدا کی قسم کہ اس نے میرے ساتھ اچھا ہی کیا ہے۔ مگر تمہارے ساتھ ضرور بری ہی کی ہے۔ اس نے کہا کہ نہیں تم جھوٹ کہتے ہو۔ حالانکہ آج سے پیشتر تم کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ اور میں بتلاؤ دیتا ہوں کہ تم گمراہوں میں سے ہو۔ ابن خضیر نے کہا کہ کیا تم مجھ سے اس بات میں مباہلہ کرتے ہو کہ خدا کا ذب پر لعنت اور باطل پرست کو ہلاک کرے۔ اگر مباہلہ کرنا چاہتے ہو تو او و باہر آؤ۔ میں تم سے لڑتا ہوں۔ چنانچہ دونوں میدان میں آئے۔ اور اس امر میں مباہلہ کرنے لگے کہ خدا کا ذب پر لعنت کرے اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے۔ دونوں لڑنے لگے۔ ایک دوسرے پر وار کرتے تھے۔ یزید ابن معقل نے بریر ابن خضیر پر جو حملہ کیا اس سے مؤخر الذکر کو کوئی ضرر نہ پہنچا۔ مگر ابن خضیر نے اس پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو چیرتی ہوئی دماغ تک پہنچ گئی۔ وہ گر پڑا اور تلوار اس کے سر میں اٹکی ہی رہی۔ یہ دیکھ کر رضی ابن منقذ العبدی نے ابن خضیر پر حملہ کیا۔ ابن خضیر کی گردن میں ہاتھ ڈال دیئے۔ دونوں کچھ وقفہ تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر ابن خضیر اس کے سینے پر چڑھ بیٹھ۔ کعب ابن جابر لازمی نے ابن خضیر پر اس طرح نیزے کا وار کیا کہ نیزہ ان کی کمر میں گھس گیا۔ وہ نیزے کو کمر کے اندر محسوس کر کے رضی کو چھوڑ کر اٹھے۔ رضی نے ان کی ناک کو دانتوں سے چبا کر اس کا ایک حصہ کاٹ ڈالا۔ اور کعب ابن جابر نے بھی وار کیا اور ابن خضیر کو شہید کر ڈالا۔ رضی اپنی قبا سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن جب کعب اپنی زوجہ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ تم نے ابن فاطمہ کے برخلاف اعانت کی ہے اور قاریوں کے سردار بریر کو شہید کیا ہے اس لئے میں تم سے کبھی کلام نہ کروں گی۔ اس کے بعد عمرو بن قرطہ آگے بڑھے اور امام حسین کے سامنے کھڑے ہو کر لڑنے لگے اور شہید ہوئے۔ انکا بھائی عمر ابن سعد کے ساتھ تھا۔ اس نے وہیں سے امام حسین کو پکار کر کہا کہ اے حسین۔ اے کذاب ابن کذاب (نعوذ باللہ) تم نے میرے بھائی کو گمراہ کیا۔ اسے دھوکا دیا اور آخر قتل کر دیا۔ امام حسین نے کہا کہ خدا نے تمہارے بھائی کو گمراہ نہیں کیا۔ بلکہ اسے ہدایت دی اور تم کو گمراہ کیا ہے۔ کہا کہ مجھے بھی اللہ قتل ہی کرے اگر میں تم کو قتل کروں

یا تمہارے سامنے لڑتا لڑتا مردہ جاؤں۔ یہ کہہ کر اس نے حملہ کیا جسے نافع
ابن حلال المرادی نے روکا۔ بلکہ اس پر نیزے کا حملہ کر کے اسے گرا دیا۔ اس پر
اس کے دوسرے ساتھیوں نے حملہ کر کے اسے بچا لیا اور وہ بچ گیا۔ پو
حمر ابن یزید امام حسین کے ساتھ ہو کر سخت جنگ کرتے رہے۔ یزید
ابن ابی سفیان ان کے مقابلے کے لیے نکلا اور شہید ہوا۔ علی بن القیاس نافع
ابن حلال کے جو امام حسین کے ہمراہ لڑ رہے تھے مقابلے کے لیے مزاحم ابن حریث
نکلا اور نافع نے اسے شہید کر دیا۔ یہ کیفیت دیکھ کر عمر و ابن حجاج نے چلا کر لوگوں
سے کہا کہ اے شہسوار و تم کیا جانتے ہو کہ تم کس سے لڑ رہے ہو۔ تم ایسے
آدمیوں سے لڑ رہے ہو جو موت کے خواہاں ہیں۔ خبردار تم میں سے کوئی ان سے
دست بدست مبارزہ کرنے کے لیے نہ نکلے۔ کیونکہ وہ تھوڑے ہی سے
ہیں اور ان میں سے شاید ہی کوئی بچے۔ خدا کی قسم اگر تم ان پر صرف سنگباری بھی کرتے
تو بھی ان کو قتل کر سکتے تھے۔ اے اہل کوفہ اپنی طاعت اور جماعت کو لازم
پکڑے رہو۔ اور اس شخص کے قتل میں مطلق شک نہ کرو جس نے دین میں رخنہ
ڈالا ہے اور امام کی مخالفت کی ہے۔ عمر نے کہا تمہاری رائے درست ہے۔
اور یہ کہہ کر لوگوں کو دست بدست لڑنے کے لیے آگے بڑھنے سے منع کر دیا۔
امام حسین نے یہ بات سن کر کہا کہ اے عمر و ابن حجاج۔ کیا تم لوگوں کو میرے
خلافت برا ٹھیکہ کر سکتے ہو۔ کیا ہم نے دین میں رخنہ اندازی کی ہے یا تم نے۔
خدا کی قسم جب تمہاری روحیں قبض کی جائیں گی اور تم مرو گے تب تم کو معلوم ہوگا۔
اس کے بعد عمر و ابن حجاج نے امام حسین پر فرائض کی طرف سے حملہ کیا۔ جس سے
سب پر کچھ دیر کے لیے عالم اضطراب طاری ہو گیا۔ مسلم بن عوسجہ الاسدی گرتے
اور عمر و ان کو اسی طرح چھوڑ کر چلا گیا۔ امام حسین ان کے پاس گئے۔ اس وقت
ان میں کچھ رفق جان باقی تھے۔ امام حسین نے ان سے کہا کہ اے مسلم بن عوسجہ خدا
تم پر رحم کرے۔ مِنْهُمْ مَنْ قَضَىٰ خُبْرَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ۔ پھر حبیب ابن مظہر
ان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ اپنی اس شکست پر صبر کرو۔ اور جنت کی خوشخبری
سنو۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں جانتا ہوں کہ میں کبھی تمہارے پیچھے پیچھے آنے والا ہوں

تو میں یہ چاہتا کہ تم مجھے وصیت کر دنا کہ میں تمہاری یاد کو تازہ رکھ سکتا۔ مسلم نے اپنے ہاتھ سے امام حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں۔ آپ ان کی حفاظت کرتے ہوئے جان دیں۔ حبیب نے کہا کہ میں ایسا ہی کروں گا۔ پھر مسلم کا انتقال ہو گیا۔ ان کی ایک لونڈی نے ان کو یا بن ہوشبہ کہہ کر پکارا تو عمرو کے ہمراہیوں نے جواب دیا کہ ہم نے مسلم کو قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر شبث نے اپنے گرد و پیش کے بعض آدمیوں سے کہا کہ خدا کرے تمہاری ماؤں کی کوکھیں جل جائیں کہ تم نے اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ ہی کو قتل کیا۔ اور خود کو اور دوسرے سامنے ذلیل و خوار کرتے ہو۔ کیا تم مسلم کی شہادت سے خوش ہوتے ہو قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں مسلمان ہوا ہوں کہ میں نے مسلم کو بہت سی جنگوں میں دیکھا ہے کہ وہ مسلمین میں شامل تھے۔ میں نے ان کو آذر بائیجان کے میدان جنگ میں دیکھا ہے کہ انھوں نے مسلمانوں کے سوار جمع ہونے سے پہلے چھ مشرکین کو قتل کیا۔ کیا ان جیسا ایک شخص شہید ہو جائے۔ اور تم خوش ہو۔ مسلم بن عوسجہ کے قاتلین میں مسلم بن عبداللہ الضنبا بی اور عبداللہ بن ابی خثارۃ البجلی تھے۔ پڑ

شمر نے میرہ کو لے کر حملہ کیا۔ جس کا ثابت قدمی کے ساتھ جواب دیا گیا۔ ان لوگوں نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب پر ہر طرف سے حملہ کیا۔ اور کبھی شہید ہوئے۔ وہ پہلے دو شخصوں کے بعد بھی دو کو قتل کر چکے تھے۔ کبھی نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر کار ان کو انی ابن شیبہ الکھزنی اور بکیر بن حی التیمی (جو بنو تیم اللہ ابن ثعلبہ میں سے تھا) نے شہید کر دیا۔ امام حسینؑ کے ہمراہی جن کی تعداد تیس سواروں کی تھی جگر توڑ کر لڑ رہے تھے اہل کوفہ کے سواروں پر جبہر حملہ کرتے تھے تتر بتر کر دیتے تھے۔ غزرة بن قیس نے جو اہل کوفہ کے سواروں کا سردار تھا۔ عمر کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کے ہاتھوں میرے سواروں پر کیا کچھ سختی گذر رہی ہے۔ آپ ان کے مقابلے کے لئے پیادے اور تیر انداز روانہ کیجئے۔ انھوں نے شبث ابن ربیع کو کہا کہ کیا تم ان کی طرف نہ بڑھو گے۔ انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ مفرار عامہ شہر کے تیغ کو تم تیر اندازوں کے ساتھ بھیجنا چاہتے ہو۔ کیا آپ کو میرے سوا

اور کوئی نہیں ملتا۔ وہ لوگ ہمیشہ یہ دیکھتے تھے کہ شہنشاہ جنگ کرنے سے باز رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مصعب کی امارت کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ خدا اس شہنشاہ کے باشندوں کو کبھی خیر و برکت نہ دیگا۔ اور نہ کبھی ان کو ہدایت دیگا۔ کیا تم تعجب نہیں کرتے کہ ہم حضرت علی ابن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے حسن کے ساتھ ہو کر پانچ سال تک برابر ابوسفیان کے خاندان سے لڑتے رہے۔ پھر ہم حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے بیٹے کے دشمن ہو گئے۔ جو روئے زمین کے آدمیوں میں بہترین آدمی تھے۔ اور ہم معاویہ کے خاندان اور نبیہ زانیہ کے بچے کی طرف ہو کر ان سے لڑتے رہے۔ اے اے رے گمراہی۔ اے اے رے گمراہی۔ غرض کہ جب شہنشاہ نے ان سے وہ بات کہی تو عمر بن سعد نے حصین بن نمیر کو بلایا اور ان کے ساتھ ایک دستہ فوج اور پانچ سو تیر اندازوں کو روانہ کیا۔ ان لوگوں نے امام حسین اور ان کے ہمراہوں کے پاس پہنچ کر ان پر تیر اندازی شروع کی چنانچہ پھوٹے ہی عرصے میں ان کے گھوڑے کاٹ ڈالے گئے۔ اور ان کو پیا وہ ہو کر لڑنا پڑا۔

حزبن یرید پیدل ہو جانے کے بعد نہایت شدت سے لڑ رہے تھے۔ آخر ہوتے ہوتے دوپہر کے وقت لڑائی میں نہایت درجہ شدت آگئی۔ امام حسین کے خیموں کے مجتمع ہونے سے ان لوگوں کو سوائے اس کے کہ صرف ایک ہی طرف سے مقابلہ کریں چارہ نہ تھا عمر نے یہ دیکھ کر چند آدمیوں کو اس غرض سے بھیجا کہ امام حسین کے خیمہ جات کو دائیں بائیں جانب سے اکھاڑ کر برباد کر دیں اور ہر طرف سے گھیر لیں۔ امام حسین کے تین چار ہمراہی ان کے اور خیمہ دار کے درمیان حائل ہو کر ان لوگوں کو خیمہ اکھاڑتے اور لوٹ مار کرنے ہوئے دیکھ کر قتل کر دیتے تھے اور قریب سے تیر کا نشانہ بناتے تھے۔ یا کاٹ ڈالتے تھے۔ آخر عمر بن سعد کے حکم سے خیموں کو جلا ڈالا گیا۔ امام حسین نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ان لوگوں کو جلا لینے دو کیونکہ خیموں کو جلا کر ان لوگوں کو محبت نہ ہوگی کہ تمہاری طرف بڑھ سکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کلبی کی زوجہ باہر نکل کر اپنے شوہر کے پاس آئیں اور ان کے چہرے سے خاک صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں کہ آپ کو جنت مبارک ہو۔ یہ دیکھ کر شمر نے اپنے غلام رستم کو حکم دیا جس نے کلبی مرعوم کی بیوی کے سر پر ایک ڈنڈا مارا اور وہ وہیں فوت ہو گئیں۔ پھر شمر حملہ کرتے کرتے امام حسین کے خیموں تک پہنچ گیا۔ کہ ان خیموں کو باشندوں سمیت جلا دیا جائے۔ عورتیں چیخنے اور نکل نکل کر بھاگنے لگیں۔ امام حسین نے بلند آواز سے اس سے کہا کہ تو میرے گھر والوں پر خیمہ جلاتا ہے خدا تجھے آگ میں جلائے۔ حمید ابن مسلم نے شمر سے کہا کہ یہ درست نہیں ہے کہ تم ان کو خدا کا عذاب دیتے ہو۔ اور بچوں اور عورتوں کو قتل کرتے ہو خدا کی قسم صرف مردوں ہی کے قتل سے تم اپنے امیر کو خوش کر لو گے۔ مگر شمر نے نہ مانا۔ پھر شریک ابن ربیع نے اسے اس حرکت سے روکا تو وہ رک گیا اور واپس جانا چاہا۔ زبیر ابن قین نے اس کو واپس جاتے دیکھ کر دس آدمیوں کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور خیموں کے پاس سے مار کر بٹا دیا۔ اسی محلے میں انھوں نے ابو عزت الضبانی کو قتل کیا جو شمر کے ہمراہیوں میں سے تھا۔ پھر ان پر شمر کے بہت سے آدمیوں نے حملہ کیا۔ ان میں ایک یا دو اشخاص شہید ہوتے تو ان کی قلت تعداد کی وجہ سے صاف ظاہر ہو جاتا تھا۔ مگر چونکہ ان لوگوں کی تعداد کثیر تھی ان میں پتہ نہ چلتا تھا کہ کیا ہوا۔

جب نماز کا وقت قریب آیا تو ابو ثمانۃ الصائدی نے امام حسین سے کہا کہ میری جان آپ پر قربان ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ آپ کے قریب قریب آتے جاتے ہیں۔ خدا کی قسم جب تک میں آپ کے آگے قتل نہ ہوں آپ ہرگز شہید نہ ہونگے میں چاہتا ہوں کہ خدا اے تبارک سے ایسی حالت میں ملوں کہ میں اس وقت کی نماز ادا کر چکا ہوں۔ امام حسین نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا کہ تم نے اس وقت نماز کو یا د کیا ہے خدا تم کو مصلیوں اور ذاکروں میں داخل کرے۔ ہاں اب نماز کا وقت شروع ہے۔ مگر ان لوگوں سے کہہ دو کہ ذرا ہم پر حملہ آوری سے رک جائیں تاکہ ہم نماز پڑھ لیں جھین نے پکار کر کہا کہ تمہاری نماز قبول نہ ہوگی۔ حبیب ابن مظاہر نے جواب دیا اؤ گدھے! تو سمجھتا ہے

کہ آل رسول اللہ (صلعم) کی نماز قبول نہ ہوگی اور تیری قبول ہو جائیگی۔ یہ سن کر حصین نے ان پر حملہ کیا۔ حبیب نے آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کے چہرے پر تلوار ماری۔ حصین لڑکھڑا کر گر گیا۔ مگر اس کے ہراہیوں نے اسے بچا لیا۔ حبیب نے نہایت جانفشانی سے لڑتے ہوئے بنو تمیم کے بدیل ابن صریم نام ایک شخص کو قتل کیا۔ حبیب پر بنو تمیم کے ایک اور شخص نے نیزے سے حملہ کیا۔ وہ گر گئے۔ اور اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین نے سر پر وار کیا جس سے وہ پھر گر گئے۔ بنو تمیم نے آگے بڑھ کر ان کا سر کاٹ لیا۔ حصین نے اس سے کہا کہ اس شخص کے قتل میں میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ حصین نے کہا کہ اس کا سر مجھ کو دیدیں اسے اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکاؤ نگا۔ تاکہ لوگ دیکھ لیں کہ اس کے قتل میں میں شریک ہوں۔ پھر تو سگریے لے اور اس کو ابن زیاد کے پاس لے جا۔ جو انعام ملیگا اس کی مجھے حاجت نہیں ہے۔ غرض کہ اس شخص نے حبیب کا سر حصین کے سپرد کر دیا۔ اور جب وہ لوگ کوئے واپس پہنچے۔ تو وہ اس سر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکا کر ابن زیاد سے منے کے لئے اس کے قعر کی طرف چلا۔ قاسم بن حبیب نے جو اس وقت قریب بلوغ تھا اس کو دیکھ لیا۔ سوار کے ساتھ ہو لیا۔ اور اس سے جدا نہ ہوا تھا۔ اس مرد کو قاسم پر شبہ ہو گیا اور اس سے حال پوچھا۔ انھوں نے جواب دیا اور اس سر کو مدفون کرنے کے لئے طلب کیا۔ اس نے کہا کہ امیر اس کے دفن کئے جانے سے خوش نہوگا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ امیر مجھے اس کا صلہ دیگا۔ قاسم نے کہا لیکن خدا تجھ کو بہت بری جزا دیگا۔ وہ برابر اپنے باپ حبیب کے قاتل کے خون کے درپے ہے۔ تاکہ مصعب کا زیانہ آیا۔ مصعب نے ان کو اپنے لشکر میں داخل کر لیا۔ ان کو مصعب کے ہمراہ جیسر کی جنگ کو جانا پڑا۔ وہاں انھوں نے اپنے باپ کے قاتل کو اس کے خیمے میں دیکھا۔ اور ایک دن دوپہر کو اس کے خیمے میں جا کر اسے قتل کر دیا۔

حبیب کی شہادت سے امام حسینؑ کو سخت رنج ہوا۔ انھوں نے کہا کہ میں اپنے حامیوں کا خدا کے پاس محاسبہ کر دنگا۔ حسر اور زہم میرا بن قین نہایت شدت سے لڑنے لگے۔ جب ان میں سے ایک لڑتے لڑتے دشمن کی صفوں میں داخل ہو جاتا تو دوسرا اس کی خلاصی کے لئے حملہ کرتا۔ کچھ عرصے تک تو ان کو اسی طرح غلبہ رہا۔ پھر غنیم کے پیادوں نے حر پر حملہ کر کے ان کو شہید کر دیا۔ ابو ثمامہ الصائدی

نے اپنے چچیرے بھائی کو مارا جو انکا دشمن تھا۔ پھر انھوں نے نہر کی نماز پڑھی۔
 اور امام حسینؑ نے ان کے ساتھ صلوٰۃ الخوف ادا کی۔ پھر
 دوپہر کے بعد پھر جنگ جاری ہوئی۔ اور سخت ہوئی۔ وہ لوگ امام حسینؑ
 تک پہنچ گئے۔ حنفی نے امام حسینؑ کے سامنے ہو کر اپنے کوتیروں کا نشانہ بنا دیا۔
 وہ لوگ ان پر تیر چلاتے رہے۔ مگر وہ بھی برابر امام حسینؑ کے سامنے ڈٹے رہے۔
 اور آخر کار شہید ہوئے۔ زہیر ابن قین نے بھی نہایت بے جگری سے لڑنا شروع
 کیا۔ مگر کثیر ابن عبید الشعبی اور مہاجر بن اوس نے حملہ کر کے ان کو بھی شہید کر دیا۔
 نافع بن ہلال البعلی نے اپنے زہراؑ کو وہ تیروں پر اپنا نام لکھ دیا تھا۔ ان سے انھوں
 نے غنیم کے بارہ آدمیوں کو ہلاک کیا۔ اور جو لوگ زخمی ہوئے وہ علیحدہ تھے۔ ان پر
 بھی حملے ہوئے جن سے ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے۔ اور وہ اسیر ہو گئے۔ شمر
 ابن ذی الجوشن ان کو پکڑ کر عمر ابن سعد کے پاس لے گیا۔ خون ان کے چہرے پر
 بہ رہا تھا اور وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ زخمیوں کے علاوہ میں نے تمہارے
 بارہ آدمیوں کو قتل کیا ہے۔ اور اگر میرے ہاتھ اور بازو باقی رہتے تو تم مجھے
 قید نہ کر سکتے۔ شمر نے ان کے قتل کے لئے اپنی تلوار سونپی تو انھوں نے کہا کہ
 خدا کی قسم اگر تم مسلمان ہوتے تو تم پر یہ بات بہت گراں گذرتی کہ تم ہمارے خونوں
 کے ساتھ اللہ سے ملو۔ شکر ہے اس خدا کا جس نے اسے پیدا کر دہ شریر النفس
 لوگوں کے ہاتھوں ہماری موتیں مقدر کیں۔ شمر نے ان کو قتل کر دیا۔ پھر
 پھر شمر نے امام حسینؑ کے ہمراہیوں پر حملہ کیا۔ جنھوں نے دشمن کی تعداد کو
 بڑھتا ہوا دیکھ کر۔ اور امام حسینؑ اور اپنے لئے مدافعت کی سبیل نہ پا کر۔ امام
 حسینؑ کے سامنے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ سب سے پہلے عروۃ
 الغفاری کے دو بیٹے عبد اللہ اور عبد الرحمن الغفاری نے ان کے پاس آکر
 کہا کہ لوگوں نے ہمیں گھیر کر آپ کے پاس آنے پر مجبور کیا ہے۔ یہ کہہ کر ان کے
 سامنے ہتھکڑی لگے۔ پھر دو جابر بن جویان یعنی سیف بن حارث بن سریع
 اور مالک ابن عبد بن سریع آئے۔ وہ دونوں چچا زاد بھائی مگر ایک ہی ماں کے
 بیٹے تھے۔ ان دونوں کو روکا دیکھ کر امام حسینؑ نے کہا کہ تم کیوں روتے ہو؟

مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر میں تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو گے۔ انھوں نے کہا کہ ہم اپنی جانوں کے لیے نہیں روتے بلکہ آپ کے لیے روتے ہیں کیونکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو ہر طرف سے گھیر لیا گیا ہے۔ اور ہم آپ کی طرف سے مدافعت نہیں کر سکتے۔ امام حسینؑ نے کہا کہ خدام کو متقین کی سی جزا دے۔ پھر حنظلہ ابن اسعد الشبائی آئے اور امام حسینؑ کے سامنے کھڑے ہو کر۔ بلند آواز سے کہنے لگے۔ اے لوگو! میں تمہارے لیے یوم الاحزاب اور اقوام نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد کی اقوام کی طرح انجام پذیر ہونے سے ڈرتا ہوں۔ اور خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔ اے لوگو مجھے تمہاری طرف سے روز قیامت کا ڈر ہے۔ جس دن تم بھاگتے پھر دو گے۔ اور سوائے خدا کے تم کو کوئی بچاؤ والا نہ ہو گا۔ اور جس کو خدا ہی گمراہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ اے لوگو۔ امام حسینؑ سے جنگ نہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدام کو سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ افترا پرداز ہمیشہ ناکام ہی رہتا ہے۔ امام حسینؑ نے ان سے فرمایا کہ خدام تم پر رحم کرے۔ ان لوگوں نے عذاب کو اُسی وقت سے اپنے اوپر واجب کر لیا ہے جب سے کہ انھوں نے میری دعوت حق کو رد کیا ہے اور اب وہ اس ارادے سے اُٹھے ہیں کہ تم کو اور تمہارے ہمراہیوں کو شہید کر دیں۔ پھر اب کہ انھوں نے تمہارے دوسرے برادران صالحین کو قتل کر دیا ہے وہ کیسے باز آ سکتے ہیں۔ حنظلہ نے امام حسینؑ اور ان کے اہل بیت پر سلام و درود بھیجا اور آگے بڑھ کر لڑنے لگے اور شہید ہو گئے۔ اس کے بعد دونوں جابر بن جویان آگے بڑھے۔ امام حسینؑ سے رخصت ہوئے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ پھر عابس ابن ابی شیبہ الشاکری اور شوذب (شاکری کا غلام) آگے بڑھے اور جنگ میں مشغول ہوئے۔ شوذب شہید ہو گئے مگر عابس نے دست بدست جنگ کا مطالبہ کیا۔ لوگ ان کی شجاعت کی وجہ سے الگ الگ ہونے لگے۔ تو عمر نے اُن سے کہا کہ اس پر سنگباری کرو۔ اس لیے انھوں نے ہر طرف سے ان پر سنگباری شروع کی۔ عابس نے یہ دیکھ کر اپنی زہ اور خود اتار کر ان پر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا دیا۔ مگر وہ

لوگ پھر لپٹ کر ان پر حملہ آور ہوئے اور ان کو شہید کر دیا۔ اور متعدد لوگوں نے ان کو شہید کرنے کا دعویٰ کیا۔

ضحاک ابن عبداللہ المشرقی امام حسینؑ کے پاس آئے۔ اور کہا کہ اے ابن رسولؐ آپ کو معلوم ہے کہ میں نے آپ سے کہا تھا کہ جب تک آپ کے خلاف لڑنے والے باقی رہیں گے میں آپ کی طرف سے جنگ کرتا رہوں گا۔ لیکن جب کسی کو لڑنا نہ دیکھوں گا تو میرے لئے واپس چلا جانا جائز ہو گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اگر تم ایسا کر بھی سکتے تو جان بچا کر کیسے جاسکو گے۔ گو کہ تمہارے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ کہا جب میں اپنے ہمراہیوں کے گھوڑوں کو کٹتے دیکھا تو میں اپنے گھوڑے کو ایک ٹیمے میں چھوڑ آیا تھا اور میں پیدل ہی لڑتا رہا اور دو کو تو مارا اور ایک کا ہاتھ کاٹ دیا۔ انہوں نے کئی بار امام حسینؑ کی طرف سے لوگوں کو دعوت دی پھر کہنے لگے کہ میں نے اپنا گھوڑا باہر نکال لیا اور اس پر بیٹھ کر اپنے مقابل سے آدمیوں پر حملہ کر دیا۔ وہ میرے سامنے سے ہٹ گئے۔ ان میں سے پندرہ آدمی میرے ساتھ ہو گئے۔ اسی طرح میں آگے بڑھا چلا گیا اور بچ گیا۔

ابو شعشاء الکندی یعنی یزید ابن ابی زیاد امام حسینؑ کے آگے کھڑے ہو کر دوڑا تو ہو گئے اور تو بر تو ایک سو تیر چلائے۔ جن میں سے پانچ تیر بھی سا قہ نہیں ہوئے۔ اور جب جب وہ تیر چلائے تھے تو امام حسینؑ یہ دعا کرتے تھے کہ اے خدا ان کے تیروں کو مضبوط کر اور ان کو جنت کا ثواب عطا کر۔ یہ یزید عمر ابن سعد کے ہمراہ روانہ ہوئے تھے۔ مگر جب ان لوگوں نے امام حسینؑ کے شرائط کو رد کر دیا تو وہ امام حسینؑ کی طرف آ گئے۔ اور ان کے آگے ہو کر لڑنے لگے۔ اور وہی سب سے پہلے شہید ہوئے۔ مگر عمر ابن خالد الصیداوی۔ جبار بن حارث السلمانی سعد (مولا اے عمر ابن خالد) اور مجمع بن عبید اللہ العائذی نے سب سے پہلے جنگ شروع کی۔ لیکن جب یہ سب ان لوگوں میں گھستے چلے گئے۔ تو ان لوگوں نے ان کو ان کے ہمراہیوں سے علیحدہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر عباس ابن علیؑ نے حملہ کیا۔ اور ان کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا لیا۔ گو کہ وہ سب

اس وقت تک زخمی ہو چکے تھے۔ جب اُن کے دشمن ان کے قریب آئے۔ اور انھوں نے ان پر حملہ کیا۔ تو وہ بھی زور و شور سے لڑے اور لڑتے لڑتے آغاز جنگ ہی میں ایک مقام پر مارے گئے۔ امام حسینؑ کے اصحاب میں سے آخری شخص جو بچا وہ سوید بن ابی المطاع الخثعمی تھا۔ پڑا

بنو ابی طالب کے خاندان میں سے اس دن سب سے پہلے علی اکبرؑ ابن حسینؑ شہید ہوئے۔ جن کی والدہ لیلہ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفیہ تھیں سبب یہ ہوا کہ وہ حملہ کرتے ہوئے یہ شعر پڑھتے تھے۔ (ترجمہ) :-

لا میں علی ابن حسینؑ ابن علیؑ ہوں۔ خاتہ کعبہ کے رب کی قسم ہے کہ ہم نبی کے ساتھ اولے ہیں۔ قسم ہے اللہ کی کہ ہم پر کوئی دغلی کا بچہ حاکم نہیں ہو سکتا۔ ان کے کئی مرتبہ ایسا کرنے پر مرہ ابن منذر العبیدی نے ان پر نیزے کا وار کیا۔ وہ گر گئے۔ اور لوگوں نے بڑھ کر ان کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ امام حسینؑ ان کی یہ حالت دیکھ کر کہنے لگے۔ کہ اے میرے بچے جنھوں نے تجھے قتل کیا ہے۔ خدا ان کو قتل کرے۔ اُن یہ لوگ خدا کے مقابلے میں اور رسول اللہ کی آبروریزی میں کیسے دلیر ہیں۔ تیرے بعد دنیا ایک جھیل میدان ہے۔ پھر امام حسینؑ اپنے جذبہ جوانوں کو ہمراہ لے کر ان کی طرف گئے اور فرمایا اپنے بھائی کو اٹھا کر لے چلو۔ چنانچہ وہ اٹھا کر لے گئے۔ اور جن خمیوں کے سامنے وہ لڑ رہے تھے۔ انھیں کے پاس لے جا کر رکھ دیا۔ پھر عمر دا بن صبیح نے عبداللہ ابن مسلم ابن عقیل کے تیر مارا انھوں نے اپنا ایک ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لیا جسے وہ نہ اٹھا سکے۔ عمر دا بن نے پھر ایک تیر مارا اور ان کو شہید کر دیا۔ پڑا

اس کے بعد ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ ابن قطبہ الطائی نے عون ابن عبداللہ ابن جعفر کو شہید کیا۔ عثمان ابن خالد ابن اسیر الجہنی اور بشر ابن سوط الہمدانی نے عبدالرحمن ابن عقیل ابن ابی طالب کو شہید کیا اور عبداللہ ابن عروہ الخثعمی نے جعفر ابن عقیل کو نشانہ بنایا۔ قاسم ابن حسنؑ ابن علیؑ تلوار لے کر حملہ آور ہوئے۔ مگر عمر دا بن سعد ابن نفیل نے ان کے حملے کا جواب دیا۔ اور تلوار سے ان کے سر پر ایسا وار کیا کہ قاسم منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور

”یا عمارہ“ کھد کر پکارا۔ امام حسینؑ ان کی آواز سن کر بے تحاشا بھاگے ہوئے گئے۔ اور شیر کی طرح حملہ کر کے عمرو پر تلوار سے وار کیا۔ اس نے ہاتھ پر بیا کہنی سے اس کے ہاتھ کو جدا کر دیا۔ اس نے غل جچایا۔ کونے کے سواروں نے عمرو کو چھڑانے کے لئے اپنے سینوں سے اس کا استقبال کیا۔ اور گھوڑوں کی دوڑ میں عمرو روند گیا اور مر گیا۔ جب غبار کھل گیا تو امام حسینؑ قاسم کے سر ہی کے پاس کھڑے تھے اور قاسم کے پیر حرکت کر رہے تھے اور امام حسینؑ کہتے تھے وہ قوم خدا کی رحمت سے دور ہو جائے جس نے تم کو شہید کیا۔ اور جن کے مدعی تمہاری طرف سے تمہارے دادا ہوں گے۔ ہاں تو اپنے چچا کو صبر کر لے۔ جو تیرے بلائے پر جواب ہی نہیں دیتا۔ اور جواب دیتا بھی ہے تو اس کی آواز تجھ کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ خدا کی قسم مارنے والے تو بیت میں مگر مددگار کوئی بھی نہیں۔ پھر وہ قاسم کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگا کر لے گئے اور ان کو اپنے صاحبزادے علی اکبرؑ اور دیگر شہداء اہل بیت کے پاس ڈال دیا۔ امام حسینؑ ٹھیرے رہے اور صبح کا زیادہ حصہ گزر گیا۔ جب کبھی کوئی شخص ان کی طرف آتا تو واپس چلا جاتا۔ ان کو ضرر پہنچانے سے کراہیت کرتا اور اپنے سر پہ گناہ عظیم نہ لینا چاہتا۔ آخر کار بنو کندہ کا ایک شخص جس کو مالک ابن نسیر کہا کرتے تھے ان کے پاس آیا اور تلوار سے ان کے سر پر وار کیا۔ جس سے ان کی ٹوپی (برنس) کٹ گئی ان کا سر خون آلود ہو گیا۔ اور ٹوپی خون سے بھر گئی۔ امام حسینؑ نے اس کو کہا کہ اس ہاتھ سے تجھ کو کھانا پینا نصیب نہ ہو اور خدا ظالموں کے ساتھ تیرا حشر کرے پھر انھوں نے اسے اُتار کر پھینک دیا اور قلنسوہ (ٹوپی) پہن لیا۔ کندہ نے وہ پہلی ٹوپی اٹھالی اور اپنے اہل و عیال میں پہنچ کر اسے دھوئے بیٹھا تو اس کی بیوی نے کہا کیا ابن رسول اللہؐ سے چھینا ہوا لباس تو میرے گھر میں داخل کرتا ہے۔ میرے پاس سے چلا جاتا ہے میں کہ اس شخص نے موت تک نہایت برجالوں فقیری میں بسر کی تو امام حسینؑ نے اپنے صاحبزادے عبداللہؑ کو (جو ابھی صغیر سن ہی تھے) بلا کر اپنی گود میں بٹھا لیا۔ بنو اسد کے ایک شخص نے انھیں تیرے رنج کر دیا۔ امام حسینؑ نے

عبداللہ کا خون زمین پر گرا دیا۔ اور کہا کہ اے میرے پروردگار۔ اگر تو نے آسمان سے ہماری مدد بالکل بند کر دی ہے۔ تو اس امر کو ہماری بہتری کا ذریعہ بنا دے۔ اور ان ظالموں سے بدلے۔ پھر عبداللہ ابن عقبہ الغنوی نے ابو بکر ابن حسینؑ ابن علیؑ کو تیرے شہید کر دیا۔ عباس ابن علیؑ نے اپنے ہم مادر بھائیوں یعنی عبداللہ جعفرؑ اور عثمانؑ سے کہا کہ تم آگے بڑھو تاکہ میں تمہارا وارث بنوں۔ کیونکہ تمہارے اولاد نہیں ہے۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور شہید ہوئے۔ ہانی بن ثابتؓ انھری نے حملہ کر کے عبداللہ بن علیؑ کو اور پھر جعفر بن علیؑ کو شہید کر دیا۔ اور خولی بن یزیدؓ صحابیؓ نے عثمان بن علیؑ پر تیرا رکے اور بنی ابان بن دارم کے ایک شخص نے ان پر حملہ کیا۔ اور شہید کر کے ان کا سراٹھا کر لے گیا۔ بنو ابان ہی کے ایک فرد نے محمد بن علیؑ ابن ابی طالب پر حملہ کر کے ان کو شہید کیا۔ اور سر لے گیا۔ وہاں کے ایک شخص نے اس پر ایک شخص (کہتے ہیں کہ وہ ابی بن ثابتؓ انھری تھا) نے حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ ۲

امام حسینؑ کی پیاس نے غدت اختیار کی تو پانی کی غرض سے دریائے فرات کی طرف گئے۔ حصین ابن نمیر نے ان پر ایک تیر پھینکا جو ان کے منہ پر جا کر لگا۔ امام حسینؑ نے اپنے خون کو اپنے ہاتھ میں جمع کر کے آسمان کی طرف پھینکا اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ یا اللہ۔ میں تیرے پاس اس سلوک کی شکایت کرتا ہوں جو تیرے نبی (صلعم) کے نواسے سے ہو رہا ہے۔ یا اہی ان لوگوں کو گن گن کر مار اور جن جن کو ہلاک کر۔ اور ان میں سے ایک کو بھی باقی نہ چھوڑ۔ کہتے ہیں کہ جس شخص نے ان کے تیر مارا تھا۔ وہ (حصین ابن نمیر نہ تھا۔ بلکہ بنو ابان بن دارم میں سے کوئی شخص تھا۔ اور یہ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد خدائے تعالیٰ نے اسے پیاس کے مرض میں مبتلا کر دیا کہ کبھی وہ پانی سے سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ حالانکہ اس کے لئے پٹھے ہلائے جاتے تھے اور اس کو ٹھنڈا پانی اور شربت دیا جاتا تھا بڑے قدح میں دودھ دیا جاتا تھا۔ پھر بھی وہ کہتا تھا۔ کہ مجھے پانی دو۔ اسے پانی کا کوزہ یا بڑا قدح دیا جاتا۔ اور وہ پی جاتا۔ تھوڑی دیر آرام سے لیٹتا اور پھر یہی کہتا کہ مجھے پانی دو۔

مجھے پیاس نے مار ڈالا۔ تلیل عرصے میں اس کا شکم ادھڑنے کی طرح پھول کر پھٹ گیا۔ ان شہادتوں کے وقوع کے بعد شمر ابن ذی الکوشن تقریباً دس پیادوں کو لے کر امام حسینؑ کی فرودگاہ کی طرف بڑھا اور سب ان کے اور ان کی فرودگاہ (خیمہ) کے مابین حائل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر امام حسینؑ نے ان سے کہا کہ خدا تمہیں برباد کرے۔ اگر تمہارا کوئی دین مذہب نہیں ہے اور تم روز قیامت سے نہیں ڈرتے تو کم از کم شریف اور ذی حسب انسان تو بنو۔ تم اپنے طاغیوں اور جاہلوں کو میرے سامان اور اہل و عیال سے تور کو۔ انھوں نے جواب دیا کہ اے ابن فاطمہ تمہاری یہ درخواست منظور کی جاتی ہے۔ پھر شمر اپنے آدمیوں کو لے کر جن میں ابوالجہوب (جس کا نام عبدالرحمن المعنی تھا) قسطنطین بن زید الجعفی، صالح بن وہب الیزنی، سنان بن انس الغنوی، اور خولی بن یزید الاصبحی شامل تھے۔ امام حسینؑ کی طرف بڑھا اور ان کو امام حسینؑ کے خلاف برا بیگنہ کرنے لگا۔ امام حسینؑ ان پر حملہ کرتے تھے اور وہ ہٹ ہٹ جاتے تھے۔ پھر ان لوگوں نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ امام حسینؑ کے اہل کا ایک لڑکا ان کے پاس آ کر پہلو پہلو کھڑا ہو گیا۔ بھرا بن کعب ابن تیم اللہ بن ثعلبہ نے امام حسینؑ پر تلوار سے حملہ کیا۔ لڑکے نے کہا کہ اے خبیثہ کے بچے کیا تو میرے چچا کو شہید کرتا ہے۔ بھرنے لڑکے پر تلوار سے وار کیا۔ جسے اس نے ہاتھ پر لیا۔ مگر پھر بھی وہ جلد کو کاٹ ہی گئی۔ لڑکے نے ”یا امیہ“ کہہ کر چیخ ماری۔ امام حسینؑ نے اسے گلے سے لٹکایا اور کہا کہ اے میرے بیٹے جو تجھ پر پڑ رہی ہے اس پر صبر کر۔ خدائے تعالیٰ تجھے تیرے طاہر اور صالح آباؤ اجداد یعنی رسول اللہ صلی علیہ وسلم، حمزہ، جعفر، حسن سے ملا دے گا۔ پھر کہا کہ یا ربی ان لوگوں سے آسمان کی بارش کو روک دے اور زمین کے برکات ان کے لئے بند کر دے۔ خدایا۔ اگر تو ان لوگوں کو کچھ عرصے تک رہنے دینا چاہتا ہے تو بھی ان کے کئی کئی فتنے کر دے۔ ان کے طریقوں میں اختلاف پیدا کر دے اور ان سے حکام کو کبھی خوش نہ کر کیونکہ انھوں نے ہم کو اس لئے بلایا تھا کہ وہ ہماری مدد کرینگے۔ مگر انھوں نے ہم سے عداوت کی اور ہم کو قتل کیا۔ پھر انھوں نے

غنیم کے پیادوں پر شمشیر زنی کی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔

جب امام حسینؑ کے پاس صرف تین یا چار آدمی رہ گئے تو انھوں نے ایک پاجا منگوایا۔ اس کو کسی قدر پھاڑ کر پہن لیا تا کہ کوئی شخص آپ کے بدن سے اُسے اتار نہ لے جائے کسی نے کہا کہ کاش آپ اس کے نیچے چھوٹا پانچا مہینتے کہا کہ وہ ذلت کا لباس ہے مجھے نہیں پہننا چاہئے۔ جب وہ شہید ہو گئے تو بحر ابن کعب نے انکا ازار لے لیا۔ کہتے ہیں کہ اس کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ موسم سرما میں اس کے دونوں ہاتھوں میں سے پانی ٹپکا کرتا تھا۔ اور موسم گرما میں وہ ہل لکڑی کی طرح خشک ہو جاتے تھے۔ غرض کہ لوگوں نے ان پر ان کے جانب سمت وچپ سے حملہ کرنا شروع کیا۔ پہلے انھوں نے اپنی داہنی طرف سے لوگوں پر حملہ کر کے ان کو بھگا دیا۔ پھر بائیں طرف کے دشمنوں سے بھی ایسا ہی کیا گیا۔ کبھی کسی بے یار و مددگار شخص کو (کیونکہ ان کے بیٹے۔ اہل بیت۔ اور اصحاب سب کے سب شہید ہو چکے تھے) ان سے زیادہ مربوطہ پر جوش۔ قوی دل۔ اور جری نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ ان پر حملہ کرنے والے ان کے چپ و راست سے اس طرح چھنٹ چھنٹ کر الگ ہو جاتے تھے کہ جیسے کوئی بھڑیا بکریوں میں جا پڑے اور وہ ڈر ڈر کر بھاگیں اس اثناء میں کہ ان کی یہ کیفیت تھی حضرت زینب باہر نکلیں اور کہنے لگیں۔ اے کاش کہ آسمان زمین پر گر پڑتا اور اس کو ڈھانپ لیتا۔ اتنے میں عمر ابن سعد قریب آگئے حضرت زینب نے ان سے کہا کہ اے عمر کیا ابو عبد اللہ شہید ہوں گے اور تم دیکھتے رہو گے۔ یہ سن کر عمر کی آنکھوں میں آنسو بھرائے اور ان کے رخساروں اور ڈاڑھی پر گرنے لگے۔ اور انھوں نے زینب کی طرف سے اپنا منہ پھیر لیا۔ حضرت امام حسینؑ ایک ادنیٰ جبہ پہنے ہوئے تھے اور عمامہ باندھے ہوئے تھے دسمے سے خضاب لگایا تھا۔ اور ایک بہادر شہسوار کی طرح پایادہ ہی لڑ رہے تھے۔ وہ تیروں کے واروں کو روکتے جاتے تھے اور دشمنوں کی صفوں میں جس قدر خلل ہو جاتا تھا اسے غنیمت شمار کرتے ہوئے ان پر حملہ کرتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے دیکھا تم میرے قتل کے لئے جمع ہوئے ہو۔ ہاں خدا کی قسم تم میرے بعد خدا کے کسی ایسے بندے

کو نہ قتل کرو گے جس کے قتل سے میرے قتل سے زیادہ تم پر خدا کو غضب آئے۔ اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ خدا نے تمہاری ذلت و خواری سے مجھے مکرم بنائے گا۔ پھر میری طرف سے تم سے بدلہ لیگا۔ اور ایسا لیگا جس کا تمہیں سان و گمان نہ ہو گا۔ بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو خدا تمہارے آپس میں جنگ و جدال برپا کر دے گا۔ اور تمہارے خون بہائے گا اس کے بعد بھی تم سے راضی نہ ہو گا۔ اور تم کو دگنا دردناک عذاب دے گا۔

امام حسینؑ ان میں بہت دیر تک بیٹھے رہے۔ اور اگر لوگ چاہتے تو ان کو شہید کر سکتے تھے۔ مگر ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ ایک دوسرے کی پناہ لیتا پھرتا تھا۔ اور چاہتا تھا کہ باقی اور لوگ یہ کام کریں اور وہ خود نہ کرے۔ یہ کیفیت دیکھ کر شمر نے لوگوں کو للکار کر کہا کہ تمہارا بڑا ہویم لوگ کس انتظار میں ہو۔ اس شخص کو قتل کیوں نہیں کر دیتے۔ تمہاری بائیں تم کو روئیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے ہر طرف سے حملہ کیا۔ چنانچہ زرعہ بن شریک التیمی نے امام حسینؑ کے بائیں ہاتھ اور کندھے پر تلوار باری اور پھر سرب ان کے پاس سے ہٹ گئے۔ امام حسینؑ کی یہ حالت تھی کہ کبھی وہ کھڑے ہوتے کبھی منہ کے بل گر جاتے۔ ایسی حالت میں سنان ابن انس التیمی نے ان پر نیزے سے وار کیا اور وہ گر گئے۔ سنان نے خولی ابن نیرب سے کہا کہ ان کا سر کاٹ لو۔ اس نے چاہا کہ ایسا کرے۔ مگر ضعف اور کمپکی کی وجہ سے ایسا نہ کر سکا۔ سنان بولا کہ خدا کرے تیرا ہاتھ کٹ جائے۔ اور گھوڑے سے اتر کر امام حسینؑ کو شہید کیا (اِنَّ اللّٰهَ وَاٰتٰی الْکِبْرٰی اَجْعُوْنَ) اور ان کا سر کاٹ کر خولی کو دیدیا۔ پھر جو کچھ کہ ان کے جسم پر تھا لوٹ لیا گیا۔ چنانچہ بحر ابن کعب نے ان کا پا جا متک اتار لیا۔ قیس ابن اشعث نے ان کی پٹھینی کی چادر اتار لی (اور اسی وجہ سے اس واقعے کے بعد اس کا نام قیس قطیفہ یعنی چادر والا قیس ہو گیا) اسودالاودی نے ان کے پا پوش لے لئے اور بنو دارم کے ایک شخص نے ان کی تلوار لی۔ اس کے بعد لوگ فرشوں اور لباسوں اور اونٹوں کی طرف متوجہ ہوئے اور سب کچھ لوٹ لیا۔ پھر بھی نہیں کہ ان کے مال و اسباب ہی کو لوٹا بلکہ جو کچھ عورتوں کے پاس تھا وہ بھی لے لیا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی عورت

اپنی مکر کو دھکنے کے لئے کوئی کپڑا اور حتیٰ تو وہ بھی اس سے چھین لیا جاتا۔
 امام حسینؑ کے جسم میں تینتیس نیزوں کے زخم اور تیروں کے نشانوں کے علاوہ
 چونتیس تلوار کے ضرب تھے۔ سویدا بن مطاع کا یہ حال ہوا کہ وہ زخمی ہو کر تینوں
 کے درمیان گر پڑے اور زخموں سے سخت بیتاب تھے۔ اسی اثناء میں انھوں
 نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ امام حسینؑ مارے گئے۔ اس سے ان کو کچھ ہلکا پن سا
 معلوم ہوا۔ اور پھر حبت کر کے اٹھے اور ماتھ میں جو چھری لئے ہوئے تھے
 (کیونکہ ان کی تلوار پہلے ہی چھینی جا چکی تھی) کچھ دیر تک اسی سے لوگوں سے
 لڑتے رہے۔ اور آخر کار شہید ہوئے۔ ان کو عروہ ابن بطنان الثعلبی اور
 یزید ابن رقادہ الجہنی نے شہید کیا اور امام حسینؑ کے ہمراہیوں میں وہ آخری
 شخص تھے جو شہید ہوئے۔ پڑ

اس کے بعد وہ لوگ علی ابن حسینؑ ابن علیؑ (زین العابدین) کی طرف
 چلے اور شمر نے ان کو بھی قتل کرنا چاہا۔ مگر حمید ابن مسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم
 بچوں کو بھی قتل کرنا چاہتے ہو۔ اس وقت علی زین العابدین مریض تھے۔ پھر عمر
 ابن سعد نے آکر کہا کہ ان عورتوں کے جیسے میں ہرگز کوئی نہ جائے۔ اور نہ کوئی
 اس مریض لڑکے سے کسی قسم کا تعرض کرے۔ اور اگر کسی نے ان کے مال
 و متاع سے کچھ لیا ہو تو اسے چاہئے کہ واپس کر دے۔ مگر کسی نے کوئی چیز واپس نہ کی۔ پڑ
 لوگوں نے سنان ابن انس النخعی سے کہا کہ تم نے حسینؑ ابن علیؑ بلکہ حسینؑ
 ابن فاطمہ بنت رسول اللہ (صلعم) کو قتل کر کے سب سے بڑے خطرناک
 عرب کو شہید کیا ہے۔ جو ان لوگوں کی سلطنت کو مٹانا چاہا تھا۔ اب تم
 اپنے امراء کے پاس جاؤ۔ اور ان سے اپنا انعام طلب کرو۔ کیونکہ اگر وہ
 لوگ تم کو اپنے تمام بیت المال کو بھی اس قتل کے انعام میں دیدیں تب
 بھی کم ہے۔ یہ سن کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ وہ ایک شجاع اور شاعر
 آدمی تھا۔ مگر اس کے دماغ میں کچھ خلل تھا۔ وہ جا کر عمر ابن سعد کے جیسے کے
 دروازے کے پاس کھڑا ہوا۔ اور بلند آواز سے یہ شعر پڑھنے لگا۔ (ترجمہ) :-
 "و میری رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دو۔ کیونکہ میں نے ایک

نامور سردار کو قتل کیا ہے۔ میں نے ایک ایسے شخص کو قتل کیا ہے۔ جو بہ لحاظ اادارہ
پر اور نسب میں بہترین آدمی تھا۔

عمر ابن سعد نے کہا میں جانتا ہوں کہ تو مجنون ہے۔ پھر لوگوں سے کہا کہ
اسے میرے پاس لے آؤ۔ جب وہ عمر کے پاس گیا۔ تو انھوں نے ایک
لکڑی سے مار کر اسے بٹھلا دیا۔ اور کہا کہ اسے مجنون۔ کیا تو ایسی باتیں
کرتا ہے۔ خدا کی قسم اگر ابن زیاد تیری یہ باتیں سُن لے تو وہ تیری
گردن مار دے گا۔

عمر ابن سعد نے عقبہ ابن سمعان یعنی رباب بنت امری القیس زوجہ
امام حسینؑ کے غلام کو گرفتار کر کے اس سے پوچھا کہ تو کیا ہے۔ اس نے
کہا کہ میں ایک عبد مملوک ہوں۔ یہ سن کر انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور
ان لوگوں کے ہاتھ سے یا تو یہ شخص بچا یا موقع ابن تمامہ الاسدی صفحہ ظرایہ۔
جس نے اپنے تیروں کو بکھیر دیا اور برابر لڑتا رہا تھا۔ پھر اس کی قوم کے
چند لوگ اس کو امان دلو کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ لیکن ابن زیاد کو اس کا
حال معلوم ہوا تو اس نے زارہ کی طرف اسے جلا وطن کر دیا۔

بعد ازاں عمر ابن سعد نے اپنے ہمراہیوں سے پکار کر پوچھا کہ کون اس
بات کے لئے آمادہ ہے کہ حسینؑ کی طرف جائے اور اپنے گھوڑے سے
اس کو روند ڈالے۔ دش آدمی اس کے لئے آمادہ ہو گئے۔ ان میں
اسحق ابن حیوۃ الکھزیمی بھی تھا۔ جس نے امام حسینؑ کی قمیص چھینی تھی۔ اور بعد
میں مرض برص میں مبتلا ہو گیا تھا۔ غرض کہ ان لوگوں نے آکر امام
حسینؑ کو گھوڑے سے روند ا یہاں تک کہ ان کی کمر اور سینہ بالکل
ریزہ ریزہ ہو گیا۔

امام حسینؑ کے اصحاب میں سے جو لوگ مارے گئے تھے ان کی تعداد
بہتر تھی۔ امام حسینؑ اور ان کے اصحاب مقتولین کو ان کی شہادت کے ایک
دن بعد اہل خاضریہ نے دفن کیا جو قبیلہ نبواسہ سے تھے۔ عمر ابن سعد کے
ہمراہیوں میں سے علاوہ زخمیوں کے اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ عمر نے انکی

نماز جنازہ ادا کی اور ان کو دفن کیا۔

امام حسینؑ کی شہادت کے بعد عمر ابن سعد نے ان کے اور ان کے اصحاب کے سرخولی بن یزید اور مسلم بن حمید کے ہاتھ بن زیاد کے پاس روانہ کئے۔ خولی تھرو بن پاک اپنے گھر کو گیا۔ اور سرکودہ میں ایک درخت کے تھانوے میں رکھ دیا۔ اپنی خواجگاہ میں داخل ہوا اور اپنی زوجہ نوار سے کہا کہ میں تیرے لئے ہمیشہ کی دو تمندی لایا ہوں۔ یہ دیکھ امام حسینؑ کا سر تیرے گھر میں رکھا ہوا ہے۔ اس نے کہا کہ ڈوب مرو۔ لوگ تو سونا چاندی لائے ہیں اور تم ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لے کر چلے ہو۔ خدا کی قسم میرا اور تمہارا سر دونوں ایک مکان میں جمع نہیں ہو سکتے یہ کہہ کر وہ اٹھ کر ہر مکان میں گئی۔ اس کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ ایک نور برابر آسمان سے اس تھانوے تک عمود کی طرح آ رہا تھا۔ اور ایک سفید پرند اس کے ارد گرد منڈلا رہا تھا۔ الغرض جب صبح ہوئی تو خولی اس سر کو لے کر ابن زیاد کے پاس گیا۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ سردوں کو وہ نہیں۔ بلکہ عمر قیس ابن اشعث۔ عمرو ابن حجاج اور عروہ ابن قیس لے گئے۔ بہر کیف ابن زیاد نے مجلس قائم کر کے لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ تمام سراسر اس کے سامنے پیش کئے۔ وہ امام حسینؑ کے سامنے والے دانتوں پر ایک پھڑی سے گھنٹہ بھر تک ڈھونڈتا رہتا رہا۔ جب زید ابن ارقم نے دیکھا کہ وہ کسی طرح اس لکڑی کو ہٹاتا ہی نہیں تو انھوں نے کہا کہ تم اس لکڑی کو ان دانتوں سے ہٹالو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کے لبہائے مبارک کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں کو چومتے تھے۔ یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ ابن زیاد نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے۔ اگر تم سترے بھترے نہ ہوتے اور تمہاری عقل زائل نہ ہو گئی ہوتی۔ تو میں ضرور تمہاری گردن مار دیتا۔ یہ سن کر زید ابن ارقم دباں سے باہر آگئے اور کہنے لگے کہ اے اہل عرب۔ آج کے دن سے تم سب غلام ہو۔ تم نے ابن فاطمہ کو قتل کر کے ابن مرجانہ کو اپنا حاکم بنایا ہے۔ جو تمہارے بہترین آدمیوں کو قتل کرتا اور بدترین لوگوں کو غلام بناتا ہے۔ اور تم اس ذلت سے خوش ہو۔ خدا کرے کہ مٹ جائے وہ جو ذلت و خواری سے خوش ہو۔ پھر

عمر نے امام حسینؑ کی شہادت کے دو دن بعد تک وہیں اقامت کی۔ پھر کوٹے گئے۔ اور اپنے ہمراہ امام حسینؑ کی بیٹیوں اور بہنوں اور دیگر متعلقین کو بھی لیتے گئے۔ علی ابن حسینؑ اس وقت بیمار تھے۔ وہ لوگ ان سب کو لئے ہوئے امام حسینؑ اور مقتولین کی لاشوں کے پاس سے گزے تو عورتوں نے رونا اور منہ پٹینا شروع کیا۔ امام حسینؑ کی ہمشیرہ حضرت زینبؑ نے رو کر کہا کہ اے محمدؐ! ملائکہ آپ پر درود بھیجیں۔ یہ دیکھئے بیچارے حسینؑ اس چیل میدان میں خون میں لٹھڑے ہوئے اور اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہوئے پڑے ہیں۔ آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ اور آپ کی اولاد مقتول ہے اور تیز ہوائیں ان پر مٹی اڑا رہی ہیں۔ انھوں نے اپنے بن سے ہر دشمن کو رلا دیا۔ جب ان سب کو ابن زیاد کے پاس پیش کیا گیا تو حضرت زینبؑ نے نہایت ذلیل لباس پہن کر اپنی بالکل بری حالت بنالی اور ان کی لونڈیاں انھیں گھیرے ہوئے تھیں۔ عبداللہؑ نے پوچھا کہ یہ کون عورت بیٹھی ہے۔ مگر انھوں نے اس سے کلام نہ کیا۔ ابن زیاد نے تین مرتبہ یہی سوال کیا مگر انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس پر ان کی ایک لونڈی نے کہا کہ یہ زینب بنت فاطمہ ہیں۔ ابن زیاد نے ان سے کہا کہ تمام تر شکر ہے اس خدا کا جس نے تم کو رسوا کیا اور قتل کیا اور تمہارے اس نئے فساد کو باطل کر دیا۔ حضرت زینبؑ نے جواب دیا کہ تمام تر حمد ہے اس اللہ کی جس نے تم کو محمدؐ (صلعم) کے ذریعے مکرم بنایا اور پاک صاف کیا۔ بات وہ نہیں جو تو کہتا ہے بلکہ فاسق رسوا ہوتا ہے اور ناجر جھٹلایا جاتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ اللہ نے تمہارے اہل بیت کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہا کہ ان کے مقدر میں قتل ہونا لکھا تھا اس لئے وہ اپنے مقام قتل میں گئے۔ عنقریب خدا تجھ کو اور ان کو جمع کر دیگا۔ پھر تم سب اس کے سامنے آپس میں جھگڑو گے۔ ابن زیاد یہ سنکر غصے میں آگیا اور کہا کہ تمہارے طاغیہ (یعنی امام حسینؑ) اور تمہارے اہل بیت کے مردود اور نافرمان لوگوں سے خدا نے میرا غصہ ٹھنڈا کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ رونے لگیں اور کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ تو نے میرے متوسط السن لوگوں کو قتل کیا میرے اہل عیال کو جنگ میں مبتلا کیا۔

میری شاخ کو کاٹا اور میری جڑ کو اکھاڑ کر پھینک دیا۔ اگر ان ہی باتوں سے تجھے
 شفا ہوتی ہے تو تو نے ضرور شفا پائی۔ ابن زیاد نے کہا کہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے
 کہ یہ دلیر ہے تیرا باپ بھی ایک دلاور آدمی تھا۔ انھوں نے کہا کہ جہلا شجاعت
 کو عورت سے کیا واسطہ۔ جب ابن زیاد نے علی ابن حسین کو دیکھا تو پوچھا کہ
 تمھارا کیا نام ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ علی ابن حسینؑ۔ پوچھا کیا اللہ نے علی
 ابن حسینؑ کو قتل نہیں کیا۔ اس کے جواب میں وہ خاموش رہا۔ ابن زیاد
 نے کہا تم بولتے کیوں نہیں۔ کہا کہ میرا ایک بھائی تھا اس کا نام بھی
 علی تھا۔ لوگوں نے اسے قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا کہ نہیں بلکہ اسے اللہ
 نے قتل کر دیا۔ علی خاموش ہو گئے۔ ابن زیاد نے پھر کہا۔ تم کلام کیوں نہیں
 کرتے۔ علی ابن حسینؑ بولے۔ کہ ہاں اللہ ہی سب کو موت کے وقت مارتا ہے۔
 اور کوئی نفس اس وقت تک نہیں مر سکتا جب تک کہ اللہ کا حکم نہ ہو ابن زیاد نے
 کہا تم بھی ان ہی میں سے ایک ہو۔ پھر ایک شخص سے کہا کہ خدا تمھیں سمجھے ذرا
 اس شخص کو تو دیکھو کیا یہ بالغ ہو گیا ہے میں اسکو بالغ سمجھتا ہوں۔
 اس پر مری ابن معاذ الاحمری نے ان کو برہنہ کر کے کہا کہ ہاں بالغ ہو گیا
 ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ علی ابن حسینؑ نے پوچھا کہ
 پھر عورتوں کا متکفل کون ہو گا۔ اس پر حضرت زینب ان سے چپٹ
 گئیں اور کہا کہ اے ابن زیاد بس اب ہم کو بخش دو۔ کیا تم ابھی تک
 ہمارے خونوں سے سیراب نہیں ہوئے۔ کیا تم نے ہم میں سے ایک کو بھی
 باقی چھوڑا ہے۔ یہ کہہ کر علی ابن حسینؑ کو گلے سے لگا لیا۔ پھر کہا کہ میں تم سے خدا کے
 نام پر سوال کرتی ہوں کہ اگر تم مومن ہو تو اس کو قتل کرتے ہوئے مجھے بھی قتل کر دینا
 علی نے ابن زیاد سے کہا کہ اے ابن زیاد اگر تم میں اور عورتوں میں کوئی قرابت ہو
 تو کسی متقی آدمی کو ان کے ساتھ کر دو۔ جو مسلمانوں کی طرح ان کے ساتھ رہے۔
 ابن زیاد کچھ دیر تک زینب کو دیکھتا رہا۔ اور پھر بولا تعجب ہے ان کی محبت پر
 کہ خدا کی قسم میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ یہ چاہتی ہیں کہ میں لڑکے کو قتل کر دوں تو
 ان کو بھی ساتھ ہی قتل کر دوں۔ اچھا اس لڑکے کو بھی عورتوں کے ساتھ ہی جانے دو۔

پھر جماعت کے لئے منادی کرائی۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر یوں تقریر کی:-

”و تمامہ حمد اس خدا کے لئے ہے جس نے حق اور اہل حق کو غالب کیا اور امیر المؤمنین یزید اور اس کی جماعت کی مدد کی۔ اور کذاب ابن کذاب (نوفل بن) سین بن علی اور اس کی جماعت کو غارت کیا یا پڑا۔ عبد اللہ ابن عقیف اللزدی جو آنکھوں سے معذور تھے (کیونکہ ان کی ایک آنکھ جنگ جمل میں اور ایک جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑتے ہوئے جاتی رہی تھی۔ اور وہ ہر وقت مسجد میں رہا کرتے تھے اور رات کو باتے تھے) ابن زیاد کو یہ کہتے سن کر بھپٹ کر اٹھے اور کہنے لگے کہ اسے ابن مرجانہ! کذاب ابن کذاب تو ہے اور تیرا باپ۔ اور وہ جس نے تجھ کو دلی بنایا اور اس کا باپ۔ اسے ابن مرجانہ کیا تو انبیاء کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور صدیقین کی طرح کا کلام کرتا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ اسے میرے پاس پکڑ لاؤ لوگوں نے ان کو پکڑ لیا انھوں نے ازد کا شعار۔ ”دیا مہرور“ کہہ کر آواز دی۔ فوراً بنی ازد کے چند جوان بھپٹے اور ان کو چھین کے لے گئے۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کسی کو بھیجا جو ان کو لے آیا اور قتل کر دیا۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبد اللہ کو لٹکا دیا جائے۔ چنانچہ انھیں وہیں مسجد کے صحن میں لٹکا دیا گیا۔“

اور ابن زیاد کے حکم سے امام حسینؑ کا سر تمام کونے میں گشت کرایا گیا۔ ایک بیان کے مطابق امام حسینؑ کا سر پہلا سر تھا جس کو اسلام کے زمانے میں ایک لکڑی پر رکھ کر شہر میں تشہیر کیا گیا۔ مگر صحیح امر یہ ہے کہ اسلام کے دور میں سب سے پہلے عمر ابن حنظلہ کا سر اس طرح پھیرا گیا تھا۔ پھر ابن زیاد نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے سروں کو زحر ابن قیس کے ہمراہ یزید کے پاس بچلے کیلئے شام کی طرف روانہ کر دیا۔ اور اس کے ساتھ ایک جماعت بھی گئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تمام شمر کے ہاتھ بھیجے گئے تھے۔ اور وہ جماعت اسی کے ہمراہ تھی علاوہ ازیں ابن زیاد نے عورتوں اور

بچوں کو بھی ان کے ہمراہ روانہ کر دیا۔ علی ابن حسین بھی ہمراہ تھے۔ ابن زیاد نے ان کے ہاتھوں اور گھٹے میں زنجیریں ڈال دی تھیں۔ اور سب کو کجاؤں پر بٹھلایا تھا۔ علی ابن حسین نے جب تک کہ وہ شام نہ پہنچ گئے ان لوگوں سے مطلق کلام نہ کیا۔ زحر ابن قیس جب نیرید کے پاس گیا تو نیرید نے پوچھا کہ کہو کیا خبر ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنین آپ خدا سے تھلے کی فتح و نصرت سے خوش ہو جائے۔ حسین ہمارے مقابلے میں اپنے اہل بیت میں سے اٹھارہ اور اپنی جماعت میں سے ساٹھ آدمی لائے تھے۔ ہم ان کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا کہ وہ امیر عبید اللہ کے حکم کو مانتے ہیں یا جنگ کرتے ہیں۔ انھوں نے جنگ اختیار کی۔ لہذا ہم نے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی ان پر دھاوا کر دیا۔ ہم نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہاں تک کہ تلواروں نے لوگوں کی کھوپڑیوں میں اپنی جگہ کر لی اور وہ سب اس طرح بھاگنے اور جھل میں پناہ لینے لگے کہ جیسے چرخ سے کپڑا ہٹا کر کی قسم بس اتنی ہی دیر کہ جیسے کوئی اونٹ کو ذبح کرے یا بات کرتے کرتے اونٹ بھاگ جائے۔ ہم ان کے آخری آدمی تک پہنچ گئے۔ دیکھو وہ ان کے اجسام پر بہنے۔ ان کے کپڑے خون میں لٹھڑے ہوئے ان کے چہرے خاک میں ملے ہوئے سورج ان کو جھلتا ہوا ہوا۔ ہوا ان پر خاک برساتی ہوئی عقاب اور گد ان کی زیارت کرتے ہوئے ایک چٹیل میدان میں پڑے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر نیرید کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اس نے کہا کہ میں حسین کے قتل کے بدو نہ ہی تمھاری طاعت سے خوش ہوتا۔ خدا ابن سمیہ پر لعنت کرے۔ اور خدا کی قسم اگر میں حسین کا جنگ میں مقابل ہوتا تو میں اسے ضرور معاف کر دیتا۔ خدا حسین پر رحم کرے اور زحر کو کسی قسم کا انعام نہیں دیا۔ کو

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب امام حسین کا خاندان کوٹنے پہنچا تو ابن زیاد نے ان کو قید کر دیا۔ اور نیرید کے پاس اس امر کی اطلاع بھیجی۔ اس بناء میں کہ وہ قید میں تھے ان پر ایک پتھر آگر گرا۔ جس میں ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا کہ قاصد تمھارے امر کی خبر لے کر نیرید کے پاس گیا ہے وہ فلاں دن فلاں پہنچا اور فلاں دن فلاں سے واپس آجائے گا۔ اگر تم تکبیر کی

آواز سنو تو اپنے قتل کا یقین کر لینا۔ اور اگر تم تکبیر نہ سنو تو سمجھ لینا کہ تم کو امان دی گئی ہے۔ پھر قاصد کے آنے سے دو یا تین دن قبل ایک اور پتھر گر اس میں بھی ایک خط بندھا ہوا تھا۔ اور اس میں لکھا تھا۔ کہ اب وصیت اور عہد و پیمان کر لو۔ کیونکہ قاصد کی آمد قریب آرہی ہے۔ اس کے بعد قاصد یزید کا حکم لے کر آیا کہ ان کو یزید کے پاس بھیج دیا جائے۔ لہذا ابن زیاد نے محض بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کو بلا کر تمام اسباب اور سران کے ہمراہ روانہ کر دیئے۔ اور جب وہ دمشق پہنچے تو محض بن ثعلبہ نے یزید کے دروازے پر آواز دی کہ ہم تمام لوگوں کے بیوقوف ترین اور بد بخت ترین شخص کا سر لے کر آئے ہیں۔ یزید نے کہا کہ محض کی ماں سننے اس شخص سے بھی زیادہ بیوقوف اور بد بخت ترین بیٹا پیدا نہیں کیا۔ مگر وہ قاطع اور ظالم ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ اندر داخل ہوئے اور سر کو یزید کے سامنے رکھ کر تمام واقعہ بیان کیا۔ یہ سب باتیں ہند بنت عبد اللہ ابن مامر بن کریم نے سنیں جو یزید کی بیوی تھی۔ وہ چادر اڑھ کر باہر آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین کیا یہ حسین ابن علیؑ یعنی باقرؑ بنت رسول اللہ صلعم کا سر ہے۔ کہا ہاں اب تم اسے روؤ۔ اور اس ابن بنت رسول اللہ صلعم اور خالص المنصب قریشی پر سوگ کر دو۔ جسے ابن زیاد نے جلد بازی میں قتل کر دیا ہے۔ خدا اسے غارت کرے۔ پھر لوگوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ لوگ اندر داخل ہونے شروع ہوئے۔ سر یزید کے سامنے رکھا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھٹری تھی جس سے امام حسینؑ کے دانتوں کو کھٹ کھٹاتا تھا۔ اس نے کہا کہ اب تو یہ اور ہم ایسے ہیں جیسا کہ حصین ابن حمام کہتا ہے (ترجمہ شعار) ”ہماری قوم نے انصاف کرنے سے انکار کر دیا۔ لہذا ان تلواروں نے فیصلہ کر دیا جو ہمارے داہنے ہاتھوں میں ہیں۔ اور جن سے خون ٹپکتا ہے۔ وہ ایسے لوگوں کی کھوپریاں توڑتی ہیں جو ہم پر غالب تھے۔ اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے“

ابو برزہ الاسلمی نے کہا کیا تو اپنی چھٹری سے امام حسینؑ کے دانتوں میں کھٹاتا ہے۔ خبردار تیری چھٹری ان کے دانتوں میں اس مقام کو مس کر رہی ہے جس کو

میں نے بار بار دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ ان کو چوسا کرتے تھے۔ ماں اسے یزید تم قیامت کے دن ایسی حالت میں آڈگے کہ ابن زیاد تمہارا شفیع ہوگا۔ مگر یہ حسینؑ آئیں گے اور خود محمدؐ ان کے شفیع ہوں گے۔ اور یہ کہ ہمدردہ اٹھ کر چلے گئے۔ یزید نے کہا کہ اے حسینؑ خدا کی قسم اگر تم میرے ہاتھ میں ہوتے تو میں ہرگز تم کو قتل نہ کرتا۔ پھر لوگوں سے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیوں قتل ہوئے۔ بات یہ ہے کہ وہ یہ کہا کرتے تھے۔ کہ میرا باپ علیؑ اس کے باپ سے اچھا ہے۔ میری ماں فاطمہؑ اس کی ماں سے اور میرے نانا (صلعم) اس کے نانا سے بہتر ہیں۔ اور میں خود اس سے بہتر اور اس امر کا اس سے زیادہ محقدار ہوں۔ ان کا یہ کہنا کہ ان کا باپ میرے باپ سے اچھا ہے۔ اس بارے میں میرے باپ اور ان کے باپ دونوں نے خدائے تعالیٰ کے پاس احتجاج کیا اور لوگوں نے بخوبی جان لیا کہ فیصلہ کس کے حق میں صادر ہوا۔ ان کا یہ قول کہ ان کی ماں میری ماں سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی ہی جان کی قسم کہ فاطمہ بنت رسول اللہؐ ضرور میری ماں سے بہتر ہیں پھر ان کا یہ کہنا کہ ان کے نانا رسول اللہؐ صلعم میرے نانا سے بہتر ہیں۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ کوئی شخص جو اللہؐ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے ہم میں سے کسی کو رسول اللہؐ صلعم کے برابر یا ہمسر نہ سمجھے گا۔ لیکن وہ اپنی ذاتی سمجھ کی وجہ سے گھائل ہو گئے۔ اور یہ آیت نہ پڑھی کہ۔ قُلِ اللّٰهُمَّ وَالِکَ الْمُلُکَ۔ اس کے بعد حضرت امام حسینؑ کی عورتیں اس کے سامنے پیش کی گئیں۔ سر اس کے آگے ہی رکھا ہوا تھا۔ امام حسینؑ کی صاحبزادیاں فاطمہ اور سکینہ گردنیں بلند کر کے سر کو دیکھنے لگیں۔ یزید بھی ادبچا ہونے لگا تا کہ یہ سر ان سے چھپا رہے۔ لیکن وہ لڑکیاں سر کو دیکھ کر تبخیر اٹھیں۔ علیٰ ہذا القیاس یزید کی عورتیں اور امیر معاویہ کی بیٹیاں بھی چیخنے اور چلانے لگیں۔ فاطمہ بنت حسینؑ جو سکینہ سے بڑی تھیں کہنے لگیں۔ کہ اے یزید کیا رسول اللہؐ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ یزید نے کہا کہ اے میری بہن! میں اس بات کو تو ناگوار سمجھتا تھا۔ فاطمہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس ایک زنبیل تک نہیں رہی۔ یزید نے جواب دیا کہ جو کچھ تم کو مل گیا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تم سے چھین لیا گیا ہے۔

اہلِ شام میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس لڑکی (یعنی فاطمہ) کو مجھے دیدو۔
یہ سنکر وہ اپنی ہمشیرہ زینب کے کپڑوں سے چھٹ گئیں۔ جو ان سے بھی ٹپتی تھیں۔
زینب نے کہا کہ تم نے جھوٹ کہا۔ تم بد بخت ہو۔ یہ کام نہ تجھ کو جائز ہے۔
اور نہ اس (یزید) کو۔ یزید نے غصے میں آکر کہا کہ خدا کی قسم تم خود جھوٹی ہو۔
خدا کی قسم یہ میرے اختیار میں ہے۔ اور اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا
ہوں۔ انھوں نے کہا کہ خبردار۔ خدا کی قسم خدا نے یہ کام تمہارے لئے
جائز نہیں کیا۔ یہ اور بات ہے کہ تم ہماری ملت سے خارج ہو جاؤ۔ اور کوئی اور دین
ہمارے دین کے سوا اختیار کر لو۔ یزید غصے کے مارے دیوانہ ہو گیا۔ اور کہا
کہ تم مجھ سے اس طرح مقابلہ کرتی ہو۔ دین سے تو خارج ہوا تھا۔ تمہارا باپ
اور تمہارا بھائی۔ زینب نے جواب دیا کہ اللہ کے اور میرے باپ۔ بھائی اور
میرے نانا ہی کے دین سے تو تم نے۔ تمہارے باپ اور دادا نے ہدایت پائی تھی۔
یزید نے کہا اے خدا کی دشمن تو جھوٹ کہتی ہے۔ انھوں نے کہا کہ تم امیر ہو۔
ظالمانہ گالیاں دیتے ہو۔ اور اپنی بادشاہت کی وجہ سے تہر کرتے ہو۔
یزید اس سے شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد ان سب عورتوں کو
باہر لے جا کر یزید کے مکان میں داخل کر دیا گیا۔ پھر یزید کے گھر اتنے کی
کوئی عورت ایسی نہ تھی جو ان سے ملنے نہ آئی ہو۔ انھوں نے آکر تم کیا اور
ان سے دریافت کیا کہ ان سے کیا کیا چیز لی گئی ہے۔ اور ان کو اس سے
وگنا دیا۔ سکینہ کہا کرتی تھیں کہ میں نے یزید ابن معاویہ سے بہتر خدا کے
کسی نافرماں بردار کو نہیں دیکھا۔ پھر یزید کے حکم سے علی ابن حسین کو پابجولاں داخل
کیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ہم لوگوں کو پابجولاں دیکھتے تو ضرور ہماری
بٹیروں کو نکال دیتے۔ یزید نے کہا تم سچ کہتے ہو۔ پھر یزید کے حکم سے ان کی
زنجیروں اتار لی گئیں۔ پھر علی نے کہا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ہم کو اس قدر دور و در ماندہ دیکھتے تو ہم کو ضرور اپنے قریب کر لیتے چنانچہ یزید
کے حکم سے ان کو قریب کر دیا گیا۔ پھر یزید نے ان سے کہا کہ مگر اے علی
ابن حسین! تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا۔ میرے حق کو بھلا دیا۔ اور

مجھ سے میری بادشاہت میں منازعہ کیا۔ اس لئے خدا نے ان کے ساتھ وہ کیا جو تم نے دیکھ لیا۔ علیؑ نے قرآن شریف کے ان الفاظ میں جواب دیا:۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَ أَهَآءَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ بَكِيلًا تَأْسُوا عَلَى مَا فَا تَكُمُ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمُ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالِفٍ زُخْرٍ۔ یزید نے جواب میں یہ آیت پڑھی۔ وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ۔ اور یہ کہکریچ ہو گیا۔ اور علیؑ اور ان کی ہمراہی عورتوں کو ایک علیحدہ مکان میں اتارنے کا حکم دیا۔ یزید کبھی صبح یا شام کا کھانا نہ کھاتا تھا۔ جب تک کہ علیؑ کو بلا کر شامل نہ کرے۔ چنانچہ اسی طرح ایک دن ان کو بلا یا تو ان کے ساتھ عمر و ابن حسینؑ بھی تھے۔ جو اس وقت صغیر سن تھے۔ یزید نے عمر و سے پوچھا کہ تم اس سے (یعنی خالد بن یزید سے) لڑو گے۔ عمر و نے جواب دیا کہ تم مجھے اور اس کو ایک ایک چھری دید و تب لڑیں گے۔ یزید نے ان کو اپنی چھاتی سے لگایا اور کہا کہ آخر اپنے باپ ہی کا بیٹا تو ہے۔ بیچ ہے سانپ کے سپوٹے کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ پٹ

کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ کا سر یزید کے پاس پہنچا تو ابن زیاد کا حال اس کے ہاں بہت اچھا ہو گیا۔ ابن زیاد کی عزت بڑھ گئی۔ اس پر انعام و اکرام ہوئے۔ اور جو کچھ اس نے کہا اس سے یزید خوش ہو گیا۔ مگر تھوڑے ہی عرصے بعد یزید کو لوگوں کے بغض اور ان کے لعن طعن اور سب و شتم کرنے کی اطلاعیں ملنا شروع ہوئیں تب اس کو امام حسینؑ کی شہادت پر ندامت ہوئی چنانچہ یزید کہا کرتا تھا کہ کاش میں اپنے اوپر تکلیف برداشت کر لیتا۔ اور حسینؑ کو اپنے مکان میں اتار لیتا۔ اور وہ جس جس چیز کو چاہتے اس کو پورا کر دیتا۔ پھر خواہ رسول اللہؐ کی حفاظت اور ان کے حق و قربت کی نگہداشت میں میری بادشاہت ہی میں ضعف کیوں نہ آجاتا۔ خدا کی مار ہو ابن مرجانہ پر اسی نے ان کو مصیبت میں ڈالا۔ حالانکہ انھوں نے سوال کیا تھا کہ وہ اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں رکھ دیں۔ یا اپنی موت تک کے لئے کسی دوسرے ملک کو چلے جائیں۔ مگر اس نے نہ مانا۔ آخر ان کو قتل کر کے مسلمانوں کے قلوب میں

میرے بغض و عداوت کا بیج بویا۔ اور ہرنیک و بد آدمی حسینؑ کی شہادت کی وجہ سے میرا دشمن ہو گیا۔ اور میرا مرجانہ کے بچے سے کیا تعلق ہے؟ خدا اس پر لعنت کرے۔ اور اس پر اس کا غضب ٹوٹ پڑے۔ ۛ

جب یزید نے ان کو مدینے بھیجنے کا ارادہ کیا تو نعمان ابن بشیر کو حکم دیا کہ ان کے لئے مناسب حال سامان بہم پہنچائیں۔ اور اہل شام میں سے کسی ایک ایمان دار شخص کو چند سوار دے کر مدینے تک ان کے ہمراہ روانہ کریں۔ یہ رخصت کرتے وقت اس نے علی ابن حسینؑ سے کہا کہ خدا کی پٹھکار ہو ابن عباسؑ پر خدا کی قسم اگر حسینؑ میرے قبضے میں ہوتے تو وہ جو جو کچھ مجھ سے طلب کرتے میں ان کو دیتا۔ اور چاہے میرے کسی بچے کی ہلاکت ہی کی ضرورت ہوتی۔ مگر میں ان کی موت کو ضرور دفع کرتا۔ لیکن بٹیا کیا کیا جائے جو کچھ خدا نے چاہا وہی ہوا تمہیں جو ضرورت پیش آئے وہ مجھے لکھا کرو۔ پھر اس قاصد کو ان کے متعلق نصیحتیں کیں۔ اور وہ ان کو لے کر روانہ ہو گیا۔ وہ رات کے وقت اس طرح ان کے ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ کہ وہ سب اس کے آگے آگے رہتے تھے۔ مگر اس طرح کہ اس کی نظر سے اوچھل نہ ہوں۔ لیکن جب وہ کہیں قیام کرتے تو وہ اور اس کے ہمراہی ان سے علیحدہ ہو کر ان کو نگہبانوں کی طرح ہر طرف سے گھیر لیتے تھے۔ اور ان کے مدینے پہنچنے تک ان کی ضروریات دریافت کرتا تھا اور ان سے مہربانی سے پیش آتا تھا۔ مدینے پہنچنے پر فاطمہ بنت علیؑ نے اپنی بہن زینبؑ سے کہا کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے کیا آپ کی مرضی ہے کہ ہم اسے کچھ انعام دیں۔ انھوں نے کہا کہ خدا کی قسم ہمارے پاس زیور کے سوا اور کچھ چیز نہیں جو ہم اسے انعام میں دے سکیں۔ چنانچہ ان دونوں نے اپنے دو کنگن اور دو بازو بند اتار کر معذرت کرتے ہوئے اس شخص کے پاس بھیجے مگر اس نے یہ کہہ کر سب واپس کر دیا کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اگر دنیا کے لئے کرتا تو یہ چیزیں ایسی ہیں کہ مجھے خوش کر دیتیں۔ مگر خدا کی قسم میں نے سب کچھ خدا کے لئے اور رسول خداؐ صلعم سے آپ کی قرابت کی وجہ سے کیا ہے“ ۛ

امام حسینؑ کے ہمراہ ان کی زوجہ رباب بنت امری اقیس بھی تھیں جو ان کی

صاحبزادی سکینہ کی دائرہ تھیں۔ وہ ان کو اپنے اہل بیت کے ساتھ شام کو لے گئے تھے۔ بعد میں وہ مدینہ واپس آئیں۔ انہوں نے سربراہ آورہ آدمیوں نے ان کو نکاح کرنے کے پیغام دیئے۔ مگر انہیں سننے سے یہ کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو اپنا سرال نہ بناؤں گی۔ وہ اہل بیت کے بعد ایک سال زندہ رہیں۔ مگر کسی گھر کی چھت سے ان پر سایہ نہ کیا۔ اور آخر اسی رنج میں گھل گھل کر فوت ہو گئیں۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ ایک سال تک ان کی قبر پر مقیم رہیں اور پھر مدینہ واپس آکر انہیں گھر میں دفن کر دیں۔ عبید اللہ ابن زیاد نے ایک شخص کو امام حسین کی شہادت کی خوشخبری دینے کے لئے عمر دا بن سعید کے پاس روانہ کیا۔ راستے میں اسے قریش کا ایک شخص ملا۔ جس نے کہا ”کہو کیا خبر ہے؟“ کہا کہ خبر امیر کے پاس چکر لپٹا۔ اس قریش نے کہا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ! امام حسین شہید ہو گئے۔ غمگین وہ خوشخبری لانے والا عمر دا بن سعید کے پاس گیا۔ عمر دا بن سعید نے پوچھا کہ کیا خبر ہے؟ کہا کہ ایک ایسی خبر ہے جسکو سکر امیر خوش ہونگے یعنی حسین ابن علی قتل ہو گئے۔ عمر دا بن سعید نے اس کو کہا کہ اسکی منادی کرو کہ چنانچہ اس نے منادی کر دی۔ سنکر بنو ہاشم کی عورتیں رونے پیچنے لگیں۔ اور عقیل ابن ابی طالب کی صاحبزادی اور عورتوں کے ہمراہ لئے ہوئے برہنہ سر اور دامن کشاں باہر نکلیں۔ اور یہ شعار پڑھتی جاتی تھیں: دویہ بناؤ کہ تم اس وقت کیا کہو گے جب نبی (صلعم) تم سے یہ کہیں گے کہ تم تو امت آخرین تھے۔ یہ تم نے میری اولاد اور اہل و عیال کے ساتھ کیا کیا کہ ان میں قیدی اور خون میں لتھڑے ہوئے افراد موجود ہیں۔ میری نصیحتوں کا یہ بدلا نہیں تھا کہ تم میرے ہی عزیزوں سے میرے بعد ایسا سلوک کرتے ہو؟“

عمران کی آوازیں سنکر منس پڑا اور یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ):

”ہو زیاد کی عورتوں نے دیکھا ہی شور و غوغا کیا جیسا کہ جنگ ارباب کی صبح کو ہماری عورتوں نے کیا تھا۔“

ارباب ایک جنگ تھی جس میں بنو زبید نے بنو زیاد پر حملہ کیا تھا۔ جو بنو حارث ابن کعب میں سے تھے۔ اور یہ شعر عمر دا بن معاویہ کا ہے۔ پھر عمر دا بن

کہا کہ یہ خیر مرگ بھی ویسی ہے جیسی کہ عثمانؓ کی تھی۔ اس کے بعد اس نے منبر پر پڑھ کر امام حسینؑ کی شہادت کی اطلاع دی۔

جب عبداللہ ابن جعفر کو خبر ملی کہ ان کے دونوں صاحبزادے امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے تو اور لوگوں کے علاوہ ان کا ایک غلام بھی تعزیت کے لئے آیا۔ اس نے کہا کہ ہم کو امام حسینؑ سے یہ ملا۔ ابن جعفر نے ایک جوتہ اس کے پھینک مارا اور کہا کہ او بد ذات کے بچے۔ کیا تو امام حسینؑ کے بارے میں ایسا کہتا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے پاس موجود ہوتا تو جب تک ان کے ساتھ ہی نہ مرجاتا ہوں علیحدہ نہ ہونا چاہتا۔ قسم ہے اللہ کی اسی سے تو میرے نفس کو چین آتا ہے اور ان دونوں بچوں کی مصیبت کا خیال اسی وجہ سے میرے لئے آسان ہو جاتا ہے کہ انھوں نے میرے بھائی میرے چچیرے بھائی کے ساتھ غمخواری کرتے اور اس کے ساتھ ثابت قدمی کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جان دی۔ اگر میرے ہاتھوں نے امام حسینؑ سے غمخواری نہیں کی تو کم از کم میرے بچوں نے تو کی۔

جب اہل کوفہ سرکولے کر شام پہنچے اور دمشق کی مسجد میں داخل ہوئے تو مروان ابن حکم نے آکر ان سے پوچھا تم نے کیا کچھ کیا۔ انھوں نے واقعات سے اطلاع دی۔ وہ سن کر واپس چلا گیا۔ پھر اس کا بھائی یحییٰ ابن حکم آیا اور یہی سوال کیا۔ اس کو بھی وہی جواب دیا گیا۔ اور وہ یہ کہہ کر وہاں سے چلا گیا کہ تم قیامت کے دن محمدؐ (صلعم) سے منتر چھپاتے پھر وگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر کبھی جہنم نہ کرونگا۔ جب وہ لوگ یزید کے پاس گئے تو یحییٰ ابن حکم نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-

”مقام طعت میں جو سر میں وہ ابن زیاد جیسے غلام اور کھوٹے نسب والے آدمی سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ سمیٹہ کی نسل تو سنگریزوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔ مگر مصطفیٰ (صلعم) کی نسل میں سے آج کوئی بھی باقی نہیں ہے۔“

یزید نے اس کے سینے پر ہاتھ مار کر کہا ”ابس چپ رہو۔“

کہا جاتا ہے کہ امام حسینؑ کی شہادت کی رات اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو آواز بلند یہ کہتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ اشعار) :-

۱۱۔ اے حسین کو جہالت سے قتل کرنے والو! عذاب اور وبال کی خوشخبری سن لو۔ تمام اہل آسمان تمہیں بدعائیں دے رہے ہیں۔ اور ان میں نبی اور فرشتے اور قبائل شامل ہیں۔ تم پر ابن داؤد اور حضرات موسیٰ و عیسیٰ کی زبانیں لعنت بھیج رہی ہیں۔

دو تین ماہ تک یہ حال رہا کہ طلوع آفتاب کے وقت سے دوپہر تک لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے دیواریں خون میں لتھڑی ہوئی ہیں۔ اس حالت کا بیان ہے کہ میں کربلا سے گزرتے ہوئے ہمیشہ اپنے گھوڑے کو دوڑایا کرتا تھا تا آنکہ اس مقام کو پہنچے نہ چھوڑوں کیونکہ ہم لوگ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ اس جگہ ایک نبی کا بیٹا قتل ہو گا اور اس وجہ سے مجھے خوف آتا تھا۔ لیکن جب حسین قتل ہو گئے تو میں بے خوف ہو گیا۔ پھر میں دوڑتا نہ تھا بلکہ چلتا تھا۔

کہتے ہیں کہ شہادت کے دن امام حسین کی عمر (۵۵) برس کی تھی۔ ایک بیان یہ بھی ہے کہ اکسٹھ برس کی عمر میں شہید ہوئے۔ مگر یہ محض لغو بات ہے۔ ان کی شہادت ۱۸ برس کی دسویں محرم کو واقع ہوئی۔

یہی جو قہیم مرہ ہیں۔ سے تھا اور بنو ہاشم کا طرفدار تھا امام حسین اور ان کے اہل و عیال کا مرثیہ کرتے ہوئے یہ اشعار کہتا ہے (ترجمہ اشعار) :-

میں آل محمد (صلعم) کے مکانوں کے پاس سے گذرا۔ مگر میں نے ان کو دیکھنا نہ پایا بیچارہ۔ وہ ان کی رہائش کے زمانے میں تھے۔ خدا نہ کرے کہ یہ دیار اور اس کے اہل و رہبر ہوں۔ گو کہ وہ اپنے اہل سے خالی ہو گئے ہیں۔ اہل ہاشم کے مقام عین کے قریب۔ نے مسلمانوں کی گردنوں کو ذلیل کیا اور وہ ہو گئیں۔ وہ لوگ جو کہ ہرگز ہتھیار نہ ڈالے۔ مگر پھر ہتھیار آفت ہو گئے۔ وہ آفتیں اور مصیبتیں

ہیں۔ پھر انہیں کسی غنی کے پاس ہمارے خون کا ایک قطرہ بھی ہو تو یہ اس کو دیکھ کر دس گئے۔ جب قیس بن کوئی فقیر ہوتا ہے تو ہم اس کے لئے فقیر کی نسبت ردائی کرتے ہیں۔ مگر جب جو ٹوٹ جاتا ہے تو قیس ہم کو قتل کرتے ہیں۔

پھر امام حسین کے ساتھ جو لوگ شہید ہوئے ان کے اسماء سلیمان کا بیان ہے کہ امام حسین اور ان کے ہمراہیوں کی شہادت کے بعد

ان سب کے سر ابن زیاد کے پاس لائے گئے جس کی تفصیل یہ ہے :- بنو کنفہ
تیرہ عدد سر لے گئے۔ اور ان کا سردار قیس ابن اشعث تھا۔ بنو ہوازن میں سر لے گئے۔
ان کے ساتھ شمر ابن ذی الجوشن الضبابی تھا۔ بنو تميم سترہ۔ بنو اسد سولہ۔ بنو نذج ست
اور باقی تمام لشکر ساتھ سر لے گئے۔ یہ سب مل کر ستر سر ہوئے۔ پڑ

شہداء میں امام حسین شہید ہوئے۔ ان کو سنان ابن انس النخعی (لعنة الله)
نے شہید کیا۔ عباس ابن علی (جن کی والدہ بنت حزام ام البنین تھیں) کو زید
ابن داؤد الجنبی اور حکیم ابن طفیل السیسی نے شہید کیا۔ جعفر ابن علی۔ عبد اللہ
ابن علی۔ اور عثمان ابن علی بھی شہید ہوئے۔ ان تینوں کی والدہ بھی ام البنین
تھیں۔ ان کو ثولہ ابن یزید نے تیر مار کر شہید کیا۔ ابو بکر ابن علی بھی جن کی والدہ
ایلیہ بنت مسعود الدارمیہ تھیں شہید ہوئے مگر ان کی شہادت مشکوک فیہ ہے۔
علی بن القیاس علی ابن حسین ابن علی بھی شہید ہوئے۔ ان کی والدہ ایلیہ بنت ابی مر
ابن عروۃ الثقفی تھیں جو میمونہ بنت ابی سفیان ابن حرب کے بیٹے تھے۔ ان کو
منقذ بن نعمان العبدي نے شہید کیا۔ عبد اللہ ابن حسین ابن علی کو جن کی والدہ
رباب بنت امرئ القیس الکلبی تھیں۔ ہانی ابن شیبہ نے شہید کیا۔ امام حسین
کے بھائی حضرت امام حسن کے صاحبزادے ابو کبیر بھی سعد ابن عمرو ابن نفیل المازدی
کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ عون ابن ابی جعفر ابن ابی طالب (جن کی والدہ جماعت
بنت مسیب بن نجیہ الفزاری تھیں) کو عبد اللہ بن قلیبہ الطائی نے۔ محمد ابن عبد اللہ
ابن جعفر (جو فخر صابر بنت خصفہ بن تیم اللہ ابن ثعلبہ کے بیٹے تھے) کو عامر ابن ہشیل
القمی نے۔ جعفر ابن عقیل ابن ابی طالب کو جن کی والدہ بنت شقر بن ہضاب
ام البنین تھیں۔ بشر ابن خوط الحمدانی نے عبد الرحمن ابن عقیل (جن کی والدہ ام ولد
تھیں) کو عثمان ابن خالد الجنبی نے اور عبد اللہ ابن عقیل کو جو ایک ام ولد خاتون
کے بیٹے تھے عمرو ابن صبیح الصیداوی نے ایک تیر سے شہید کیا۔ مسلم ابن عقیل جن کی
والدہ بھی ام ولد تھیں کو نے میں شہید ہوئے۔ اور عبد اللہ ابن مسلم ابن عقیل (جو
رقیہ بنت علی ابن ابی طالب کے صاحبزادے تھے) کو عمرو ابن صبیح الصیداوی نے
شہید کیا اور بعض کا خیال ہے کہ وہ مالک ابن ایزد الکھنصری کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔

علاوہ ان کے محمد ابن ابی سعید ابن عقیل کو جن کی والدہ ام ولد تھیں لقیط ابن یاسر الجہنی نے شہید کیا۔ حسن ابن حسین ابن علی اور عمرو ابن حسین جو بالترتیب غولبت منظور ابن زبان الفزاری اور ایک ام ولد خاتون سے تھے صغریٰ کی وجہ سے شہید نہیں کیے گئے۔ امام حسین کے موالی میں سے حسین - منج - اور عبداللہ ابن بقطر شہید ہوئے۔ حسین کو سلیمان ابن عوف الحضرمی نے شہید کیا اور آخر الذکر امام حسین کے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔ کو

ابن عباس کا بیان ہے کہ جس روز امام حسین شہید ہوئے ہیں اسی رات کو میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک شیشی ہے۔ جس میں وہ خون جمع کرتے جاتے ہیں۔ تو میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کیا ہے۔ فرمایا کہ یہ حسین اور اس کے ہمراہیوں کا خون ہے۔ میں اس کو خدا کے تعالیٰ کے سامنے پیش کرونگا۔ ابن عباس نے صبح کو لوگوں کو امام حسین کی شہادت سے اطلاع دی۔ اور اپنا خواب بیان کیا۔ چنانچہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اسی دن شہید ہوئے تھے۔ کو

بیان کیا جاتا ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو امام حسین کی خاک میں سے کچھ مٹی دی تھی جو حضرت جبریل ان کے پاس لائے تھے۔ اور یہ فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو مجھ لینا کہ حسین شہید ہو گئے۔ چنانچہ ام سلمہ اس خاک کو بھانپت ایک شیشی میں اپنے پاس رکھے ہوئے تھیں۔ جب امام حسین شہید ہوئے تو وہ خاک خون بن گئی۔ اور اسی بنا پر انھوں نے بھی لوگوں کو امام حسین کی شہادت کی اطلاع دی تھی۔ حضرت ام سلمہ کا یہ واقعہ ان مورخین کے قول کے مطابق درست معلوم ہوتا ہے جو ان کی وفات کو امام حسین کی شہادت کے بعد بتلاتے ہیں۔ کو

عمر ابن سعد کے امام حسین کی شہادت کے بعد واپس آنے پر ابن زیاد نے ان سے کہا کہ عمر مجھے وہ خط دید و جو میں نے تم کو حسین کے قتل کے بارے میں لکھا تھا۔ انھوں نے کہا کہ میں تمہارا حکم بجا لا چکا ہوں اور وہ خط ضائع ہو چکا ہے۔ ابن زیاد نے کہا نہیں ضرور وہ دو۔ کہا کہ وہ ضائع ہو گیا ہے۔ اس نے پھر کہا کہ تمہیں ضرور دینا پڑیگا۔ کہا وہ تو وہیں چھوٹ گیا۔ اور خدا کی قسم مدینہ کی

بڑھی عورتیں اسے پڑھ کر ضرور مجھے معذور سمجھیں گی۔ خدا کی قسم میں نے تم کو حسین کے بارے میں نصیحت کی تھی۔ اگر میں اپنے باپ۔ خدا بن ابی وقاص کو یہ نصیحت کرتا تو میں ضرور ان کا حق ادا کر دیتا۔ عثمان ابن زیاد عبید اللہ کے بھائی نے کہا۔ سچ کہتے ہیں۔ خدا کی قسم میں یہ بہتر سمجھتا ہوں کہ جی زیاد کا کوئی مرد ایسا نہ ہوتا جسکی ناک میں روز قیامت تک مہار پڑی ہوتی۔ مگر حضرت امام حسینؑ شہید نہ ہوتے۔ اور عبید اللہ ابن زیاد نے یہ گنت گن گن سن کر کوئی سزائش نہ کی۔ پڑ

ابو بلال مرواس بن جدیر غنظلی کے قتل کا بیان

ابو بلال بن مرواس کے خروج۔ عبید اللہ ابن زیاد کے اس کے مقابلے کے لئے دو ہزار آدمیوں کی فوج بھیجنے ان انواع کے مقام آسک پر مقابل ہونے اور ابن زیاد کے لشکر کی نہریت کے حالات ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ جب ابو بلال نے اس کی فوج کو نہریت دی۔ اور اسکی اطلاع ابن زیاد کو ہوئی تو اس نے تیس ہزار کی ایک اور فوج اس کے مقابلے کے لئے روانہ کی۔ جس کے سردار عباد ابن اخضر تھے۔ اخضر عباد کی والدہ کا ایک خاوند تھا۔ اور اسی کی طرف وہ منسوب ہے۔ اس کا اصلی نام عباد ابن علقمہ ابن عباد القیمی تھا۔ غرض کہ عباد نے مقام تبوح پر ان کو جا لیا۔ اور صف آرائی کر کے جنگ شروع کر دی۔ ادھر ابو بلال نے اپنے ہمراہیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا۔ اور وہ لوگ نہایت ثابت قدمی اور سختی کے ساتھ لڑنے لگے۔ سب پر سبے وقت ابو بلال نے کہا کہ آج جمعہ کا دن ہے۔ اور وہ بڑا دن ہے۔ اور پھر اس وقت نماز عصر کا وقت بھی ہے۔ اس لئے تم ہم کو اتنی مہلت دے دو۔ کہ ہم نماز ادا کر لیں۔ ابن اخضر نے قبول کیا اور اپنے آدمیوں کو لے کر چھپے رہ گیا۔ ابن اخضر نے ان کی نماز کو غنیت جان کر جلدی کی بلکہ کہتے ہیں کہ ابھی خوارج نماز پڑھ ہی رہے تھے۔ کہ ابن اخضر اور اس کے اصحاب نے ان پر حملہ کر دیا۔ ان میں سے کوئی قائم تھا۔ اور کوئی رکوع اور کوئی سجود میں مشغول تھا۔ مگر کوئی ٹس سے مس نہ ہوا۔ اور عباد نے حملہ کر کے ان کے ایک ایک آدمی کو قتل کر دیا۔ عباد ابو بلال کے سر کو لے کر پھر سے واپس روانہ ہوا۔ ابھی عباد اپنے چھوٹے لڑکے کو ہمارے لئے ہوئے

تصارت کی طرف جا ہی رہا تھا کہ اس کو عبیدہ ابن بلال نے دیکھ پایا جس کے ساتھ
 بنی اودحی تھے۔ عبیدہ نے عباد سے کہا کہ ٹھیرو ہم تم سے مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں۔
 عباد ٹھیر گیا تو اس نے کہا کہ ہم چار بھائی ہیں ہمارا ایک بھائی مارا گیا ہے۔ اب
 بتلاؤ تمھاری کیا رائے ہے۔ کہا کہ امیر سے اس کی مدد طلب کرو۔ اس نے
 جواب دیا کہ ہم نے طلب کی مگر اس نے نہیں دی۔ پھر عبیدہ نے اپنے ہمراہیوں
 سے کہا کہ اسے مار ڈالو۔ خدا سے مارے۔ وہ تینوں اس پر ٹوٹ پڑے
 اور اس پر مسلط ہو گئے۔ اس نے اپنے لڑکے کو پھینک دیا۔ اور اس طرح
 وہ خود بچ گیا۔ بن عباد قتل ہوا۔ یہ دیکھ کر لوگ ہر طرف سے خوارج پر گڑے اور
 عبیدہ سے سوا سب کو قتل کر دیا۔ ابن عباد کے قتل کے وقت ابن زیاد کو فہ
 میں تھا مگر اس کا اثب عبید اللہ ابن ابی بکرہ بھرے میں مقیم تھا۔ ابن زیاد نے
 اس کو لکھا کہ خوارج کا تعاقب کرے۔ اس نے اس حکم کی پیروی کی اور خوارج
 کو پکڑنا شروع کیا۔ اگر کوئی شخص خوارج میں سے کسی اودحی کی سفارش کرتا۔ تو وہ
 ابن زیاد کی آمد تک اس کا ضامن ہوتا تھا۔ اور جس خارجی کی کوئی کفالت نہ لگتا
 وہ اسے قید کر دیتا تھا۔ عروہ ابن ادیہ کو اس کے پاس لایا گیا تو اس نے اسے
 چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ میں خود تمھارا ضامن ہوں۔ ابن زیاد نے آکر ان تمام خوارج کو
 بلا کر قتل کر دیا جو حبس میں تھے۔ پھر تمام ضامنوں کو بلایا۔ جو شخص کسی خارجی کو
 لاتا تھا۔ وہ اسے چھوڑ دیتا تھا اور خارجی کو قتل کر دیتا تھا۔ لیکن اگر کوئی شخص کسی خارجی
 کو نہ لاتا۔ تو وہ اسی کو قتل کر دیتا۔ پھر اس نے عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے عروہ ابن ادیہ کو
 طلب کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس پر قدرت حاصل نہیں۔ ابن زیاد نے کہا کہ
 اگر ایسا ہے تو میں اس کے بدلے میں تم ہی کو قتل کر دوں گا۔ ابن ابی بکرہ نے
 عروہ بن ادیہ کا کھوج لگاتے لگاتے پکڑ لیا اور ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا
 ابن زیاد نے عروہ سے کہا کہ میں تم کو قطع اعضا کے بعد قتل کر دوں گا
 عروہ نے جواب دیا۔ تم خود اپنے نفس کے لئے جس قسم کا قصاص چاہتے ہو اختیار کرو۔
 اس پر ابن زیاد کے حکم سے پہلے عروہ کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں
 کاٹ ڈالے گئے۔ اور پھر سولی پر لٹکا دیا گیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔

کہ وہ شہر میں قتل ہوئے۔ پو

سلم ابن زیاد کے خراسان اور سجستان کے والی ہونے کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے سلم ابن زیاد کو خراسان کا حاکم بنایا اس کا سبب یہ ہوا کہ سلم یزید کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ اے ابو حرب وہ مقامات (خراسان و سجستان) تمہارے ہی بھائیوں کی حکومت میں ہیں سلم نے کہا کہ جو کچھ امیر المومنین چاہیں کریں اس پر یزید نے اس کو خراسان اور سجستان کا حاکم بنا دیا۔ سلم نے حارث ابن معاویہ الحارثی (جد عیسیٰ ابن شیب) کو خراسان بھیجا اور خود مصر میں آکر خراسان جانے کے لئے تیاری کرنے لگا اور اپنے بھائی یزید کو سجستان روانہ کیا۔ ادھر عبید اللہ ابن زیاد نے اپنے بھائی عباد کو خط کے ذریعے سے سلم کے والی مقرر ہونے کی اطلاع دی۔ عباد نے بیت المال کا تمام مال اپنے غلاموں کو تقسیم کر دیا۔ اور پھر بھی جو کچھ بچ گیا اس کے لئے شادی کر دی کہ جو شخص بیٹی تنخواہ لینا چاہتا ہے آکر لے۔ چنانچہ جو جو آیا اس نے اسکو پیشگی تنخواہ دیدی۔ اس کے بعد عباد سجستان کی طرف روانہ ہوا۔ مقام حیرفت میں پہنچ کر اس کو سلم کے آنے کی اطلاع ملی۔ اس وقت ان دونوں کے مابین ایک پہاڑ حائل تھا۔ عباد اس طرف سے ہٹ گیا۔ اس رات کو عباد کے ایک ہزار غلام روانہ ہوئے۔ ہر ایک غلام کے پاس کم سے کم دس ہزار کی رقم تھی۔ عباد چند سوار ہمراہ لیکر روانہ ہوا اور یزید کے پاس گیا تو یزید نے اس سے مال کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا کہ میں سرحد کی گھاٹیوں کا حاکم تھا جو کچھ حاصل ہوا سب داناں کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ جب سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا تو یزید نے اس کو اس کے بھائی عبید اللہ کے نام اس مضمون کا ایک خط لکھ کر دیا کہ وہ سلم کو چھ ہزار چیدہ سوار دے دے۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس نے چھ ہزار نہیں بلکہ صرف دو ہزار کے لئے لکھا تھا۔ اور سلم بڑے بڑے سواروں کو منتخب کرتا تھا۔ چنانچہ عمران بن فضیل البرجمی۔ مہلبہ ابن ابی عوف۔ عبد اللہ ابن خازم السملی۔ طلحہ ابن عبید اللہ ابن خلف الخزاعی۔ غفلہ

ابن ہواہہ - یحییٰ بن عمر الحدادی - صلہ بن اشیم العدومی وغیرہ اس کے ہمراہ ہوئے۔
 سلم خراسان کی طرف روانہ ہوا اور دریا کو جنگ کرنے کے لئے عبور کیا۔ اس کے قبل بھی عمال خراسان جنگ کیا کرتے تھے۔ اور وہم سرماییں مردشاہجان کو واپس چلے جاتے تھے۔ جب سلمان چلے جاتے تو خراسان کے ملوک خوارزم کے قریب ایک شہر میں جمع ہو کر آپس میں عہد و پیمان کرتے تھے کہ ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنا نہ اور اس کے علاوہ اپنے امور میں ایک دوسرے سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جب مسلمان ان میں سے کسی سے کسی شہر پر حملہ آور ہونے کا مطالبہ کرتے تو وہ ایسا کرنے سے انکار کر دیتے۔ غرض کہ سلم نے دماغ پہنچ کر جنگ کی اور اس کی ایک جنگیں موسم سرما آ گیا۔ مہلب ابن ابی صفہ نے سلم سے نہایت لجاجت کے ساتھ اس شہر کی طرف لشکر کشی کرنے کو کہا تو اس نے اس کو چھ (اور قبول بعض چار) ہزار آدمیوں کے ساتھ ادھر روانہ کیا۔ مہلب نے دماغ کے باشندوں کا محاصرہ کیا۔ ان لوگوں نے اس شرط پر صلح کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنی جانوں کا فدیہ پیش کر دیں گے۔ چنانچہ ان سے دو کروڑ سے زیادہ رقم پر صلح کر لی گئی۔ شرط صلح میں یہ بھی شامل تھا کہ (بعض نقد رقم کے) ہرقسم کا سامان بھی لے لیا جائیگا۔ چنانچہ مہلب نے (اس) لونڈی غلام۔ چوپائے جانور اور ہرقسم کا سامان اس کی اصلی قیمت سے نصف پر ان سے لے لیا۔ جس قدر مہلب ان سے وصول کر چکا تھا اس کی مجموعی قیمت پانچ کروڑ ہوتی تھی۔ ان وجوہ سے مہلب کو سلم کے مان بہت کچھ اقتدار حاصل ہو گیا۔ اور سلم نے ان چیزوں سے جو جو اس کو اچھی معلوم ہوئیں لے لیا اور ان کو زبرد کے پاس بھیج دیا۔

سلم نے سمرقند پر فوج کشی کی۔ اس وقت عبور دریائیں اس کی بیوی ام محمد بنت عبداللہ ابن عثمان بن ابی العاص الثقفی اس کے ہمراہ تھیں۔ اور سب میں وہ پہلی خاتون تھیں جن کو ہمراہ لے کر دریا کو عبور کیا گیا۔ وہاں ام محمد سے سلم کے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام اس نے صفدی رکھا۔ اس کی زوجہ نے صاحب صفدی کی عورت سے اس کے زیورات عاریتاً لئے تھے۔ مگر واپس

نہیں کئے۔ بلکہ لے کر وہاں سے روانہ ہو گئیں۔ سلم نے ایک اور لشکر فخذہ کی طرف روانہ کیا۔ جس کا سردار اعشہ ہمدان تھا۔ مگر اس کو نہر میت ہوئی اس پر اعشہ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

”اے کاش کہ جنگ فخذہ میں میرے سواروں کو نہر میت نہ ہوتی۔ اور مقام مکر میں مجھے قتل کر کے میرا لباس لے لیتے۔ میری لاش کے پاس پرند جمع ہوتے اور میں خدا کے پاس خون سے رنگا ہوا جاتا۔“

یزید ابن زیاد و طلحہ اطلحات کے والی سبستان ہونے کا بیان

جب یزید بن معاویہ نے سلم ابن زیاد کو خراسان پر حاکم مقرر کیا تو سلم نے اپنے بھائی یزید کو سبستان کی حکومت پر متعین کیا۔ مگر اہل کابل نے غدر کیا اور عہد شکنی کر کے ابو عبیدہ بن زیاد کو قید کر دیا۔ اس لئے یزید ابن زیاد ایک فوج لیکر ان کے مقابلے کے لئے گیا۔ جنگ ہوئی۔ مگر مسلمانوں کو نہر میت ہوئی اور بہت سے شہید ہوئے۔ ان شہداء میں یزید ابن عبداللہ ابن ابی ملیکہ اور صلہ بن اشیم ابو سہاء العدوی (یعنی معاویہ کا شوہر) شامل تھے۔ سلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے طلحہ ابن عبداللہ بن خلف اخراعی کو (جسے اطلحہ اطلحات کہتے تھے) روانہ کیا۔ اس نے پانچ لاکھ درہم زر فدیہ ادا کر کے ابو عبیدہ ابن زیاد کو چھڑا لیا۔ اس کے بعد طلحہ والی سبستان ہو کر کابل سے سبستان کو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے رعایا سے خراج وصول کیا اور اپنے پاس آنے والوں کو مال و نعمت دیا کرتا تھا۔ اس کا انتقال بھی سبستان ہی میں ہوا وہ بنو لشکر کے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا گیا تھا۔ مگر بنو نصر نے اسے خارج کر دیا۔ اور ان میں باہم قومی تعصب پیدا ہو گیا۔ جسکی وجہ سے رقبیل کو ان پر حملہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہوا۔

ولید ابن عقبہ کے والی مدینہ و حجاز ہونے اور عمر ابن سعید کی معزولی کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال یزید نے مدینے سے عمر ابن سعید کو معزول کر کے اس کی جگہ ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان کو مقرر کیا۔ اور سبب یہ تھا کہ عبداللہ ابن زبیر نے

یزید کے خلاف مظاہرہ کیا اور امام حسینؑ کی شہادت کے بعد مکہ میں ان سے بیعت لی گئی۔ چنانچہ جب ان کو امام حسینؑ کی شہادت کی خبر ملی تو انھوں نے لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر کی۔ جس میں ان کی شہادت کو بہت اہمیت دی۔ اہل کوفہ کو خصوصاً اور اہل عراق کو عموماً عیب ناک بتلایا۔ اور خدائے تعالیٰ کی حمد و ثناء اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے بعد کہا کہ اہل عراق میں سوائے قلیل التعداد لوگوں کے باقی سب غدار اور فاجر ہیں۔ اور اہل کوفہ میں اہل عراق کے بڑے بڑے شریر النفس لوگ موجود ہیں۔ انھوں نے امام حسینؑ کو اس وعدے پر بلایا تھا کہ وہ ان کی مدد کریں گے۔ اور ان کو اپنا والی بنا لیں گے۔ لیکن جب وہ ان کے پاس پہنچ گئے تو انھوں نے ان پر حملہ کیا۔ اور کہا کہ یا تو تم اپنا ماتھ ہمارے ہاتھوں میں رکھ دو کہ تم کو ابن زیاد ابن سمیہ کے پاس روانہ کر دیں۔ تاکہ وہ تم پر حکم لگائے۔ اور یا تم ہم سے جنگ کرو۔ امام حسینؑ نے دیکھا کہ وہ اور ان کے اصحاب تھوڑی تعداد میں ہیں۔ اور ان کے مقابلے میں ایک کثیر التعداد جماعت ہے۔ اگرچہ خدائے تعالیٰ نے علم غیب کسی کو واقف نہیں کیا۔ کہ وہ مقتول ہوگا۔ مگر انھوں نے عزت کی موت کو ذلت کی حیات پر ترجیح دی۔ خدائے تعالیٰ امام حسینؑ پر رحم فرمائے اور ان کے قاتل کو ذلیل و خوار کرے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے ان لوگوں کی مخالفت اور نافرمانی جو انھوں نے امام حسینؑ سے کی دوسرے شخص کے لئے جو ان ہی کی جیسی حالت رکھتا ہو نصیحت حاصل کرنے اور اہل عراق سے باز رہنے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جو کچھ مقدر میں ہے وہ پورا ہونے والا ہے۔ اور جب خدا کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اسے روکا نہیں جاسکتا۔ کیا امام حسینؑ کے بعد ہم ان لوگوں سے مطمئن ہو سکتے ہیں ان کے قول کو سچا سمجھ سکتے ہیں اور ان کے وعدے کو درست خیال کر سکتے ہیں؟ خدا کی قسم ہم ان کو اس کا اہل نہیں سمجھتے۔ خدا کی قسم انھوں نے امام حسینؑ کو قتل کر کے ایک ایسے قائم اللیل اور صائم النہار شخص کو شہید کیا ہے جو ان کے امور کا ان سے زیادہ حقدار تھا۔ اور اپنے دین و فضل میں ان سے بہتر تھا۔ خدا کی قسم وہ قرآن شریف کے عوض گمراہی پھیلانے والے نہ تھے۔ خدائے تعالیٰ کے خوف سے ان کے گریہ و بکا کی

کوئی اتہانہ تھی۔ اور نہ وہ روزوں کو شراب پینے سے بدلا کرتے تھے اور نہ انکی مجلسوں میں نصائح کے عوض شکاری کتوں کا ذکر ہوا کرتا تھا۔ (اس تقریر سے زید طبرستان کو نا مقصود تھا) یہ لوگ عنقریب اپنی گمراہی کو پالیں گے۔ یہ سن کر ان کے ہوا خواہ انکی طرف دوڑ پڑے اور کہا کہ آپ اپنی بیعت قائم کرنے کا اعلان کیجئے۔ کیونکہ اب کوئی باقی نہیں ہے اور امام حسینؑ بھی نہیں کہ آپ بیعت کے معاملے میں منازعہ کریں اب تک ابن زبیر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے تھے اور لوگوں میں یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں اب بھی انھوں نے لوگوں سے یہی کہا کہ تم جلدی نہ کرو۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عمر ابن سعید کے کے عامل تھے اور وہ ابن الزبیر کے لئے نہایت سخت تھے۔ گو بظاہر فرق و مدارات سے پیش آتے تھے۔ جب زید کو یہ معلوم ہو گیا کہ ابن زبیر نے مکے میں اتنی بڑی جماعت جمع کر لی ہے تو اس نے خدا سے پختہ عہد کیا کہ وہ ابن زبیر کو ضرور زنجیروں میں جکڑیگا۔ چنانچہ اس نے ابن عطاء سعد اور ان کے ہمراہیوں کے ہاتھ ایک نقرئی زنجیر ابن زیاد کے پاس بھیجی اور ان کے ساتھ پشیمنے کی ایک ٹوپی بھی کر دی کہ وہ ان کو اڑھا دی جائے تاکہ لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ ابن عطاء نے مدینے پہنچ کر مروان ابن حکم کو جو اس وقت وہاں موجود تھا۔ اطلاع دی کہ وہ وہاں کس غرض سے آیا ہے۔ مروان نے اس کے ساتھ اپنے دو بیٹوں کو جن میں سے ایک کا نام عبدالعزیز تھا کر دیا۔ اور ان دونوں کو سمجھا دیا کہ جب زید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پہنچے تو تم ان کے سامنے جاؤ اور تم میں سے ایک مثال کے طور پر یہ اشعار پڑھو (ترجمہ) :-

۱ یہ بات گرہ میں باندھ لو عزت دار کے لئے ایسی روش مناسب نہیں جس روش میں ذلیل آدمی کی کروت (شامل) ہو۔

۲ اسے عام لوگوں نے تم پر ایک معیوب طریقے میں الزام لگایا ہے اور یہ ہمسایوں کے سامنے ہو رہا ہے۔ مگر الگ تھلگ۔

۳ تم جو لوگوں کے خیر خواہ بنتے ہو میں تم کو ایسے شخص کی حالت میں دیکھ رہا ہوں جس سے کہا جاتا ہے کہ ڈول لئے ہوئے پیچھے ہٹ اور آگے بڑھ۔

چنانچہ جب زید کا قاصد ابن زبیر کے پاس پیغام لیکر پہنچا تو عبدالعزیز نے

یہ اشعار پڑھے۔ ابن زبیر نے کہا کہ اے مردان کے بیٹو جو کچھ تم نے کہا میں نے سن لیا ہے۔ تم جا کر اپنے باپ سے کہہ دو کہ (اشعار کا ترجمہ) :-
۱۔ میں تو اس معاملے میں بالکل خاموش بہرا بنا ہوا ہوں۔
ادٹنیاں نوچہ کرتی ہیں تو کریں۔

۲۔ بجز اس حق کے جس کا میں طلبگار ہوں اور تو کسی کیلئے میں نرم نہ ہوں گا جب تک کہ چبانے والے کے دانت کے لئے پتھر نرم نہ ہو جائے۔
ابن الزبیر نے یزید کے پیغام رسانوں سے خود کو محفوظ کر لیا۔ اس پر ولید ابن عقبہ اور بنو امیہ کے چند آدمیوں نے یزید سے کہا۔ اگر عمر و چاہتا تو ابن زبیر کو پکڑ کر یزید کے پاس بھیج سکتا تھا۔ لہذا یزید سے عمر و کو منہ ردا کر کے ولید کو والی حجاز مقرر کر دیا۔

ولید نے عمر و کے غلمان اور مالی کو قید کر دیا۔ عمر و نے سفارش کی مگر انکو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ اسلئے عمر و نے مدینے سے دورات کا سفر طے کر کے اپنے غلاموں کے پاس اور بنو امیہ کے اور وہ قید خانے کو توڑ کر عمر کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور تمام پہنچ کر اس سے جا ملے۔ پھر عمر یزید کے پاس گیا۔ اور ابن الزبیر نے سگے میں ہو کر پھیلا رکھا تھا۔ اس سے اس کو مطلع کیا۔ یزید نے اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کے قول کو صحیح سمجھ لیا۔

واقعات متعددہ کا بیان

اس سال ولید نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

ان دنوں عراق میں عبید اللہ ابن زیاد۔ اور خراسان میں سلم ابن زیاد والی تھے۔ اور کوفہ میں شریح اور بصرہ میں ہشام ابن ہبیرہ محکمہ قضاء پر مقرر تھے۔
اس سال علقمہ ابن قیس انخی صاحب ابن مسعود نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۶۲ یا ۶۳ھ میں اس وقت ان کی عمر نوے سال کی تھی۔
اسی سال منذر ابن جارد و العبدی اور جابر ابن عتیکہ الانصاری (ارد بقول بعض حمہ) نے انتقال کیا۔ اس وقت ان کی عمر اکانوے سال کی تھی۔
اور وہ جنگ بدر میں شریک تھے۔

اسی سال حمزہ ابن عمرو الاسلمی نے اکھتر (اور قبول بعض اشی) برس کی عمر میں انتقال کیا وہ صحابہ میں سے تھے۔ پڑ
 اسی سال خالد بن عرفطہ اللیثی (اور قبول بعض العنری) طیف بنوز ہرہ
 نے انتقال کیا۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کا انتقال ۴۷ھ میں ہو چکا تھا۔
 وہ صحابہ میں سے تھے۔ پڑ

۶۲ھ کے واقعات

اہل مدینہ کے وفد شام کا بیان
 جب ولید والی حجاز ہوا تو وہ ابن الزبیر کی غفلت کی تاک میں رہا۔ مگر
 وہ ہمیشہ اس کے ہاتھوں سے محفوظ اور بچے رہے۔ پڑ
 امام حسینؑ کی شہادت پر نجدہ ابن عامر النخعی نے پیامہ اور ابن زبیر نے
 حجاز میں فتنہ برپا کیا۔ حج کے زمانے میں مقام عرفہ سے اولاً ولید تمام حجاج کے
 ساتھ گذر جاتا۔ ابن الزبیر اور نجدہ اپنے اپنے اصحاب کے ساتھ وہیں کھڑے
 ہوئے ہوتے پھر ابن الزبیر اپنے اصحاب کے ساتھ اور نجدہ اپنے اصحاب کے
 ساتھ معرف (میدان عرفہ) سے گذرتے۔ نجدہ ابن زبیر سے اس قدر بار بار ملتا تھا
 کہ لوگوں کو یہ گمان ہو گیا کہ وہ ابن زبیر سے بیعت کر لیں گے۔ اس کے بعد ابن زبیر نے
 ولید سے یہ چال چلی کہ یزید کو ایک خط میں یہ لکھا کہ تم نے ہمارے پاس ایک بیوقوف آدمی کو
 بھیج دیا جو کسی کی ہدایت سے فائدہ نہیں اٹھاتا اور کسی مردوانا کی نصیحت پر کان
 نہیں دھرتا۔ اگر تم ہمارے پاس ایک نرم مزاج آدمی کو بھیجتے تو تم کو یہ امید ہو سکتی
 تھی کہ جو اشکال و سختی واقع ہوگی وہ آسان ہو جائیگی۔ اور تفرقہ کی جگہ اجتماع پیدا
 ہو جائے گا۔ اس پر یزید نے ولید کو مخرول کر کے عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان
 کو مقرر کیا۔ وہ ایک بالکل کم عمر۔ ناواقف اور نا تجربہ کار آدمی تھا۔ اور ابھی
 اس کی عمر میں چٹکی اور عقل نہیں آئی تھی۔ وہ اپنے رعب و داب امارت اور
 اپنے عمل کو بہ نظر غائر دیکھ اور سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس نے یزید کے پاس
 ایک وفد بھیجا جس میں اہل مدینہ میں سے عبد اللہ ابن حنظلہ

غسیل الملائکہ - عبداللہ ابن ابی عمرو بن حفص ابن مغیرہ المخزومی - منذر ابن زبیر اور خیر النعماء اشتراف شہر شامل تھے - وہ سب جب یزید کے پاس پہنچے - تو یزید نے ان کی بہت عزت کی - ان سے حسن سلوک سے پیش آیا اور بڑے بڑے انعامات دیئے - چنانچہ اس نے عبداللہ ابن حنظلہ کو جو ایک شریف النسب اور فاضل و عابد شخص تھے - ایک لاکھ درہم اور ان کے آٹھ بیٹوں کو جو ان کے ساتھ تھے دس ہزار درہم فی کس دیئے - وہاں سے وہ سب تو مدینے واپس آ گئے - مگر منذر ابن زبیر عراق پہنچ کر ابن زیاد سے ملے - یزید نے ان کو بھی ایک لاکھ انعام دیا تھا - غرض کہ جب اس وفد کے افراد وہاں سے مدینے واپس پہنچے تو انھوں نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یزید کو سب و شتم کیا - اور اس کی عیب جوئی کی اور کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہیں جس کا کوئی دین نہیں ہے - وہ شراب پیتا ہے - طنبورہ بجاتا ہے - مفتی و مطرب اس کے پاس بیٹھے گاتے بجاتے رہتے ہیں - وہ کتوں سے کھیلتا رہتا ہے - اور رات میں بد معاش اس کے پاس جمع ہو کر غپ شب کیا کرتے ہیں - ہم تمھارے سامنے گواہی دیتے ہیں کہ تم نے اسے خلافت سے عالمجہ کر دیا ہے - عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تمھارے پاس ایک ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں کہ اگر ان لڑکوں کے سوا میرا ساتھ اور کوئی نہ ہوتا تو میں ضرور اس سے جہاد کرتا - اس نے مجھے انعامات دیئے ہیں - اور میری عزت و توقیر کی ہے - مگر میں نے اس کی بخشش صرف اس لئے قبول کی ہے کہ اس سے اپنی خوراک کا سامان بہم پہنچاؤں - یہ سن کر لوگوں نے یزید سے خلع کر کے عبداللہ ابن حنظلہ غسیل الملائکہ سے یزید کے خلع کرنے کے لئے بھیجت کی اور ان کو اپنا والی بنایا -

ادھر منذر ابن زبیر نے یہ کیا کہ وہ ابن زیاد کے ہاں پہنچے - تو اس نے اُن کی بہت خاطر و مدارات کی اور اچھی طرح پیش آیا کیوں کہ وہ زیاد کے دوست تھے - چونکہ اس عرصے میں یزید نے مدینے کا تمام واقعہ سن لیا تھا

اس لئے ابن زیاد کے پاس نیرید کا اس مضمون کا خط پہنچا کہ منذر کو قید کر دیا جائے۔
ابن زیاد کو یہ بات ناگوار گزری کیونکہ منذر اس کے مہمان اور اس کے باپ
کے دوست تھے۔ تاہم ابن زیاد نے منذر کو بلا کر اس خط کے فحوا سے آگاہ کیا۔
اور ان سے کہا کہ جب لوگ میرے پاس جمع ہوں آپ کھڑے ہو کر
یہ کہیں کہ اب مجھے اجازت دیجئے کہ میں اپنے وطن کو واپس چلا جاؤں۔
میں کہو لگا کہ نہیں بلکہ ابھی میرے پاس آپ اور ٹھہریں۔ کیونکہ آپ میرے
برگ اور ہمدرد ہیں۔ آپ یہ جواب دیں کہ نہیں وہاں میری جائداد وغیرہ
ہے اور مجھے ایسے کام درپیش ہیں کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے۔ یہ سن کر
میں آپ کو روانگی کی اجازت دے دو لگا۔ اور آپ اپنے ہاں چلے جائے گا۔
چنانچہ جب لوگ ابن زیاد کے پاس جمع ہوئے تو منذر نے ایسا ہی کیا۔
اور ابن زیاد کے اجازت دینے پر وہ وہاں سے روانہ ہو کر مدینے آگئے۔
اور وہاں لوگوں کو نیرید کے خلاف برا بیگختہ کرنے والوں میں شامل ہو گئے۔
انھوں نے لوگوں سے کہا کہ نیرید نے مجھے ایک لاکھ انعام دیا ہے۔ مگر
اس کا یہ احسان مجھے اس امر سے باز نہیں رکھ سکتا کہ میں تم کو اس کا حال
سناؤں۔ خدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے۔ بخدا اسے اس قدر نشہ ہو جاتا ہے۔
کہ وہ نماز ترک کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح کی اور باتیں کر کے اپنے دیگر
ہمراہیوں کے مانند نہایت سختی سے نیرید کے عیوب ظاہر کئے۔

نیرید نے نعمان ابن بشیر الانصاری کو بلا کر کہا کہ مدینے کے باشندوں کی
زیادہ تعداد تمھاری ہی قوم سے ہے۔ جو بات وہ کرنا چاہیں کوئی شخص ان کو
اس سے باز نہیں رکھ سکتا۔ اور اگر اس امر میں وہی نہ اٹھ کھڑے ہوتے
تو لوگ ہرگز میری مخالفت کرنے کی جرأت نہ کرتے۔ نعمان وہاں سے روانہ ہوئے
اور اپنی قوم میں آ کر لزوم طاعت کی تاکید اور فتنہ و فساد سے خوف دلاتے
ہوئے کہا کہ اہل شام کے مقابلے میں تمھاری کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ عبداللہ
ابن مطیع العدوی نے جواب دیا کہ اے نعمان یہ بتلاؤ کہ اس وقت ہمارے
امر کی صلاحیت پذیر ہو جانے کے بعد تم کو کس چیز نے فساد برپا کرنے اور ہماری

جماعت میں تفرقہ ڈالنے پر آمادہ کیا؟ نعمان نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمہارے پاس کھڑا ہوں۔ جب تمہارے پاس بہت سی جماعتیں آجائیں گی اور وہ تمہارے لئے اپنے گھٹنوں پر دٹ جائیں گی تو تم کے سر اور پیشانیوں تلوار سے کٹنے لگیں گی اور فریقین میں موت کی چکی چلنے لگے گی۔ تب تم اپنے خچر پر سوار ہو کر مکے کی طرف بھاگنے لگو گے۔ اور ان بے چارے مساکین (یعنی انصار) کو ایسی حالت میں چھوڑ دو گے جو اپنے گھر دہ کی گلیوں میں اور اپنی مسجدوں میں اور اپنے گھروں کے دروازوں پر قتل ہو رہے ہیں مگر لوگوں کی بات مانی اور وہ چلے گئے۔ آخر ہوا وہی جو کچھ انھوں نے کہا تھا۔

عقبہ ابن نافع کے دوبارہ افریقہ پر عامل مقرر ہونے انکی فتوح اور قتل کا بیان

ہم اس سے قبل عقبہ کے افریقہ سے مغزول ہو کر شام واپس چلے جانے کا ذکر کر چکے ہیں۔ جب اس کا واپس آنا ہوا تو اس نے اپنے قوت انھوں نے ان کو افریقہ واپس بھیجنے کا وعدہ کیا۔ لیکن عقبہ ابھی شام ہی میں تھے کہ امیر معاویہ نے انتقال کیا۔ یزید نے ان کو اسی سال دوبارہ افریقہ کا عامل بنا کر بھیجا۔ وہ قیروان تک نہایت شان سے گئے۔ اور وہاں امیر ابوالمہاجر کو گرفتار کر کے زنجیروں میں جکڑ دیا۔ پھر قیروان میں ایکے فوج اور اپنے فرزندوں اور اموال کو چھوڑ کر زہیر ابن قیس البلوی کو اپنا جانشین بنایا اور اپنی اولاد کو بلا کر کہا کہ میں نے اپنی جان کو خدائے تعالیٰ کے لئے فروخت کر دیا ہے۔ میں کافروں سے جہاد کرتا رہوں گا۔ پھر جو کچھ اس کے بعد کیا جانا چاہئے اس کے لئے وصیت کر جاؤں گا۔

اس کے بعد عقبہ وہاں سے ایک لشکر جبار لے کر روانہ ہوئے اور شہر باغیاہ پہنچے۔ وہاں اہل روم کی ایک زبردست جماعت ان کے مقابلے کے لئے تیار تھی۔ وہ لوگ عقبہ سے نہایت شد و مد کے ساتھ جنگ آدر ہوئے۔ مگر آخر کار منہزم ہوئے۔ عقبہ نے ان کو بڑی سختی کیساتھ قتل کیا۔ اور ان سے بہت سا مال غنیمت ان کے ہاتھ آیا۔ اہل روم ہزیمت کہا کر شہر میں داخل ہو گئے۔ عقبہ نے انکا محاصرہ کر لیا مگر بعد میں محاصرے کو قائم رکھنا

ناگوار سمجھ کر بلاد زاب کی طرف روانہ ہوئے۔ جو ایک وسیع ملک ہے۔ اور متعدد شہروں اور قریوں پر حاوی ہے۔ ان بلاد میں پہنچ کر وہ سیدھے اس کے صدر مقام اربہ کو گئے۔ وہاں بھی اہل روم و نصاریٰ ان کو دخول سے مانع آئے۔ انھوں نے مقابلہ کیا۔ اور ان لوگوں میں سے بعض پہاڑ کی طرف فرار کر گئے۔ مسلمان اور اس شہر کے نصاریٰ میں متعدد مرتبہ جنگ ہوئی۔ انجام کار نصاریٰ کو شکست ہوئی۔ عقبہ نے ان کے بہت سے سواروں کو قتل کیا اور تہارت کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب اہل روم کو ان لوگوں کی ہزیمت کی خبر ملی تو انھوں نے اہل بربر سے مدد کی درخواست کی۔ انھوں نے قبول کیا اور کثیر التعداد میں انکی مدد کے لئے آئے۔ اور جان توڑ کر لڑنے لگے۔ دشمن کی کثرت کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت مشکل کا سامنا پڑا۔ مگر خدائے تعالیٰ نے ان کی مدد کی۔ اور اہل روم اور بربری بھاگ اٹھے۔ بہت سے تہ تیغ ہوئے اور مسلمانوں نے ان کے اموال و اسلحہ لوٹ لئے۔ پھر

عقبہ وہاں سے طنجہ کو گئے۔ جہاں ان کو لیاں نامی ایک رومی بطریق ملا۔ جس نے ان کو عمدہ عمدہ تحائف دیئے اور ان کا مطیع ہو گیا۔ عقبہ نے اس سے اندلس کے متعلق سوال کیا۔ تو اس پر یہ سوال بہت گراں گذرا۔ پھر انھوں نے بربریوں کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ وہ کثیر التعداد ہیں انکا شمار سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔ وہ سوس اوسٹے میں رہتے ہیں۔ اور سب کے سب کفار ہیں۔ نہ انیت میں داخل نہیں۔ اور بڑے جنگجو ہیں۔ یہ معلوم کر کے عقبہ نے ان کے مقابلے کے لئے سوس اوسٹے کا رخ کیا جو طنجہ کے مغرب میں واقع ہے۔ ابھی وہ بربریوں کے ملک کے شروع حصے ہی میں تھے۔ کہ ان کے ایک مجمع کثیر نے ان کا مقابلہ کیا۔ عقبہ نے ان کو خوب پیٹ بھر کر قتل و غارت کیا۔ اور جس جس طرف وہ لوگ بھاگ بھاگ کر گئے تھے اس طرف انھوں نے اپنے سوازی بھیج دیئے۔ اور خود وہاں سے کوچ کر کے سوس اقصیٰ پہنچے۔ وہاں بھی اہل بربر بے شمار تعداد میں ان کے مقابلے کیلئے جمع تھے۔ عقبہ نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور جنگ کر کے ان کو شکست دی مسلمانوں نے

ان میں سے اتنے آدمیوں کو قتل کیا کہ وہ تھک گئے۔ اور بہت سا مال غنیمت اور کثیر التعداد قیدی ان کے ہاتھ آئے۔ پڑا
 عقبہ وہاں سے چل کر مقام مایان پہنچے اور وہاں سمندر کو دیکھ کر کہا
 کہ یا آلہی اگر یہ سمندر نہ ہوتا تو میں تیرے راستے میں جہاد کرتا ہوا آگے کو بھی چلا
 جاتا۔ غرض کہ وہ وہاں سے واپس آ گئے۔ اور ایک مقام پر پہنچے جو آجکل ماء الفرس
 کہلاتا ہے۔ وہاں پانی دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کو اس قدر
 شدت کی پیاس لگی کہ ان کو ہلاکت کا اندیشہ ہونے لگا۔ عقبہ نے
 دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کی ان کے گھوڑے نے اپنے سم سے زمین کو
 کھودا منہ دے کیا۔ جس کی وجہ سے ان کو ایک پتھر نظر آیا جس کے نیچے پانی
 بہ رہا تھا۔ عقبہ نے لوگوں کو آواز دی۔ لوگوں نے وہاں بہت سے جھیرے
 کھودے اور پانی پیا۔ اس وجہ سے اس مقام کا نام ماء الفرس (یعنی گھوڑیکا
 چشمہ) ہو گیا۔ پڑا

عقبہ شہر طبنہ جہاں سے قیروان آٹھ دن کی مسافت ہے۔ پہنچے تو انھوں
 نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ وہ فوج فوج ہو کر آگے بڑھیں۔ کیونکہ دشمنوں کو ہمال
 کر دینے کے بعد انکو یقین ہو گیا تھا کہ انھوں نے اب ایسا کوئی دشمن باقی نہیں
 رکھا ہے جس سے خوف کیا جائے۔ اسکے بعد وہ ایک چھوٹی سی جماعت کو لیکر تھوڑا
 کو دیکھنے گئے اہل روم ان کی قلیل جماعت دیکھ کر طمع میں گرفتار ہو گئے۔ اور
 قلعے کا دروازہ بند کر کے عقبہ کو سب و شتم کرنے اور ان سے لڑنے لگے۔ عقبہ ان
 کو اسلام کی طرف بلاتے تھے مگر انھوں نے قبول نہ کیا۔ پڑا

کسیلہ ابن کرم بربری کے عقبہ کے مقابلے میں خروج کا بیان

یہ کسیلہ ابن کرم بربری ابوالمہاجر کے زمانہ ولایت افریقہ میں مسلمان ہو گیا
 تھا۔ اور نہایت پکا مسلمان تھا۔ وہ بربریوں کے اکابر اور اہل الرائے
 لوگوں میں سے تھا۔ اور ابوالمہاجر کے ساتھ رہتا تھا۔ جب عقبہ افریقہ کے
 والی ہوئے تو ابوالمہاجر نے ان کو کسیلہ کے رتبہ و منزلت سے آگاہ کیا۔

اور اس کی حفاظت کے لئے کہا۔ مگر عقبہ نے منظور نہ کیا اور اسے ایک معمولی آدمی سمجھا۔ عقبہ کے پاس ایک بکری لٹائی گئی۔ انھوں نے کسیدہ کو اس کے ذبح کرنے اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیدہ نے کہا کہ یہ میرے جوان اور غلام موجود ہیں۔ میری طرف سے تکلیف اٹھالیں گے۔ عقبہ نے اسے گالیاں دیں اور کھال اتارنے کا حکم دیا۔ کسیدہ نے ایسا ہی کیا۔ مگر ابوالہاجر کو عقبہ کی یہ حرکت ناگوار گذری۔ مگر عقبہ نے نہ مانا۔ ابوالہاجر نے کہا کہ اس شخص کا اچھی طرح خیال رکھئے مجھے اس کی طرف سے آپ کے لئے خوف ہے۔ لیکن عقبہ نے سستی کی۔ اور کسیدہ نے یہ بات اپنے دل میں رکھی۔ آخر کار جب یہ موقع آیا۔ اور اہل روم نے عقبہ کے ہمراہیوں کی قلت تعداد دیکھی تو انھوں نے کسیدہ کے پاس پیغام بھیجا۔ اور عقبہ کی حالت سے اس کو اطلاع دی کسیدہ اس وقت اس کنبہ کو دبا ہوئے عقبہ کی فوج میں داخل تھا۔ اور کرم نے اپنے دل کے منصوبے سے رومیوں کو آگاہ کر کے انھیں طمع دلا چکا تھا۔ غرض کہ اہل روم کے امہ و پیام سے کسیدہ نے اپنا کینہ ظاہر کیا۔ اور اپنے اہل اور برادرانِ عزا کو لے کر عقبہ کے مقابلے کے لئے چلا۔ ابوالہاجر نے کہا کہ جلدی کرو قبل اس کے کہ اس کی جماعت کو تقویت حاصل ہو۔ اس وقت ابوالہاجر زنجیروں میں دست دیا بستیہ عقبہ کے ہمراہ تھے۔ عقبہ کسیدہ کی طرف بڑھے۔ مگر کسیدہ ان کے راستے سے ایک طرف کو ہٹ گیا۔ تاکہ اس کے آدمیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے۔ یہ دیکھ کر ابوالہاجر نے ابوجہن الشقی کے یہ اشعار بطور مثال پڑھے۔ (ترجمہ :-)

دو میرے لئے یہی غم کافی ہے کہ وہ سوار نیزہ لئے ہوئے آ اور جا رہے ہیں۔ اور میں مضبوط سیموں سے بندھا ہوا ہوں۔ میں کھڑا ہوتا ہوں تو زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ اور میرے سامنے کے سب راستے نہایت سختی سے بند ہو جاتے ہیں۔

عقبہ کو ان اشعار کی اطلاع ملی۔ تو انھوں نے ابوالہاجر کو رہا کر دیا۔ اور کہا کہ تم مسلمانوں میں مل جاؤ اور ان کے امر کا انتظام کر دو۔ کیونکہ میں شہادت حاصل کر چاہتا ہوں مگر ابوالہاجر نے ایسا نہ کیا اور کہا کہ میں بھی شہادت

حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ اس پر عقبہ اور سب مسلمانوں نے اپنی اپنی تلواروں کی میاں میں توڑ ڈالیں اور بربروں کے مقابلے کے لئے بڑھے ان سے جنگ کی اور تمام مسلمان شہید ہو گئے۔ کوئی ان میں بچ کر نہ بھاگ سکا۔ محمد ابن اس الانصاری چند آدمیوں کے ہمراہ گرفتار ہو گئے۔ مگر صاحب قفسہ نے ان کو چھڑا لیا اور ان کو قیروان پہنچا دیا۔ زہیر ابن قیس البلوی نے جنگ آزمائی کا ارادہ کیا۔ مگر صفائی کی فوج نے ان کی مخالفت کی اور وہ مصر کی طرف روانہ ہو گئے۔ بہت سے لوگوں اور زہیر کو ان کے ساتھ واپس آنے پر مجبور ہونا پڑا چنانچہ وہ واپس آ کر برقعہ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے کسبلہ کا یہ ہوا کہ تمام اہل افریقہ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس نے افریقہ کا قصد کیا جہاں مسلمانوں کے اصحاب انتقال اور ان کے زن و فرزند وغیرہ رہتے تھے۔ وہ سب کسبلہ سے امان کے طالب ہوئے۔ اور کسبلہ نے ان کو امان دے دی۔

اس کے بعد کسبلہ قیروان میں داخل ہوا اور افریقہ پر غلبہ حاصل کر کے اس وقت تک وہیں مقیم رہا کہ عبدالملک ابن مروان کی حکومت قوی ہو گئی۔ عبدالملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو عامل افریقہ مقرر کیا۔ وہ اس وقت برقعہ کی سرحد پر اس کی حفاظت و نگہداشت کے لئے مقیم تھے۔

زہیر ابن قیس کو ولایت افریقہ اور ان کے اور کسبلہ کو قتل کا بیان

جب عبدالملک ابن مروان خلیفہ ہوا تو اس سے قیروان کے مسلمانوں کا ذکر کیا گیا۔ اور اس کے اصحاب نے اس کو افریقہ میں فوج بھیجی اور مسلمانوں کو نجات دلانے کا مشورہ دیا۔ عبدالملک نے زہیر ابن قیس البلوی کو بطور والی افریقہ کی تقرری کا حکم لکھ بھیجا۔ اور ایک زبردست لشکر بھی روانہ کیا۔ چنانچہ زہیر ۶۹ھ میں افریقہ کو روانہ ہو گئے۔ کسبلہ کو اس امر کی اطلاع ملی تو اس نے محفل قائم کی۔ اور ہر طرف سے اہل بربر اور اہل روم کو جمع کر کے اپنے سربراہ اور وہ اصحاب کو بلایا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں

ممش میں جا کر ٹھہروں۔ کیونکہ قیروان میں بہت سے مسلمان ہیں۔ ان کا ہم پر
 عہد ہے۔ ہم ان سے عذر نہ کریں گے۔ ہمیں خوف ہے کہ اگر ہم ذریعہ سے جنگ
 کریں تو یہ لوگ ہمارے پیچھے سے ہم پر حملہ کر دیں۔ اگر ہم ممش میں مقیم رہیں
 تو ان لوگوں (اہل قیروان) سے بے فکر ہو جائیں گے۔ اور زہیر سے جنگ کر سکیں۔ اگر ہم
 جیت گئے تو طرابلس تک ہم ان کا تعاقب کریں گے۔ اور افریقہ سے ان کا نام و نشان
 میٹ دیں گے۔ اور اگر وہ فتح مند ہوئے تو ہم پہاڑوں میں جا کر انہی جان بچائیں گے۔
 ان سب منظور کیا اور کسیدہ نے ممش کی طرف کوچ کیا۔ زہیر کو جب اسکی خبر ہوئی تو وہ قیروان
 کے اندر نہیں گئے بلکہ تین دن تک اس کے باہر ہی پڑے رہے۔ اور جب اچھی طرح
 دم لے چکے اور سستا چکے تو کسیدہ کی طلب میں روانہ ہوئے۔ اس کے قریب پہنچکر وہ
 رُک گئے اور اپنے ہمراہیوں کو باقاعدہ مرتب کر کے اس کے مقابلے کے لئے چلے۔
 دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ نہایت شدت سے جنگ ہوئی فریقین میں سے اس
 قدر کثرت سے آدمی مارے گئے کہ لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ دن کے
 زیادہ حصے کے دوران میں یہی حال رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو
 فتح دی اور کسیدہ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ پھر کسیدہ اور اسکے ہمراہیوں
 کی ایک جماعت ممش میں قتل ہوئی۔ مسلمانوں نے اہل روم کا تعاقب
 کیا۔ اور انھیں جو جو ملاقا قتل کرتے چلے گئے اور اس طرح بہت سے آدمیوں کو تیغ
 کیا۔ اس جنگ میں روم و بربر کے آدمی اور ان کے ملوک و اشراف سب چلے
 گئے۔ اور زہیر قیروان کی طرف مراجع ہوئے۔

زہیر نے یہ دیکھ کر کہ افریقہ ایک زبردست لڑو و ق ملک ہے قیروان
 میں پڑا رہنا نہ چاہا اور یہ کہا کہ میں تو یہاں جہاد کے لئے آیا ہوں۔ مجھے خوف ہے
 کہ میں دنیا کی طرف مائل ہو کر ہلاک نہ ہو جاؤں۔ وہ ایک عابد و زاہد آدمی
 تھے۔ انھیں انھوں نے قیروان میں ایک لشکر چھوڑ دیا کیونکہ یہاں کے تمام شہر
 کے لوگ دشمن یا کسی اور فوجی شوکت غنیم کے اندیشہ سے بالکل امن میں تھے۔ اور
 خود ایک بناقت کثیر راہ لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے۔ اہل روم کو
 قسطنطنیہ میں یہ خبر مل گئی تھی کہ زہیر کسیدہ سے جنگ کرنے کی غرض سے

برقہ سے افریقیہ جا رہے ہیں۔ ان کے وجود سے خال ہو جانے کو غنیمت جان کر جزیرہ صقلیہ سے وہ بہت سے جہازوں میں بیٹھ کر اور زبردست طاقت و قوت فراہم کر کے برقہ پر حملہ آور ہوئے۔ بہت سے آدمیوں کو قید کیا۔ اور خوب قتل و غارت کا بازار گرم کیا۔ اتفاق سے اسی وقت زہیر افریقیہ سے برقہ پہنچے۔ ان کو یہ خبر ملی تو انھوں نے اپنی فوج کو سرعت اور جنگ میں جدوجہد کا حکم دیا۔ اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر اسی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل روم کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مسلمانوں نے یہ کیفیت دیکھ کر نہ ہر سے استغاثہ کیا۔ مگر ان کے لئے واپس جانا ناممکن تھا۔ لایچار جنگ کرنی پڑی کام نہایت سخت اور حالات نہایت شدید تھے۔ اہل روم نے ہر طرف سے حملہ کر کے زہیر اور ان کے اصحاب کو شہید کر دیا۔ ان میں سے ایک بھی بچا اور اہل روم اموال غنیمت لے کر قسطنطنیہ واپس چلے گئے۔

عبد الملک ابن مروان نے زہیر کی شہادت کا حال سنا تو اس کو غصہ رنج ہوا۔ پھر اس نے حسان ابن النعمان کو افریقیہ روانہ کیا۔ ہم انشاء اللہ کے تحت میں ان کا ذکر کریں گے۔ چاہئے تھا کہ ہم زہیر کی ولایت اور شہادت کا ذکر ^۹ سے ذیل میں کرتے۔ لیکن یہاں اس لئے ذکر کیا کہ سیلہ کا حال اور اس کے قتل کا ذکر متصل رہے۔ کیونکہ یہ تمام واقعہ ایک ہی ہے۔ اور اگر اسے علیحدہ علیحدہ کر دیا جاتا تو اس کی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی پڑے

متعدد واقعات کلیان

اس سال ولید ابن عقبہ نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔
 اس سال خدایں علی ابن عبداللہ ابن عباس والد سلفاح و منصور کی پیدائش ہوئی۔
 اس سال عبدالطلب ابن ربیعہ بن حارث ابن عبدالطلب ابن ہاشم شہمی (جو صحابہ میں سے تھے) اور سلمہ بن مخلد الانصاری نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت مسلمہ کی عمر دس برس کی تھی۔

اسی سال مسروق ابن اجدع نے مصر میں انتقال کیا۔ اور ایک روایت یہ ہے کہ ان کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔

۶۳ھ کے واقعات

جنگ حرہ کا بیان

حرہ کی جنگ کا آغاز وہ تھا جو ہم اس سے پیشتر یزید کے خلع کے بیان میں دکھلا چکے ہیں۔ اس سال اہل مدینہ نے یزید کے عامل عثمان ابن محمد ابن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال باہر کیا۔ اور عبداللہ بن حنظلہ سے بیعت کر لینے کے بعد تمام بنو امیہ کو اپنے محاصرہ میں لے لیا۔ اس لئے بنو امیہ ان کے موالی اور ان کے تمام ہمراہی لوگ جن کی تعداد ایک ہزار تھی جمع ہوئے۔ اور مروان ابن حکم کے گھر میں ایک مجلس قائم کر کے متفقہ طور پر یزید کے پاس استغاثہ کیا۔ ان کا قاصد یزید کے پاس ایسی حالت میں آیا کہ وہ اپنے مرض نفیس کے علاج کے لئے ایک طشت میں جو پانی سے بھرا ہوا تھا پاؤں ڈالے ہوئے کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس نے خط دیکھ کر مثلاً یہ شعر پڑھا (ترجمہ) :-

”ان لوگوں نے اس حکم کو بدل دیا جو میری طبیعت کے مطابق تھا۔ اسی بنا پر میں نے بھی اپنی قوم میں بجائے نرمی کے سختی اختیار کر لی۔“

پھر کہا کیا بنو امیہ کی تعداد وہاں ایک ہزار بھی نہیں ہے۔ قاصد نے کہا بلکہ خدا کی قسم ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہے۔ یزید نے کہا تب بھی ان سے اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ دن میں چند گھنٹے ہی لڑ سکتے۔ اس کے بعد اس نے عمرو ابن سعید کو بلایا اور وہ خط سنا کر چند آدمیوں کے ساتھ روانہ ہونے کا حکم دیا۔ عمرو نے کہا کہ میں نے تمہارے لئے امور و بلا کا انتظام کیا تھا۔ مگر اب کہ اس سرزمین میں قریش کے خون بہائے جائیں گے میں نہیں جانتا کہ میں اس امر کا دالی بنوں۔ پھر یزید نے عبید اللہ ابن زیاد کے پاس مدینہ کی طرف کوچ کرنے اور مکے میں ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کا پیغام بھیجا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے کہا خدا کی قسم میں اس (یزید) فاسق کے لئے قتل ابن رسول اللہ اور کعبہ میں

جنگ دونوں ملا کر نہ کروں گا۔ پھر اس نے یزید کے پاس عذر خواہی کی۔ اور عقبہ ابن مسلم المری کی طرف پیغام بھیجا۔ یہ وہی ہے جس کو مسرت کہتے تھے۔ اور اس وقت وہ مریض اور کمسن تھا۔ اس کو خبر ہوئی تو اس نے کہا کہ کیا بنو امیہ میں سے ایک ہزار آدمی بھی نہیں ہیں؟ قاصد نے کہا ہاں۔ کہا کہ پھر یہ کیا بات ہے کہ ان لوگوں میں اتنی بھی طاقت نہ تھی کہ دن میں چند گھنٹے تک جنگ آزمائی کرتے۔ یہ لوگ اس قابل نہیں کہ ان کی مدد کی جائے۔ وہ سب ذلیل و خوار ہیں۔ اے امیر المؤمنین آپ انھیں یوں ہی چھوڑ دیکئے۔ کہ وہ اپنے دشمن سے جہاد کرنے میں اپنے مقدور بھر کو کوشش کر لیں۔ پھر اس سے آپ کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ ان میں کون کون آپ کی تابعداری میں لڑتا ہے اور کون آپ کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ یزید نے کہا کہ تم پر خدا کی سنوار ہو۔ ان لوگوں کے مرجانے کے بعد کھڑندلی میں کیا رکھا ہے؟ تم آدمیوں کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ کہتے ہیں کہ امیر معاویہ نے یزید سے کہا تھا۔ کہ تم کو ایک دن اہل مدینہ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر وہ ہر کشتی کریں تو مسلم ابن عقبہ کو ان کی سرزنش کیلئے بھیجنا۔ کیونکہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ میں اس کی خیر خواہی سے بخوبی واقف ہوں۔ الغرض جب اہل مدینہ یزید کو خلافت سے خارج کر چکے تو یزید نے مسلم کو ان کی طرف روانہ ہونے کا حکم دیا۔ مسلم نے لوگوں میں حجاز کی طرف روانگی کی ندا دی اور ہدایت کی کہ لوگ اپنے اپنے مقررہ وظائف کے علاوہ سو سو دینار بھی انعام حاصل کر لیں۔ اس کی اس منادی کے جواب میں بارہ ہزار آدمی آگے بڑھے۔ پھر یزید ان کے معائنہ کے لئے گیا۔ وہ تلوار باندھے ہوئے تھا۔ اور ایک عربی کمان پر ٹیکا لٹکائے ہوئے یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ) :-

«ابو بکر کو خبر پہنچا وہ بس وقت رات پھیل گئی اور قوم دادی القرای میں اتر پڑی۔ کیا تم ایک مست شراب خور دیکھتے ہو یا ایک ایسی جماعت کو دیکھتے ہو جو بیدار ہے اور ان کی نیندان سے کوسوں دور ہے۔ تعجب پر تعجب اس لمحہ سے ہے جو دین میں دھوکہ باز ہے۔ اور جو خاشقی اونٹ کو کھلاتا ہے

(یعنی ذیل ہے) :

غرض کہ وہ لشکر جلا اور مسلم اس کا سردار تھا۔ یزید نے اس سے کہا کہ اگر تمہارے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے تو تم اپنے بعد حصین ابن نیر السکونی کو اپنا جانشین بنانا۔ تم لوگوں کو تیس مرتبہ دعوت دو اگر وہ قبول کریں تو بہتر ورنہ ان سے جنگ کرو۔ اگر تم ان پر غالب آؤ تو تین دن تک اپنے غلبہ کو مباح سمجھنا۔ اس عرصے میں جو کچھ مال و اسباب یا پویائے یا اسلحہ تمہارے ہاتھ آئے وہ تمہاری فوج کے لئے ہو گا۔ تین دن کے بعد لوگوں سے دست بردار جاؤ علی ابن حسین (رضی اللہ عنہما) کو ناشنہ کرو اور ان سے بھی دست بردار رہو۔ اور ان سے صلح نیک طلب کرو۔ چونکہ وہ لوگوں کے ساتھ صلح نہیں میرے پاس ان کا خط آچکا ہے۔ تو

مردان ابن حکم نے ابن عمر سے اس وقت جبکہ اہل مدینہ نے یزید کے عامل اور بنو امیہ کو نکال باہر کیا تھا۔ یہ درخواست کی تھی کہ وہ اس کے اہل و عیال کو اپنے پاس چھپالیں۔ مگر ابن عمر نے ایسا نہ کیا۔ پھر اس نے علی ابن حسین سے گفتگو کی تو انھوں نے کہا کہ میرا بھی حرم ہے اور میرا حرم تمہارے حرم کے ساتھ رہے گا۔ انھوں نے کہا کہ ہاں میں ایسا ہی کروں گا۔ چنانچہ اس نے اپنی زوجہ یعنی عائشہ بنت عثمان ابن عفان اور اپنے حرم کو علی ابن حسین کے ہاں بھیج دیا۔ اور علی اپنے اور مردان کے حرم کو لے کر یثرب چلے گئے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ یہ کیا کہ مردان کے حرم کو اپنے بیٹے عبداللہ ابن علی کے ہمراہ طائف روانہ کر دیا۔ تو

عبدالملک ابن مردان نے جب یہ سنا کہ یزید نے مدینے پر لشکر بھیج دیا ہے تو اس نے کہا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا۔ عبدالملک نے اس کو ایک نصیحت عظمیٰ سمجھا تھا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ بعد میں وہ خود اسی حرکت میں مبتلا ہو گیا۔ جبکہ اس نے حجاج کو بھیجا جس نے مکے کا محاصرہ کیا کعبہ پر منجنیق سے سنگباری کی اور ابن زبیر کو شہید کیا۔ پھر
ادھر مسلم جب اپنا لشکر لے آیا اور اہل مدینہ کو خبر

ہوئی تو انھوں نے مروان کے گھر میں جا کر بنو امیہ کے محاصرے کو زیادہ سخت کر دیا۔ اور کہا کہ تم لوگوں کو نہ چھوڑیں گے۔ جب تک ہم تم اپنے حکم پر نہ آتا رہیں اور تمھاری گردنیں نہ اڑا دیں۔ ورنہ تم خدا کی قسم کھا کر ہم سے عہد و پیمان کرو۔ کہ تم ہم سے مکہ و مدینہ نہ کرو گے۔ ہماری پوشیدہ باتیں ظاہر نہ کرو گے۔ اور ہمارے خلاف کسی دشمن کو مدد نہ دو گے۔ اگر ایسا کرتے ہو تو ہم تم سے تعارض نہ کریں گے اور تم سے الگ ہو جائیں گے۔ اُن سب نے ان سے ان ہی شرائط پر معاہدہ کر لیا۔ اور انھوں نے ان کو اپنے ہاں مدینے سے خارج کر دیا۔ اس کے علاوہ اہل مدینہ نے یہ کیا تھا کہ ان کے اور شام کے مابین جتنے چٹے تھے ان میں ایک ایک مشک قطران کی ڈال دی تھی۔ مگر خدائے تعالیٰ نے ان کو بارش سے ایسا میراب کیا کہ مدینہ پہنچنے تک ان کو کبھی ایک ڈول پانی لے نے کسی بھی ضرورت نہ پڑی۔

جب بنو امیہ کو اہل مدینہ نے اپنے شہر سے نکال دیا۔ تو وہ اپنا مال و اسباب لے کر روانہ ہو گئے۔ مقام وادی القریٰ میں وہ مسلم بن عقبہ سے ملاتی ہوئے۔ مسلم نے سب سے پہلے عمر و ابن عثمان ابن عفان کو بلا کر پوچھا کہ کہو وہاں کے کیا حالات ہیں۔ مجھے کچھ مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہ کچھ بتا سکتا ہوں اور نہ کہہ سکتا ہوں۔ ہم سے پختہ وعدہ سے لے لئے گئے ہیں کہ ان کے پوشیدہ امور کو ظاہر نہ کریں۔ اور دشمن کی ان کے خلاف امداد نہ کریں۔ مسلم نے عمر و کو ڈانٹا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم عثمان کے بیٹے نہ ہوتے تو میں تم کو جان سے مار ڈالتا۔ اور قسم سے خدا کی اب تمھارے بعد میں کسی قریش کا ایسا قصور معاف نہ کروں گا۔ تم نے باہر جا کر اپنے ہمراہیوں کو اس امر کی اطلاع دی تو مروان ابن حکم نے اپنے بیٹے عبد الملک سے کہا کہ تم مجھ سے پہلے اندر جاؤ۔ ممکن ہے کہ وہ بوہن میرے تم سے تشفی پالے۔ چنانچہ عبد الملک اندر گیا تو مسلم نے اس سے کہا کہ بتلاؤ کہ تم کیا چیز بنا سکتے ہو۔ اس نے کہا کہ ہاں میری یہ رائے ہے کہ تم اپنے ہمراہیوں کو لئے چلے جاؤ۔ ذرا نخل میں

پہنچ کر قیام کر دے۔ اور لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ وہیں ٹھہریں۔ اور وہاں کے
خوفا اور مویر کھائیں۔ دوسرے دن صبح کو روانہ ہو اور مدینے کو اپنے آپس
ماتھ چھوڑتے ہوئے حرہ کی طرف چلے جاؤ۔ جو مشرق کی سمت واقع ہے۔
پھر تم قوم (اہل مدینہ) کی طرف بڑھو۔ جب تم اس طرح ان کا مقابلہ کرو گے
تو سورج ان کے سامنے اور تمہارے اصحاب کے پس پشت سے طلوع
کرے گا۔ تمہارے اصحاب کو اسکی تکلیف نہ ہوگی اور وہ تکلیف میں ہونگے
اس کے علاوہ تمہارے خودوں۔ نیزوں کی نوکوں۔ تلواروں اور دیگر
کی چمکاہٹ سے جو تکلیف انکو پہنچے گی وہ تم کو اس وقت نہیں پہنچے گی۔
جب تک تمہارا رخ مغرب کی طرف ہوگا۔ اور خدا سے ان پر غلبہ پانے کے لئے اعلا
طلب کرو۔ سلم نے کہا شاہنشاہ ہے تمہارے باپ کو کیسا بیٹا پیدا کیا ہے۔
اس کے بعد خود مروان انذر گیا۔ سلم نے کہا کہ تم کیا کہتے ہو؟ مروان نے کہا کہ کیا
مجھ سے پہلے عبد الملک تمہارے پاس نہیں آیا؟ کہا ہاں۔ سبحان اللہ عبد الملک
خوب ہی آدمی ہے۔ میں نے قریش میں اس جیسے بات کرنا اے بہت کم پائے ہیں۔
مروان نے کہا کہ بس جب تم نے عبد الملک کو دیکھ لیا تو گویا تم کو دیکھ لیا۔ اس کے بعد سلم نے
سب کچھ اسی طرح کیا جس طرح عبد الملک نے کہا تھا۔ وہ ان لوگوں کے پاس مشرق کی طرف
سے گیا۔ اور ان کو بلا کر کہا کہ امیر المومنین کا خیال ہے تم لوگ اصل ہو۔ اور مجھے
تمہاری خونریزی کرنے سے کراہیت ہوتی ہے۔ میں تم کو تین دن کی ہمدست
دیتا ہوں اس عرصے میں جو شخص باز آ جائے گا اور حق کی طرف مراجعت کرے گا
تم اس کے فعل کو قبول کر لیں گے۔ اور میں تمہارے پاس سے ہٹ کر مکے کی
طرف چلا جاؤں گا۔ لیکن اگر تم نے انکار کیا تو ظاہر ہے کہ تم تم سے اعتذار تو
کر ہی چکے ہیں۔ چنانچہ تین دن گزر جانے کے بعد سلم نے کہا کہ اے اہل مدینہ
اب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ صلح کرتے ہو یا لڑتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ
ہمیں ہم لڑنے کے۔ سلم نے کہا کہ خبردار ایسا نہ کرنا۔ بلکہ اطاعت میں داخل
ہو جاؤ۔ اور ہم اپنی کوشش اور شوکت اس محمد (یعنی ابن زبیر) پر صرف
کر دیں گے جس نے ہر طرف سے سرکشوں اور ناسقوں کو اپنے گرد جمع کر رکھا ہے

انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے دشمنو اگر تم نے انکی طرف برصنے کا ارادہ بھی کیا تو ہم تم کو
چھوڑنے والے نہیں ہیں کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم بیت اللہ شریف میں جاتے ہو
اس کے باشندگان کو ڈرانا۔ اس میں کفر و الکاذبھیلا ننا اور اس کی حرمت
کو حلال کرنا چاہتے ہو۔ نہیں خدا کی قسم ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے۔ اہل مدینہ نے
پہلے ہی سے ایک خندق بنارکھی تھی۔ جس پر ان کی ایک جماعت متعین
تھی جس کے سردار عبدالرحمن ابن زبیر ابن عبدعوف یعنی عبدالرحمن ابن عوف
نے براورعزم ادا کئے۔ ان کے علاوہ مدینہ کی جانب جماعت قریش پر
عبداللہ ابن طہیع۔ مہاجرین پر معقل ابن سنان الانجمی۔ جو صحابہ کرام میں تھے
اور ان سب پر امیر جماعت عبداللہ ابن حنظلہ فیل الملائکہ ان کی سب سے بڑی
جماعت یعنی انصار پر تعینات تھے۔ اور مسلمان بھی اپنے ہمراہیوں سے مدد لینا
حرہ کی طرف وارد ہوا۔ اور کونے کی سڑک پر اپنے ڈیرے ڈال دیے چونکہ وہ
اس وقت مریض تھا۔ اس لئے دونوں صفوں کے درمیان اسکے لئے ایک
کرسی بچھا دی گئی۔ وہ بیٹھ گیا اور اہل شام سے کہا کہ اپنے امیر کی طرف سے
ارادہ بلاؤ چنانچہ ان کا یہ حال تھا کہ تمام حصوں کی طرف جدھر رخ کرتے تھے
شکست دیتے تھے۔ پھر مسلم نے سواروں کو ابن غیل کی طرف بھیجا۔ ابن غیل نے
اپنے سواروں کو لیکر انپر حملہ کیا۔ اور ان کو بھگا کر مسلم کی طرف چلے۔ مگر مسلم نے
اپنے آدمیوں کو لیکر انکے رد پر دوکر ان سے مقابلہ کیا۔ اور بلند آواز سے ان
کو تاکید کی۔ چنانچہ وہ نہایت بے جگہی سے لڑنے لگے۔ پھر فضل ابن
عباس ابن ربیعہ ابن حارث ابن عبدالطلب ابن غیل کے پاس آئے
اور اپنے تقریباً بیس سواروں کو لے کر ان کے ہمراہ ہو کر نہایت خوبی
سے لڑنے لگے۔ اور ابن غیل سے کہا کہ اگر آپ کے پاس کوئی شہسوار ہوں تو
ان کو چاہئے کہ میرے پاس آکر کھڑے ہو جائیں۔ اور جب میں حملہ کروں
تو وہ بھی کریں۔ خدا کی قسم پھر تو میں دم نہ لوں جب تک کہ مسلم کے پاس پہنچ کر
یا تو اسے قتل نہ کروں یا خود ہی اس کے سامنے نہ مر جاؤں۔ ابن غیل نے یہی کیا۔
کہ اپنے شہسواروں کو تاکر فضل کے پاس جمع کر دیا۔ فضل نے انکی مدد سے اہل شام پر حملہ کیا۔

اور پیچھے ہٹا دیا۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اہل میں تم پر قربان ہو جاؤں ابھی ایک اور حملہ کرو خدا کی قسم اگر میں ان لوگوں کے امیر کو دیکھ پاؤں تو میں ضرور اسے قتل کر دوں یا اس کے سامنے خود ہی قتل ہو جاؤں یقین کر لو کہ صبر کے بعد سوائے فتح مندی کے اور کچھ نہیں ہوتا چنانچہ انھوں نے اور ان کے ساتھیوں نے حملہ کیا جس کی وجہ سے شام کے سردار مسلم ابن عقبہ کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور اس کے پاس صرف پانچ سو یا دو کے قریب رہ گئے۔ جو کھٹنوں کے بل نیزے تانے ہوئے اہل مدینہ کے مقابل کھڑے تھے۔ فضل اسی حیثیت میں مسلم کے جھنڈے کی طرف بڑھے۔ اور اس کے علم بردار کے سر پر ایسا وار کیا کہ تلوار خود کو توڑتی ہوئی سر پر پہنچی اور اسے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جس سے وہ شخص فوراً سگر کر مر گیا۔ فضل نے یہ سمجھ کر کہ وہ شخص مسلم ہی تھا وار کرتے ہوئے کہا کہ لے یہ میرا وار ہے۔ اور میں عبدالمطلب ہی کی اولاد میں سے ہوں۔ اور اس شخص کو گرتا دیکھ کر کہا کہ رب کعبہ کی قسم میں نے طاغیہ قوم کو قتل کر دیا ہے مسلم نے کہا کہ ابد محاش تو نے غلط کہا وہ ایک بہادر رومی غلام تھا۔ اور یہ کہہ کر مسلم نے اپنا جھنڈا اٹھ میں لے کر اہل شام کو برا بیگختہ کیا۔ اور کہا کہ اس جھنڈے کے ساتھ ساتھ حملہ کرو یہ کہہ کر اپنے جھنڈے کو لے ہوئے آگے بڑھے اہل شام نے اس جھنڈے کے آگے ہو کر سخت حملہ کیا۔ جس سے فضل ابن عباس سگر کر انتقال کر گئے۔ اس وقت ان کے اور مسلم کے درمیان تقریباً دس بالشت کا فاصلہ ہو گا۔ انھیں کے ساتھ زید ابن عبدالرحمن ابن عوف بھی شہید ہوئے۔ پھر مسلم کے سوار اور پیادے ابن عقیل کی طرف لپکے اور مسلم اپنے اصحاب کو برا بیگختہ کرتا اور اہل مدینہ کی نادمہ کرتا ہوا اپنے لوگوں کو ابن عقیل کی طرف بڑھاتا جاتا تھا۔ مگر ان لوگوں کو ابن عقیل کے اصحاب کے ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں دیکھ کر آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی یہ دیکھ کر مسلم نے حصین ابن نمیر اور عبد اللہ بن عصفاء الاشعری کو بلایا۔ اور حکم دیا کہ وہ اپنے اپنے دستہ اپنے فوج کو لیکر آئیں۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیا۔ اور اپنے دستوں کو لیکر آگے بڑھے۔ ابن عقیل نے اپنے اصحاب سے کہا کہ تم آؤ تمہیں سنے لڑائی کا

وہی ڈھنگ اختیار کیا ہے جو وہ تمہارے خلاف جنگ کرنے میں اختیار کرنا چاہتا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ تھوڑی دیر اور ٹھہریں گے کہ اللہ تمہارے اور ان کے مابین فیصلہ کر دے گا۔ یا تو وہ فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا یا تمہارے خلاف ہوگا۔ مگر تم اہل نصرت ہو اور وار ہجرت میں ہو۔ میں نہیں جانتا کہ خدائے تعالیٰ ارضِ مسلمین میں تم سے زیادہ کسی اور سے راضی یا ان لوگوں کی بہ نسبت جو تم سے لڑ رہے ہیں کسی اور سے زیادہ ناراض ہے۔ تم میں سے ہر شخص کو آخر مرنا ہے اور ضرور مرنا ہے۔ اور خدا کی قسم موت شہادت سے کوئی افضل چیز نہیں۔ اور اس وقت خدائے تعالیٰ نے تمہارے پاس موت شہادت ہی بھیجی ہے۔ اسے غنیمت سمجھو! یہ سنکر وہ لوگ ایک دوسرے کے قریب قریب ہو گئے۔ اہل شام نے ان پر تیر برس نا شروع کئے۔ ابنِ غیل نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ تم کیوں اپنے آپ کو ان کے تیروں کا نشانہ بناتے ہو۔ تم میں سے جو کوئی شخص جنت میں جلد داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ اس جھنڈے کے پاس پاس رہے۔ اس پر ان میں سے خواہشمندانِ مرگ اٹھے اور اس قدر شدت کے ساتھ لڑنے لگے۔ کہ اس جنگ میں اس سے قبل اس قدر سخت جنگ ہوئی تھی۔ پھر ابنِ غیل اپنے بیٹوں کو یکے بعد دیگرے آگے بڑھاتے رہے۔ یہاں تک کہ سب کے سب ان کی آنکھوں کے سامنے مارے گئے۔ اور وہ خود بھی وار کرتے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ) ۱۔

» دوری ہو اس شخص کے لئے جو فساد اور بغاوت کا ارادہ کرے اور حق اور آیاتِ ہدایت سے ایک طرف کو ہٹ جائے۔ خدائے عالم سوائے نافرمان کے کسی اور کو دور نہیں کرتا!«

اس کے بعد وہ شہید ہو گئے اور ان کے ساتھ ان کے برادرِ داری محمد بن ثابت ابنِ قیس ابنِ شماس بھی شہید ہوئے۔ اور وہ یہ کہتے جاتے تھے میں نہیں چاہتا کہ ان لوگوں کی بجائے مجھے اہلِ یلم قتل کرتے! ان کے علاوہ عبداللہ ابنِ زید ابنِ عاصم اور محمد ابنِ عمر ابنِ حزم الا نصاریٰ بھی شہید ہوئے۔

مردان بن حکم کا ان پر گذر ہوا کہنے لگا خاتم پر رحم کرے۔ مسجد کے بہت سے ستون ایسے ہیں جن کے پاس میں نے تم کو نماز میں طویل قیام کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ جو لوگ نہر بیت کھا کر چلے گئے ان میں محمد بن سعد ابن ابی وقاص بھی تھے۔ اسکے بعد مسلم نے تین دن تک مدینے کو مباح سمجھا۔ اور اس کے ہمراہی برابر لوگوں کو قتل کرتے اور شیعہ و اموال کو لوٹتے رہے۔ اس وقت شہر میں جو صحابہ موجود تھے ان کو اس وجہ سے سخت گھبراہٹ ہوئی۔ چنانچہ ابوسعید انخدری یا ہر نکل کر پہاڑ کی کھوئیں چلے گئے۔ ایک شامی شخص نے ان کا تعاقب کیا۔ اور غار پر آ پہنچا ابوسعید نے اپنی تلوار نکال کر اس شامی کو ڈرانے لگے۔ مگر وہ وہاں سے نہ ملا۔ اس پر ابوسعید انخدری نے اپنی تلوار کو میان میں ڈال دیا اور کہا اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے دست درازی کرے گا تو میں ہرگز تجھے قتل کرنے کے لئے دست درازی نہ کروں گا شامی نے پوچھا کہ تم کون ہو کہا کہ میں ابوسعید خدری ہوں شامی نے کہا کیا صحابی رسول اللہ ابوسعید نے کہاں۔ یہ سن کر شامی ان کو چھوڑ کر چلا گیا۔

کہتے ہیں کہ جب مسلم مدینے میں آیا تو اہل مدینہ بڑی بڑی جماعتوں کے ساتھ خوب آراستہ ہو کر اس کے مقابلے کے لئے نکلے اہل شام ان سے بیعت زدہ ہو گئے۔ اور ان سے جنگ کرنا پسند نہ کیا۔ مگر جب مسلم نے یہ حالت دیکھی اور وہ سخت بیمار بھی تھا۔ اس نے ان کو سب و شتم اور غمٹ کرنا اور برا بھلا کہنے شروع کیا۔ تب اہل شام ان سے لڑے۔ اس اثناء میں کہ لوگ اس جنگ میں مشغول تھے ان کی پس پشت مدینے میں ایک نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ بنو حارث نے اہل شام کو مدینے میں داخل کرا دیا تھا۔ یہ سن کر میدان جنگ میں مقتالین مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ بھاگ اٹھے۔ چنانچہ اس بھاگ بھاگی میں خدیجہ میں گر جانے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ پھر مسلم نے لوگوں کو یزید کی بیعت کے لئے اس شرط سے بلوایا کہ وہ سب یزید کے مملوک ہیں۔ اس کو اختیار ہے کہ ان کی جان و مال اور اہل و عیال میں جس طرح چاہے حکم کرے۔ جو شخص اس قسم کا اقرار کرنے سے رکا وہ قتل کر دیا گیا۔ یزید ابن عبداللہ ابن ربیعہ ابن اسود۔ محمد ابن ابی جہم ابن حذیفہ

اور معقل ابن سنان الاشجعی کے لئے امان طلب کی گئی۔ یہ تینوں جنگ کے ایک دن بعد مسلم کے پاس حاضر کئے گئے۔ مسلم نے کہا کہ اسی شرط سے بیعت کر لو۔ دونوں قریشیوں نے کہا کہ ہم تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر بیعت کرتے ہیں۔ یہ سن کر مسلم نے ان دونوں کی گردنیں مار دیں۔ یہ دیکھ کر مروان ابن حکم نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا تم ایسے دو قریشیوں کو قتل کرتے ہو جو تمہارے پاس امان پا کر آئے تھے۔ مسلم نے ان کے پہلو میں چھڑی چبھو کر کہا کہ خدا کی قسم اگر تم بھی ان دونوں کی سی باتیں کرو گے تو میں تم کو بھی قتل کر دوں گا۔ پھر معقل ابن سنان آئے اور لوگوں کے پاس بیٹھ کر پینے کے لئے کچھ مانگا۔ مسلم نے پوچھا کہ تم کو پینے کی چیزوں میں کوئی چیز سب سے زیادہ پسند ہے۔ کہا شہد۔ مسلم نے کہا کہ انہیں شہد پلا دو۔ چنانچہ معقل نے خوب سیر ہو کر شہد پایا۔ مسلم نے پوچھا کہ خوب اچھی طرح پی چکے۔ کہا ہاں۔ مسلم نے کہا کہ اب اس کے بعد تم ناراض نہیں رہو گے۔ کچھ پیو گے ورنہ اور کچھ پینے کو نہ ملیگا۔ معقل نے کہا کہ میں تم کو خدا کا اور قربت کا پاس دلاتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ تم وہی ہو کہ ایک مرتبہ جسرات کو تم زید کے پاس سے نکلے مجھ سے طریقہ میں ملاقات کی اور کہا ہم نے آتے ہوئے ایک مہینہ اور جاتے ہوئے ایک مہینہ کا سفر کیا اور میں تو ظالی ماتھرہ گیا۔ اب ہم مدینہ جا کر اس فاسق ابن فاسق کو خلافت سے علیحدہ کر کے ہاجرین اور انصار میں سے ایک ایسے شخص کے ماتھے پر بیعت کرینگے جو غیظاً کاسر وار سب سے زیادہ شجاع اور خلافت کا اہل ہے۔ میں نے بھی اسی دن سے تم کھا رکھی تھی کہ اگر کبھی جنگ میں میرا اور تمہارا مقابلہ ہوا اور مجھے تم پر قدرت حاصل ہوئی تو میں ضرور تم کو قتل کر دوں گا۔ چنانچہ مسلم کے حکم سے ان کو قتل کر دیا گیا۔ پھر زید ابن وہب اس کے سامنے پیش کئے گئے۔ ان سے کہا کہ بیعت کر لو۔ انھوں نے کہا کہ میں تم سے کتاب اور سنت پر بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے کہا کہ اسے قتل کر دو۔ زید نے کہا کہ میں تم سے بیعت کرتا ہوں۔ مسلم نے جواب دیا کہ نہیں ہرگز نہیں۔ مروان کو

کیونکہ ان سے سسرالی رشتہ تھا اس لئے اس نے ان کی سفارش کی مگر مسلم کے حکم سے مردان کی ناک گھسی گئی اور پھر نرید قتل کر دیا گیا پھر مروان علی ابن حصینؓ کو مسلم کے پاس لایا۔ علی ابن حصینؓ مردان اور اس کے بیٹے عبدالملک کے درمیان میں چلے آتے تھے۔ اور اسی طرح آکر بیٹھ گئے۔ مردان نے تواضع کے طور پر کچھ نوشیدنی چیز منگوائی اور اس میں سے تھوڑا سا پی کر پیالہ علی ابن حصینؓ کو دے دیا۔ ابھی انھوں نے پیالہ لیا ہی تھا کہ مسلم نے کہا کہ خبردار ہمارا پانی نہ پینا۔ اس سے ان کا ہاتھ کانپنے لگا۔ ان کو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا اور انھوں نے پیالہ روک لیا۔ مسلم نے کہا کہ تم ان دونوں کے درمیان چلتے ہوئے کیا اس لئے آئے ہو کہ ان کی وجہ سے تم کو میرے پاس امان مل جائے۔ خدا کی قسم اگر امران لوگوں کے ہاتھ میں بھی ہوتا تب بھی میں تم کو قتل کرتا۔ لیکن بات یہ ہے کہ امیر المومنین نے مجھے تمہارے متعلق نصیحت کی ہے اور مجھے بتلایا ہے کہ تم نے ان سے خط و کتابت کی ہے لہذا تم اگر پینا چاہو تو پی لو۔ تب انھوں نے پیالہ پی لیا۔ پھر مسلم نے ان کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھلایا۔ اور کہا کہ تمہارے اہل و عیال تو شاید گھبراہٹ ہوں گے۔ کہا ہاں خدا کی قسم یہی ہوا۔ تب مسلم نے ایک گھوڑا منگایا اور اس پر زین وغیرہ کس کر ان کو بٹھلایا ان کو واپس بھیج دیا۔ اور ان سے بیعت نرید کے لئے وہ شرائط نہیں کیں جو اہل مدینہ کے سامنے پیش کی گئی تھیں۔ پھر علی ابن عبداللہ ابن عباس بیعت کے لئے بلائے گئے۔ حصین ابن نمیر اسکو نے کہا کہ میرا یہ بھانجا اسی طرح بیعت کریگا جس طرح علی ابن حصینؓ نے کی چونکہ علی ابن عبداللہ کی والدہ کنزہ تھیں۔ اس لئے تمام بنو کنزہ نے حصین کی تائید کی اور مسلم نے علی کو چھوڑ دیا۔ اس پر علی نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)

» میرا باپ عباس بنو قصی کا سردار تھا۔ بنو ولیدہ جو شامان یمن تھے میرے ماموں ہیں۔ انھوں نے اور نیز بنو لکیمہ نے میری عزت کی اس دن جبکہ مسرت کے دستہ ہائے فوج آئے تھے حفاظت کی وہ لوگ مجھ سے وہ سلوک کرنا چاہتے تھے جس میں عزت نہ تھی۔

اس لئے چست اور تند ہاتھ ان کے اور میرے مابین حائل ہو گئے۔
 ان کے لفظ مسرت سے مسلم ابن عقبہ مراد ہے۔ کیونکہ جنگ حرہ
 کے بعد اس کا نام مسرت ہو گیا تھا۔ بنو ولیعہ بنو کمزہ کا ایک چھوٹا سا قبیلہ
 ہے جس میں سے علی ابن عبد اللہ کی والدہ تھیں۔ اور بنو لکیعہ علی کی والدہ
 کی والدہ کا قبیلہ تھا۔ پڑ

کہتے ہیں کہ عمرو ابن عثمان ابن عفان بنو امیہ کے ان افراد میں شامل
 نہ تھے جو مدینہ سے نکل گئے۔ اسی دن ان کو بھی مسلم کے سامنے پیش کیا گیا۔
 مسلم نے کہا کہ اے اہل شام۔ کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ ہم
 نہیں جانتے۔ کہا کہ یہ خبیث ابن طیب ہے۔ یہ عمرو ابن عثمان ابن عفان
 ہے۔ کیوں عمرو! جب اہل مدینہ ظاہر ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں تم میں سے
 ہوں۔ اور جب اہل شام نمودار ہوتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ میں امیر المؤمنین
 عثمان رضی اللہ عنہ کا بیٹا ہوں۔ پھر اس کے حکم سے عمر کی ڈاڑھی نوچی گئی
 اس کے بعد مسلم نے اہل شام سے مخاطب ہو کر کہا کہ اس شخص کی ماں اپنے منہ
 میں ایک چھوڑا لیکر کہتی تھی۔ کہ اے امیر المؤمنین میں آپ سے پہیلی پوچھتی ہوں۔ بوجھئے کہ
 میرے منہ میں کیا ہے۔ حالانکہ اس کے منہ میں ایک مشہی اور بھی چیز ہوتی
 تھی اور وہ بنو دوس میں سے تھی۔ یہ کہہ کر ان کو رگڑا کر دیا گیا۔ پڑ

جنگ حرہ ۳۵ھ میں ماہ ذی الحجہ کے ختم ہونے سے دو دن قبل واقع
 ہوئی تھی۔ محمد ابن عمارہ کا بیان ہے کہ میں تجارت کی غرض سے شام کو گیا تھا وہاں
 ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ تم کہاں سے آتے ہو۔ میں نے کہا کہ مدینہ
 سے۔ اس نے کہا کہ خبیثہ سے میں نے کہا کہ رسول اللہ نے تو اس شہر کا نام طیبہ رکھا
 تھا۔ اور تم اسے خبیثہ کہتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں نے جو اسکا نام رکھا ہے۔
 اس کی ایک خاص وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب لوگ جنگ حرہ کو
 جانے لگے تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میں نے محمد نام کے ایک شخص
 کو قتل کیا ہے اور میں اس کے شہید کرنے کی وجہ سے دوزخ میں
 جھونکا جاؤں گا۔ اس لئے میں نے کوشش کی کہ میں لوگوں کے ساتھ نہ جاؤں

مگر میرا عذر قبول نہ کیا گیا۔ اور آخر میں ان کے ساتھ گیا۔ مگر میں جنگ کے آخر تک نہیں لڑا۔ پھر میں مقتولین میں سے ایک شخص کے پاس سے گزرا جس میں جان کی کچھ رقم سی باقی تھی۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اسے گتے دو دہو۔ مجھے اس کے اس کہنے سے ایسی نفرت ہوئی کہ میں نے اسے قتل کر دیا۔ پھر مجھے اپنا خواب یاد آیا اتنے میں مدینے کے ایک شخص سے ملا جو مقتولین کو دیکھتا پھرتا تھا۔ جب اس نے اس شخص کو دیکھا جس کو میں نے مارا تھا اس نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جس نے اس کو مارا ہے وہ جنت میں نہیں جائیگا۔ میں نے پوچھا یہ کون شخص ہے کہا یہ محمد ابن عمرو ابن حزم ہیں۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت نے خود ان کا نام محمد اور کنیت عبد الملک رکھی تھی۔ میں محمد ابن عمرو کے اہل و عیال کے ہاں گیا اور کہا کہ وہ مجھے بھی قتل کر ڈالیں۔ مگر انھوں نے ایسا نہ کیا۔ پھر میں نے خون بہا پیش کیا۔ مگر انھوں نے وہ بھی نہ لیا۔ ۛ

جنگ حرہ کے مقتولین میں عبد اللہ بن عاصم الانصاری تھے یہ صحابہ اذان نہ تھے۔ بلکہ صاحب اذان ابن زید ابن ثعلبہ تھے۔ ان کے علاوہ عبد اللہ ابن عبد اللہ ابن موہب۔ وہب بن عبد اللہ بن زمعہ بن اسود۔ عبد اللہ ابن عبد الرحمن ابن حاطب۔ زبیر ابن عبد الرحمن ابن عوف اور عبد اللہ بن نوفل ابن حارث بن عبد المطلب بھی تھے۔ ۛ

متعدد واقعات کا بیان

اس سال ربیع بن خثیم الکوفی زاہد نے انتقال کیا۔ ۛ

اس سال عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ اس وقت لوگ ان کو عابد کہا کرتے تھے۔ لوگوں کی رائے تھی کہ خلیفہ کا انتخاب شوریٰ سے کیا جائے۔ ابن زبیر کو جنگ حرہ کی خبر محرم کی چاند رات کو مسور بن محترمہ کے ذریعہ سے ملی۔ انھوں نے تیاری شروع کی۔ لوگوں نے ان کو بہت کچھ بڑھا چڑھا کر باتیں سنائیں۔ تو وہ اور ان کے

اصحاب تیار ہو گئے۔ کہ مسلم ان پر بھی فوج کشی کرے گا۔

۶۴ھ کے واقعات

مسلم کی ابن زبیر کے محاصرے کے لئے روانگی اور اس کی موت کا بیان
جب مسلم اہل مدینہ کے قتل و غارت سے فارغ ہو گیا تو اپنے ہمراہیوں
کو ساتھ لیکر ابن زبیر کے مقابلے کے لئے مکے کی طرف روانہ ہوا۔ اور مدینہ
میں روح ابن زبیر (اور بقولے عمر بن مخزومہ الاشجعی) کو اپنا نائب
بنا کر چھوڑ گیا۔ لیکن ابھی مثال تک ہی گیا تھا کہ موت نے اس کو آ لیا۔
اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تنہا ہرشی میں فوت ہوا۔ موت کے قریب اس نے
حصین ابن نمیر کو بلا کر کہا کہ اے گدھے کی جھول! اگر امیر میرے ہاتھ میں ہوتا
تو میں تجھ کو اس لشکر کا والی نہ بناتا۔ مگر امیر المؤمنین نے ہی مجھے والی بنا دیا ہے۔
مجھ سے چار شخصیں سن لے تیرے سفر کو فوراً اپنی شہر کر دے۔ خبروں کو خوب شہرت دے۔
اور کسی قریش کی بات پر کان مت دینا پھر کہا کہ یا اہی۔ میں نے سوائے تیرے کسی اور کے
معبود نہ ہونے اور محمد صلعم کے تیرے بندے اور رسول ہونے کی شہادت دینے کے
بعد کوئی کام ایسا اچھا نہیں کیا۔ جیسا کہ اہل مدینہ کا قتل۔ اور نہ اس سے زیادہ
ثواب آخرت کا امید دلانے والا۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو حصین ابن نمیر
لوگوں کو لے کر ۶۴ھ میں اس وقت کے پہنچا کہ ماہ محرم کے ختم ہونے میں صرف
چار دن باقی تھے۔ اس وقت تک اہل مکہ اور اہل حجاز عبداللہ ابن زبیر سے بیعت
کر چکے تھے۔ اور لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ان کے علاوہ
مدینہ کے ہزیمت یافتہ شخص بھی ان سے جا ملے تھے۔ اور نجدہ ابن عامر الحنفی
بھی خوارج کو لے کر بیت اللہ کی حفاظت کیلئے آ گیا تھا۔ ابن زبیر اپنے
ہوائی مہذہب کے ہمراہ اہل شام کے مقابلے کے لئے نکلے۔ منذر نے اہل شام
کے ایک شخص سے مقابلہ کیا اور دونوں نے ایک دوسرے پر کاری
دار لگایا اور مر گئے۔ پھر اہل شام نے ان پر ایسا حملہ کیا کہ عبداللہ
ابن زبیر کے اصحاب کے پاؤں اکھڑ گئے۔ عبداللہ کا چہرہ لڑکھڑایا۔

تو انھوں نے کہا ہائے رے ہلاکت! پھر اس پر سے اتر کر اپنے اصحاب کو بلند آواز سے پکارا۔ جس کے جواب میں مسور بن حزمہ اور مصعب ابن عبدالرحمن ابن عوف آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے دونوں قتل ہو گئے۔ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ رات تک لڑتے رہے اور پھر وہ لوگ وہاں سے ہٹ آئے۔ یہ پہلے محاصرہ کا ذکر ہے۔ اس کے بعد اہل شام نے ماہ محرم کا باقی حصہ اور تمام ماہ صفر تک ان سے جنگ جاری رکھی۔ آخر کار جب سترہ کے ماہ ربیع الاول کے بھی تین دن گزر گئے تو انھوں نے خانہ کعبہ پر منجنیقوں سے گولہ باری شروع کی اور اس میں آگ لگادی اس عمل کے ساتھ وہ رجز اور یہ شعر پڑھتے جاتے تھے۔ (ترجمہ)۔

”وہ منجنیق مثل موٹی کھنڈار اڑتی ہے جس سے ہم اس مسجد کی لکڑیوں پر پتھر ماریں گے۔“

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خانہ کعبہ میں اس آگ سے آگ لگ گئی تھی جو عبداللہ کے اصحاب کعبے کے گرد جلائے رکھتے تھے۔ ہوا چلنے سے چنگاریاں اڑ کر کعبے تک پہنچیں جس سے کعبے کے کپڑے جل گئے۔ اور اس کی لکڑی میں بھی آگ لگ گئی۔ پہلا بیان صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے کہ ابن زبیر نے کعبے کو اس لئے چھوڑ دیا تھا کہ لوگ اس کو جلا ہوا نہیں اور وہ ان کو اہل شام کے خلاف بھڑکاسکیں۔ غرض کہ اہل شام براہر ابن زبیر کا محاصرہ کئے رہے۔ یہاں تک کہ ان کو ربیع الآخر کی چاند رات کو یزید ابن معاویہ کی موت کی خبر ملی۔

یزید ابن معاویہ کی موت کا بیان

اس سال یزید ابن معاویہ نے سرزمین شام کے مقام حوران میں ماہ ربیع الاول کی چودھویں تاریخ کو انتقال کیا۔ اس وقت اسکی عمر ایک قول کے مطابق اڑتیس اور ایک بیان کے موافق انتالیس برس کی تھی۔ اس کی حکومت کا زمانہ تین سال چھ ماہ (اور بقول بعض آٹھ ماہ) کا ہوا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ اس کا انتقال ربیع الاول ۶۳ھ میں ہوا۔ جب کہ اس کی عمر تیرہ پین برس کی تھی اور اس کی خلافت دو سال آٹھ ماہ رہی۔ ان میں سے پہلا بیان صحیح ہے اس کی والدہ میسون بنت بحدل ابن انیف الکلبیہ تھی۔ اس کی اولاد میں معاویہ (جسکی کنیت ابو عبد الرحمن اور ابو لیث تھی اور جو اس کے بعد تخت نشین ہوا) خالد (جس کی کنیت ابو ہاشم تھی اور جس کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ علم کیمیا کا بڑا ماہر تھا۔ مگر یہ قول کسی کے لئے صحیح نہیں) اور ابو سفیان تھے جسکی والدہ ام ہاشم بنت عتبہ ابن ربیعہ تھی۔ اس کی وفات کے بعد مروان ابن حکم نے ام ہاشم سے نکاح کر لیا تھا۔ ان کے علاوہ اس کے اور اولاد عبد اللہ ابن یزید (جو عرب کے زبردست تیر اندازوں میں سے تھا اور جس کی والدہ ام کلثوم بنت عبد اللہ ابن عامر تھی اسی کا لقب اسوار تھا۔ اور عبد اللہ اصغر۔ عمرو۔ ابو بکر۔ عتبہ حرب۔ عبد الرحمن۔ اور محمد بھی تھے۔ جو متفرق ماؤں کے بچے تھے۔ تو

اس کی بعض سیرت و اخبار کا بیان

محمد ابن عبید اللہ ابن عمر العتبی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ یزید کو غور سے دیکھنے لگے اس وقت ان کی زوجہ بنت قرقظہ ان کے ساتھ تھی۔ اور یزید کی ماں میسون یزید کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ اور جب بال سنوارنے سے فارغ ہوئی تو اس کو چوم لیا۔ یہ دیکھ کر بنت قرقظہ نے کہا کہ خداتیری ماں کی پنڈلیوں کی سیاہی پر لعنت کرے۔ امیر معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم تمہارے پیدا کئے ہوئے بیٹے سے اس یعنی میسون کا پیدا کیا ہوا بیٹا اچھا ہے۔ بنت قرقظہ سے امیر معاویہ کا ایک عبد اللہ نامی بیٹا تھا جو احمق تھا۔ بنت قرقظہ نے کہا کہ خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپ اس کو خواہ مخواہ ترجیح دیتے ہیں امیر معاویہ نے کہا کہ میں ابھی اس بات کو ثابت کئے دیتا ہوں۔ پھر عبد اللہ کو بلایا اور جب وہ آگیا تو اس سے کہا کہ بیٹا میں چاہتا ہوں تم کو ایسی چیز دوں جس کے تم مستحق ہو اب تم جو کچھ مانگو دوں گا۔ اس نے کہا کہ میری حاجت یہ ہے کہ آپ مجھے ایک شکاری کتا اور

ایک گدھا خرید دیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ بیٹا تم خود ہی گدھے ہو۔ اور میں تم کو گدھا خرید دوں گا۔ اچھا اب جاؤ۔ پھر یزید کو بلایا اور اس سے بھی یہی سوال کیا۔ یہ سنکر وہ فوراً سجدے میں گر پڑا پھر سر اٹھا کر کہا کہ تمام تحریف ہے اس خدا کی جس نے امیر المومنین کو اس عمر تک پہنچا دیا ہے اور ان کو میری نسبت ایسی رائے سوچھا دی میری خواہش یہ ہے کہ آپ مجھے آگ سے خلاصی دلو اور میں کیونکہ جو شخص تین دن کے لئے بھی امت کے امور کا دالی ہو جاتا ہے۔ اُسے خدا آتش دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے۔ آپ اپنے بعد جانشین ہونے کے لئے مجھے ولیعہد اور اس سال مجھے رومیوں سے جنگ کرنیوالوں کا سردار بنا دیجئے۔ اور جب میں واپس آؤں تو مجھے حج کرنے کی اجازت دیجئے۔ اور موسم حج کا دالی مجھے ہی بنائیے۔ اہل شام کے ہر شخص کے لئے دس دس دینار کا اضافہ کیجئے۔ اور بنو جمیح۔ بنو سہم۔ بنو عدی کے یتامی کے لئے فرائض مقرر کیجئے۔ کیونکہ وہ سب میرے حلیف ہیں۔ امیر معاویہ نے کہا کہ ”ہاں میں نے ایسا ہی کیا“ اور یہ کہہ کر اس کا منہ چوم لیا۔ پھر اپنی زوجہ بنت قریظہ سے کہا کہ اب کیا رائے ہے۔ کہا کہ اے امیر المومنین آپ اس کو اس کی بھلائی کے لئے وصیت کر دیجئے۔ چنانچہ معاویہ نے ایسا ہی کیا۔ پڑ

عمر و ابن سبتیہ بیان کرتے ہیں۔ کہ یزید نے اپنے والد کے حین حیات ایک حج کیا۔ مدینے پہنچ کر اس نے ایک مجلس شراب قائم کی۔ ابن عباس اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) نے انذر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ یزید سے کسی نے کہا کہ اگر ابن عباس شراب کی بو بھی پالیں گے تو پہچان جائیں گے اس لئے ان کو روک دیا گیا۔ اور امام حسین کو انذر آنے کی اجازت دی گئی۔ انذر پہنچ کر ان کو شراب کی بود دسری خوشبو کے ساتھ ملکر آئی۔ اور کہا کہ سبحان اللہ۔ تمہاری یہ خوشبو کیسی اچھی ہے۔ لیکن یہ کیا چیز ہے؟ یزید نے کہا کہ یہ ایک خوشبو ہے جو شام میں بنتی ہے۔ یہ کہہ کر شراب کا ایک پیالہ منگایا اور اس کو پی گیا۔ پھر دوسرا پیالہ منگوا یا۔ اور کہا کہ اے ابو عبد اللہ پیو۔ امام حسین نے فرمایا اسے شخص تو اپنی شراب اپنے ہی پاس رہنے دے۔ میں تیری جاسوسی نہیں

کرتا۔ یزید نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) ۱۔

”اے دوست سخت تعجب ہے میں تجھ کو اس کی دعوت دیتا ہوں اور تو نہیں مانتا میں تجھے جو ان لڑکیوں۔ خواہشوں۔ شراب اور طرب اور ایک مضع خم کی طرف دعوت دیتا ہوں جس پر عرب کے سردار جمع ہیں۔ انھیں نازنین عورتوں میں وہ بھی ہے جس نے تمھارے دل پر قبضہ کر لیا ہے۔ اور پھر بھی تم تو بہ نہیں کرتے“

یہ سن کر امام حسینؑ کھڑے ہو گئے اور کہا۔ بلکہ اے ابن معاویہ تمھارے دل پر قابض ہو گئی ہے

شقیق بن سلمہ کہتے ہیں کہ جب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو عبد اللہ ابن زبیر اٹھ کھڑے ہوئے اور ابن عباس کو اپنی بیعت کرنے کے لئے بلایا مگر انھوں نے بیعت نہ کی۔ اس سے یزید کو یہ خیال ہوا کہ ابن عباس کا عبد اللہ بن زبیر کی بیعت سے باز رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یزید کی بیعت پر قائم ہیں یہ سوچ کر ان کو یہ خط لکھا:-

اَمَّا بَعْدُ :- میں نے سنا ہے کہ محمد ابن زبیر نے تم کو بیعت کے لئے دعوت دی ہے کہ تم اس سے بیعت کر لو۔ مگر تم ہماری بیعت پر مضبوطی سے قائم رہو کیونکہ تم ہمارے وفادار بنے رہنا چاہتے ہو۔ اس میرے عزیز خدا تم کو صلہ رحم اور وعدہ وفا کرنے والوں کی جزا سے بھی بہتر جزا دے۔ نہ میں کسی بات کو بھولتا ہوں اور نہ تمھاری نیکی کو اور صلہ کو بھولوں گا جس کے تم اہل ہو۔ تم ان لوگوں کو غور سے دیکھتے رہو جو مختلف مقامات سے تمھارے خلاف اکٹلیں گے۔ اور جن پر ابن زبیر نے اپنی زبان سے جادو کر دیا ہے۔ ان سب کو اس کے حال سے آگاہ کرو۔ کیونکہ وہ لوگ سب سے زیادہ تمھاری بات سننے والے ہیں۔ اور سب سے زیادہ تمھاری ہی اطاعت کرتے ہیں۔“

اس کے جواب میں ابن عباس نے لکھا:-

اَمَّا بَعْدُ :- تمھارا خط مجھے ملا۔ اس بات سے کہ میں نے ابن زبیر

کی بیعت کو ترک کر دیا ہے خدا کی قسم اس سے میری غرض یہ نہیں ہے کہ تمہاری خوشنودی یا صلہ حاصل کروں بلکہ میری نیت کا خدا ہی جاننے والا ہے۔ تم مدعی ہو کہ تم اپنے احسان و اکرام کے وقت مجھے نہیں بھولو گے تو اس شخص تم مجھ سے اپنی نیکی دور رکھو۔ اور میں تم سے اپنی نیکی کو دور رکھوں گا۔ تم یہ چاہتے ہو کہ میں لوگوں کو تمہارا دوست بنا دوں اور ابن زبیر کی طرف ان کے دلوں میں بغض پیدا کر دوں۔ اور انہیں ان کے چھوڑنے پر مجبور کروں۔ ایسا ہرگز نہیں نہ خوشی سے اور نہ مہربانی سے۔ اور یہ ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ جب تم نے امام حسینؑ اور عبدالمطلب کے جوانوں کو قتل کر دیا ہے۔ جو مصابیح ہمارے اور نجوم اعلام تھے تمہارے سواروں نے تمہارے ہی حکم سے ان کو ایک ہی سرزمین میں خاک میں ملا دیا۔ وہ خون میں لقمہ گئے۔ میدان میں مسلوب اور پیاس میں مقتول ہوئے۔ نہ ان کو کسی نے کفن دیا نہ تکبہ مہیا کیا۔ ہوئیں ان پر خاک اڑاتی اور سنگلاخ زمینوں کے گذار ان کی بوئیں سو بھکتے تھے۔ تا آنکہ خدا نے ایک قوم کو کہا ان کی خونریزی میں شامل نہ تھی یہ توفیق دی کہ انہوں نے ان سب کو کفن دیا اور دفن کیا۔ مجھ کو ان سے بہت محبت ہے۔ اگرچہ میں اب عزت پاؤں اور تمہاری مجلس میں شریک ہو جاؤں۔ لیکن نہ میں باتوں کو بھولتا ہوں۔ کہ میں تمہاری اس بات کو بھولوں گا کہ تم نے امام حسینؑ کو حرم رسول اللہ صلیع سے حرم اللہ کی طرف بھگایا پھر تم برابر ان کے پیچھے اپنے سواروں کو بھیجتے رہے تا آنکہ انہوں نے ان کو عراق تک پہنچا دیا۔ اور وہ وہاں سے خوفزدہ نکلے۔ پھر بھی تمہارے سوار اس عداوت کی بنا پر جو تم کو اللہ اور اس کے رسول (صلیع) اور رسول کے ان اہل بیت سے ہے جن کو خدا نے تعالیٰ نے آلائشوں سے پاک کر کے ظاہر و مطہر بنایا تھا۔ ان پر چڑھ دوڑے۔ امام حسینؑ نے تم سے صلح کرنا چاہی اور واپس چلے جانے کا سوال کیا۔ مگر تم نے ان کے انصار کی قلت اور ان کے اہل بیت کے استیصال کے موقع کو غنیمت جان کر ان کے خلاف ایک دوسری اس طرح معاونت کی کہ گویا تم کسی ترک یا کافروں کے خاندان کے قتل کے ورپے ہو۔

مجھے اس امر سے زیادہ اور کوئی چیز عجیب نہیں معلوم ہوتی کہ تم میری دوستی طلب کرو۔ حالانکہ تم نے میرے باپ کی اولاد کو قتل کیا ہے۔ تمہاری تلوار سے میرا خون ٹپک رہا ہے۔ اور تم میرے خون ریزوں سے ہو۔ تم اس پر نہ بھول جانا کہ تم ہم پر آج فتحیاب ہو گئے ہو۔ ہم بھی ضرور ایک دن تم پر ظفرِ یاب ہونگے۔ والسلام۔

شریف ابو یعلیٰ حمزہ بن محمد بن احمد بن جعفر العلوی جن کے سامنے یزید کا ذکر ہوا تو کہا میں یزید کو رسول اللہ کے اس قول مبارک کی وجہ سے کافر نہیں سمجھتا "میں نے خدا سے سوال کیا کہ وہ میری اولاد پر کسی غیر قوم کو مسلط نہ کرے" اور اللہ نے میرا یہ سوال پورا کیا۔ پڑ

معاویہ ابن یزید بن معاویہ اور عبد اللہ ابن زبیر کی بیعتوں کا بیان

اس سال شام میں معاویہ ابن یزید ابن معاویہ اور حجاز میں عبد اللہ ابن زبیر کے لئے بیعت لی گئی۔ پڑ

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو قبل اس کے کہ حصین ابن نمیر اور اس کی شامی فوج کو اس کا علم ہو۔ عبد اللہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہو گئی۔ اس وقت اہل شام نے ابن زبیر کے محاصرے میں نہایت شدت شروع کر دی تھی۔ ابن زبیر اور اہل مکہ نے ان سے پکار کر پوچھا کہ تم کس غرض سے لڑ رہے ہو۔ تمہارا طاغیہ تو ہلاک ہو چکا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس قول کو صحیح نہ سمجھا۔ آخر کار جب حصین کو یزید کی ہلاکت کی خبر ہو گئی تو اس نے ابن زبیر کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ میں آج رات کو تم سے مقام ابطح میں ملونگا۔ چنانچہ دونوں نے مل کر آپس میں گفتگو کی۔ اسی اثناء میں حصین کے گھوڑے نے لید کی اور حرم کے کبوتروں نے آکر اس کو کریدنا اور چکنا شروع کیا۔ حصین نے اپنے گھوڑے کو کبوتروں کی جانب سے پھیر لیا۔ اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں میرا گھوڑا حرم کے کبوتروں کو نہ مار دے۔ ابن زبیر نے کہا کہ تم لوگ اس میں تو بہت حرج سمجھتے ہو۔

مگر حرم میں مسلمانوں کو قتل کرتے ہو حصین نے ابن زبیر سے جو کچھ کہا اس میں یہ بھی تھا کہ آپ امر خلافت کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آئیے ہم آپ سے بیعت کریں۔ پھر آپ ہمارے ہمراہ شام چلیے۔ کیونکہ میرے اس لشکر میں سب لوگ شام کے سردار اور شہسوار ہیں خدا کی قسم آپ کی خلافت پر دو شخص بھی اختلاف نہ کریں گے۔ آپ لوگوں کو امان دیجئے اور ہمارے آپ کے اور اہل حرم کے مابین جو خون ہوئے ہیں ان کو بخش دیجئے۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں ہرگز خونوں کو معاف نہ کروں گا۔ خدا کی قسم میں تو اس پر بھی راضی نہ ہوں گا کہ اہل حرم کے ایک ایک مقتول کے عوض تمہارے دس دس آدمیوں کو قتل کر دوں حصین تو ان سے خفیہ طور پر بات کرتا تھا۔ مگر وہ آواز بلند کہے جاتے تھے کہ خدا کی قسم میں ایسا نہ کروں گا۔ اس پر اس نے واپس جاتے ہوئے کہا کہ خدا اس کا برا کرے جو اب تمہاری امداد کرے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ آپ صاحبِ اکبر آدمی ہیں۔ اور اسی لئے آپ سے خفیہ طور پر کلام کرتا تھا۔ مگر آپ زور زور سے بولتے ہیں۔ میں تو آپ کو خلافت کے لئے بلاتا ہوں اور آپ سوائے قتل و ہلاکت کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہ کہہ کر وہ ابن زبیر سے جدا ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں کو ساتھ لیکر مدینے کی طرف چلا گیا۔ بعد ابن زبیر اپنے کیسے پڑ بچھتا ہے۔ اور حصین کے نام یہ پیغام بھیجا کہ شام کو تو میں نہ جاؤں گا۔ مگر میرے لئے شام میں بیعت لو۔ میں تم سب کو امان دوں گا اور عدل کروں گا۔ حصین نے کہا جب تک آپ بنفس نفیس خود نہ چلیں گے۔ کام پورا نہ ہو گا۔ کیونکہ یہاں بنو امیہ کے ایسے افراد موجود ہیں۔ جو خود اس امر خلافت کو طلب کرتے ہیں۔ غرض کہ حصین مدینے کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ کو اہل شام پر حرأت ہو گئی۔ جب کبھی اہل شام کا کوئی آدمی تنہا ملتا تو اس کی سواری کا جانچ حصین لیا جاتا تھا اس لئے وہ لوگ متفرق نہ ہوئے اور مدینے سے بنو امیہ بھی ان کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ اس وقت اگر ابن زبیر بھی شام کی طرف روانہ ہو جاتے تو کوئی ان کے بارے میں اختلاف نہ کرتا۔ ۛ

القصة اہل شام و مشرق پہنچے۔ اس وقت تک معاویہ ابن یزید سے بیعت کی جا چکی تھی۔ مگر وہ تین مہینے کے بعد ہی انتقال کر گیا۔ یہ بھی نہا جاتا ہے کہ وہ صرف پالیس دن تک حکومت کر کے مر گیا تھا۔ جبکہ اس کی عمر اکیس سال اور اٹھارہ دن کی تھی۔ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں اس کے حکم سے ایک صلوة عامہ کی منادی کرائی گئی۔ اور جب آدمی جمع ہو گئے تو اس نے ضلّٰے تعالٰے کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ اَمَّا بَعْدُ :- چونکہ میں تم پر حکومت کرنے میں ضعیف ہوں۔ اس لئے میں نے تمہارے لئے حضرت عمرؓ جیسا شخص تلاش کیا۔ جن کو ابو بکرؓ نے اپنا جانشین بنایا تھا۔ مگر میں نے ایسا آدمی نہ پایا۔ پھر میں نے چاہا کہ ایسے چھ آدمیوں کو تلاش کروں جو محفل شورائے کے چھ آدمیوں کے مثل ہوں۔ مگر ایسے شخص بھی نہ پاسکا۔ لہذا اب تم خود ہی اپنے امر کے لئے ادا ہو۔ تم جسے چاہو پسند کر لو۔ یہ کہہ کر وہ اپنے مکان کو چلا گیا۔ اور اپنے انتقال کے وقت تک غائب رہا۔ کہتے ہیں کہ اس نے مسموم ہو کر انتقال کیا۔ ولید ابن عتبہ ابن ابی سفیان نے اس کے جنازے کی نماز پڑھی۔ مگر اس کو بھی اس دن طاعون ہو گیا اور وہ اسی دن مر گیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کا انتقال نہیں ہوا۔ معاویہ ابن یزید نے وصیت کی تھی کہ ضحاک ابن قیس لوگوں کو نماز پڑھایا کرے۔ تا آنکہ کسی کو خلیفہ منتخب کیا جائے۔ معاویہ سے کسی نے کہا کہ کاش آپ خود ہی کسی کو خلیفہ بنا دیتے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کام کی تلخی کو اپنے ہمراہ لے جانا اور اس کی شیرینی کو بنو امیہ کے لئے چھوڑ جانا نہیں چاہتا۔ پا

یزید کی موت کے بعد ابن زیاد کے حال کلیان

جب یزید کا انتقال ہو گیا تو عبید اللہ ابن زیاد کے پاس اس کا غلام حمران یہ خبر لے کر آیا وہ اس کی جانب سے معاویہ ابن ابی سفیان اور پھر یزید کی طرف قاصد کی خدمت پر مامور تھا۔ اس نے آکر خفیہ طور پر اس کو خبر دی اور ساتھ اہل شام کے اختلاف باہمی سے بھی اس کو آگاہ کیا۔

عبداللہ کے حکم سے ایک صلوٰۃ جامعہ کی منادی کی گئی۔ لوگ جمع ہوئے۔ اور ابن زیاد نے منبر پر چڑھ کر ان کو یزید کی موت کی خبر دی اور اس کے مخالفین نقائص کا بیان کیا۔ احنف نے کہا کہ ہماری گردنوں میں یزید کی بیعت کا طوق تھا اور مثل ہے کہ سست آدمی سے درگزر کر جاؤ یہ سن کر عبداللہ نے اس کا ذکر چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ اے اہل بصرہ۔ ہمارا مقام ہجرت۔ ہمارا مکان اور میری جائے پیدائش تمہارے ہی ہاں سے جس وقت میں تمہارا والی مقرر ہوا ہوں اس وقت تمہارے فوجی دفتر میں اہل فوج کی تعداد دستر ہار سے زیادہ نہ تھی اور آج ان کی تعداد ایک لاکھ ہزار اسی طرح تمہارے دفتر عمال میں نوے ہزار سے زیادہ نفوس نہیں تھے۔ اور اب ان کی تعداد ایک لاکھ چالیس ہزار ہے۔ اور پھر جس سے شخص سے مجھے تمہارے لئے خوف تھا ان میں سے ایک ایک شخص آج تمہارے قید خانے میں پہنچا ہوا ہے۔ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اہل شام کے آپس میں اختلاف برپا ہے۔ آج تم ہی تعداد میں سب سے زیادہ ہو۔ تم ہی سب سے زیادہ وسیع عرض زمین میں ہو۔ اور بلحاظ بلا و ملک سب سے زیادہ وسیع دشمنی تم ہی ہو۔ لہذا اب تم اپنے لئے کسی ایسے آدمی کو اختیار کر لو جس کو تم اپنے دین اور جماعت کے لئے پسند کرتے ہو۔ جس کو تم پسند کر دو گے سب سے پہلے میں ہی اس کو پسند کر دوں گا اگر اہل شام بھی تمہارے ساتھ اسی شخص کو دین و جماعت کے لحاظ سے پسند کریں اور تم سے مل جائیں۔ تو تم بھی اسی چیز میں داخل ہو جاؤ گے جس میں مسلمان داخل ہونگے۔ اگر تم اس امر کو پسند نہ کرو تو تم فی الحال کسی شخص کو اپنا والی مقرر کر لو تا آنکہ تمہاری حاجت پوری ہو جائے۔ اس طرح نہ تم کو کسی اور شہر کے باشندوں کا دست نگر ہونا پڑیگا۔ اور نہ لوگ تم سے مستغنی ہو سکیں گے۔ اس کے بعد اہل بصرہ کے خطباء کھڑے ہو کر کہنے لگے کہ ہم نے تمہاری تقریر سنی۔ اور ہم نہیں جانتے کہ تم سے زیادہ اور کوئی شخص اس کام کے لئے قوی ہو۔ آؤ ہم تم سے بیعت کر لیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ خطباء نے پھر اپنے قول کو دہرایا مگر ابن زیاد نے

تین مرتبہ انکار کیا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور سب نے اس سے بیعت کر لی۔
 پھر وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اور دیواروں سے اپنے ہاتھوں کا مسخ کر کے
 کہنے لگے کہ کیا ابن مرجانہ سمجھتا ہے کہ ہم اجتماع و افتراق میں اس کے مطیع و منقاد رہیں گے؟
 جب لوگ ابن زیاد سے بیعت کر چکے تو اس نے عمر دابن مسعم اور سعد ابن
 القریاء التیمی کے ساتھ اہل کوفہ کو اہل بصرہ کے حالات سے اطلاع دیکر ان کو بھی بخیر
 بیعت کی دعوت دی جب وہ دونوں کو نے پہنچے تو وہاں کے والی عمر دابن حریش
 نے لوگوں کو جمع کیا۔ یہ دونوں پیغام بر کھڑے ہوئے۔ اور اہل کوفہ کو مخاطب
 کر کے اس واقعہ کا ذکر کیا۔ یہ سن کر یزید بن حارث ابن یزید الشیبانی
 بھٹی اُٹھیں رویم نے کھڑے ہو کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو ابن سمیہ
 سے نجات دی کیا ہم اس سے بیعت کریں گے۔ نہیں ہم ہرگز اس کو یہ
 عزت نہ دیں گے۔ پھر اس نے سب سے پہلے ان دونوں قاصدوں پر
 سنکریزے پھینکے۔ اور اس کے بعد تمام لوگوں نے بھی ان کے ساتھ
 یہی سلوک کیا۔ اور یزید ابن رویم کے اس فعل نے اس کو اہل کوفہ کی نگاہ
 میں مشرّف و ممتاز کر دیا۔ وہ دونوں قاصد بصرہ کو واپس چلے گئے اور
 وہاں پہنچ کر ابن زیاد کو اس حال کی اطلاع دی۔ اہل بصرہ نے کہا کیا اہل کوفہ
 اس کا خلع کر دیں اور ہم اس کو حکومت دیں؟ اس طرح ابن زیاد کا دبدبہ ان میں
 ضعیف ہو گیا۔ چنانچہ وہ جس کام کا حکم دیتا اس کی تعمیل نہ ہوتی اور جو رائے
 قائم کرتا اس کی تردید کر دی جاتی۔ اور اگر وہ کسی خطا کار شخص کو جس کا حکم
 دیتا تو لوگ ابن زیاد کے اعوان اور خاطی کے درمیان حائل ہو جاتے۔ اس
 کے بعد سلمہ ابن ذویب المخضلی التیمی بصرہ آیا اور ایک جھنڈا
 ہاتھ میں لے کر بازار میں کھڑا ہو گیا۔ اور کہا کہ اے لوگو! میرے پاس
 آؤ میں تم کو ایک ایسی چیز کی طرف بلاتا ہوں جس کی طرف کبھی کسی نے
 تم کو نہیں بلایا۔ میں تم کو حرم کے پناہ گزیں یعنی عبداللہ ابن زبیر کی طرف
 بلاتا ہوں۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ
 مار مار کر بیعت کرنے لگے۔ جب اس واقعے کی خبر ابن زیاد کو ملی تو

اس نے لوگوں کو جمع کیا۔ ان کے سامنے تقریر کی۔ اور ان کے ساتھ جو اس کا معاملہ تھا اس کا ذکر کیا اور کہا کہ میں نے تم کو ایک ایسے شخص کی طرف دعوت دی تھی جس کو تم سب ملکر پسند کر لو مگر اہل بصرہ نے میری بیعت کی اور میرے مواد دوسرے کی بیعت سے انکار کر دیا اور اب اسے معلوم ہوا ہے کہ تم نے دیواروں اور گھروں کے دروازوں سے اسے باقعوں کو مسح کر لیا اور جو کچھ تم نے چاہا کہہ دیا۔ اب میں کسی کام کا نہیں دیتا ہوں تو اس کی تعمیل نہیں ہوتی اور جو رائے دیتا ہوں وہ رد کر دی جاتی ہے جس شخص کو میں طلب کرتا ہوں اس کے اور میرے حکم کا تعمیل کرنے والوں کے درمیان لوگ حائل ہو جاتے ہیں۔ یہ شخص سلمہ ابن ذویب تم کو اختلاف کی طرف بلاتا ہے۔ تاکہ تمہاری جماعت میں تفرقہ پڑ جائے اور تم تلوار سے ایک دوسرے کی گز میں کاٹو احنف اور جند آدمیوں نے کہا کہ ہم سلمہ کو تمہارے پاس لئے آتے ہیں۔ چنانچہ وہ سلمہ کو ان زیاد کے پاس لے آئے ہیں وقت سلمہ کی جماعت کی تعداد زیادہ ہو گئی تھی۔ اور نفاق کا دائرہ بھی وسیع ہو گیا تھا لوگ یہ حالت دیکھ کر ابن زیاد سے منحرف ہو کر اس کے پاس نہیں گئے۔ عبید اللہ بن زیاد نے افواج سلطانی کے رؤساء کو بلا کر ان سے چاہا کہ وہ اس کے ہم کتاب ہو کر جنگ کریں۔ رؤساء فوج نے کہا کہ اگر ہمارے دل ہم کو ایسا کرنے کا حشر دیں تو ہم لڑیں گے۔ ابن زیاد کے بھائیوں نے ابن زیاد سے کہا کہ اس وقت ہمارا کوئی خلیفہ نہیں جس کے لئے ہم لڑیں۔ اور یہ کہ اگر آپ کو ہزیمت ہو تو آپ اس کے پاس چلے جائیں۔ اور وہ آپ کو مدد دے۔ ممکن ہے کہ جنگ کا خاتمہ آپ کے خلاف ہو۔ ہم نے ان لوگوں کے درمیان بال جاندادے رکھا ہے۔ اگر وہ ہمارے خلاف کامیاب ہو گئے تو وہ ہم کو اور ان املا کو سب کو ہلاک کر دیں گے۔ اور آپ کے پاس کچھ بھی باقی نہ رہے گا۔ ابن زیاد نے یہ دیکھ کر حارث ابن قیس ابن صہباء الجہضمی الازدی کو بلا بھیجا۔ اور جب وہ آیا تو اس سے کہا کہ اے حارث میرے والد نے مجھے وصیت کی تھی کہ اگر مجھے بھی اہل عرب کی حاجت ہو تو تمہارے قبیلے کو اختیار کروں۔ حارث نے کہا کہ میرا قبیلہ

آپ کے والد کو آزما چکا ہے۔ نہ اس نے والد کے پاس کسی قسم کی قدر و منزلت حاصل کی اور نہ آپ کے پاس اس کے لئے کوئی مکافات ہے۔ اگر آپ نے ہم کو اختیار کیا ہے تو تو میں آپ کو رو نہ کروں گا۔ لیکن میں نہیں سمجھتا کہ میں کس طرح دن و نائٹ سے آپ کو ایمان دیکر لے جاسکتا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ آپ بھی قتل ہوں گے اور میں بھی مارا جاؤں گا۔ البتہ اتنا ہو سکتا ہے کہ میں رات تک آپ ہی کے پاس ٹھہرا ہوں۔ پھر آپ کو اپنے پیچھے سوار کر اسکے لئے چلوں تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔

عبید اللہ نے کہا کہ آپ کی رائے بہت ٹھیک ہے۔ چنانچہ حسبِ قرار وادار رات تک اس کے پاس مقیم رہا۔ اور رات ہوئی تو اس کو اپنے پیچھے بٹھولا کر لے گیا۔ اس وقت بیت المال میں ایک کروڑ نوے لاکھ کی رقم جمع تھی۔ ابن زیاد نے اس کا کچھ حصہ اپنے مالی کو دے کر باقی کو زیاد کے خاندان کے لئے جمع کر رکھا۔ حارث بن عبد اللہ کو لیکر روانہ ہوا اور لوگوں میں سے گذرنا بنا تھا۔ یہ لوگوں کی یہ حالت تھی کہ وہ حردیہ لوگوں کے خوف سے ہر جگہ پاسبانی کر رہے تھے۔ ابن زیاد بار بار حارث سے پوچھتا جاتا تھا کہ اب ہم کہاں ہیں اور حارث بتلاتا جاتا تھا۔ اسی طرح جب وہ بنو سلیم میں پہنچے تو ابن زیاد کے اس سوال پر کہ اب ہم کہاں ہیں حارث نے جواب دیا کہ ہم بنو سلیم میں ہیں تو ابن زیاد نے کہا کہ اب انشاء اللہ ہمارے لئے سلامتی ہے۔ پھر جب بنو ناجیہ میں سے گذرتے ہوئے بھی ابن زیاد کے اسی سوال کے جواب میں حارث نے کہا کہ ہم بنو ناجیہ میں سے گذر رہے ہیں۔ تو ابن زیاد نے کہا کہ اب ہم ضرور نجات پا جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ بنو ناجیہ نے پوچھا کہ تم کون ہو۔ کہا حارث ابن قیس قضاہ بنو ناجیہ کا ایک شخص ابن زیاد کو پہچانتا تھا۔ اس نے دیکھتے ہی کہا ابن مرجانہ۔ اور یہ کہتے ہوئے ایک تیر مارا جو اس کے غماص میں دنگا۔ حارث اس کو لئے ہوئے بدستور چلتا رہا۔ اور بالآخر بنو ہبہم میں پہنچ کر اسے اپنے مکان میں اتار دیا۔ ابن زیاد نے کہا حارث تم مجھ پر بڑا احسان کیا۔ اب جو کچھ میں تم سے کہوں وہی کرو مجھے معلوم ہے

کہ مسعود ابن عمرو اپنی قوم میں اپنے شرف اور سن و سال کی وجہ سے نہایت صاحب منزلت ہے۔ اور اس کی قوم اس کی مطیع ہے۔ کیا تم مجھے اس کے پاس لے جا سکتے ہو تاکہ میں ان ہی کے گھر رہوں۔ جو بنو ازد کے وسط میں واقع ہے۔ کیونکہ اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تمہاری قوم کو باہم مخالف کر دے گا۔ حارث اس کو وہاں لے گیا۔ دونوں مسعود کے پاس اندر گئے۔ مسعود کو ان کی آمد کی مطلق خبر نہیں ہوئی۔ کیونکہ وہ اس وقت بیٹھا ہوا اپنے موزے کی اصلاح میں منہمک تھا۔ لیکن وہ ان دونوں کو دیکھ کر پہچان گیا۔ اور حارث سے کہا کہ میں اس امر کے شر سے جو اس وقت تم میرے پاس لائے ہو خدا سے پناہ مانگتا ہوں۔ حارث نے کہا کہ میں اس وقت خیر و سعادت ہی لے کر آیا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ تمہاری قوم نے زیادہ کو نجات دلائی تھی اور اس کے ساتھ وفا داری کی تھی اور اسی مکرست کی بنا پر وہ باقی تمام اہل عرب پر فخر کرتے ہیں۔ تم لوگ مشورے کے بعد بعید اللہ سے بیعت کر چکے ہو۔ اور اس سے قبل ایک اور بیعت یعنی بیعت جماعت کر چکے ہو۔ مسعود نے کہا کہ کیا تم ہمیں یہ رائے دیتے ہو کہ ہم بعید اللہ کے لئے اپنے شہر سے عداوت کریں۔ حالانکہ ہم نے اس کے والد کے لئے جو کچھ کیا اس کے لئے نہ اس سے کوئی مکافات حاصل کی نہ شکریہ جاساں۔ حارث نے جواب دیا کہ تم اگر اپنی بیعت کی وفاداری کر کے اس کو اس کے امن پر پہنچا دو تو کوئی تم سے دشمنی نہ کریگا۔ کیا تم اس کو اپنے آپ لئے کے بعد اسے اپنے گھر سے نکالنا چاہتے ہو مسعود نے ان سے داخل ہونے کو کہا اور وہ اس کے بھائی عبدالغافر بن عمرو کے مکان میں داخل ہو گئے۔ پھر مسعود نے اسی رات حارث اور اپنی قوم کی ایک جماعت کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر تمام بنو ازد کا چکر لگایا۔ اور کہا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے۔ ہم اس امر سے بے خوف نہیں ہو سکتے کہ اس کو ہمارے قبیلے میں تلاش کیا جائیگا۔ اس لئے تم مسلح ہو جاؤ۔ کیونکہ جب لوگوں نے ابن زیاد کو نہ پایا تو یہ لئے قائم کی ہے کہ وہ بنو ازد میں ہے۔ پ

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حارث نے مسعود سے کلام نہیں کیا بلکہ خود عبید اللہ کے حکم سے حارث کو ایک لاکھ کی رقم دے دی گئی۔ جس کو لے کر وہ عبید اللہ کی ہمراہی میں مسعود کی زوجہ ام بسطام بنت عمرو ابن حارث کے ہاں گیا۔ اور اس سے اندر داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے اجازت دی۔ حارث نے اس سے کہا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسا امر لے کر آیا ہوں۔ جو تم کو عرب کی عورتوں کی سردار بنا دے گا اور تم بہت جلد اس کے ذریعے سے دو لقمہ ہو جاؤ گی۔ پھر اُسے تمام واقعے کی خبر دی اور اس سے عبید اللہ کو مکان میں داخل کر لینے اور مسعود کے کپڑے پہنانے کی درخواست کی۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب مسعود آیا تو اس نے اپنی زوجہ کے سر کے بال کپڑ کر اُسے مارنا شروع کیا۔ عبید اللہ اور حارث اس کے مقابلے کے لئے چلے اور عبید اللہ نے کہا کہ اس نے مجھے پناہ دی ہے۔ یہ دیکھو میں تمہارے کپڑے پہنے ہوئے ہوں۔ اور تمہارے ہاں کا کھانا میرے معدے میں ہے۔ حارث نے اس امر کی شہادت دی اور مسعود سے بہ تلافی پیش آیا۔ آخر کار مسعود راضی ہو گیا۔ عبید اللہ مسعود کے قتل تک اسی کے مکان میں مقیم رہا۔ پھر شام کو چلا گیا۔

عبید اللہ کے فقدان کے دوران میں اہل بصرہ کے ہاں کوئی امیر نہ تھا۔ ان کے آپس میں کسی شخص کو امیر بنانے کے متعلق اختلاف ہوا۔ آخر یہ قرار پایا کہ قیس ابن ہشیم السلمی اور نعمان بن سفیان الراسی اکھرنی کو اختیار دیا جائے کہ وہ جسے چاہیں امیر بنائیں۔ قیس کی رائے نبو امیہ کے حق میں تھی اور نعمان کی رائے ہشیم کے حق میں۔ لیکن نعمان نے قیس کو دھوکہ دینے کے لئے اُس سے کہا کہ اس کام کے لئے میں نبو امیہ کے فلاں شخص سے زیادہ حقدار کسی کو نہیں دیکھتا۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ نعمان نے قیس کے سامنے عبد اللہ ابن اسود زہری کا نام لیا کہ وہ قیس کی خواہش اسی کی جانب تھی قیس نے یہ سنتے ہی کہہ دیا کہ میں اپنا اختیار تم کو دیکھا جسے تم پسند کرو میں نے بھی اُسے پسند کیا۔ پھر

دونوں باہر نکل کر لوگوں کے سامنے ہوئے اور قیس نے کہا کہ جو نعمان پسند کرے میں نے بھی اسے پسند کر لیا۔ ۲

عبداللہ ابن حارث کی ولایت بصرہ کا بیان

جب قیس اور نعمان کے آپس میں اتفاق ہو گیا اور قیس اس شخص کے امیر ہونے پر جس کو نعمان مقرر کر گیا راضی ہو گیا۔ تو نعمان نے خود قیس کو اس اقرار کا گواہ بنا لیا۔ اور قیس اور اس سب آدمیوں سے اس رضا مندی کا عہد و پیمان لیا۔ پھر وہ عبداللہ ابن اسود کے پاس گیا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑا اس سے شرطیں لیں۔ لوگوں نے سمجھا کہ اس نے عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے۔ مگر اس کے بعد وہ عبداللہ کو چھوڑ کر عبداللہ ابن حارث ابن نوفل بن عبدالمطلب الملقب بہ بنیہ کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بھی ویسا ہی کیا جیسا ابن اسود سے کیا تھا۔ پھر خدا کی حمد و ثنا اور رسول اللہ صلم اور ان کے اہل بیت اور دیگر قرابت داران نبوی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اے لوگو! میں سمجھتا ہوں کہ تم اپنے نبی کے برادران عہز و ادب سے کسی شخص کو جس کی ماں ہند بنت ابوسفیان ہے نہ پسند نہ کرو گے۔ امر ان ہی میں تھا اور وہ شخص تمھارا بھانجا ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔ اور کہا کہ میں نے تمھارے لئے ان کو پسند کیا ہے۔ لوگوں نے پکار کر کہا کہ ہاں ہم راضی ہیں۔ پھر سب نے اس سے بیعت کی۔ اور اس کو ہمراہ لے جا کر دارا مارت میں مقیم کیا۔ یہ ۶۴ھ کی یکم جمادی الآخر کا واقعہ ہے۔ فرزدق نے اس کی بیعت کے متعلق یہ شعر کہا ہے (ترجمہ) :-

”میں نے کئی آدمیوں سے بیعت کی ہے اور ان کے عہد کو پورا کیا ہے۔ اور میں نے جبہ سے بیعت کی اور مجھے اس میں ندامت نہیں ہوئی“

ابن زیاد کے شام کی طرف فرار کا بیان

اس کے بعد از داور ربیعہ نے اس حلف کی تجدید کی جو ان کے اور جماعت کے مابین قائم ہوا تھا۔ ابن زیاد نے ان پر بہت ساز و مال خرچ کیا۔

تھا آنکہ حلف پورا ہو گیا۔ اور انھوں نے آپس میں دو تحریریں لکھیں۔ جس میں سے ایک مسعود ابن عمرو کے پاس تھی۔ جب احف نے سنا کہ از و نے ربیعہ کو تجدید بیعت کے لئے بلوایا ہے تو کہا کہ اگر یہ لوگ خود ان کے پاس جائیں تو ہمیشہ انھیں کے زیر حکم رہیں گے۔ جب ان کے آپس میں اس طرح حلف ہو گیا تو انھوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ ابن زیاد کو دارالامارت میں پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ وہ مسعود ابن عمرو کو اپنا سردار بنا کر روانہ ہو گئے۔ اور ابن زیاد سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ جاؤ۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ بلکہ مسعود کے ہمراہ اپنے موالی کو گھوڑوں پر سوار کر کے بھیج دیا۔ اور ان کو یہ ہدایت کی کہ یہ لوگ جس امر خرد شر کے متعلق جو کچھ گفتگو کریں تم فوراً مجھے اس کی اطلاع کرتے جانا۔ چنانچہ مسعود جس گلی کو پہنچے میں داخل ہوتا یا جس قبیلے میں جاتا ابن زیاد کے غلام اس کو اس کی خبر پہنچا دیتے۔ علیٰ ہذا القیاس بنو ربیعہ بھی مالک ابن سمیع کو اپنا سرگروہ بنا کر روانہ ہوئے اور بنو مرید کے راستے کو روک لیا۔ پھر مسعود آیا اور مسجد میں داخل ہو کر منبر پر چڑھا۔ اس وقت عبداللہ ابن حارث دارالامارت میں تھا۔ اس سے کہا گیا کہ مسعود اہل مین اور بنی ربیعہ آئے ہیں اور لوگوں میں سخت شرف و فساد پھیل جائیگا۔ اگر تم ان کے مابین صلح کرادو۔ اور بنو تمیم کو لے کر روانہ ہو جاؤ تو اچھا ہو۔ اس نے جواب دیا کہ خدا ان کا سستیائے کرے۔ نہیں خدا کی قسم میں ان کی اصلاح کے لئے ہرگز اپنے آپ کو خراب نہ کروں گا۔ مسعود کے اصحاب میں سے ایک نے یہ شعر پڑھنا شروع کیا۔ (ترجمہ) :-

” میں بہہ کی ایک شریف اور خوب صورت لڑکی سے اسکا نکاح کر دنگی جو اس کے سر میں گنگھی کیا کرے “

یہ بنو ازد کا قول ہے۔ مگر بنو مضر یہ کہتے ہیں کہ عبداللہ ابن حارث کی والدہ بچپن میں اس کو گدایا کرتی تھیں اور پیار سے یہ شعر دہراتی جاتی تھیں غرض کہ مسعود منبر پر چڑھا اور مالک ابن سمیع بنو تمیم کے مکانات کی طرف روانہ ہوا اور بنو عدویہ کے محل میں داخل ہو کر ان کے مکانوں میں آگ لگا دی۔ کیونکہ اس کو اس وقت ہرات میں بنو حازم کا بنو ربیعہ سے روگردانی کرنے کا

واقعہ یاد تھا۔ بنو تمیم احنف کے پاس گئے اور کہا کہ اے ابو بکر بنو ربیعہ اور بنو ادو نے آپس میں حلف اٹھایا ہے اور رجبہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ احنف نے کہا کہ تم مسجد کے لئے ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ لوگ گھر میں داخل ہو گئے ہیں۔ کہا کہ تم گھر کے لئے بھی ان سے زیادہ حق دار نہیں ہو۔ پھر اس کے پاس ایک عورت ایک حجر لئے ہوئے آئی اور کہا کہ تم کیوں خواہ مخواہ ریاست کے پیچھے پڑے تم تو عورت ہو بخور لیئے بیٹھو کہا کہ کوئی عورت تم سے زیادہ حجر کی مقدار نہیں ہے احنف سے کسی کے حق میں اس سے زیادہ برا لفظ کبھی نہیں سنا گیا۔ پھر لوگ اس کے پاس گئے اور بیان کیا کہ ہم میں سے ایک عورت کی پازیب اتار لی گئی ہے۔ اب تمہارے راستے کی تمام زمینوں کو روک دیا ہے۔ اور مسجد کے دروازے پر جو جائے نشست ہے وہ بھی مقفل کر دی گئی ہے اور مالک ابن سمع نے بنو عدویہ کے محلے میں آگ لگا دی ہے۔ احنف نے کہا کہ اس پر شہادت دو اس سے کمتر پر ان سے جنگ کرنا جائز نہ ہو گا۔ پھر لوگوں نے اس پر ان کے سامنے شہادت پیش کی احنف نے کہا کہ کیا عباد بن حصین بھی آیا ہے کہا نہیں۔ (عباد بن حصین کا شجرہ یہ ہے :- عباد بن حصین بن زید بن عمرو بن ادس قبیلہ بنو عمرو بن تمیم اس پر اس نے پھر کہا کہ کیا عباد آیا ہے۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ یہاں عبس ابن طلق ابن ربیعہ الصرمی جو بنو سعد بن زید مناة بن تمیم میں سے ہے موجود ہے یا نہیں۔ کہا ہاں ہے۔ احنف نے اس کو بلایا اور اپنے سر پر سے شملہ اتار کر ایک نینے پر باندھا اور اس کو دیکر کہا کہ تم جاؤ۔ جب وہ چلا تو احنف نے کہا کہ یا اللہ اگر تو نے آج اسکو اوندھا (منہ کے بل نہ گرا یعنی رسوا کر کے کیونکہ تو نے زمانہ ماضی میں کبھی اسکو رسوا نہیں کیا۔ لوگوں نے غل مچا کر کہا ”زیر“ کو سجان ہوا ہے) یا زیر احنف کی ماں ہے۔ احنف کے عوض کنایتہ ماں کا نام لیا۔ عبس مسجد کی طرف گیا۔ اوہرا کی روانگی کے بعد عباد و ماں پہنچا اور پوچھا کہ کیا انتظام کیا گیا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ عبس لوگوں کو ساتھ لیکر مسجد کی طرف گیا ہے۔ یہ سن کر عباد یہ کہہ کر کہ میں عبس کے جھنڈے تلے کوچ نہ کروں گا۔ وہاں سے اپنے

گھر کی طرف چلا گیا اس وقت اس کے ہم کاب ساٹھ سوار تھے۔ غرض کہ جب عبس مسجد پہنچا تو بتوازد نے مسجد کے دروازوں پر لڑنا شروع کیا۔ اور مسعود منبر پر سے بیٹھے بیٹھے لوگوں کو بھڑکاتا رہا۔ غطفان ابن انیف التیمی (رحمۃ اللہ علیہ) جاتا جاتا تھا اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ) :-

”ماں اے بنو نمیم یا در کھو کہ اگر مسعود یہاں فوت ہو گیا تو یہ بات مشہور ہو جائے گی۔ لہذا تم مقصورہ کو مضبوط پکڑے رہو“

یعنی وہ بھاگنے نہ پائے۔ پھر لوگ مسعود کے پاس گئے۔ اور اس کو منبر پر سے اتار کر قتل کر دیا۔ یہ ستم کی یکم سوال کا واقعہ ہے۔ یہ کیفیت دیکھ کر اس کے ہمراہی بھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ اشیم بن شقیق ابن ثور بھی بھاگنے لگا۔ ایک شخص نے اس کے ایک نیزہ مارا۔ مگر وہ اس سے بچ کر نکل گیا۔ اس پر فرزدق نے یہ اشعار کہے (ترجمہ) :-

”اگر اشیم ہمارے نیزوں سے سبقت نہ لے جاتا اور جس وقت کہ آگ روشن تھی وہ دروازے پر نہ پہنچتا تو وہ ضرور مسعود اور اس کے دیگر ہمراہوں کے سے انجام کو پہنچتا۔ اور انتڑیاں۔ اور جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرتے“

جب مسعود منبر پر چڑھا تو ابن زیاد کو اس کی خبر کی گئی۔ اس نے دار الامارت میں جانے کی تیاری کی۔ اتنے میں لوگوں نے اس کو خبر دی کہ مسعود قتل ہو گیا ہے۔ یہ سن کر وہ سوار ہو کر شام کی طرف چلا گیا اب رما مالک ابن مسمع اس کا یہ انجام ہوا کہ بنو مضر کے چند آدمیوں نے جا کر اسے اسی کے گھر میں محصور کر کے آگ لگا دی۔ اور پھر ابن زیاد کو فرار ہوتے دیکھ کر اس کا تعاقب کیا وہ ابن زیاد کو نہ پاسکے۔ آخر انھوں نے ابن زیاد کا جو کچھ مال و متاع وغیرہ ہاتھ لگا سب لوٹ لیا۔ اس کے متعلق واقعہ ابن خلیفہ التیمی نے یہ شعر کہے ہیں۔ (ترجمہ)

”بہت سے ظالم اور شدید آدمی ہیں جس کے تاج اور بدن کا لباس و سامان ہمارے ملک میں داخل ہو چکا ہے ان میں سے عبید اللہ بھی ہو جبکہ ہم اس کے گھوڑے اور کپڑے چھینتے اور لوٹتے تھے۔ اور جس دن کہ ہمارے اور

اس کے گھوڑوں نے مقابلہ کیا تھا۔ اگر ابن زیاد کو اس کا بھاگ جانا پچانہ لیتا۔
 مسعود کے قتل اور ابن زیاد کی شام کی روانگی کے متعلق اس کے علاوہ
 ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ابن زیاد نے مسعود ابن عمرو سے
 پناہ مانگی۔ مسعود نے پناہ دی پھر ابن زیاد شام کو روانہ ہوا۔ اور مسعود نے
 بنو ازد کے ایک سو آدمی اس کے ہمراہ کر دیئے۔ جو اس کے ساتھ شام
 پہنچے۔ اسی اثنا میں وہ ایک مرتبہ رات کے وقت سفر میں تھا کہ اس نے کہا
 کہ اب مجھ سے اونٹ پر سواری نہیں ہو سکتی۔ مجھے کوئی سم دار سواری
 دو۔ چنانچہ گدھے پر زین لگا کر اس کو دے دیا۔ اور وہ سوار ہو کر چلا۔ مگر دیر تک
 خاموش رہا۔ مسافر بن شرح کا بیان ہے کہ اس وقت میں نے اپنے دل میں
 کہا کہ اگر وہ سوار ہے تو میں اس کو جگا دوں۔ اس خیال سے میں نے اس سے
 پوچھا کیا آپ سوار ہے ہیں؟ کہا نہیں میں یونہی اپنے آپ ہی باتیں کرتا ہوا
 جا رہا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تباؤں کہ آپ اپنے دل سے کیا باتیں کر رہے
 تھے۔ کہا ہاں تباؤں کہ میں کیا سوچ رہا تھا۔ میں نے کہا کہ آپ یہ سوچ رہے
 تھے کہ کاش میں نے حسینؑ کو نہ قتل کرایا ہوتا۔

ابن زیاد نے کہا ”اچھا اور کیا؟“

میں۔ آپ یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش میں نے جس جس کو قتل کیا اسے نہ
 قتل کیا ہوتا۔

ابن زیاد۔ پھر کیا کہا۔؟

میں۔ کاش میں قصر بیضا کی مرمت نہ کرتا۔

ابن زیاد۔ اور؟

میں۔ اور آپ یہ سوچ رہے تھے کہ کاش میں وہ ہتھانوں کو عامل نہ بناتا۔

ابن زیاد۔ ہاں پھر؟

میں۔ اولاً یہ بھی کہہ رہے تھے کہ کاش میں اس سے زیادہ سختی ہوتا جتنا کہ میں تھا۔

ابن زیاد۔ میرے امام حسینؑ کو قتل کرنے کا جواب تو یہ ہے کہ نیرید نے اشارتاً یہ بات
 مجھے بتادی تھی کہ میں انہیں قتل کر ڈالوں۔ ورنہ وہ مجھے قتل کر دیتا۔

میں نے ان ہی کے قتل کو اختیار کیا۔ قصر بیضا میں نے عبداللہ ابن عثمان
 اشتقی سے خرید لیا تھا۔ یزید نے مجھے دس لاکھ کی رقم بھیجی تھی جسے میں نے
 اسی پر صرف کیا۔ اگر وہ بچ گیا تو میرے اہل و عیال کا ہو گا اور اگر فناء ہوا
 تو مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے۔ دماقین کے عامل بنانے کی وجہ یہ ہوئی۔
 کہ عبدالرحمن بن ابی بکرہ کے اشارے سے فروخ امیر معاویہ سے ملا اور
 اس نے عراق کا خراج دس کروڑ بتایا۔ امیر معاویہ نے مجھے کہا کہ یا تو اس
 رقم کی ادائیگی کا اقرار و ضمانت کرو ورنہ اپنی خدمت سے علیحدہ ہو جاؤ گے۔
 میں نے مغرور ہونا پسند نہیں کیا۔ لیکن جب میں کسی عرب کو عامل بناتا تو
 خراج میں کمی واقع ہو جاتی۔ اگر میں اس کے قبیلے سے یا اسی سے تادان
 اور جہانہ طلب کرتا تو ان کے سینوں کو گویا دشمنی سے پر کر دیتا۔ لیکن
 اگر اسے چھوڑ دیتا تو گویا خدا کے مال کو چھوڑنا تھا۔ جس کے رتبے اور
 منزلت کے میں خوب واقف ہوں۔ لہذا میں نے دیکھا کہ تم سب
 میں دماقین ہی ایسے ہیں کہ وہ خراج کے معاملے میں نہایت غور
 سے کام لیتے ہیں۔ امانت کو پورا کرتے ہیں۔ اور ان سے مطالبہ
 کرنا بھی آسان ہے۔ مگر باوجود اس کے بھی میں نے اس مال کا تم ہی
 لوگوں کو امین مقرر کیا تا کہ وہ کسی پر ظلم نہ کریں۔ تم نے سخاوت کے متعلق
 جو کہا اس کے لئے میں بتاتا ہوں کہ میرے پاس روپیہ ہی نہ تھا کہ میں
 داود ہش کرتا۔ اور یہ بات کہ میں نے جن کو مارا ان کو نہ مارتا تو سچ
 یہ ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ خارجیوں کو قتل کرنے کے علاوہ میں نے
 اسلام لانے کے بعد کوئی ایسا کام ہی نہیں کیا جو میرے نزدیک اس
 سے زیادہ خدا کی قربت کا وسیلہ ہو۔ مگر خیر میں اب تم کو بتلاتا ہوں
 میں اس وقت اپنے دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں اہل بصرہ سے جنگ
 کرتا۔ انھوں نے اپنی خوشی سے میرے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ میں اس
 خیال کا حریص بھی تھا۔ مگر بنو زیاد نے کہا کہ اگر تم نے ان سے جنگ
 کی اور وہ لوگ تم پر غالب آگئے تو وہ ہم سے ایک کو بھی نہ چھوڑیں گے۔

اور اگر اس وقت تم نے اُن سے کوئی تعارض نہ کیا تو ہمیں موقع ہے کہ ہم اپنے ننھیالی اور سسرالی رشتہ داروں کے پاس چھپ جائیں اور پھر تم ان پر حملہ کر دو۔ اور میں یہ کہہ رہا تھا کہ کاش میں قیدیوں کو نکال کر قتل کر دیتا۔ لیکن خیر اب یہ دونوں باتیں بھی نہیں ہو سکتیں۔ تو کاش میں شام ہی کو چلا جاتا۔ اور ایسے وقت جاتا کہ انھوں نے کسی بات کا تصفیہ کر کے اس کا عزم نہ کر لیا ہو۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے وقت میں شام پہنچا کہ وہاں کے باشندوں نے کسی چیز کا ابرام و انتظام نہ کیا تھا۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ اسکے پہنچنے تک وہ لوگ سب انتظام کر چکے تھے۔ مگر اس نے پہنچ کر انکا سب کیا دھرا بگاڑ دیا۔ ابن زیاد کے ہمراہ اسکے لڑکے بھی تھے۔ بصرے سے چلتے وقت اس نے مسعود کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ مگر بنو تمیم اور بنو قیس یہ کہتے تھے کہ ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ اور صرف اس شخص سے خوش ہونگے جس سے ہماری جماعت خوش ہو۔ مسعود نے کہا کہ وہ مجھے اپنا جانشین بنا گیا ہے۔ اور میں اس عہدے کو کبھی نہ چھوڑ دوں گا۔ پھر وہ قصر کی طرف گیا اور اس میں داخل ہو گیا۔ بنو تمیم احنف کے پاس پہنچے۔ اور کہا کہ بنو ازہر مسجد میں گھس گئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ مسجد ان کے لئے بھی ہے اور تمھارے واسطے بھی۔ انھوں نے کہا کہ وہ لوگ قصر میں داخل ہو گئے ہیں۔ اور مسعود منبر پر چڑھا ہوا ہے۔ جب عبید اللہ شام کو روانہ ہوا تو خوارج نے برآمد ہو کر نہر اساورہ پر قیام کیا۔ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ احنف نے ان کے پاس یہ پیام بھیجا ہے کہ یہ شخص جو قصر امارت میں داخل ہو گیا ہے ہمارا اور تمھارا دونوں کا دشمن ہے۔ لہذا کوئی چیز تم کو اس سے باز نہ رکھے۔ چنانچہ ان میں سے ایک گروہ آگے بڑھا۔ اور جس مسجد کے اندر مسعود بیٹھا ہوا لوگوں سے بیعت لے رہا تھا۔ اس میں داخل ہو گیا۔ ایک علی شخص نے جو مسلم کہلاتا تھا۔ اور اہل فارس میں سے تھا۔ مگر بعد میں بصرے جا کر مسلمان اور خوارج کی جماعت میں داخل ہو گیا تھا، اس کے ایک تیر مارا۔ تیر مسعود کے دل پر بیٹھا اور اسے ہلاک کر دیا لوگوں نے کہا کہ اس کو خوارج نے قتل کیا ہے۔ یہ معلوم کر کے بنو ازہر ان خوارج کی گونہالی کے لئے نکلے۔

ان میں سے اکثر کو قتل کیا۔ بعض کو زخمی کیا۔ اور سب کو بھرے سے بھگا دیا۔
 پھر بنو ازد سے یہ کہا گیا کہ مسعود کو بنو تمیم نے قتل کیا ہے۔ بنو ازد نے ان
 لوگوں کے پاس کا صد بھیجا اس نے دیاں پہنچ کر بنو تمیم سے یہی ذکر اذکار سے
 تب بنو ازد جمع ہوئے مسعود ابن عمرو کے بھائی زیاد ابن عمرو کو اپنا سردار بنایا
 اور مالک بن مسیح بھی بنی ربیعہ کو لیکر ان کے ساتھ ہو گیا۔ ادھر بنو تمیم احف
 کے پاس گئے اور کہا کہ لوگ کشت و خون کے لئے نکل چکے ہیں۔ مگر
 اس نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ کیونکہ وہ فتنہ و فساد نہ چاہتا تھا۔ اس
 کے پاس ایک عورت نجر لے ہوئے آئی اور کہا کہ لو اسے لئے بیٹھے رہو یعنی
 یہ کہ تم خاصی عورت ہو۔ احف کچھ شرماء حضوری بنو تمیم اور بنو قیس مقیمین بھرہ
 کو لے کر چلا۔ دونوں جماعتوں کا مقابلہ ہوا۔ اور بہت سے آدمی مارے
 گئے۔ پھر بنو تمیم نے ان سے کہا کہ اے بنو ازد۔ اللہ اللہ کرو۔ بنو ازد ہم
 تمہیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ اپنا اور ہمارا خون نہ بہاؤ۔ اور وہ اہل سلام ہیں
 جن کو تم پسند کرو۔ ہمارے خلافت باریت تم پر ہے۔ تو ہم میں سے کسی
 بہترین آدمی کا انتخاب کر کے اسے قتل کرو۔ لیکن اگر تم کو کوئی نبوت یا دلیل نہ ملے
 تو ہم خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ نہ ہم نے قتل کیا۔ نہ ہم نے ایسا حکم دیا۔ اور نہ
 ہم مسعود کے قاتل سے واقف ہیں۔ اور اگر تم یہ بھی نہ چاہو تو ہم تمہارے
 سردار کے لئے ایک لاکھ درہم بطور خون بہا دینے کے لئے تیار ہیں۔ پھر
 احف نے ان کے پاس جا کر کہے سنے کی غرض خواہی کی۔ عمر بن عبید اللہ
 ابن معمر اور عبد الرحمن بن حارث بن ہشام نے ان لوگوں کے درمیان سفارت
 کا کام انجام دیا۔ انہوں نے دس خون بہا طلب کئے۔ احف نے منظور
 کیا۔ اور آخر کار فریقین میں اسی پر مصالحت ہو گئی۔

عبد اللہ ابن حارث بنبہ کا یہ حال ہوا کہ وہ برابر نماز میں مسلمانوں
 کی امامت کرتا رہا۔ تا آنکہ عمر ابن عبید اللہ ابن معمر عبد اللہ ابن زبیر کی جانب
 سے امیر مقرر ہو کر آگیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ابن زبیر نے عمر کو بھرے
 کی امارت کا فرمان نقر ایک خط میں لکھا تھا۔ اور وہ خط عمر کے پاس

اس وقت پہنچا جب کہ وہ عمرہ کے ارادے سے جا رہا تھا۔ عمر نے اپنے بھائی عبید اللہ کو امامت کرنے کا حکم لکھا۔ چنانچہ وہ عمر کی آمد تک امامت کرتا رہا۔ عمر چند ماہ تک امیر رہا۔ پھر حارث ابن عبداللہ ابن ابی ربیعہ المخزومی اس کی معزولی کا حکم لے کر آیا۔ اور اس کی جگہ حارث قباع والی ہوا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ مسعود کے قتل کے بعد عصیبت اور خوارج کے انتشار کی وجہ سے عبید اللہ بن حارث نے بیہ کو اہل بصرہ سے معزول کر دیا۔ اہل بصرہ نے ابن زبیر کو لکھا۔ ابن زبیر نے انس ابن مالک کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس نے چالیس دن تک نماز پڑھاٹی۔ عبید اللہ بن حارث کہا کرتا تھا کہ میں نہیں چاہتا کہ میں اپنے آپ کو بگاڑ کر لوگوں کی اصلاح کروں۔ وہ ایک متدین آدمی تھا۔ اس ہی کے زمانے میں نافع ابن الازرق بصرہ سے اہواز گیا۔

اہل کوفہ کا یہ حال ہوا کہ جب انھوں نے عبید اللہ ابن زیاد کے قاصدوں کو روک کر دیا۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر آئے ہیں۔ انھوں نے ابن زیاد کے قائم مقام عمرو بن حریف کو اس کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ اب وہ اور تمام لوگ اس بات پر متفق ہوئے کہ تا وقتیکہ کسی ایک خلیفہ پر تمام لوگ اتفاق کریں ہم کسی کو اپنا امیر بنالیں چنانچہ انھوں نے بالاتفاق عمر ابن سعد کو اپنا امیر مقرر کر لیا۔ اس پر بنو ہمدان کی عورتیں امام حسین پر ویل بکا کرتی ہوئی آئیں۔ اور ان کے ساتھ ان کے مرد بھی تلواریں باندھے ہوئے لے کر اور منبر کا طواف کرنے لگے۔ محمد ابن اشعث نے کہا کہ جو بات تم چاہتے تھے اس کے خلاف ہی ہوا۔ بنو کندہ عمر ابن سعد کے امر کے اس لئے موافق تھے کہ وہ لوگ عمر کی برادری سے تھے۔ غرض کہ وہ اس کے بعد عامر ابن مسعود ابن امیہ ابن خلف بن وہب بن حذاقہ ابھی پر متفق ہوئے۔ عامر نے اہل کوفہ کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ تمام اقوام کے پاس خورد و نوش کی اشیاء اور لذتیں ہوتی ہیں۔ تم بھی ان لذتوں کو ان کے مقامات میں تلاش کرو۔ اور جو کچھ حلال اور قابل تعریف ہے اسے اختیار کرو۔ اپنی پیاس کو

پانی سے بجاؤ اور میرے سامنے سے ان دیواروں کے پیچھے چھب جاؤ۔ ابن ہمام نے اس پر یہ اشعار کہے:- (ترجمہ)

”ابنی نوشیدنی ارشیاء پیو۔ اور بغیر کسی کے حسد کے ناز و نعم میں زندگی بسر کرو۔ پانی سے پیاس بجھاؤ اور ابن مسعود کی نافرمانی نہ کرو۔ امیر کو شربِ خمر کی بہت خواہش ہے۔ تم فرے میں خوشی خوشی شراب پیو۔ تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ کون ہے جو شراب میں خالص پانی کے ملائے کو حرام بتلائے مجھے ابن مسعود کے قول سے تعجب ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں کہ رواتِ عرق انگور کو خم میں رکھنے کے بارے میں ہم پر سختی کرتے ہیں“

جب اہل کوفہ اس سے بیعت کر چکے اور ابن زبیر کو بھی اس کی اطلاع دے دی تو ابن زبیر نے بھی اس کو اس امارت پر مستقل طور سے مامور کر دیا۔ عامر کا لقب و خروجہ الجمل تھا۔ وہ پستہ قنّادی تھا۔ یزید ابن معاویہ کی وفات کے بعد تین مہینے میرا۔ پھر ابن زبیر کی طرف سے عبداللہ ابن یزید خطمی الانصاری اس کی امامت نماز کے لئے اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ والی خراج ہو کر آئے۔ ان کے علاوہ انھوں نے محمد ابن اشعث کو موصل پر حاکم بنایا۔ اور اس طرح ابن زبیر کے لئے کوفہ بصرہ۔ قبلہ۔ جزیرہ اور شام کے امالی مجتمع ہو گئے؛ مگر اہل اردن نے عمر ابن عبداللہ ابن معمر کو اپنا امیر قرار دیا۔ بصرہ میں طاعون پھیل گیا۔ جس سے اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ مگر اس کا جنازہ اٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اس نے چار قلیوں کو اس کام کے لئے اجرت پر مقرر کیا۔ اور انھوں ہی نے اس کا جنازہ اٹھایا۔

اہلِ رے کی مخالفت کا بیان

اس سال یزید کے انتقال کے بعد اہل رے نے مخالفت کی۔ ان کا سردار فرخان الرازی تھا یہ حالت دیکھ کر عامر ابن مسعود امیر کوفہ نے محمد

بنہ و خروجتہ کے معنی گنبد اور جلی گیریلے کپڑے کو کہتے ہیں۔

ابن عمیر بن عطار و ابن حاجب ابن زرارہ ابن عدس التیمی کو اہل رسے کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ اہل رسے نے ان کا مقابلہ کیا اور بھگا دیا۔ پھر عامر نے ان کے مقابلے کے لئے عتاب ابن ورقاء الریاحی التیمی کو بھیجا۔ یزید بن ابی سہبہ میں نہایت شدید جنگ ہوئی۔ فرخان قتل ہوا۔ اور مشرکین کو ہزیمت ہوئی۔ یہ محمد ابن عمیر حضرت علیؑ کے ہمراہ صفین میں کوفے کے بنو تمیم کے سر لشکر یوکرٹس کے ہاتھ سے تھے۔ وہ اس واقعے کے بعد بھی زندہ رہے اور جب حجاج کوفے کا والی مقرر ہوا تو حجاج کی ولایت کو ناپسند کرنے کی وجہ سے کوفے کو چھوڑ کر چلے گئے۔ کچھ

مروان ابن حکم کی بیعت کا بیان

اس سال شام میں مروان ابن حکم سے بیعت کی گئی۔ جس کا سبب یہ ہوا کہ جب لوگ ابن زبیر سے بیعت خلافت کر چکے تو انھوں نے عبید اللہ ابن زبیر کو مدینے پر اور عبدالرحمن ابن جندم الفہری کو مصر پر والی بنا دیا اور بنو امیہ اور مروان ابن حکم کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا۔ اس وقت عبدالملک ابن مروان کی عمر اٹھائیس برس کی تھی۔ جب حصین ابن نمیر اور اس کے ہمراہی شام پہنچے تو مروان کو اپنے اور ابن زبیر کے تعلقات سے اطلاع دی اور ان کی اور بنو امیہ سے کہا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ تم باہم ملے ہوئے نہیں ہو۔ لہذا قبسل اس کے کہ تمھارا کچھ برا حال ہو تم کسی شخص کو اپنا امیر بنا لو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک سخت اور گھمسان فتنہ واقع ہو۔ مروان کی یہ رائے تھی کہ وہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کر لے۔ ابن زیاد کو مروان کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو وہ عراق سے مروان کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے تمھارے اس ارادے سے شرم آتی ہے کہ تم بنو قریش کے سردار اور بزرگ ہو کر ابو جہدیب سے بیعت کرتے ہو۔ ابن زبیر کو ابو جہدیب اس لئے کہا گیا کہ وہ اپنے بیٹے جہدیب کی وجہ سے ابو جہدیب کی کنیت سے کہلاتے تھے۔ مروان نے کہا کہ ابھی کچھ نہیں گیا ہے۔ غرض کہ بنو امیہ اور اس کے موالی اس سے آئے اور اہل یمن بھی جمع ہو گئے۔ پھر مروان ان سب کو لے کر دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ اور وہ برابر یہ کہتا

جاتا تھا کہ "ابھی کچھ نہیں گیا" وہ دمشق ایسے وقت میں پہنچا کہ وہاں کی باشندے
 ضحاک ابن قیس سے اس امر پر بیعت کر چکے تھے کہ وہ ان کو نماز پڑھایا
 کرے گا۔ اور تا آنکہ لوگ مجتمع ہو جائیں وہ ان کے امور کا انتظام کرے گا۔
 ضحاک خفیہ طور پر ابن زبیر کے لئے دعوت خلافت دیا کرتا تھا۔ علی بن ابی القیس
 زفر ابن حارث الکلابی تفسیرین میں اور نمان ابن بشیر حمص میں ابن زبیر کے لئے
 بیعت کی دعوت دینے میں مصروف تھے۔ ان دونوں حسان ابن مالک
 ابن بحدل الکلبی جو معاویہ اور ان کے بیٹے زبید کی طرف سے فلسطین پر عامل
 تھا اور بنو امیہ کا طرفدار تھا اردن کی طرف روانہ ہوا اور روح ابن زبناع
 الحزامی کو اپنے پیچھے فلسطین پر مقرر کر گیا۔ مگر نائل ابن قیس نے روح پر حملہ کیا اور
 اس کو فلسطین سے نکال کر ابن زبیر کے لئے لوگوں سے بیعت لی۔ اس وقت
 حسان اردن میں بنو امیہ کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ چنانچہ اس نے
 اہل اردن سے کہا کہ تم لوگ ابن زبیر اور مقتولین حرہ کے بارے میں کیا
 شہادت دیتے ہو۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم شہادت دیتے ہیں کہ ابن زبیر
 منافق ہے اور حرہ کے مقتولین سب کے سب دوزخی ہیں۔ کہا کہ تم زبید
 اور اپنے مقتولین حرہ کے متعلق کیا کہتے ہو۔ لوگوں نے کہا کہ ہم شہادتیں
 کہہ زبید حق پر تھا۔ اور ہمارے مقتولین جنتی ہیں۔ اس پر حسان نے کہا کہ اگر
 شہید اور اس کی جماعت اس دن حق پر تھی تو وہ آج بھی حق پر ہیں۔ اور اگر ابن زبیر
 اور ان کی جماعت اس دن باطل پر تھی تو وہ آج بھی ضرور باطل پر ہے۔ اہل اردن
 نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ ہم اس
 شخص سے جنگ کریں گے جو تمھاری مخالفت اور ابن زبیر کی اطاعت
 کرے۔ مگر تم بھی یہ شرط کرو کہ تم ہم کو ان دونوں لڑکوں (جن سے ان کا
 مطہب زبید کے دو بیٹوں عبداللہ اور خالد سے تھا) سے بچاؤ گے۔ کیونکہ
 ہمیں یہ بات پسند نہیں کہ وہ لوگ ہمارے سامنے ایک بوڑھے آدمی کو
 پیش کریں اور ہم ٹیکے پیش کریں۔ حسان نے ضحاک کو ایک خط لکھا جس
 میں بنو امیہ کے حق کو بہت بڑھا چڑھا کر دکھایا۔ اور ان کے حسن عمل وغیرہ کی

تقریف اور ابن زبیر کی مذمت کی۔ اور یہ لکھا کہ ابن زبیر نے دو خلیفوں کی خلافت سے علیحدگی ظاہر کی ہے۔ اور یہ بھی تحریر کیا کہ یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور خط لکھا اور اپنے قاصد مسمیٰ باغضہ کو دے کر کہا کہ اگر ضحاک میرا یہ خط لوگوں کو سنا دے تو خیر ورنہ تم یہ خط لوگوں کو پڑھ کر سنا دینا۔ اور بنو امیہ کو لکھا کہ وہ اس موقع پر موجود رہیں۔ باغضہ نے وہاں پہنچ کر ضحاک کے نام کا خط ضحاک اور بنو امیہ کا بنو امیہ کو دے دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو ضحاک منبر پر چڑھا اور باغضہ نے اس سے حسان کا خط سنانے کے لئے کہا۔ اس نے کہا کہ بیٹھ جاؤ۔ باغضہ نے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ خط کے پڑھ کر سنانے کی تاکید کی مگر پھر یہ جواب ملا کہ بیٹھ جاؤ۔ تب تو باغضہ نے اپنے پاس کا خط نکالا اور لوگوں کو پڑھ کر سنا دیا۔ اس پر ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان نے کہا کہ حسان سچ کہتا ہے اور ابن زبیر جھوٹے ہیں۔ اور ابن زبیر کو گالیاں بھی دیں۔ مگر ایک بیان یہ ہے کہ ولید معاویہ ابن زید کے انتقال کے بعد انتقال کر چکا تھا۔ اس کے بعد زید ابن ابی غنم الغسانی اور سفیان ابن ابی رباح الکلبی نے کھڑے ہو ہو کر حسان کو سچا بتایا۔ اور ابن زبیر کو سب و شتم کیا۔ پھر عمرو ابن یزید الحکمی کھڑا ہوا۔ اور اس نے حسان کو برا بھلا کہا اور ابن زبیر کی تقریف و توصیف کی۔ ضحاک کے حکم سے ولید۔ یزید ابن ابی غنم اور سفیان کو قید کر دیا گیا۔ لوگوں میں ہلچل مچ گئی اور بنو کلب یکبارگی عمرو ابن یزید الحکمی پر چھپٹ پڑے۔ اور اس کو زد و کوب کیا اور اس کے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ یہ کیفیت دیکھ کے خالد ابن زید منبر کی دو سیڑھیوں پر کھڑا ہوا اور لوگوں کو ٹھنڈا کیا۔ ضحاک نے منبر سے اتر کر لوگوں کو جمعہ کی نماز پڑھائی اور پھر قصر کی طرف چلا گیا۔ ادھر بنو کلب نے سفیان کو۔ اور بنو غسان نے یزید کو چھڑا لیا۔ اور خالد ابن زید۔ اور اس کا بھائی عبداللہ مع اپنے احوال بنو کلب کے پہنچے۔ اور ولید ابن عقبہ کو رہائی دلائی۔ اہل شام اس دن کو یوم حیر وں اول کہتے ہیں۔ و
اس کے بعد ضحاک مسجد کی طرف برآمد ہوا اور وہاں بیٹھ کر یزید ابن زید

کا ذکر کیا اور اُسے سب و شتم کیا۔ یہ سن کر بنو کلب کے ایک جوان نے کھڑے ہو کر اس کو ایک لکڑی سے مارا۔ یہ دیکھ کر لوگ کھڑے ہو گئے۔ اور آپس میں لڑنے لگے۔ ان میں بنو قیس ابن زبیر اور ضحاک کے لیے دعوت دیتے۔ اور ان کی مدد کے لئے بلاتے تھے۔ اور بنو کلب بنو امیہ اور پھر خالد ابن یزید (جو اہل کلب کا بھانجا تھا) کی طرف بلاتے تھے۔ ضحاک دارالامارت میں چلا گیا اور دوسرے دن فجر کی نماز تک باہر نہ آیا۔ پھر اس نے بنو امیہ کو ایک خط لکھا جس میں ان سے معذرت چاہی اور لکھا کہ میں وہ بات نہیں کرنا چاہتا جو تم کو ناپسند ہو۔ اور ان کو بھی یہ حکم دیا کہ حسان کو لکھیں اور یہ کہ وہ خود بھی حسان کو لکھے گا کہ بنو امیہ کو دمشق سے اپنے ہمراہ لیتے ہوئے اردن سے جابیہ کو چلا جائے۔ اور جابیہ پہنچ کر بنو امیہ میں سے کسی سے بیعت کرے۔ بنو امیہ اس پر راضی ہو گئے۔ اور انھوں نے حسان کو اس مضمون کا خط لکھ دیا۔ اور بنو امیہ اور ضحاک دونوں جابیہ کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ سن کر ثور بن معن السلمي ضحاک کے پاس آیا اور کہا کہ آپ نے ہم کو ابن زبیر کی طرف بلایا اور ہم نے اسی بنا پر آپ سے بیعت کر لی۔ اب آپ اس کلبی اعرابی کے پاس جا رہے ہیں۔ اور اس کے بھانجے ابن یزید کو غلیفہ بنا نا چاہتے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ آخر آپ آپ کی کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ رائے یہ ہے کہ جس بات کو ہم پوشیدہ رکھتے تھے اس کو آپ ظاہر کر دیں۔ اور ابن زبیر کے لئے دعوت دیں۔ چنانچہ ضحاک اپنے تمام ہمراہیوں کو لے کر روانہ ہوا۔ اور مرج راہط میں اترا۔ دمشق تو اس کے ہاتھ میں تھا ہی۔ اور بنو امیہ اور حسان جابیہ میں جمع ہوئے اور حسان نے چالیس دن تک ان کو ناز پڑھائی لوگ اس اثنا میں برابر آپس میں مشورہ کرتے رہے کہ کیا کیا جائے۔ مالک ابن ہبیرہ السکونی خالد ابن یزید کو چاہتا تھا اور حصین ابن نمیر مروان کی طرف مائل تھا۔ مالک نے حصین سے کہا کہ یہ بتلاؤ کہ بھلا ہم اس ذرا سے بچے (یعنی خالد ابن یزید) سے بیعت کر لیں جس کا باپ ہمارے سامنے کی پیدائش تھا۔ اور اس کے پاس بھی ہمارے اس درجہ قدر و منزلت تھی

کہ وہ ہم کو باقی عربوں سے بلند رکھتا تھا۔ حصین نے کہا کہ نہیں خدا کی قسم یہ نہیں ہو سکتا کہ عرب تو ہمارے سامنے ایک معمر شخص کو پیش کریں اور ہم ایک بچے کو سامنے کریں۔ مالک نے کہا کہ اگر تم نے مروان کو خلیفہ بنا دیا تو یاد رکھو کہ وہ تمہارے چاہک۔ تمہاری پاپوش کے تسمے اور جس درخت کے نیچے تم بیٹھے ہو اس کی وجہ سے تم سے حد کرے گا۔ مروان ایک قبیلہ کا باب اور ایک کا بھائی ہے۔ اگر تم نے اس سے بیعت کر لی تو تم ان قبائل کے غلام ہو جاؤ گے اس لئے بہتر ہے کہ تم اپنے بھانجے ہی کو اختیار کرو۔ حصین نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک قنديل آسمان سے ٹٹکی ہوئی ہے۔ اور جو شخص کہ خلافت کا دالی ہونے والا ہے وہ اس کو پکڑ رکھا ہے۔ مگر مروان کے کوئی اس تک نہیں پہنچ سکا۔ قسم ہے خدا کی کہ ہم ضرور اسے خلیفہ بنائیں گے۔ روح ابن زبناح الجذامی نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے لوگو تم عبداللہ ابن عمر کو ان کی صحبت اور اسلام میں ان کے رتبے کو یاد کرو۔ اور جس طرح کہ تم یاد کرتے ہو وہ ویسے ہی ہیں۔ مگر وہ ضعیف ہیں اور امت محمدی کا دالی و وارث ضعیف نہیں ہو سکتا۔ پھر تم ابن زبیر کا ذکر کرتے ہو۔ وہ جیسا کہ تم کہتے ہو حضرت رسول خدا کے حواری۔ اور ذات النطاقین کے بیٹے ہیں۔ مگر وہ منافق ہیں۔ انھوں نے یزید اور یزید کے بیٹے معاویہ دونوں کی خلافت کو تسلیم نہیں کیا۔ خوں ریزی کی اور مسلمانوں میں نفاق و شقاق پھیلا۔ اور امت محمدی کا دالی و صاحب کبھی منافق نہیں ہو سکتا۔ اب رہا مروان۔ بخدا اسلام میں کوئی شگاف ایسا نہیں ہوا جس کے جوڑنے اور بھرنے والوں میں یہ نہ رہا ہو۔ وہ وہی ہے جو جنگ جمل میں حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے لڑا تھا ہماری یہ رائے کہ اب لوگوں کو یہ کرنا چاہئے کہ وہ بڑے یعنی مروان سے بیعت کریں اور چھوٹے (یعنی خالد بن یزید) سے مشورہ لیں۔ چنانچہ ان سب کی یہی رائے ہوئی کہ پہلے مروان ابن حکم پھر خالد ابن یزید اور پھر خالد کے بعد عمرو ابن سعید سے بیعت کی جائے۔ اور شرط یہ قرار پائی کہ دمشق کی امارت عمرو کو اور حمص کی خالد بن یزید کو دے دی جائے۔ چنانچہ

حسان نے خالد کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھانجے لوگوں نے تمہاری کم سنی کی وجہ تم سے بیعت کرنے سے انکار کر دیا ہے اور خدا کی قسم ہے کہ میں یہی چاہتا تھا کہ یہ امر سواشے تمہارے اور تمہارے اہل بیت کے اور کسی کو نہ ملے۔ اور میں مردان سے بھی صرف تم لوگوں کے لحاظ سے بیعت کرتا ہوں۔ خالد نے کہا نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ آپ ہم سے عاجز آگئے ہیں۔ کہا نہیں خدا کی قسم میں تم سے عاجز نہیں آیا۔ مگر خیر جو کچھ تمہاری رائے ہو اس کا تم کو اختیار ہے۔ غرض کہ اس کے بعد ان سب نے سحیحہ کی تیسری ذی قعدہ کو مردان سے بیعت کر لی۔ جب مردان سے بیعت کی گئی تو اس نے یہ اختیار کہے (ترجمہ) :-
 ”جب میں نے دیکھا کہ امر سخت ہو جاتا ہے تو میں نے ان کے لئے قیدی اور کلب کو بھیج دیا۔ میں نے ہی بنی سسکسک کو مقابلے کے لئے بھیجا جو زبردست اور اچھے لوگ ہیں اور بغیر مارے کسی بات کو نہیں مانتے۔ اور میں نے بنی قین کو بھیجا جو زرہ پہنکر سینے نکال کر اکرستے ہوئے چلتے ہیں اور بنی تنوخ کو بھیجا جو بہت ہند اور سخت ہیں۔ وہ لوگ سواشے زبردستی کے اور کسی طرح نہیں لیتے۔ اگر بنو قیس قریب آئیں تو اب کہہ دو کہ اب تم قریب نہ آؤ۔“

جنگ مرج راہط اور ضحاک و نھان ابن بشیر کے قتل کا بیان

جب لوگ مردان سے بیعت کر چکے تو مردان جابیہ سے روانہ ہو کر مرج راہط پہنچا۔ جہاں ضحاک ایک ہزار آدمیوں کو ہمراہ لئے ہوئے موجود تھا۔ ضحاک کی درخواست پر نھان ابن بشیر نے جو عامل جمع تھے اسکو مدد دی اور اس غرض کے لئے شہر میل ابن ذی الکلاع روانہ کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ضحاک نے زفر ابن حارث سے بھی مدد طلب کی۔ زفر نے بھی اہل قنسرین کو ضحاک کی مدد کے لئے بھیجا۔ اسی طرح ناطل بنہ اہل فلسطین کو کمک کے لئے روانہ کیا۔ اور یہ سب کے سب اگر ضحاک کے پاس جمع ہو گئے۔ اور بنو کلب بنو غسان بنو سسکسک اور بنو سکون مردان کے گرد جمع ہوئے۔ مردان نے اپنے میمنہ پر عمرو ابن سعید کو اور میسرہ پر عبید اللہ ابن زیاد کو مقرر کیا۔ یزید ابن ابی العنفس دمشق میں رہ پڑا تھا۔ وہ جابیہ نہیں آیا۔ بلکہ دمشق پر غالب

ہو کر ضحاک ابن قیس کے عامل کو دہاں سے خارج کر کے خزانہ اور بیت المال بھی قبضہ کر لیا۔ پھر مردان کے لئے بیت لی۔ اور ان کو روپیہ اور آدمیوں اور اسلحہ سے مدد دی۔ یہ سب سے پہلی فتح تھی جو بنو امیہ کو حاصل ہوئی۔ ضحاک اور مردان بیس دن تک مرج راہط پر لڑتے رہے۔ جنگ نہایت شدید تھی۔ ضحاک و حید بن عبداللہ کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اہل شام کے اسی عدد اشرف کا بھی خون ہوا۔ اہل شام بری طرح مارے گئے۔ اور قیس تو اس بری طرح مارے گئے کہ اس سے قبل وہ کبھی اس طرح مارے نہ گئے تھے۔ مقتولین میں مانی ابن قبیصۃ النخیری تھا جو اپنی قوم کا سردار اور ضحاک کے ہمراہ ہو کر لڑ رہا تھا۔ اس کو دافع ابن ذوالقہ الکلبی نے قتل کیا۔ اس نے زخمی ہو کر گرتے گرتے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ)۔

”ادبذات کے بچے۔ خدا کرے تو مرے ایسے آدمی کے لئے تیار رہ جو موت کو اچھا سمجھتا ہے اور مستقل مزاج ہے۔ مجھ میں رن بھر بھی جان باقی نہ چھوڑ۔ میں صابر آدمی ہوں۔ حالانکہ تجھ سے کمزور آدمی مجھے ہٹے ہیں یا یہ سن کر دافع نے پلٹ کر اس کا کام تمام کر دیا۔“

یہ جنگ حہ کے محرم میں ہوئی تھی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ حہ کے آخر کا واقعہ ہے۔ مردان نے ضحاک کا سر دیکھا تو اس کو بہت رنج ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اب میں بوڑھا ہو گیا۔ میری ہڈیاں گل گئیں۔ اور میں بالکل ایک گوسے کی طرح ہوں۔ کہ فوجوں کے دستے کے دستے لاتا ہوں۔

اور ان کو ایک دوسرے سے ہی بھڑا دیتا ہوں۔“

”مرج راہط سے بھاگ کر لوگ اپنے لشکروں سے جاملے اہل محضی آگئے نعمان بن بشیر اس کا عامل تھا۔ جب اس کو یہ خبر ملی تو وہ ایک رات اپنی زوجہ نامہ بنت عمارۃ الکلبیہ اپنے مال و اسباب اور اولاد سمیت دہاں سے فرار کر گیا۔ اور تمام رات اسی طرح حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ صبح کو اہل محض نے اس کو تلاش کیا۔ چنانچہ عمر بن حلی الکلاعی اس کو باگیا اسے قتل کر ڈالا۔ اس کے اہل و عیال دوسرے کو اپنے ہمراہ لے آیا۔ اور اہل محض کے

بنو کلب نے آ کر نائلہ اور اس کے بچوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر زفر بن حارث الکلبی اس ہزیمت کا حال سن کر قنسرین سے بھاگا اور قرقیشیا پہنچا جہاں عیاض الحارثی عامل تھا (جس کو نیزید نے اس مقام کا عامل بنایا تھا) اس نے درخواست کی مجھے صرف حمام میں جانے دو اپنی بیویوں کو طلاق اور غلاموں کو آزاد کرنے کی قسم کھا کر کہا کہ میں حمام سے نکلتے ہی یہاں نہیں ٹھہروں گا۔ عیاض نے اسے شہر میں آنے کی اجازت دے دی۔ اس نے اندر جاتے ہی اس پر قبضہ جما لیا اور قلعہ بند ہو گیا۔ حمام میں گیا ہی نہیں اور اب بنی قیس اُس کے پاس اکٹھا ہو گئے اسی اثنا میں نائلہ بن قیس کجنامی بھی فلسطین سے فرار ہو کر کے میں عبداللہ ابن زبیر سے جا ملا۔ اس کے اس فرار کے بعد مروان نے روح ابن زبیر کو فلسطین کا عامل مقرر کر دیا اور شام میں مستقل قبضہ جما کر وہ اپنے عامل مقرر کئے۔

اس تمام واقعے کی ایک اور روایت اس طرح ہے :-
عبید اللہ ابن زیاد بنو امیہ کے پاس تدمر گیا۔ اور مروان اس ارادے میں تھا کہ جا کر ابن زبیر سے بیعت کرے اور بنو امیہ کیلئے امان طلب کرے۔ مگر ابن زیاد نے اس کو ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور اس سے اہل تدمر کو ساتھ لیکر ضحاک ابن قیس سے جنگ کرنے کو کہا۔ عمرو ابن سعید نے بھی اسکی لٹے سے اتفاق کیا۔ اور یہی مشورہ دیا کہ مروان اس غرض سے خالد ابن زبیر کی ماں سے نکاح کرے کہ خالد لوگوں کی نظروں سے گرجائے۔ چنانچہ مروان نے خالد کی والدہ فاختہ بنت ابی ہاشم ابن عتبہ سے نکاح کر لیا۔ پھر بنو امیہ نے جمع ہو کر اس سے بیعت کی اور اہل تدمر نے بھی بیعت کر لی۔ پھر وہ ایک لشکر عظیم لے کر ضحاک کے مقابلے کو نکلا۔ ضحاک نے بھی مقابلہ کیا۔ جنگ ہوئی ضحاک اور اس کے ہمراہیوں نے شکست کھائی۔ اور ضحاک قتل ہوئے۔ زفر بن حارث قرقیشیا کو چلا گیا۔ بنو سلیم کے دونوں جوان اس کے ہمراہ تھے۔ مروان کے سپاہی اس کی طلب میں نکلے ان دونوں جوانوں نے زفر سے کہا۔ کہ تم اپنی جان بچا کر بھاگو ہم لڑیں گے۔ زفر انھیں چھوڑ کر چلا گیا وہ دونوں مارے گئے۔ اس کے متعلق زفر نے یہ

اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

”اری نیک بخت! ذرا مجھے میرے ہتھیار تو دکھا دے۔ اڑائی تو دن بدن بڑھتی ہی جاتی ہے۔ مجھے مروان کی طرف سے یہ اڑتی سی خبر ملی ہے کہ یا وہ خوں بہائے گا۔ یا میری زبان کاٹے گا۔ جب ہم نے اپنے معشوقوں یا عورتوں کے لئے عالیشان محل بنائے ہیں تو اب زندگی ہی سے اس کلفت شکست کو دور کرنا چاہئے اور بھاگ جانے کے لئے ہر طرف موقع ہے۔ یہ سمجھنا کہ میں غفلت میں غائب ہو گیا ہوں۔ اور اگر میں تمہارے پاس آؤں تو میری آمد سے خوش بھی نہ ہوں گا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ غلاظت کے ڈھیروں پر بھی روئیدگی پیدا ہو جایا کرتی ہے۔ اس کے پتے کے نیچے شرمیلیاں ہیں۔ زمین پر ایسی ہی غلاظت کے تو دے باقی نہ رہیں گے۔ مگر نفوس کی ٹھیکریاں جیسی کی تیری رہ جائیں گی۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ رابطہ نے حسان کے لئے ایک صاف و ظاہر اور خبردار کر دینے والی شکست چھوڑ دی ہے۔ تو نے اس سے پہلے میری کوئی لغزش نہیں دیکھی۔ میرا فرار اور میرا اپنے ہمراہی کو داناں چھوڑ دینا نہ دیکھا تھا۔ اس شام کو جب تک کہ میں اپنے ہمسروں کو بلاتا تھا۔ مگر میں نے سوائے اس کے اپنے مخالفین کو دیکھا اپنے موافقین کو کہیں نہ پایا۔ کیا میری ایک یوم معرکہ کی کوتاہی میرے تمام گزشتہ جنگوں کی حسن کارگزاری کو کالعدم کر دیگی۔ اب جب تک ایسی جنگ نہ ہو جائے جس میں گھوڑے نیزوں سے کوچنے جائیں اور میں اپنی عورتوں کا کلی عورتوں سے بدلہ نہ لے لوں صلح نہیں ہو سکتی۔ کاش میں جانتا کہ میری غارت گری جو میں قبیلہ تنوخ اور طے دونوں قبیلوں پر کر دنگا وہ مجھے اس جوش انتقام کی سوزش سے شفا دے گی۔“

جو اس ابن قوطل نے اس کا جواب یوں دیا (ترجمہ اشعار) :-

”مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ جنگ رابطہ نے زفر کیلئے ایک نہایت تلخ اور باقی رہنے والا مرض چھوڑ دیا ہے۔ جو اسکی پسلیوں میں جاگزین ہو گیا ہے اور طبیب و معالج کو عاجز کر چکا ہے تو سلیم عام اور بیچارے بنی ذبیان کے مقتولین پر رونے والیوں کو رلا رہا ہے اور خود بھی انکی طرح روتا ہے۔ اس نے اسلحہ طلب کئے۔ مگر جب مقابلے میں قبیلہ حباب کی

تہا اریں اور راز قامت تیز رو گھوڑے دیکھتے ہی اپنی جگہ ٹھسک گیا۔ ان گھوڑوں پر یہ وہلا اور جوان موار ہیں کہ جب وہ لائبے لائبے نیزوں کی طرف بڑھتے ہیں تو شیر نیستان ہو جاتے ہیں۔

عمر و ابن جلی الکلبی نے کہا (ترجمہ اشعار) :-

”نفر اپنے قبیلہ قیس کی ہلاکت پر گریاں ہوا۔ جو بپتہ بپتہ کبھی رکتے ہی نہیں۔ ہم جنگ رابطہ کے مقتولوں پر رلاتے ہیں جن کے گرد جنگلوں اور میدانوں کے گروہ اور الو گھومتے ہیں۔ کیا میدان رابطہ میں قبیلہ قیس کا کوئی حامی زندہ بچا ہے؟ جب کہ وہ بھاگے جا رہے تھے اور ان کے مکانات ٹوٹے جا رہے تھے قبیلہ حرا ان انھیں اس طرح رزار ہے کہ ان کے آنسو برابر جاری ہیں اور اب بنی نزار کو یہ امید بندھ گئی ہے کہ ان کی عقلیں واپس آجائیں گی۔ اب یا تو تو غم سے مر جا اور یا ولیں شکستہ ہو کر لسی حرت میں زند گئی۔ کہ جس کا بیدار کیا ہوا کبھی خواب نوشتیں کا لطف نہیں اٹھاتا“

اور اسی قسم کے اور اشعار بھی تھے۔ پڑ

{ یزید ابن ابی انفس میں سین مہملہ ہے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ یہ لفظ شین معجب سے ہے۔ یہ شخص اسلام سے مرتد ہو کر جبلہ ابن ایہم کے ساتھ روم کو چلا گیا تھا۔ بعد میں دوبارہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ہمراہ تھا اور عبدالملک بن مروان کے زمانے تک زندہ رہا۔ }

مروان کی فتح مصر کا بیان

جب ضحاک اور اس کے ہمراہیوں کے قتل کے بعد ملک شام مروان کے لئے مستحکم ہو گیا تو اس نے مصر کا رستہ لیا اس وقت عبدالرحمن ابن محمد القرشی دماں کا والی تھا۔ اور ابن زبیر کی طرف سے بیعت کی دعوت دیا کرتا تھا۔ مروان کی آمد کی خبر سنکر وہ اپنے ہمراہیوں کو لے کر اس کے مقابلے کیلئے نکلا۔ مروان نے اس کے عقب سے عمرو بن سعید کو روانہ کر دیا اور مصر میں داخل ہو گیا چنانچہ جب وہ مصر میں داخل ہوا تو ابن محمد اس کی خبر سنکر واپس چلا گیا۔ لوگوں نے مروان سے بیعت کی اور وہ دمشق کو چلا گیا۔ لیکن اس کے

قریب پہنچ کے اُسے معلوم ہوا کہ ابن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو ایک فوج کے ساتھ روانہ کیا ہے۔ لہذا قبل اس کے کہ مصعب شام پہنچے اس نے عمرو ابن سعید کو اس کے مقابلے کے لئے بھیج دیا۔ دونوں میں جنگ ہوئی جس میں مصعب اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ حالانکہ وہ ایک دلیر اور شجاع آدمی تھا۔ اس کے بعد مروان دمشق کو واپس گیا۔ اور وہاں بالاستقلال رہنے لگا۔ حصین ابن نمیر اور مالک ابن سبیر نے اپنے اور خالد ابن یزید کے لئے مروان سے یہ شرائط کی تھیں۔ چنانچہ جب وہ مستقل طور پر اپنے ملک میں جم گیا تو ایک دن مالک کی موجودگی میں انھوں نے کہا کہ بعض لوگ چند شرطوں کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان ہی میں ایک بہت عطر اور سرمہ لگانے والا ہے۔ اس سے اس کی مراد مالک سے تھی جو خوشبو استعمال کرتا اور سرمہ لگایا کرتا تھا۔ مالک نے کہا کہ ہاں وہ شرطیں جب پوری ہوئیں گی جب تم تہامہ جا کر ہرنوں کے لئے تنگ باندھو گے۔ مروان نے کہا کہ ٹھیکہ و ابوسلیمان ٹھیکہ و ہم تو تم سے یوں ہی ہنسی کر رہے تھے۔ کہا۔ ہاں ٹھیک ہے۔ بخو

اہل خراسان کی مسلم ابن زیاد سے بیعت: عید الشہدین خازم کے امر کا بیان
جب مسلم ابن زیاد کو خراسان میں یزیدی کی وفات کی خبر ملی تو اس نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا۔ اس پر ابن عرادہ نے یہ اشعار کہے (ترجمہ):
اے بادشاہ جس کا دروازہ بند ہے۔ بڑے بڑے امور پیش آ رہے ہیں۔ حرہ اور کابل میں مقتولین پڑے ہیں۔ اور یزید کا بند دروازہ اور بھی بند ہو گیا ہے۔
بنو امیہ تمہارے آخری بادشاہ کا جسم حواریں میں پڑا ہوا ہے۔ اس کی موت نے اگر اُس کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے تکائے کے پاس پیالہ رکھا ہوا ہے اور ایک تحریر زار شکنہ بہ رہا ہے۔ ایک کمان اس کی عورتوں پر رو رہی ہے جو کبھی بیٹھتی اور کبھی کھڑی ہوتی ہیں۔
جب یہ اشعار پھیلنے لگے تو مسلم نے یزید ابن معاویہ اور اس کے بیٹے معاویہ ابن یزید کے انتقال کا بھی اظہار کیا۔ اور لوگوں کو دعوت دی کہ

دوسرے خلیفہ کے انتخاب اور امر کے استقامت پر یہ سونے تک وہ خود اسی کے ہاتھ پر بیعت رضا کر لیں۔ چنانچہ لوگوں نے اس سے بیعت کی۔ مگر وہی ماہ کے بعد توڑ دی۔ حالانکہ وہ ان لوگوں سے حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ اور بہت ہر دلعزیز تھا۔ بہر حال اپنے علیحدہ کئے جانے کے بعد اس نے مہلب ابن ابی صفزہ کو اپنا جانشین بنا دیا۔ جب وہ وہاں سے سرخس گیا تو وہاں اس کو سلیمان بن مرثد ملا۔ جو بنو قیس ابن ثعلبہ بن ربیعہ سے ایک فرد تھا۔ اس نے کہا کہ شاید بنو نزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے جو تم نے خراسان پر ایک یمنی کو اپنا جانشین بنا دیا۔ یمنی سے اس کی مراد مہلب سے تھی۔ کیونکہ وہ قبیلہ ازد سے تھا۔ جو یمن کا رہنے والا تھا۔ اس لئے سلم نے مہلب کو عمروالروڈ۔ غاریاب طالقان اور جو رجوان کا والی بنا دیا۔ اور اس کی جگہ اوس ابن ثعلبہ بن زحر کو ہرات کا والی مقرر کیا۔ یہی شخص بصرے میں جو قصر تھا اس کا مالک تھا۔ پو

جب وہاں سے سلم نیشابور گیا تو وہاں عبداللہ ابن خازم سے ملاقی ہوا۔ اس نے پوچھا کہ تم نے خراسان پر کس کو والی بنایا۔ سلم نے بتلایا کہ فلان کو۔ عبداللہ نے کہا کہ کیا تم کو مصر میں کوئی ایسا شخص نہیں ملتا تھا جس کو تم والی بناتے۔ بھلا تم نے خراسان کو بکر بن وائل اور یمن والوں میں کیوں بانٹ دیا لاؤ میرے واسطے وہاں کی تقرری کا حکمنامہ لکھ دو۔ چنانچہ سلم نے اس کو خراسان کی ولایت پر تقرری کا عہد اور حکمنامہ لکھ دیا۔ اور ساتھ ہی ایک لاکھ درہم بھی دیئے۔ ابن خازم مرو کو روانہ ہوا۔ وہاں مہلب کو جب اس کی روانگی کی خبر ہوئی تو وہ جو چشم ابن سعد بن زید مناۃ بن تمیم میں سے ایک شخص کو اپنا جانشین بنا کر فوراً مقابلے کے لئے چڑھ دوڑا۔ چنانچہ جب عبداللہ ابن خازم وہاں پہنچا تو اس چشمی شخص نے اس کو دست درازی سے باز رکھا۔ دونوں میں مدبھیڑ ہوئی۔ چشمی کی پیشانی میں ایک پتھر سے ایسی چوٹ لگی جو مہلک ثابت ہوئی اور وہ دو دن کے بعد مر گیا۔ ابن خازم وہاں سے سلیمان بن مرثد کے مقابلے کے لئے مروالروڈ گیا۔ جہاں چند دن سلیمان کو

لڑائی ہوئی جس میں وہ کام آیا۔ پھر ابن خازم نے عمرو ابن مرشد کا رخ کیا جو طالقان میں تھا۔ اس سے بھی خاصی جنگ ہوئی۔ وہ مقتول ہوا۔ اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے۔ اور آخر کار وہ سب ہرات جا کر ابن ثعلبہ سے مل گئے۔ ابن خازم وہاں سے مرو واپس آگیا۔ وہاں جس قدر بکر ابن وائل کے افراد تھے وہ سب بھاگ کر ہرات چلے گئے۔ ادھر سے سرحد خراسان سے بھی تمام بکری وہیں پہنچے اور سب نے یکجا جمع ہو کر اس سے کہا کہ ہم تم سے اس شرط پر بیعت کرتے ہیں کہ تم ابن خازم کے مقابلے کے لئے جاؤ۔ اور بنو مضر کو خراسان سے نکال باہر کرو۔ مگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب بنو صہیب نے (جو بنو محمد کے موالی تھے) ان سے کہا کہ ہم کو یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ بنو مضر اور ہم ایک ہی شہر میں مقیم رہیں۔ انھوں نے مرشد کے دونوں بیٹوں سلیمان اور عمرو کو قتل کر دیا ہے۔ اگر آپ ہم سے اس شرط پر بیعت لیتے ہیں تو خیر ورنہ ہم آپ کے سوا کسی اور سے بیعت کر لیں گے۔ اس نے ان کی شرط منظور کر لی۔ وہاں سے ابن خازم یہ حالات سن کر اس کے مقابلے کے لئے نکلا اور اپنے اور ہرات کے درمیان ایک وادی میں پہنچ کر ٹھہر گیا۔ بنو بکر نے یہ رائے دی کہ ہرات سے باہر نکل کر اور خندق کھود کر ابن خازم سے مقابلہ کرنا چاہئے۔ مگر اس نے کہا کہ نہیں بہتر یہ ہے کہ ہم یہیں شہر کے اندر رہ کر جنگ کریں کیونکہ یہ ایک مضبوط شہر ہے۔ علاوہ اس کے ہم ابن خازم کے مقابلے میں بہت سی مدت صرف کر کے اسے تھکا دیں گے۔ اور جو کچھ ہم اس سے مانگیں گے مل جائے گا۔ بنو بکر نے نہ مانا اور باہر نکل کر خندقیں کھود کر ابن خازم سے جنگ آزما ہوئے۔ وہ ان کی تقریباً ایک سال تک لڑتا رہا۔ ہلال العنبی نے ابن خازم سے کہا کہ آپ اپنے ہی بھائیوں اور بھتیجیوں سے جنگ کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے ان کو مار کر اپنی مراد حاصل بھی کر لی۔ تب بھی آپ کو زندگی میں کوئی بھلائی تو نصیب نہ ہوگی۔ کاش کہ آپ بجائے اس کے ان کو کوئی ایسی چیز دے دیتے جس سے وہ لوگ خوش ہو جاتے اور آپ کسی طرح اس امر کو صلاحیت پر لا سکتے۔

ابن خازم نے کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم ان کی خاطر خراسان سے نکل بھی جائیں۔ تب بھی وہ خوش نہ ہونگے۔ ہلال نے کہا کہ بخدا نہ میں آپ کے ساتھ لڑوں گا۔ اور نہ کوئی اور آپ کا ساتھ دیگا۔ جب تک کہ آپ میری بات نہ مان لیں اور ان لوگوں سے اعتذار نہ کر لیں۔ ابن خازم نے کہا اچھا تم میری جانب سے ان کی طرف قاصد بن کر جاؤ اور ان کو راضی کر لو۔ چنانچہ ہلال اخصیہ اوس ابن ثعلبہ کے پاس گیا اور اس کو خدا کی قسم اور بنو نزار کی قربت کا واسطہ دے کر اس کی دوستی اور محبت کے حفظ کی تاکید کی۔ اس نے کہا کہ کیا تم بنو صہیب سے ملے۔ کہا نہیں۔ کہا تم ان سے ملو۔ ہلال وہاں سے نکلا۔ ان کے رؤسا کی ایک جماعت سے ملا اور ان کو اپنے آنے کی غرض و غایت سے مطلع کیا۔ انھوں نے پوچھا کہ تم بنو صہیب سے ملے یا نہیں۔ ہلال نے کہا کہ تم لوگ بنو صہیب کو بہت کچھ سمجھتے ہو۔ چنانچہ آخر کار وہ بنو صہیب کے پاس گیا۔ اور ان سے گفتگو کی۔ انھوں نے کہا کہ اگر تم قاصد نہ ہوتے تو ہم ضرور تم کو مار ڈالتے۔ ہلال نے پوچھا کہ آخر تم لوگ کسی بات پر راضی بھی ہو گے یا نہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم وہیں سے ایک بات پر راضی ہیں۔ یا تو تم خراسان سے نکل جاؤ یا اگر رہتے ہو تو ہم کو اپنے تمام اسلحہ گھوڑے اور سونا چاندی سب کچھ دے دو۔ وہ ابن خازم کے پاس گیا اور کہا کہ کہئے آپ کے پاس کیا ہے۔ اس نے سب کچھ بتلادیا۔ اور کہا کہ جب سر خدا نے مضر میں سے اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو مبعوث کیا ہے تب ہی سے وہ اپنے رب سے ناراض ہیں۔

غرض کہ ابن خازم نے ان لوگوں سے لڑنا شروع کیا۔ ایک دن اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ہماری اقامت کو یہاں بہت مدت ہو گئی ہے۔ پھر ان سے پکار کر کہا کہ اے بنو ربیعہ! کیا تم تمام خراسان میں صرف اپنی خندقوں پر قناعت کرتے ہو۔ اس سے ان کی رگ حمیت اور زیادہ پھٹک اٹھی اور انھوں نے جنگ کا نعرہ مارا۔ مگر اوس ابن ثعلبہ نے ان کو خروج سے روک دیا۔ اور کہا کہ تم اب تک جس طرح لڑ رہے تھے اسی طرح لڑے جاؤ۔

لیکن انھوں نے نہ مانا۔ ابن خازم نے اپنے اصحاب سے کہا کہ خیردار آج کا دن تمھارے ہاتھ سے جانے نہ پائے۔ جو کوئی غالب ہو گا بادشاہت اُسی کی ہوگی۔ جب تم گھوڑوں کو دیکھو تو ان کے نتھنوں میں نیزے مارو۔ چنانچہ وہ کچھ عرصے تک لڑتے رہے اور آخر کار بکیر بن وائل کو ہزیمت ہوئی وہ بھاگ کر اپنی خندقوں تک پہنچ گئے۔ اور اسی بھگدڑ میں دہننے بائیں منتشر ہو گئی اور بہت سے آدمی خندق میں گر پڑے۔ لڑائی نہایت شدید تھی۔ اس ابن ثعلبہ سجستان کو فرار کر گیا۔ اور وہیں یا اس کے قریب ہی انتقال کیا۔ اس دن معرکہ میں بنو بکیر بن وائل کے ساتھ ہزار آدمی تہ تیغ ہوئے۔ ابن خازم کو ہرات پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور ہرات پر اپنے بیٹے محمد کو مقرر کر کے شماس ابن ذمار العطار دمی کو اس کے ساتھ چھوڑ دیا۔ اور بکیر بن وشیاح الثقفی کو صاحب الشرطہ بنا کر ابن خازم خود مرو کو واپس آ گیا۔ پھر ابھی ابن خازم ہرات ہی میں تھا کہ ترکوں نے قصر اسخاد پڑیس میں بنواز دے کے آدمی پناگزیں تھے حملہ کیا۔ ترکوں نے ان کا محاصرہ کیا۔ بنواز دے نے ابن خازم کے پاس پیغام بھیجا۔ اس نے زہیر ابن جیان کو بنو تميم کے ہمراہ بنواز دے کی امداد کے لئے روانہ کیا۔ اور زہیر سے کہا کہ خیردار ترکوں کو کہیں ٹھکانا نہ دینا۔ جوں ہی ان کو دیکھنا فوراً حملہ کر دینا۔ چنانچہ زہیر ایک سردی میں ترکوں کے پاس پہنچا۔ اور ان کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ ترک بھاگ کھڑے ہوئے زہیر کے آدمیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت رات گئے واپس ہوئے۔ نیزہ پکڑے پکڑے ان کا ہاتھ سردی سے نیزے ہی پر اکڑ کر رہ گیا تھا۔ ان کے ہمراہیوں نے چربی گرم کر کے ان کے ہاتھ پر رکھی اس پر تیل کی مالش کی اور ان کو لئے ہاتھ تاپنے کے واسطے آگ جلائی۔ تب جا کر ان کا ہاتھ پھر اپنی اصلی حالت پر آیا۔ اس کے بعد وہ ہرات کو واپس چلا گیا۔ اس کے متعلق ثابت قطنہ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

میری جان بنو تميم کے شہسواروں پر قربان ہو کہ انھوں نے ایک

تنگ مقام پر قصر باہلی کے قریب جنگ کی۔ جب کہ میں دیکھ رہا تھا کہ میرے حمایت و حفاظت کرنے والے نہیں رہے۔ اور میں اپنے نیزے کے ٹوٹ جانے کے بعد اپنی تیغ جو ہر دار سے ان لوگوں پر اس شدت اور جوش سے حملہ کرتا تھا جیسے کہ شراب پینے والے جامہ اسے شراب پر۔ خدا کے وحدہ لا شریک لہ کی مدد نہ ہوئی اور اگر میں بادشاہ سردار کے سر پر حملہ نہ کرتا (تو نہیں معلوم کیا ہوتا) جبکہ بنو ثمار کی عورتیں پنڈلیاں کھولے ہوئے ترکوں کے سامنے جارہی تھیں۔

توابعین کے امر کا بیان

کہتے ہیں جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہو چکے اور ابن زیاد نجد کی چھاؤنی سے واپس ہو کر کوفہ میں داخل ہوا تو شیعہ اس سے ملے اور اس کو لعنت ملامت اور نادم کرنے لگے اور آپس میں یہ رائے ہوئی کہ تم نے ان کو بلا کر بے یار و مددگار چھوڑ دیا تم نے یہ سخت غلطی کی حالانکہ وہ تمہارے بلائے ہوئے آئے تھے اور اہل کوفہ کے پاس لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اور ان کی یہ رائے ہوئی کہ ان کے اس عار اور گناہ کو کوئی چیز نہیں دھو سکتی سوا اس کے کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے جنہوں نے حضرت امام حسین کی شہادت میں شرکت کی ہے۔ چنانچہ وہ سب مل کر رؤسا و شیعہ میں سے پانچ شخصوں کے پاس گئے۔ یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی (جو صحابہ میں سے تھے) مسیب ابن نجبہ الفزری (جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہیوں میں سے تھے) عبداللہ ابن سعد ابن نفیل الازدی۔ عبداللہ ابن وال التیمی (جو بنو بکر ابن وائل کی شاخ تیم میں سے تھے) اور رفاعہ ابن شاہد البجلی۔ یہ سب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہترین اصحاب میں سے تھے۔ غرض کہ وہ سب سلیمان ابن صرد الخزاعی کے مکان میں جمع ہوئے۔ سب سے پہلے مسیب ابن نجبہ نے تقریر کی اور خدا نے تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ ہم کو طول عمر اور انواع و اقسام

فتنوں کے تعرض سے آزمائش میں ڈالا گیا ہے۔ ہم کو اپنے رب کی طرف رجوع کرنا چاہئے کہ ہمیں وہ ان لوگوں میں سے نہ بنائے جن سے وہ فرد ہے قیامت میں یہ فرمائے گا کہ اَلَا وَلَکُمْ نِعْمَةٌ کُنتُمْ مَائِدَتِکُمْ فَذَرُوْهُنَّ فَاِنَّ لَکُمۡ اِلٰہًا غَیْرَہُنَّ ۚ (ان لوگوں کو جو تم پر عداوت کرتے تھے، ان سے بھاگ جاؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی طرف متوجہ کیا اور تم کو اپنی ہی عبادت سے روکا)۔

کیونکہ امیر المومنین علیؑ نے فرمایا ہے کہ داعر وہ چیز ہے جو خدا نے تعالیٰ نے آدمی کو ساٹھ سال کے لئے ایک عذر کے موقع کے طور پر عنایت فرمائی ہے اور ہم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو اس بدت کو شریعت سے الگ کر دے۔ حالانکہ ہم سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ ہم اپنا تزکیہ نفس کریں گے۔ خدا نے تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کے لواحقین کے تمام معرکوں میں ہم کو جھوٹا ہی پایا۔ حالانکہ اس سے قبل ہمارے پاس اس کی کتابیں اور اس کے رسول آچکے تھے۔ امام حسینؑ نے ہم کو عذر کا موقع دیا۔ اور ہم سے بار بار اور علانیہ طور پر اپنے لئے نصرت و امداد طلب کی مگر ہم نے ان سے اپنی جانیں دینے میں بخل کیا۔ تا آنکہ وہ ہمارے ہی پہلوؤں کے قریب شہید ہوئے۔ نہ ہم نے اپنے ہاتھوں سے ان کی مدد کی۔ نہ ان کی طرف سے ہم اپنی زبانوں سے بدلہ و مباحثے میں شریک ہوئے۔ نہ ہم نے ان کو اپنے اموال سے تقویت دی نہ اپنے خاندانوں اور قبیلوں سے ان کے لئے امداد طلب کی۔ اب بتاؤ کہ ہم اپنے رب اور اپنے نبی سے ملنے وقت کیا عذر پیش کریں گے۔ حال یہ ہے کہ ہم میں اس کے جدید کی اولاد و ذریعات اور نسل قتل ہوئی۔ خدا کی قسم سوائے اس کے عذر کا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ تم امام مرحومؑ کے قاتلوں کو قتل کرو اور یا اسی دشمن میں مرجاؤ۔ ممکن ہے کہ ایسا کرنے سے ہمارا رب ہم سے خوش ہو جائے۔ میرا تو یہ حال ہے کہ میں خدا سے ملنے کے بعد اس کی سزا اور عقوبت سے بے خوف نہیں ہوں۔ اے لوگو! اپنے میں سے کسی شخص کو اپنا والی بنا لو۔ کیونکہ تمہارے لئے یہ ضروری ہے کہ تمہارا ایک امیر ہو۔ جس کو زیر سایہ تم رہ سکو۔ اور ایک جھنڈا ہو جس کے گرد جمع ہو سکو۔

اس کے بعد رفاعة ابن شداد نے کھڑے ہو کر کہا کہ لا اما بعد۔ خدا نے آپ (یعنی مسیب) کو درست ترین قول کی طرف ہدایت کی ہے۔

اور آپ کا فاسقین سے جہاد کرنے اور اس زبردست گناہ سے توبہ کرنے کی دعوت دینا نہایت صحیح ہے۔ آپ کی بات ضرور قابل سماعت اور آپ کا قول قابل قبول ہے۔ آپ کی رائے سے ہم کو بھی اتفاق ہے کہ ہم کسی کو اپنا امیر نہ لیں جس کے زیر سایہ ہم پناہ لیں اور جس کے جھنڈے تلے جمع ہوں۔ اگر آپ ہی وہ امیر ہو جائیں تو ہم میں پسندیدہ۔ ہمارے خیر خواہ اور ہماری جماعت میں محبوب ہونگے۔ یا نہیں تو اگر آپ کی اور ہمارے دیگر اصحاب کی رائے ہو تو ہم شیخ الشیعہ صاحب رسول اللہ صلعم اور صاحب سبقت و قدامت یعنی سلیمان ابن صرد الخزاعی کو اپنا امیر قرار دے لیں جو اپنی دلیری اور دین میں قابل تعریف اور اپنے ارادے اور استقلال میں نہایت معتبر ہیں۔

پھر عبداللہ ابن سعد نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔ اور دونوں نے مسیب اور سلیمان کی تعریف و توصیف کی۔ مسیب نے کہا کہ ہاں تم دونوں ٹھیک کہتے ہو۔ لہذا سلیمان ابن صرد کو امیر بنا لو۔

بعد ازاں سلیمان ابن صرد نے فدائے وعدہ کی حمد کے بعد تقریر میں کہا کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ بات ہماری بہتری کے لئے ہی نہ ہو کہ ہم کو اس زمانے میں پیدا کیا گیا جس میں زندگی تلخ ہے۔ بڑی مصیبت کا سامنا اور ہماری جماعت کے صاحبان فضل بھی جو ر و ظلم میں جکڑے ہوئے ہیں۔ ہم گردنیں اٹھا اٹھا کر اپنے نبی صلعم کے اہل بیت کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کو امداد کی امیدیں دلاتے تھے۔ اور یہاں آنے پر آمادہ کرتے تھے۔ مگر یہ وہ آگئے تو ہم سست پڑ گئے۔ عاجز ہو گئے۔ ہماری عقلیں گم ہو گئیں اور ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ تا آنکہ ہمارے نبی کی اولاد۔ ان کے بہترین آدمی اور ان کے گوشت و پوست کے ٹکڑے ہماری آنکھوں کے سامنے قتل ہو گئے۔ امام مظلوم نے باور بلند استغاثہ کیا اور نصرت طلب کی مگر ان کی طرف التفات نہ کیا گیا۔ بلکہ فاسقین نے ان کو اپنے تیروں کی آماجگاہ اور اپنے نیزوں کا نشانہ بنایا۔ یہاں تک کہ انھوں نے

ان پر تیر چلائے۔ گھوڑے دوڑائے۔ اور ان کو قتل کر دیا۔ تمھارا رب اب تم سے ناخوش ہو گیا ہے۔ تم اپنے بیوی بچوں کے پاس واپس نہ جاؤ جیسا کہ خدا راضی نہ ہو جائے۔ اور خدا کی قسم میں نہیں سمجھتا کہ وہ کبھی اس سے کم میں راضی ہوگا۔ کہ تم امام مظلوم کے قتل کا بدلہ لو۔ خیر دار موت سے نہ ذرو جب کبھی کوئی اس سے ڈرا ہے وہ ضرور ذلیل و خوار ہوا ہے۔ بلکہ تم بنو اسرائیل کی طرح ہو جاؤ جب کہ ان کے نبی علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ اے لوگو! تم نے گوسالہ کو خدا بنا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ تم اپنے خدائے خالق سے توبہ کرو۔ اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالو، اور انھوں نے ایسا ہی کیا۔ سوار ہو ہو کر دوڑے۔ گردنیں اٹھا اٹھا کر وقت کے منتظر رہنے لگے۔ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اس گناہ عظیم سے بچنے کے لئے سوائے قتل کے اور کوئی ذریعہ نہیں۔ تم بتلاؤ کہ اگر تم کو ویسے ہی کام کے لئے طلب کیا جائے جس کے لئے وہ مدعو کئے گئے تھے تو تم کیا کرو گے۔ ہاں۔ اپنی تلواروں کو تیز اور نیزے کو تیار رکھو۔ گھوڑوں وغیرہ سے خوب مضبوط اور مسلح ہو کر تیار ہو جاؤ۔ تا آنکہ تم کو دعوت دی جائے۔ اور طلب کیا جائے۔ خالد بن سعد بن فضیل نے کہا میرا تو یہ حال ہے کہ خدا کی قسم اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ میری خودکشی سے میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے گا تو میں ضرور اپنے آپ کو قتل کر لوں گا۔ اور میں یہاں کے تمام حاضرین کو گواہ بناتا ہوں کہ ماسوا میرے۔ اسلحہ کے جن سے میں اپنے دشمن سے جنگ کروں گا باقی سب کچھ مسلمانوں کے لئے صدقہ ہے۔ جس سے میں ان کو فاسقین سے جنگ آزمائی کے لئے تقویت دے دوں گا یا ابو معمر بن جیس ابن ربیعہ الکنتانی نے بھی ایسی ہی تقریر کی۔

سلیمان نے کہا کہ آپ میں سے جو جو جس بات کا ارادہ کریں گی کافی ہے۔ اب چاہئے کہ آپ عبداللہ بن وال التیمی کو بلا لیں اور جب جو کچھ کہ آپ دینا چاہتے ہیں ان کے پاس جمع ہو جائیگا۔ تو ہم ان کو آپ کے دوستوں اور غریبوں کی طرف روانہ کر دیں گے۔ پھر سلیمان ابن صرد نے

سعد بن حذیفہؓ بن یان کو اپنے اس عزم کی اطلاع دی اور اُسے اور مدائن کے شیعہوں کو مساعدت کے لئے طلب کیا۔ سعد بن حذیفہؓ نے انکاء پر اہل مدائن کے شیعہوں کو پڑھ کر سنایا۔ اُن سب نے دعوت قبول کی۔ اور سلیمان بن صرد کو لکھ بھیجا کہ ہم آپ کی طرف آرہے ہیں۔ اور مساعدت کریں گے۔ سلیمان نے ایک اور خط مثنیٰ ابن مسخرہؓ العبدی کے نام بصرہ بھیجا جس کا مضمون وہی تھا جو سعد بن حذیفہؓ کے خط کا تھا۔ مثنیٰ نے یہ جواب دیا کہ ہم شیعہ ہیں۔ آپ کے عزم پر ہم نے خدا کا شکر کیا۔ اور انشاء اللہ ہم آپ کی مرقومہ غرض کے لئے آپ کے پاس آئیں گے۔ پھر اس خط کے نیچے یہ اشعار لکھے۔ (ترجمہ) :-

”دیکھو! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں تمہارے پاس جھنڈا ہلاتا ہوں
آپہنچا ہوں ہاں دشمنوں کو خبر دے دو کہ ایسے گھوڑے جو نہایت
درشت۔ تیز رفتار۔ طویل پشت۔ قوی ہیکل۔ صاحب ہمت۔ مسلسل
چلنے والے۔ کام لگام کو چبانے والے اور مضبوط ہیں۔ ایسے ایسے جوانوں
کو لئے ہوئے آرہے ہیں جن کے قلوب میں خوف کو جگہ نہیں ملتی اور جو
جنگ کی آگ کو بھڑکانے والے اور نہ تھکنے والے ہیں۔ جو معتبر ہیں جن کی
کوششیں صرف خدا کے لئے ہیں۔ جو تلوار کے دھنی اور بے عیب ہیں یا
ان لوگوں نے سب سے پہلے اپنے امر کا آغاز امام حسین رضی اللہ
عنه کی شہادت کے بعد اسلام میں کیا تھا اور برابر آلات حرب کے جمع
کرنے اور خفیہ طور پر امام حسینؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے لوگوں کو دعوت
دینے میں مشغول رہے تھے۔ اور لوگ ان کی دعوت کو قبول بھی کرتے
رہے۔ یہاں تک کہ ۶۲ھ میں زید بن معاویہ نے انتقال کیا۔ اس کی
وفات کے بعد سلیمان بن صرد کے اصحاب نے اس سے جا کر کہا کہ یہ
طاغیہ مرگیا ہے۔ اور ان لوگوں کا امر ضعیف ہو گیا ہے اب اگر تم چاہو
تو ہم یکبارگی عمرو ابن حرث پر حملہ کریں (یہ عمرو ابن حرث ابن زیاد کی جانب
سے کوفہ کا والی تھا) اور امام حسینؓ کے خون کا بدلہ طلب کریں۔ ان کے

قاتلین کا پیچھا کریں اور لوگوں کو ان اہل بیت کی طرف بلائیں جن پر اوروں کو ترجیح دی گئی ہے اور جن کے حقوق غصب کر لئے گئے ہیں۔ سلیمان ابن مرد نے کہا کہ ابھی جلد بازی نہ کرو۔ جو کچھ تم نے کہا میں نے اس پر غور کیا ہے اور میری یہ رائے ہے کہ امام حسینؑ کے قاتل کوفہ کے اشرف اور عرب کے شہسوار ہیں۔ اور وہی لوگ ہیں جن سے ان کے خون کا سطل لہہ کیا جائے گا۔ اور جب ان کو تمھارے ارادوں سے آگاہی ہو جائیگی تو وہ تم پر سب سے زیادہ سختیاں کریں گے۔ پھر میں نے اس امر پر بھی غور کیا کہ تم میں سے کون کون میرا پیر ہوگا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچی ہوں کہ اگر انھوں نے خروج بھی کیا تب بھی وہ بدلہ نہ لے سکے اور اپنے نفوس کو تسلی نہ دے سکے۔ حالانکہ وہ اپنے دشمن کے دشمن جانی تھے۔ بلکہ کرنا یہ چاہتے تھے کہ تم اپنے داعیوں کو ہر جگہ پھیلا دو۔ اور اپنے امر کی طرف لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ انھوں نے یہی کیا اور یزید کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کی اس دعوت کو قبول بھی کیا۔ اہل کوفہ نے عمرو ابن صریث کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا اور ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ اس اثنا میں سلیمان اور ان کے اصحاب برابر اپنی دعوت دیتے رہے۔ جب یزید کو انتقال کئے ہوئے چھ مہینے کا عرصہ گزر گیا تو رمضان کے نصف میں مختار ابن ابی عبیدہ کوفہ آیا۔ اور عبداللہ ابن یزید الانصاری رمضان کے ختم ہونے سے آٹھ دن قبل ابن زبیر کی طرف سے کوفہ کا امیر اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ خراج کوفہ کے والی مقرر ہو کر کوفہ پہنچے۔ مختار نے لوگوں کو امام حسینؑ کے قاتلین سے جنگ آزما ہونے کی دعوت دینی شروع کی اور کہا کہ میں مہدی یعنی محمد ابن الحنفیہ کی طرف سے وزیر اور امین ہو کر تمھارے پاس آیا ہوں۔ چنانچہ شیعوں کی ایک جماعت اس کی طرف راجع ہوئی۔ مختار کہا کرتا تھا کہ سلیمان یہ چاہتا ہے کہ وہ خروج کر کے خود کو اور اپنے ساتھیوں کو قتل کرادے۔ وہ لوگوں کو لے کر سختی سے جنگ کرنا نہیں جانتا۔ عبداللہ ابن یزید کو معلوم ہوا ہی ان ہی دنوں میں کوفہ میں

اس پر حملہ ہونے والا ہے۔ اس سے کہا گیا کہ مختار کو قید کر دے اور گو قید نہ کرنے کے انجام بد سے بھی متنبہ کر دیا گیا۔ مگر اس نے کہا کہ اگر وہ لوگ ہم سے لڑے تو ہم بھی لڑیں گے اور اگر انہوں نے ہم کو چھوڑ دیا تو ہم بھی ان کا مقابلہ نہ کریں گے۔ یہ لوگ امام حسین کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں۔ خدا ان پر رحم فرمائے۔ وہ امن میں ہیں۔ ان کو چاہئے کہ ظاہرہ طور پر نکلیں تاکہ اس شخص کا مقابلہ کر سکیں جس نے امام حسین سے قتال کیا تھا۔ اگر وہ (یعنی ابن زیاد) ان کی طرف آیا تو میں ان کا مددگار ہوں گا۔ یہی ابن زیاد امام حسین اور تمہارے اختیار و امثال کا قاتل ہے اور اب تمہاری طرف متوجہ ہوا ہے۔ وہ لوگ اس سے جس منہج سے ایک رات کے فاصلے پر ہیں۔ لہذا اس سے جنگ کرنا اور اس کی طرف جانے میں جلدی کرنا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ تم اپنی دلیری کا اظہار اپنے آپس میں کرو۔ اور ایک دوسرے کو قتل کرنے لگو اور اپنے دشمن کے مقابلے کے وقت تک ضعیف ہو جاؤ۔ اس کی یہی خواہش ہے اور وہ تمہارے مقابلے میں خدا کی تمام مخلوق سے زیادہ تمہارا دشمن ہو کر آ رہا ہے۔ اس نے اور اس کے باپ نے سات برس تک تم پر حکم رانی کی اور وہ دونوں اہل عفاف دین کے قتل سے کبھی باز نہیں رہے۔ وہ وہی شخص ہے جس کی طرف سے تم آئے ہو اور وہ وہی ہے جس نے اس کو قتل کیا ہے کہ جس کے خون کا تم مطالبہ کرتے ہو۔ اب وہ تمہاری طرف آ رہا ہے۔ تم اپنی قوت و شوکت سے اس کا مقابلہ کرو۔ اور اپنی قوت و شوکت کے ساتھ اس سے زور آزمائی کرو۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مروان نے ابن زیاد کو جزیرہ کی طرف روانہ کیا تھا۔ اور وہ وہاں سے فارغ ہو کر عراق کی طرف روانہ ہوا۔ جب عبد اللہ ابن زید یہ سب کچھ چکا تو ابراہیم بن محمد ابن طلحہ نے کہا کہ ”اے لوگو! کہیں ایسا نہ ہو کہ اس نرم مزاج کی باتوں میں آ جاؤ۔ اور تلوار اور جنگ سے بے خبر ہو جاؤ۔ خدا کی قسم اگر کسی حملہ آور نے ہم پر حملہ کیا تو ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اور اگر ہم کو یقین ہو گیا کہ بعض آدمی

ہمارے خلاف جنگ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تو ہم باپ کو بیٹے کے لئے بیٹے کو باپ کے لئے۔ دوست کو دوست کے لئے اور شناسا کو شناسا کے لئے پکڑیں گے تا آنکہ وہ حق کا مطیع اور اطاعت کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ مسیب بن نجید نے یکبارگی اٹھ کر اس کی تقریر کو بیچ ہی میں روک دیا اور کہا کہ دے اے ابن الساکنین! کیا تو ہم کو اپنی تلوار اور اپنے حیلے سے ڈراتا ہے۔ خدا کی قسم تو اس سے زیادہ ذلیل ہے۔ ہم تجھے اس لئے ملامت نہیں کرتے ہیں تو ہم سے بغض رکھتا ہے۔ کیونکہ ہم تیرے باپ اور دا کو قتل کر چکے ہیں۔ اور اے امیر آپ نے البتہ نہایت درست بات کہی ہے، ابراہیم نے کہا: ہاں خدا کی قسم تو ضرور قتل کیا جائے گا۔ اور یہ شخص (یعنی عبداللہ ابن زبیر) تو بلاشبہ ایک کمزور آدمی ہے۔ بعد اللہ ابن وال نے کہا کہ تم کو ہمارے اور ہمارے امیر میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔ تم ہم پر امیر نہیں ہو بلکہ صرف اس جہزے کے امیر ہو اور تم کو چاہیے کہ صرف خراج ہی سے غرض رکھو۔ اور رہا یہ امر کہ تم اس امت کو معاملات میں فساد برپا کرنا چاہتے ہو تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تمہارے باپ اور دادا بھی ایسا ہی کر چکے ہیں۔ اور آخراں دونوں پر مصیبت پڑی تھی۔ اس کو ابراہیم کے ہمراہیوں نے گالیاں دینی شروع کیں۔ اس پر آپس میں گالی گلوچ ہوئی۔ امیر منبر پر سے اتر آیا۔ اور ابراہیم نے اس کو یہ دھمکی دی کہ میں ابن زبیر کو شکانت لکھونگا۔ عبداللہ نے اس کے مکان پر جا کر اس سے معذرت چاہی اور اس نے معذرت قبول کی۔ پھر اس کے بعد سلیمان کے اصحاب ظاہر طور پر اسلحہ خریدنے اور تیاری کرنے لگے۔ پھر

خواجه کے عبداللہ ابن زبیر سے مفارقت کرنے اور ان کی انجام گالیاں اس سال وہ خواجه جو کے چلے گئے تھے عبداللہ ابن زبیر سے جدا ہو گئے۔ حالانکہ وہ ان کے ساتھ ہو کر اہل شام کے خلاف جنگ کر چکے تھے۔

ان کی مخالفت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب ابوبلال کی موت کے بعد ابن زیاد نے ان پر سختی کرنی شروع کی تو وہ لوگ آپس میں جمع ہو کر اس کا تذکرہ کرنے لگے۔ نافع ابن ازرق نے ان سے کہا کہ خدائے تعالیٰ نے تم پر ایک کتاب نازل فرمائی ہے۔ تم پر جہاد فرض کیا ہے اور تمہارے لیے حجت قائم کی ہے۔ اہل ظلم نے تمہارے لیے اپنی تلواروں کو سُوت لیا ہے۔ اؤ ہم سب مل کر اس شخص کے پاس چلیں جس نے ہم پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگر وہ ہماری رائے سے متفق ہو تو ہم اس کے ساتھ ہو کر جہاد کریں اور اگر خلافت ہو تو ہم اُسے خاندیکہ سے نکال دیں۔ اس وقت شامی فوج ابن زبیر کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ ادھر سے خوارج بھی روانہ ہو کر ابن زبیر کے پاس پہنچے۔ وہ ان کے ورود سے خوش ہوئے۔ اور ان کے بغیر سوال و دریافت یہ بتلادیا کہ وہ ان کی رائے سے متفق ہیں۔ لہذا خوارج نے ان کے ہمراہ اہل شام سے جنگ کی۔ اتنے میں یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل شام واپس چلے گئے۔

اس کے بعد خوارج پھر ایک جگہ جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ کل تم نے جو کچھ کیا وہ رائے مناسب نہیں۔ کیونکہ تم ایک شخص سے مل کر جنگ کر رہے ہو۔ تمہیں کیا معلوم ہے کہ وہ تمہاری رائے کے خلاف ہو۔ ابھی کل ہی تو وہ اور اس کا باپ ہم سے لڑ رہے تھے اور دیا ثارات عثمانؓ کا کہہ کر پکار رہے تھے۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے عثمانؓ کی متعلق سوال کرو۔ اگر وہ ان سے برأت ظاہر کرے تو وہ تمہارا دوست ہے اور اگر اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تو وہ تمہارا دشمن ہے۔ چنانچہ خوارج ابن زبیر کے پاس گئے اور ان سے سوال کیا۔ انہوں نے اپنے ارد گرد دیکھا تو اپنے اصحاب کو قلیل تعداد میں پایا۔ اور خوارج سے کہا کہ آپ لوگ میرے پاس ایسے وقت میں آئے ہیں کہ میں اٹھنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں بعد میں میں آپ کو بتا دوں گا۔ خوارج واپس چلے گئے۔ ابن زبیر نے اپنے اصحاب کو پیغام بھیجا

اور ان کو سلج کر کے اپنے گرد جمع کر لیا۔ جب غواہج دوبارہ ان کے پاس آئے تو ان کے اصحاب ان کے گرد جمع تھے اور ان کے سر پر اور ان کے ہاتھوں میں گرز تھے یہ دیکھ کر ابن ازرق نے اپنے اصحاب سے کہا کہ یہ شخص تمہارے خلاف ارادہ رکھتا ہے۔ پھر نافع ابن ازرق اور عبیدہ ابن ہلال ابن زبیر کے پاس گئے۔ اور عبیدہ نے خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ ”اَمَّا بَعْدُ“ خدا اے تعالیٰ نے حضرت محمد کو مبعوث کیا۔ جو لوگوں کو خدا کی عبادت کرنے اور اخلاص رکھنے کی دعوت دیتے تھے۔ انھوں نے دعوت دی اور مسلمانوں نے قبول کی۔ پھر انھوں نے ان کو کتاب اللہ پر چسلا یا تاکہ خدا نے ان کو اٹھا لیا۔ لوگوں نے ابو بکر کو خلیفہ بنا لیا اور انھوں نے حضرت عمرؓ کو۔ دونوں نے کتاب اللہ اور سنت نبویؐ پر عمل کیا۔ پھر لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنایا۔ انھوں نے اپنوں کو محفوظ کیا۔ قریب داروں کو اوروں پر ترجیح دی۔ دولت مندوں کو عامل مقرر کیا اور کتاب مجاہد پر سزا دی۔ کتاب اللہ کے احکام پر عمل نہ کیا اور جس نے جرم کے خلاف دادرسی چاہی اسے مارا۔ رسول اللہ کے طریقہ (یعنی مدینہ سے نکالے ہوئے) کو پسند نہ کیا۔ سابق الاسلام صحابیوں کو زد و کوب کیا۔ اور خدا اے تعالیٰ کے محاصل و وصولات کو جو اس نے لوگوں کو دی تھیں خود لے کر قریش کے فاسقین اور عرب کے یوقوفوں میں تقسیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک جماعت نے ان پر حملہ کیا اور ان کو قتل کر دیا۔ ہم ان لوگوں کے دوست ہیں اور ابن عفان اور ان کے دوستوں سے بری ہیں اب اے ابن زبیر یہ بتلاؤ کہ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ ”تم نے جو کچھ رسول اللہ کے متعلق بیان کیا میں نے سمجھ لیا۔ وہ تمہارے ذکر اور وصف سے بھی بالا ہیں تم نے جو کچھ ابو بکرؓ اور عمرؓ کے متعلق کہا وہ بھی میں سمجھ گیا۔ اور تمہارا قول مناسب اور صحیح ہے۔ پھر تم نے جو کچھ حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا ہے میں اسے بھی بخوبی سمجھ گیا ہوں۔ حق یہ ہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا اے تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں کوئی حضرت عثمانؓ ابن عفان

اور ان کے امر کو نسبت میرے زیادہ سمجھتا اور جانتا ہے جس وقت ان پر مصیبت نازل ہوئی۔ اور لوگوں نے ان کا عتاب اپنے اوپر لیا ہے میں ان کے ساتھ تھا۔ انھوں نے ہر ممکن پہلو سے ان کو خوش کرنا چاہا تھا۔ پھر لوگ ان کے پاس ایک خط لائے جس کو وہ سمجھتے تھے کہ انھیں کا لکھا ہوا ہے اور جس میں انھوں نے بعض لوگوں کے قتل کا حکم لکھا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے یہ تحریر ہرگز نہیں لکھی۔ اگر تم چاہو تو اس پر کوئی دلیل لے آؤ۔ اور اگر تم نہیں لانا چاہتے تو میں ہی قسم کھانے کو تیار ہوں۔ اور قسم ہے خدا کی کہ نہ وہ لوگ کسی طرح کی دلیل اپنے قول کے ثبوت میں لائے اور نہ ان سے حلف طلب کیا بلکہ ایک دم سے ان پر چھپٹ پڑے اور آخر ان کو شہید کر دیا۔ علاوہ اس کے میں نے وہ بھی سنا کہ تم نے ان پر کیا عیب لگایا ہے۔ صورت معاملہ یوں نہیں ہے بلکہ حضرت عثمان ہر امر خیر کے اہل تھے اور میں آپ لوگوں کے اور دیگر حضار کے سامنے شہادت دیتا ہوں کہ میں حضرت ابن عفان کا دوست اور ان کے اعداء کا دشمن ہوں۔ اور خدا بھی تم سے بری ہے۔“

اس کے بعد نافع ابن ازرق الحنفی۔ عبد اللہ بن صفار السعدي۔ عبد اللہ بن اباض۔ حنظلہ بن بیہس۔ اور بنو مازن یعنی عبد اللہ۔ عبید اللہ اور زبیر (جو بنو سلیط ابن یربوع میں سے تھے) جو سب کے سب بنو تمیم میں سے تھے بھرے گئے۔ آدھر ابوطالوت (جو بکر ابن وائل میں سے تھا) ابونفیک عبد اللہ ابن ثور بن قیس بن ثعلبہ اور عطیہ بن اسود الیشکری یمامہ پہنچے اور ابوطالوت کے ساتھ اس پر حملہ آور ہوئے۔ بعد ازاں انھوں نے ابوطالوت کو ترک کر کے نجد بن عامر الحنفی کو اپنا امیر قرار دیا۔ ۱۰

نافع اور اس کے ساتھیوں کی کیفیت ہے کہ وہ سب بھرے گئے اور ابوبلال کی رائے پر عامل رہے۔ انھوں نے آپس میں جمع ہو کر جہاد کی فضیلت پر گفتگو کی

جسوقت لوگوں نے ابن زیاد پر حملہ کیا نافع نے تین سو ہمراہیوں کے ساتھ خرمج کیا۔ خارجیوں نے جیل خانے کا دروازہ توڑ ڈالا اور خروج کر دیا۔ اس وقت لوگ بنی ازوربعہ اور نسیم کی خانہ جنگی میں ایسے مصروف تھے کہ وہ خوارج کی طرف توجہ ہی نہ کر سکے۔ آخر کار اہل بصرہ نے عبداللہ بن اکارث کی امارت پر صلح کی اب انھیں محض خوارج سے بٹھنے کا موقع ملا اور انھوں نے خوارج کو ڈرا کر وہاں سے بھگا دیا۔ نافع شوال ۱۲۲ھ میں مہران چلا گیا پھر ان میں سے جو بصرے میں باقی رہ گئے تھے وہ بھی ابن ازرق سے جا ملے البتہ وہ لوگ شامل نہیں ہوئے جو اسی دن خروج کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ ایسے آدمیوں میں عبداللہ بن صفار عبداللہ بن اباض۔ اور دیگر اشخاص جو ان کے ہم رائے تھے شامل تھے۔ نافع غور کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ جو خوارج گھروں میں بیٹھے رہ گئے ہیں اور جہاد میں شامل نہیں ہوئے ان میں سے کسی کو والی جہاد بنا داریت نہیں ہے اور یہ کہ جو جو اس (نافع) سے اس طرح علیحدہ رہ گئے ہیں۔ ان کے لئے نجات نہیں ہے۔ اس نے اپنے اصحاب سے اپنا یہ خیال بیان کر دیا۔ اور ایسے مخالفین جہاد سے الگ تھلگ ہو جانے کی درخواست کی بلکہ یہ بھی کہا کہ نہ ایسے آدمیوں کے ہاں ان کا نکاح کرنا نہ ان کے ہاں کے ذبايح کو کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ نہ ان کی شہادت کا قبول کرنا اور نہ ان سے علم دین کا اخذ کرنا جائز ہے۔ اور نہ ان کا دارث بنانا حلال ہے۔ بلکہ یہاں تک رائے دی کہ بچوں کو قتل کر دینا اور ان سے علیحدہ ہو جانا چاہئے۔ اور یہ کہ وہ مسلمان کفار عرب کی طرح فی الحقیقت کفار ہیں۔ کہ ان سے سوائے اسلام اور کفر کے اور کچھ قبول نہیں کیا گیا۔ اس کی اس تقریر اور رائے سے ان میں سے بعض نے اتفاق کیا۔ اور بعض نے اختلاف۔ مؤخر الذکر میں نجدہ ابن عامر بھی شامل تھا۔ اور اس لئے وہ پیامہ چلا گیا۔ وہاں کے خوارج نے اس کی اطاعت کی اور ابو طالت کو چھوڑ دیا۔ نافع ابن ازرق نے عبداللہ بن صفار اور عبداللہ بن اباض اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے پیش کردہ خیال کی طرف دعوت دیتے ہوئے ایک خط لکھا۔ ابن سفار نے وہ خط تو پڑھ لیا۔ مگر تفرقہ اور

اختلاف کے خوف سے اپنے اصحاب کو نہیں سنایا۔ مگر ابن اباض نے وہ خط اس کے ہاتھ سے لیکر پڑھا اور کہا کہ خدا اسے غارت کرے۔ کیا خوب رائے قائم کی ہے۔ نافع ضرور سچا ہوتا بشرطیکہ لوگ مشرک ہوتے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کی رائے باقی سب سے زیادہ درست اور صحیح تھی اور مشرکین کے بارے میں ان کی سیرت و خصلت بھی ادروں کی سی تھی۔ مگر اپنے قول میں وہ ضرور جھوٹا ہے۔ لوگ شرک سے ضرور بری ہیں۔ گو کہ وہ نعم اور احکام میں کفار ہیں۔ اور ہمارے لئے سوائے ان کے خونوں کے اور کچھ حلال نہیں ہے۔ باقی سب کچھ حرام ہے۔ ابن صفار نے کہا۔ ”خاتم سے بیزار ہو تم نے کوتاہی کی۔ اور خدا ابن ازرق سے بھی بیزار ہو کہ اس نے غلو کیا“ ابن اباض نے جواب دیا کہ ”میں خاتم سے اور اس سے ہی بیزار ہوں“ غرض کہ لوگ متفرق ہو گئے۔ اور ابن ازرق کی شان و شوکت شدید اور جماعت کثیر ہوتی گئی۔ وہ اہوائیں خراج وصول کرنے اور اس سے تقویت حاصل کرنے کے لئے ٹھہرا رہا۔ پھر بصرے گیا اور جس کے قریب تک پہنچ گیا۔ اور عبد اللہ بن حارث نے مسلم بن عقیل بن کریم بن ربیعہ کو (جواہل بصرہ میں سے تھا) اس کی طرف بھیجا۔

مختار کے درو کو فہ کا بیان

جب سا باط میں امام حسن بن علی کے نیزہ مارا گیا اور وہ ابیض المدائن کے اس وقت مختار نے ان کے معاملے میں جو بے اعتنائی برتی اس کی وجہ سے شیعہ اسے گالیاں دیتے تھے اور عیب دھرتے تھے۔ ہوتے ہوئے امام حسین کا زمانہ آگیا۔ جن دنوں انھوں نے مسلم بن عقیل کو کوئے بھیجا تھا۔ مختار نے ان کا نام ایک گاؤں میں تھا۔ ظہر کے وقت مختار کو یہ خبر ملی کہ ابن عقیل ظاہر ہوئے ہیں اور یہ کہ (جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے) ان کا یہ خردج کسی میعاد کے مطابق نہیں ہے۔ مختار اپنے موالیوں کو لے کر کوئے چلا گیا۔

اور مغرب کے بعد باب الفیل تک پہنچ گیا۔ عبید اللہ ابن زیاد نے عمرو ابن حریث کو ایک جھنڈا دے کر مسجد میں بٹھا رکھا تھا۔ مختار وہاں پہنچ کر ٹھٹھک گیا۔ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ عمرو کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُس نے اُسے بلایا اور امان دی۔ چنانچہ مختار اس کے پاس گیا۔ دوسرے دن عمارہ ابن ولید ابن عقبہ نے عبید اللہ کو اس کا حال کہہ سنایا۔ عبید اللہ نے اور ملاقات کرنے والوں کے علاوہ اس کو بھی بلا بھیجا۔ اور جب وہ حاضر ہوا تو اس سے سوال کیا کہ دکھ کیا تم وہی شخص ہو جو ابن عقیل کے لئے جاعتین لے کر آیا ہے؟ عمرو نے کہا کہ انہیں میں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ میں تو یہاں آکر عمرو کے جھنڈے کے تلے مقیم ہوں۔ چنانچہ عمرو نے اس امر کی شہادت دی۔ مگر عبید اللہ نے اس کے منہ پر ایک تھپیڑ مار جس سے اس کی آنکھ کا ایک پردہ الٹ گیا۔ اور کہا کہ اگر عمرو کی شہادت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ پھر اس نے امام حسینؑ کی شہادت تک مختار کو مجبوس رکھا۔ مختار نے عبید اللہ ابن عمر ابن خطاب کے پاس پیغام بھیجا اور یہ درخواست کی کہ اس کی سفارش کریں۔ کیونکہ ابن عمرؓ نے مختار کی بہن صفیہ بنت ابی عبید سے نکاح کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن عمرؓ نے نرید کے پاس اس کی سفارش کی۔ نرید نے عبید اللہ کو حکم لکھ بھیجا کہ مختار کو چھوڑ دیا جائے۔ عبید اللہ نے اسے چھوڑ دیا۔ مگر یہ حکم دیا کہ وہ تین دن سے زیادہ وہاں مقیم نہ رہے۔ پڑا۔

اس حکم کے مطابق مختار وہاں سے حجاز کی طرف روانہ ہو گیا۔ واقعہ کے اُس طرف اس کو ابن عرق ملا جس نے سلام کیا اور اس سے اس کی آنکھ کا حال دریافت کیا۔ مختار نے کہا کہ ایک زانیہ کے پیچھے نے اس پر قہجی ماری ہے۔ جس سے اس کا یہ حال ہو گیا ہے جو تم دیکھتے ہو۔ پھر کہا کہ مجھے غلٹی مارے جو اس کی انگلیاں اور ایک ایک جوڑ کو چورا چورا نہ کروں۔ اسکے بعد مختار نے اس سے ابن زبیر کا حال دریافت کیا۔ اس نے کہا کہ وہ آج کل خانہ کعبہ میں پناہ گزیں ہیں۔ اور پوشیدہ طور پر بیعت لیا کرتے ہیں۔ اگر ان کا دبدبہ اور زیادہ ہو جائے اور ان کی جماعت بھی بڑھ جائے

تو وہ ظاہر ہو کر کام کریں گے۔ مختار نے کہا کہ آج کل تو وہی عربوں کے جواں مرد آدمی ہیں۔ اور اگر وہ میری رائے پر عمل کریں تو میں ان کو لوگوں کے امر میں کافی مدد دے سکتا ہوں۔ فتنے کا بادل گرج رہا ہے۔ اور فساد کی بجلیاں چمک رہی ہیں۔ اور انھوں نے پیغام دیا ہے۔ توجنب کبھی تم یہ سنو کہ میں کسی مقام میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ ظاہر ہوا ہوں۔ اور شہید مظلوم۔ مقتول طف سید المسلمین۔ ابن بنت رسول (اللہ علیہ السلام) اور ابن سید یعنی امام حسین ابن علیؑ کے خون کا بدلہ طلب کرتا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ خدا کی قسم میں ان کے قتل کی وجہ سے اتنے ہی آدمیوں کا خون کروں گا جتنے یحییٰ ابن زکریا کے خون کے بدلے میں قتل ہوئے تھے یا یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا اور ابن عرق اس کے اس قول سے تعجب کرتا رہ گیا۔ ابن عرق کہتے ہیں کہ بخدا میں نے وہی کچھ دیکھ لیا جو کچھ اس نے کہا تھا۔ میں نے ایک مرتبہ حجاج ابن یوسف سے اس کا تذکرہ کیا تھا تو وہ ہنس کر۔ لہنے لگا۔ کہ سبحان اللہ۔ وہ گھسیٹا دین دار۔ لڑائی کی آگ بھڑکانے والا ہے اور دشمنوں سے لڑنے والا ہے۔“

غرض مختار وہاں سے ابن زبیر کے پاس پہنچا۔ مگر ابن زبیر نے اس سے اپنا امر پوشیدہ رکھا۔ اور اس سے علیحدہ رہ کر ایک سال اس سے غائب رہے۔ پھر ابن زبیر نے اس کے متعلق دریافت کیا تو کہا گیا کہ وہ طائف میں ہے۔ اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ صاحب غصب اور جبارین کو تباہ کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ابن زبیر بولے کہ خدا اس سے سمجھے یہ اُسے کیا ہو گیا ہے وہ ایک کذاب راہب مزاج شخص کا پیرو ہو گیا ہے۔ اگر اللہ نے جبارین کو ہلاک کیا تو سب سے پہلے مختار ہلاک ہو گا۔ ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے۔ کہ مختار مسجد میں داخل ہوا۔ اور طواف کر کے دو رکعت نماز پڑھ کے بیٹھ گیا۔ اس کے شناسا وغیرہ اس کے پاس گئے اور بات چیت کرنے لگے۔ مگر ابن زبیر نہیں گئے۔ ابن زبیر نے عباس ابن سہل ابن مسعر کو اس پر مقرر کیا۔ چنانچہ عباس مختار کے پاس گیا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہنے لگا کہ یہ عجیب بات ہے

کہ آپ جیسا شخص ایک ایسے شخص کے پاس سے غائب رہے جن کے پاس قریش - انصار اور ثقیف کے لوگ جمع ہوں۔ اور کوئی قبیلہ ایسا نہ رہا جو جس کے نمائندے نے اگر ان سے بیعت نہ کر لی ہو۔ مختار نے کہا کہ میں پارساں ان کے پاس آیا تھا۔ مگر انہوں نے مجھ سے اپنا حال چھپایا۔ اور جب وہ میری طرف سے بے پروا ہو گئے تو میں بھی یہ چاہتا ہوں کہ ان کو دکھا دوں کہ مجھے بھی ان کی کچھ پروا نہیں۔ یاعباس نے کہا کہ اچھا آپ آج رات کو ان سے ایسے وقت ملے کہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں۔ مختار نے قبول کیا۔ اور عشاء کی نماز کے بعد وہ ابن زبیر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ میں آپ سے اس شرط پر بیعت کرتا ہوں کہ آپ بغیر میرے کوئی کام نہ کریں۔ اور یہ کہ میں آپ کے پاس سب سے پہلے داخل ہوں اور جب آپ ظاہر ہوں تو آپ اپنے بہترین کاموں میں مجھ سے مدد لیں۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں تم سے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ (صلعم) پر بیعت لیتا ہوں۔ مختار نے جواب دیا کہ اس پر تو میرے بدترین غلام بھی آپ سے بیعت کر لیں گے۔ خدا کی قسم میں آپ سے ان شرطوں کے سوا ہرگز بیعت نہ کروں گا۔ ابن زبیر نے اس سے بیعت لے لی۔

مختار ابن زبیر ہی کے پاس رہا۔ ان کے ہمراہ حصین ابن نمیر سی جنگ کی جس میں اس نے شجاعت کی داد دی اور سختی سے لڑا۔ اور ہمیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا۔ جب یزید ابن معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اور اہل عراق نے ابن زبیر سے بیعت کر لی۔ تو وہ ابن زبیر کے پاس پانچ مہینے اور مقیم رہا۔ اور جب یہ دیکھا کہ ابن زبیر اس سے کسی کام میں مدد نہیں لیتے تو اس نے یہ کام کرنا شروع کیا کہ اہل کوفہ میں سے جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا اس سے لوگوں کا حال دریافت کرتا۔ چنانچہ ہانی ابن جبۃ الوداعی نے اس کو بتلایا کہ اہل کوفہ ابن زبیر کی اطاعت پر مجھے ہوئے ہیں۔ مگر یہ ایک جماعت ان میں ایسی بھی ہے جو اگر کوئی شخص ان کی رائے کے مطابق ان کو جمع کرے تو وہ چند ہی دنوں میں تمام روئے زمین کو فتح کر سکتا ہے۔ مختار نے کہا کہ میں

ابو اسحاق ہوں۔ خدا کی قسم میں ان کے لئے مناسب آدمی ہوں۔ اگر میں ان کو حق پر جمع کروں۔ اور ان کے ذریعے سے شہسواران باطل سے لڑوں اور ہر جبار و سرکش شخص کو ہلاک کر دوں۔ اور یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور سیدھا کوٹے کی طرف روانہ ہو گیا۔ پو

جمعہ کے دن مختار نہر حیرہ پر پہنچ گیا۔ وہاں اس نے غسل کیا اور لباس بدل کر پھر سوار ہو گیا۔ راہ میں سکون کی مسجد اور کندہ کی عید گاہ کے پاس سے گذرا۔ وہ جس جس مجلس میں سے گذرتا تھا وہاں کے لوگوں کو سلام کرتا اور یہ کہتا تھا کہ دائم کو نصرت اور کشادگی مبارک ہو۔ جو کچھ تم چاہتے ہو وہی تم کو مل گیا ہے یہ بنو بدو میں سے گذرتے ہوئے اس کو عبیدہ ابن عمر و البدئی (جو بنو کندہ میں سے تھا) ملا۔ اس نے اس کو سلام کیا۔ اور کہا کہ نصرت اور کشادگی تم کو مبارک ہو۔ تم ابو عمرو ہو اور بہت اچھی رائے رکھتے ہو۔ خدا اے تمہارے کسی گناہ کو لگائے نہیں رکھیگا۔ بلکہ بخش دے گا۔ اور ڈھانپ دے گا۔ یہ عبیدہ نہایت دلاور اور بہت عمدہ شاعر تھا۔ اور تشیع اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں نہایت شدت اور غلہ رکھتا تھا۔ مگر اس کو شراب سے صبر نہ تھا۔ عبیدہ نے کہا کہ خدا تم کو بھی اچھی اچھی خوش خبریاں سنائے۔ کیا تم ہمارے لئے واپس آؤ گے۔ کہا ہاں مجھ سے آج رات کو ملو۔ پھر وہ وہاں سے بنو ہند کی طرف گیا۔ جہاں اس کو اسمعیل ابن کثیر ملا۔ مختار نے اس سے مرجا اور سلام کے بعد کہا کہ تم مع اپنے بھائیوں کے مجھ سے آج رات کو ملو۔ میں تمہارے لئے وہ چیز لایا ہوں۔ جس کو تم پسند کرتے ہو۔ اس کے بعد وہ بنو ہمدان کے ایک طبقے میں سے گذرا اور کہا کہ میں تمہارے لئے ایک ایسی چیز لایا ہوں۔ جس سے تم خوش ہو گے۔ اور وہاں سے مسجد کو گیا۔ جہاں اس کے پاس آدمی جمع ہو گئے۔ اس نے ایک ستون کے پاس جا کر نماز ادا کی۔ پھر جب اذان ہوئی تو اس نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد جمعہ اور عصر کے درمیان ایک مرتبہ نماز پڑھ کر اپنے مکان کو چلا گیا۔ شیعہ اس کے پاس آنے جانے لگے۔ اسمعیل ابن کثیر اس کے

بھائی اور عبیدہ بن عمرو بھی آئے۔ مختار نے ان سے سلیمان ابن عمرو کا حوالہ دریافت کیا۔ انھوں نے بتلایا اور کہا کہ وہ منبر پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ سن کر اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر کھا کہ دھڑی کے بیٹے مہدی نے مجھ کو تمھارے پاس امین۔ وزیر۔ شیخ اور امیر بنا کر بھیجا ہے۔ اور مجھے حکم دیا ہے۔ کہ محمد بن کو قتل کروں۔ اہل بیت کے خونوں کا بدلہ لوں اور ضلعاء کو ظلم و ستم سے بچاؤں۔ لہذا تم لوگوں کو چاہئے کہ تم خدا کی ساتھ مخلوقات سے پہلے اس دعوت کو قبول کرو۔ لوگوں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور بیت ساری۔ پھر مختار نے ان شیعوں کی طرف جو سلیمان ابن عمرو کے گرد جمع تھے یہی پیغام بھیجا اور ان سے ایسی ہی باتیں کہیں۔ اور یہ بھی کہا کہ سلیمان ابن عمرو کو نہ جنگ کرنی آتی ہے اور نہ امور کا تجربہ ہے۔ وہ تو صرف یہ چاہتے ہیں کہ تم کو یہاں سے نکال کر تم کو بھی قتل کروادیں اور خود بھی مقتول ہوں۔ میں یہ نہیں چاہتا بلکہ میں ایک مثال پر عمل کر رہا ہوں۔ جو میرے سامنے پیش کر دی گئی ہے۔ اور ایک امر کے مطابق چل رہا ہوں میں اس حکم کی تعمیل کروں گا جو تمھارے دلی نے مجھے دیا ہے۔ تمھارے دشمن کو قتل کروں گا۔ اور تمھارے دلوں کو شفا دوں گا۔ میری بات سنو۔ میری اطاعت کرو۔ اور پھر منتشر ہو جاؤ۔ اور اسی قبیل کی اور باتیں کہیں جس سے شیعوں کا ایک گروہ اس کی طرف آمل ہو گیا۔ وہ اس کے پاس آئے جانے اور اس کی عظمت و توقیر کرنے لگا۔ مگر اکابر شیعہ اب بھی سلیمان کے ساتھ تھے اور کسی اور کو اس کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ مختار کیلئے اس وقت سلیمان سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ اور ادھر مختار برابر یہ دیکھ رہا تھا کہ سلیمان کے امر کا آخر کیا انجام ہوتا ہے۔ جب سلیمان جزیرے کی طرف گیا تو عمر ابن سعید شہبث ابن ربیع اور زید ابن عارث ابن روم نے عبداللہ بن زید اطملی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ سے کہا کہ مختار تمھارا سلیمان سے زیادہ دشمن ہے۔ سلیمان تو تمھارے دشمن ہی سے جنگ کرنے کو نکلا تھا۔ مگر مختار خود تمہارے شہر ہی کے اندر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ اسے گرفتار کر کے قید کر دنا۔ انکے لوگ راہ راست پر آجائیں۔ چنانچہ

انہوں نے مختار کو کیبارگی جا پکڑا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر کہا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم تمہارے ہاتھ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔ ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ نے عبداللہ سے کہا کہ اسے پکڑ لو۔ اور ننگے پاؤں ہی لے چلو۔ عبداللہ نے جواب دیا کہ میں ایک ایسے شخص کے ساتھ یہ سلوک نہ کروں گا جس نے ہمارے برخلاف کسی قسم کا غدر ظاہر نہیں کیا ہے۔ ہم نے تو اسے صرف گمان پر قید کیا ہے۔ ابراہیم بولا کہ اچھا ہٹو۔ تمہارے ہاتھ سے یہ کام ہو چکا۔ اے ابو عبیدہ کے بیٹے یہ تمہارے متعلق ہم کیا سن رہے ہیں۔ مختار نے کہا کہ تمہیں میرے متعلق غلط خبریں ملی ہیں۔ اور میں تمہارے باپ اور دادا جیل کے دل کی کھوٹ سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ تاہم اس کے بعد اس کو قید خانے لے گئے۔ بعضوں کا خیال ہے کہ اس کو پا بجولاں کر کے لے گئے۔ اور بعض کا خیال ہے کہ ایسے نہیں لے گئے۔ مختار قید خانے میں کہا کرتا تھا کہ دو قسم ہے خالق بھاری کی قسم ہے مخلد و اشجار کی قسم ہے میدان و قفار کی قسم ہے ملائکہ ابرار کی اور برگزیدگان اخبار کی کہ میں ہر جبار کو پکد کر نیزے اور جوہر دار تلواریں اپنے اعیان و انصار کی ایک جماعت کو لے کر قتل کر دوں گا جو اغمار اور اشرار کی طرح نہیں ہیں۔ تاآنکہ میں دین کا ستون قائم کر دوں۔ مسلمانوں کے شکاف کو دور کر دوں۔ مومنین کے دلوں کو جنگا کر دوں اور انبیاء کا بدلہ لے لوں۔ دنیا کا زوال میرے لئے کچھ بڑی بات نہیں ہے۔ اور نہ میں موت سے گھبراتا ہوں۔ خواہ وہ کبھی آجائے۔

مختار کے ورود کو فہ اور اس کے اسباب کے متعلق ایک اور روایت بھی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ مختار نے ابن زبیر سے انکے پاس رہنے کے زمانے میں کہا کہ میں ایک ایسی قوم کو جانتا ہوں اگر ان کو کوئی ایسا آدمی مل جائے جو آئندہ امور و واقعات کو سمجھتا اور جانتا ہو۔ تو میں ان لوگوں میں سے آپ کے لئے ایک قوم تیار کر سکتا ہوں جس کے ذریعے سے آپ اہل شام سے لڑ سکتے ہیں۔ ابن زبیر نے پوچھا کہ وہ کون لوگ ہیں۔ کہا کہ وہ کوفہ کے شیعان علی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہی ہے تو تم وہی شخص ہو جاؤ۔ اور

اسی بنا پر اس کو کونے بھیج دیا۔ مختار اس کے ایک غلام میں جا کر اتر ادرام حسین رضی اللہ عنہ کے مہائب کا ذکر کر کے رونے لگا۔ شیعہ اس سے ملنے اور رفتہ رفتہ محبت کرنے لگے۔ پھر وہ اس کو کونے کے وسط میں لے گئے۔ اور اس کے پاس بہت سے شیعہ آئے۔ جب اس طرح اس کے امر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ تو وہ ابن مطیع کی طرف روانہ ہو گیا۔ پ

متعد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں ان کی طرف سے عامل مدینہ ان کا بھائی عبیدہ ابن زبیر تھا۔ اور کونے پر عبداللہ ابن یزید اخطمی حکمراں تھا۔ جہاں کا حکمہ قضا ہشام ابن ہبیرہ کے ماتحت تھا۔ علیٰ ہذا القیاس بصرے میں عمر ابن عبید اللہ ابن عمر الیمی اور خراسان میں عبید اللہ ابن خازم عامل تھے۔ پ

اس سال شداد ابن ادس بن ثابت نے انتقال کیا۔ وہ حسان ابن ثابت کے بھتیجے تھے۔ پ

اس سال مسور بن مزمہ نے مکے میں اسی دن انتقال کیا جس دن کہ یزید بن معاویہ کے وفات کی خبر دیاں پہنچی۔ اس کی موت کا سبب یہ ہوا کہ اس کے چہرے میں ایک طرف کو منجیق سے پھینکے ہوئے پتھر کا ایک ریزہ گر گیا۔ جس سے وہ بیمار ہو گیا اور چند روز مبتلا مرض رہ کر انتقال کر گیا۔ اسی سال ابو بزرۃ الاشہلی نے خراسان میں انتقال کیا۔ اور ایک بیان کے مطابق ولید ابن عقبہ ابن ابی سفیان بھی فوت ہوا۔ پ

یزید کے زمانے میں (اور بقول بعض شہداء میں) ابو ثعلبہ الحشنی نے انتقال کیا۔ یہ صحابہ میں سے تھے۔ اس ہی کے ایام میں عائذ بن عمرو المزنی نے بصرے میں وفات پائی۔ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ پ

ابن زیاد کے زمانے میں قیس ابن خرقہ صحابی نے کونے میں وفات پائی۔ ابن زیاد کے ساتھ ان کی موت کی خبر عجیب ہے کیونکہ وہ ہمیشہ حق بات

کہنے والے آدمی تھے۔ اس کے ایام میں نوفل بن معاویہ ابن عمرو الدؤلی۔ ابو خثیمہ انصاری (جو جنگ احد میں شریک تھے اور جنگ تبوک میں شہرت حاصل کر چکے تھے) اور عتبہ بن مالک (جو جنگ بدر میں شریک تھے) فوت ہوئے۔

۱۵۰ کے واقعات

توہین کے کوچ اور ان کے قتل کا بیان
جب ۱۵۰ھ میں سلیمان بن صرد الخزاعی نے خروج کا ارادہ کیا تو اپنے ہمراہیوں کے رؤسا کو بلایا اور ان کے پاس گئے۔ پھر ربیع الآخر کا چاند دیکھتے ہی وہ اپنے بڑے بڑے ہمراہیوں کو ساتھ لے کر روانہ ہوا۔ جنہوں نے اسی رات کو خروج کرنے کا وعدہ کیا تھا ان سے کہا گیا کہ مختار تمہارے پاس آنے سے لوگوں کو روکنا ہے اور دویزار اس کے ساتھ ہو گئے ہیں اس نے کہا پھر بھی دس ہزار باقی رہے۔ خلیلہ بن جحرا انھوں نے لوگوں میں گشت کیا۔ مگر اس کو ان کی تعداد سے خوشی نہ ہوئی۔ اور اس لئے انھوں نے حکیم ابن منقذ الکندی اور ولید بن عسیر الکدنی کو بھیجا جس نے کونے میں ”اے حسین کا بدلہ لینے والو آؤ“، کہہ کر پکارنا شروع کیا۔ یہ دونوں خدا تعالیٰ کے تمام مخلوق میں سب سے پہلے اشخاص تھے جنہوں نے اس طرح امام حسینؑ کے بدلہ لینے والوں کو پکارنا شروع کیا۔ اور جمع کیا۔ دوسرے دن سلیمان نے دیکھا تو ان کے پاس اتنے ہی آدمی جمع ہو چکے تھے جتنے ان کی فوج میں تھے۔ پھر اپنے دفتر میں دیکھا تو سولہ ہزار آدمی ایسے نکلے جو ان سے بیعت کر چکے تھے۔ یہ دیکھ کر انھوں نے کہا کہ سبحان اللہ سولہ ہزار آدمیوں میں سے صرف ہمارے پاس چار ہزار آدمی آئے ہیں۔ کیا یہ لوگ مومن نہیں ہیں۔ کیا یہ لوگ لکھ لکھ کر اپنے عہود و پیمان کو یاد نہیں کرتے۔ انھوں نے خلیلہ میں تین دن قیام کیا اور جو جو ان سے علیحدہ ہو گئے تھے ان کو بلا تے رہے۔ چنانچہ تقریباً ایک ہزار آدمی ان سے آئے۔ مسیب بن عمیر نے کھڑے ہو کر

کہا کہ ”خدا آپ پر رحم کرے۔ ایسی بدولی کے ساتھ آنے والے آپ کے لئے فائدہ مند نہیں ہیں۔“ آپ کے ساتھ ہو کر صرف وہی لڑیں گے جو اپنی خالص نیت سے آپ کے ساتھ ہوئے ہیں۔ آپ کسی کا انتظار نہ کیجئے بلکہ اپنے کام میں برابر کوشش کئے جائیے۔ سلیمان نے کہا کہ ”تمہاری رائے بالکل درست ہے۔“ یہ کہہ کر انھوں نے خود کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو یوں مخاطب کیا۔

”اے لوگو! تم میں سے جو اس لئے نکلا ہے کہ اس سے اس کو صرف ذاتِ خدا اور قیامت کی بہتری مطلوب ہے۔ وہ تم میں سے ہے اور ہم اس کے ساتھ ہیں۔ زندگی اور موت میں خدا کی اس پر رحمت ہو۔ لیکن جو دنیا کے ارادے سے چلا ہے خدا کی قسم ہم سوا خوشنودئی رہے کسی قسم کی غنیمت کو ماتھ نہ لگائیں گے۔ ہمارا پاس نہ سونا ہے نہ چاندنی۔ جو پکھ ہے وہ یہی تلواریں ہیں جو ہمارے کندھے پر رکھی ہوئی ہیں۔ اور صرف اتنا تو شہ ہے جو ضرورت کو پورا کر دے۔ تو جو شخص ایسی نیت رکھتا ہو وہ ہمارا ساتھ نہ دے۔“ اس کے جواب میں ان کے ہمراہیوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا کہ ہم دنیا نہیں طلب کرتے اور اس لئے نہیں نکلتے۔ ہم تو بہ کی طلب میں نکلتے ہیں۔ اور رسول اللہ کے نواسے کے خون کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔“

جب سلیمان نے کو بیج کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن سعد بن نفیل نے ان سے کہا کہ ”میری رائے ہے۔ اگر وہ درست ہے تو گویا اللہ نے مجھے یہ بات سمجھائی اور اگر نادرست ہے تو وہ صرف میری ہی طرف سے ہے۔ ہم امام حسینؑ کے خون کا بدلہ لینے کیلئے نکلتے ہیں ان کے تمام قاتلین کو مارنے میں ہیں۔ ان میں سے عمر بن سعدؓ اور دیگر رؤسا و ارباب و قبائل ہیں تو پھر یہ بتلائیے کہ ہم یہاں سے کہاں جا رہے ہیں اور دشمنوں کو کیوں چھوڑ رہے جا رہے ہیں۔ سلیمان کے تمام اصحابؓ سن کر کہا کہ یہ رائے نہایت اہم ہے۔ سلیمان نے کہا کہ مگر میری یہ رائے نہیں ہے وہ شخص کہ جس نے ان کو شہید کیا ہے اور افواج کو آراستہ کر کے ان کے مقابلے کے لئے روانہ کیا ہے اور جس نے ان سے کہہ دیا کہ میں صرف اس صورت میں امان دے سکتا ہوں کہ وہ بے چون و چرا اپنے آپ کو میرے حوالہ کر دیں تاکہ میں ان کے ساتھ جو چاہوں کروں وہ یہی فاسق بن فاسق عبید اللہ بن زیاد ہے۔ تم خدا کی برکت کیساتھ اس کے

مقابلے کو جاؤ اگر اللہ نے ان پر ہمیں غلبہ دے دیا تو ان کے بعد اور لوگوں کا سمجھ لینا
 ہمارے لئے بالکل آسان ہو جائیگا نیز پھر خود تمہارے شہر والے بغیر اہل بھڑے بمبار
 مطیع و منقاد ہو جائیں گے۔ اور وہ خود دیکھ کر امام حسینؑ کے قتل میں شریک
 ہونے والوں کو تلاش کر کے قتل کر دیں گے۔ اور تم کو دھوکا نہ دیں گے۔
 اور اگر تم شہادت طلب کرو تو تم کو معلوم ہو جائیگا کہ تم علیلین سے لڑ رہے ہو۔
 خدا کے پاس نیکیوں کے لئے جزائے خیر ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ تم
 سوائے علیلین کے کسی اور کے لئے اپنے مساعی کو صرف کرو۔ اگر تم اپنے
 ہی اہل شہر سے لڑے تو تم میں ہر ایک شخص یہ پائے گا کہ اس نے اپنے ہی
 آپ بھائی اور دوست کو قتل کیا ہے اور یہ کہ کوئی نہ کوئی شخص خود اس
 کے قتل کے ورپے ہو گیا ہے۔ لہذا تم اللہ سے خیر و برکت طلب کرو اور
 چل پڑو۔ ۴

اور جب عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم ابن محمد ابن طلحہ کو ابن مرد کے
 خروج کا حال معلوم ہوا تو وہ اشراق کوفہ کو لے کر سلیمان ابن مرد کے
 پاس گئے۔ مگر سلیمان کے خوف سے وہ لوگ ان کے ہمراہ نہیں گئے جو
 امام حسینؑ کے خون میں شریک تھے۔ ان دونوں عمر ابن سعد سلیمان ابن مرد
 کے اصحاب کے خوف سے قمارت میں شب باشی کرتا تھا۔ الغرض جب
 وہ دونوں سلیمان کے پاس پہنچے تو عبداللہ ابن یزید نے ان سے
 کہا کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے نہ اس سے خیانت کرتا ہے نہ اسی
 دھوکا دیتا ہے۔ آپ لوگ ہمارے بھائی ہیں۔ ہمارے اہل شہر اور سب سے
 زیادہ عزیز اہل شہر ہیں۔ لہذا آپ لوگ ہمیں خود ہی تکلیف نہ پہنچائیے اور
 اپنے خروج سے ہماری جماعت کو کم نہ کیجئے۔ بلکہ جب تک کہ ہم بھی تیار
 نہ ہو جائیں یہیں ہمارے ساتھ ٹھہرے رہیے۔ تاکہ جب ہمارا دشمن
 ہمارے مقابلے کے لئے آئے تو ہم سب مل کر اس پر حملہ کر سکیں اور لڑ سکیں۔
 انھوں نے جوخی کا خراج سلیمان اور ان کے ساتھیوں کیلئے وقف کر دیا بشرطیکہ
 وہ رک جائیں۔ ابراہیم ابن محمد نے اسی قسم کی باتیں کیں مگر سلیمان نے کہا کہ

آپ دونوں صاحبوں نے خالصتہً غیر خواہی اور نہایت محنت و کوشش سے ہم کو مشورہ دیا ہے۔ ہم اللہ کے ساتھ ہیں۔ اسی کے لئے ہیں اور اسی سے ہدایت کا ارادہ طلب رکھتے ہیں۔ مگر ہماری یہی رائے ہے کہ ہم ضرور یہاں سے کوچ کریں۔ عبداللہ نے کہا کہ اچھا آپ کم از کم اتنا آ رہے ہیں کہ ہم بھی تیار ہو جائیں اور آپ لوگوں کے ساتھ ایک لشکر جہاد بھیج سکیں تاکہ آپ ایک کثیر فوج کے ساتھ اپنے دشمن کا مقابلہ کر سکیں ان سب کو خبر مل چکی تھی کہ عبید اللہ ابن زیاد شام سے ایک زبردست فوج ہمراہ لئے مقابلے کو آ رہے۔ اس لئے سلیمان و ماں نہ ٹھیر سکے بلکہ شام کی پانچویں ربیع الآخر کی شام کو روانہ ہو کر اہواز پہنچ گئے بہت سے لوگ اس کے ساتھ نہ آئے۔ پیچھے رہ گئے اس نے کہا میں بھی نہیں چاہتا کہ وہ تمہارے ساتھ ہو کر پھر عین موقع پر پیچھے ہٹ جائیں۔ بالفرض وہ تمہارے ساتھ آتے بھی تو تم بروبال ہی ثابت ہوتے چونکہ اللہ تمہیں پراگندہ نہیں کرنا چاہتا اس لئے اس نے انہیں روک دیا۔ اور تمہیں کو یہ فضیلت عطا فرمائی تھی

اس کے بعد وہ لوگ و ماں سے روانہ ہو کر امام حسین کی قبر تک گئے۔ اور و ماں پہنچ کر سب نے مل کر ایک چیخ ماری۔ اور اس پر وہ ز سے زیادہ ماتم و ماں کبھی نہیں دیکھا گیا۔ انھوں نے امام حسین کے لئے دعائے رحم کی اور ان کے پاس کھڑے ہو کر انکو بے یار و مددگار چھوڑ دینے اور ان کی حمایت میں جنگ ترک کر دینے سے توبہ کی۔ اور ایک دن اور ایک ات تک ہی طرح روتے۔ گریہ و زاری کرتے۔ اور ان پر اور ان کے اصحاب پر دعائے رحم کرتے رہے ان کی قبر کے پاس وہ جو کچھ کہتے تھے اس میں سے یہ بھی تھا کہ ”اے ابی! حسین! شہید ابن شہید مہدی ابن مہدی صدیق ابن صدیق پر رحم کر ابی! ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین اور راستے پر ہیں۔ انکے قاتلین سے اعداء اور ان کے عجمین کے دوست ہیں۔ ابی! ہم نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے کو بے یار چھوڑ دیا تھا تو ہمارے گزشتہ گناہوں کو بخش دے

ہماری توبہ قبول کر۔ اور حبشہ اور ان کے اصحاب شہداء و صدیقین پر رحمت بھیج ہم شہادت دیتے ہیں کہ ہم ان ہی کے دین پر ہیں۔ اور اسی پر قائم ہیں جس کے لئے وہ شہید کئے گئے۔ اور اگر تو ہماری خطاؤں کو نہ بخشے گا اور ہم پر رحم نہ کرے گا تو ہم نقصان اٹھائیں گے، ان کی قبر کو دیکھ کر ان کا کینہ اور جوش انتقام اور بھی بڑھ جاتا تھا۔ اس کے بعد ان میں ہر شخص ان کی قبر سے دواغ ہو کر چلنے لگا۔ اس سے اس مقام پر اس قدر جمع ہو گیا کہ حجر اسود پر بھی نہیں ہوتا۔ وہ وہاں سے روانہ ہو کر انبار کی طرف چلے۔

عبداللہ بن یزید نے ان کو ایک خط لکھا جس میں یہ مضمون تھا:-

”اے ہمارے لوگو! اپنے دشمن کی اطاعت نہ کرو۔ تم اپنے شہر کے بہترین آدمی ہو۔ جب تمہارا دشمن تم پر حملہ آور ہوگا تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ تم اپنے شہر کے سربراہ اور وہ لوگوں میں سے ہو۔ اس سے تمہارے دشمنوں کو تمہارے باقی ماندہ آدمیوں کو بھی طمع ہو جائے گی۔ اے لوگو! اگر وہ تم پر غالب آگئے۔ تو یا تو وہ تم کو سنگسار کر دیں گے یا اپنی ملت میں ملا دیں گے۔ لہذا ظاہر ہے کہ تم کبھی بھی فلاح نہ پاؤ گے۔ اے لوگو! ہمارے اور تمہارے ہاتھ ایک ہی ہیں۔ اور ہمارا اور تمہارا دشمن بھی ایک ہی ہے۔ اگر ہم اپنے دشمن کے مقابلے میں آپس میں مجتمع اور متحد ہونگے تو اس پر غالب بھی آسکیں گے۔ اور اگر ہم میں اختلاف ہو گیا تو ہمارے دبدبے میں ضعف آجائے گا۔ اے ہمارے لوگو! میری اس خیر خواہی اور نصیحت کو جھوٹ نہ سمجھو۔ میری مخالفت نہ کرو۔ اور جب میرا یہ خط تمہارے سامنے پڑھا جائے تو واپس آ جاؤ۔ والسلام“

اس خط کو پڑھ کر سلیمان اور ان کے اصحاب نے کہا کہ یہ خط ہمارے پاس اب آیا ہے کہ ہم اس شہر میں پہنچ گئے ہیں۔ اور جب کہ ہم نے اپنے نفوس کو جہاد کے لئے تیار کر دیا ہے۔ اب کہ ہم اپنے دشمن کی سرزمین کے قریب ہیں اس پر کار بند ہونا درست نہیں۔

سلیمان نے اس خط کے جواب میں عبداللہ کا شکر ادا کیا۔ اس کی

تعریف کی اور لکھا کہ ”لوگ اسی میں خوش ہیں کہ انھوں نے اپنی جانوں کو اپنے خدا کے ہاتھ فروخت کر دیا ہے۔ اور وہ اپنے سخت گناہ سے توبہ کر کے خدا کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور اسی پر توکل کرتے ہوئے قضا و الہی پر رضا مند ہیں“ جب یہ خط عبداللہ کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ ”یہ لوگ خود موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ تم لوگ ان کے متعلق سب سے پہلی خبر یہی سنو گے کہ وہ قتل ہو گئے۔ خدا کی قسم وہ سب کے سب نہایت مکرم اور مسلمان ہو کر قتل ہوں گے“

القصبہ وہ لوگ برابر کوچ کرتے ہوئے اسی ترتیب اور انداز سے قریسیا پہنچ گئے۔ جہاں زفر بن حارث الکلابی ان سے قلعہ گزین ہو کر ٹھہرا ہوا تھا۔ اور ان سے آکر نہیں ملا۔ سلیمان نے مسیب بن خثیمہ کو اس کے پاس بھیجا کہ شہر کی تفصیل کے باہر وہ ان کے لئے بازار لگا دے مسیب نے قریسیا کے دروازے تک پہنچ کر اس سے اپنا تعارف کرایا۔ اور زفر کے پاس جانیکی اجازت طلب کی۔ ہذیل ابن زفر اپنے باپ زفر کے پاس گیا۔ اور کہا کہ ایک حسین بہت شخص ہے جس کا نام مسیب ابن خثیمہ ہے وہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اس کے باپ نے کہا کہ بیٹا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہے۔ یہ مضر ہمارا کا شہسوار ہے۔ ان کے کل اشراف کی تعداد دس ہے۔ اور یہ ان میں سے ایک ہے۔ اور یہ ایک عابد اور دین دار شخص ہے۔ اسے اندر آنے دو۔ چنانچہ اس کو اندر آنے کی اجازت دی گئی جب وہ اندر گیا تو زفر نے اس کو اپنے پاس بٹھلایا۔ اور مزاج پرسی کی۔ مسیب نے اپنا حال کہا اور اپنے ارادے سے اس کو مطلع کیا۔ زفر نے کہا کہ ہم نے شہر کے دروازے کو صرف اس لئے بند کیا ہے کہ ہم کو معلوم ہو جائے کہ تم ہم سے لڑنے آئے ہو یا کسی اور سے۔ ہم کسی شخص سے عاجز و کمزور نہیں ہیں۔ اور تم سے جنگ کرتی بھی نہیں چاہتے کیونکہ ہم کو تمہاری صلاحیت مزاج اور حسن سیرت کی خبر ملی ہے پھر اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ انکے لئے ہمارے شہر سے باہر بازار لگا دے۔ اس نے مسیب کو

ایک ہزار درہم اور ایک گھوڑا بھی دیا۔ مگر مسیب نے روپیہ واپس کر دیا۔ اور گھوڑا یہ کہہ کر لے لیا کہ شاید میرا گھوڑا لنگڑا ہو جائے تو مجھے اس کی ضرورت پڑے گی۔ زفر نے ان لوگوں کے پاس بہت سی روٹیاں اور چارہ اور آٹا بھیج دیا جس سے لوگ بازار جانے کی زحمت سے بچ گئے۔ البتہ یہ ہوا کہ کوئی کوئی چابک یا کپڑا خریدنے کے لئے بازار گیا۔ دوسرے دن صبح کو وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ زفران کی مشایعت کے لئے گیا اور سلیمان سے کہا کہ رقبہ سے پانچ امراء یعنی حصین ابن نمیر، حزیل ابن ذی الکلاع، ادہم ابن محرمہ، جبیلہ ابن عبداللہ غنمی اور عبید اللہ ابن زیاد اس قدر کثیر التعداد آدمی اپنے ہمراہ لے کر گئے ہیں جیسے کانٹے اور درخت اگر تم لوگ چاہو تو ہمارے شہر میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا کرنے سے ہمارے اور تمہارے اتحاد ایک ہو جائیں گے۔ اور ہم سب مل کر اپنے دشمن سے لڑ سکیں گے۔ سلیمان نے کہا کہ خود ہمارے ہی اہل شہر نے تم سے یہ کہا تھا۔ مگر تم نے ان سے بھی ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ زفر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم لوگ جلد جلد ان کے مقابلے کے لئے عین درودہ تک جاؤ۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے چشمہ آتا ہے شہر کو اپنے پیچھے رکھنا اس طرح مندی۔ پانی اور تمام ضروریات زندگی تمہارے ہاتھ میں ہوں گی اسکے علاوہ میرا درتھار درمیان کوئی رکاوٹ بھی حائل نہیں ہے۔ اس طرح تم اس سے بالکل بیخبر ہو جاؤ گے۔ اب تم لوگ اپنی منزلیں طے کرو۔ خدا کی قسم میں نے تم سے زیادہ کریم النفس اور کوئی جماعت نہیں دیکھی۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ ان پر سبقت لے جاؤ گے۔ لیکن اگر تم ان سے لڑو تو یہ خیال رکھنا کہ میدان میں کھڑے ہو کر ان سے تیر اور نیزے سے نہ لڑو۔ کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ ہیں۔ اور مجھے خوف ہے کہ وہ تم کو گھیر لیں گے۔ اور تم مقابلے کی تاب نہ لاسکو گے۔ پھر وہ تم کو پچھاڑ دیں گے اور تمہارے قدم نہ جم سکیں گے۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارے پاس پیادے نہیں اور ان کے پاس پیادے اور سوار دونوں ہیں۔ جو ایک دوسرے کی حفاظت و حمایت کر لیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہو گا کہ تم اپنی فوج کے جرگے اور دستے

بنا کر ان کا مقابلہ کرو۔ ان دستوں کو ان کے میسرہ اور مینہ کے مابین پھیلا دو۔ اور ہر ایک دستے کے ساتھ ایک اور دستہ اس کے پہلو میں رکھو تا کہ اگر ایک دستے پر حملہ کیا جائے تو دوسرا کوچ کرتا ہوا آگے بڑھے۔ اور ان کو پچاسے جب کوئی دستہ چاہے تو آگے بڑھ جائے اور جب چاہے پیچھے ہٹ آئے۔ اگر تم لوگ ایک ہی صف میں ہو اور پیادے تم پر حملہ کریں۔ تم اپنی صف سے ڈھکیل دے جاؤ۔ صف ٹوٹ جائے تو لازمی طور پر تمہیں شکست ہو جائیگی یہ کہہ کر زفر نے ان کو رخصت کر دیا۔ اور ان کے لئے دعا کی۔ اور ان کی تعریف و توصیف کی۔ پڑ

سلیمان ابن صرد اور ان کے آدمی برابر منزلیں مارتے چلے جاتے تھے۔ آخر عین وردہ پہنچ کر رک گئے۔ اور پانچ دن تک انتظار کرتے رہے۔ ادھر اہل شام اپنی فوجوں کو لئے چلے آتے تھے۔ جب وہ عین الورده سے صرف ایک دن اور ایک رات کی مسافت پر رہ گئے تو سلیمان نے کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کے سامنے آخرت کا ذکر کیا۔ ان کو اسکی ترغیب دلائی۔ اور کہا کہ اب تمہارے پاس تمہارا وہ دشمن پہنچا چاہتا ہے۔ جس کے لئے تم مارا مار چل کر آئے ہو۔ جب تم اپنے دشمن کا مقابلہ کرو تو خوب لڑنا اور جہم کر لڑنا۔ کیونکہ اللہ صبر و استقلال والوں کے ساتھ ہے۔ اور تم میں سے کوئی شخص ان کی طرف اپنی پشت نہ پھیر دے مگر اس کے لئے وہ پھر لیٹ کر ان سے جنگ کریگا یا وہ کسی گردہ کے پاس جگہ پکڑنیوالا ہوگا۔ کسی بھانسنے والی کو قتل نہ کرنا اور کسی زخمی پر وار نہ کرنا۔ اپنے اہل دعوت میں سے کسی ایسے کو نہ مارنا۔ سوائے اس صورت کے کہ وہ تمہاری قید میں آکر خود تم سے لڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اہل دعوت کے متعلق یہی عادت تھی۔ اگر میں قتل ہو جاؤں۔ تو مسیب ابن نجبه لوگوں کے امیر ہوں گے۔ اور اگر وہ قتل ہو گئے تو عبد اللہ ابن سعد ابن نفیل اور اگر وہ بھی مارے گئے تو عبد اللہ ابن وال۔ وہ بھی کام آئے تو رفاعہ ابن مشد اور خدا اس شخص پر رحم کرے جو خدا سے وعدہ کر کے اسے پورا کرے۔ پھر انھوں نے مسیب کو چار سو سوار دے کر

کہا کہ تم جاؤ اور جو نہی انکی فوج کے پہلے حصے کو دیکھو اس پر حملہ کرو۔ اور اگر تمہاری رائے ہو تو ٹھیر دو ورنہ واپس آ جاؤ۔ مگر یہ خیال رہے کہ ایسا نہ ہو۔ کہ تم اپنے ہمراہیوں سے الگ ہو جاؤ یا کسی اور کو آتے روانہ کرو۔ جب تک کہ تم ایسا کرنے کو ضروری خیال نہ کرو۔“

مسیب ایک رات اور دن سفر کرنے کے بعد صبح کو ایک جگہ ٹھہرا جب خوب دن نکل آیا تو اس نے اپنے ہمراہیوں کو مختلف جماعت میں بھیجا۔ تاکہ جو شخص ان کو مل جائے اسے لے آئیں۔ وہ ایک اعرابی کو مل کر لائے۔ مسیب نے اس سے قریب ترین فوج کے متعلق سوال کیا۔ تو اس نے کہا کہ ان کا قریب ترین لشکر شرجیل کا ہے۔ جو تم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ شرجیل اور حصین میں اختلاف ہو گیا ہے۔ حصین کا دعوے ہے کہ وہ شرجیل ہے مگر شرجیل انکار کرتا ہے۔ اور اب وہ ابن زیاد کے حکم کے منتظر ہیں۔ یہ سن کر مسیب اور اس کے ہمراہی نہایت سرعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور ابھی وہ لوگ بے خبر ہی تھے کہ یہ ان کے سر پہنچ گئے اور ان کی فوج کے ایک جانب پر حملہ کر کے ان کو ہزیمت دی مسیب نے ان کے آدمیوں پر اس طرح حملہ کیا۔ کہ بہت سے مجروح ہوئے اور ان کے بہت سے چوپائے بھی لے لئے۔ شامی اپنے خیموں کو چھوڑ کر بھاگے مسیب کے ہمراہیوں نے جو کچھ چاہا لوٹا۔ پھر وہ ان تمام اموال غنیمت سے لے کر پھندے سلیمان کے پاس واپس گئے۔ اور ابن زیاد کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو اس نے حصین ابن نمیر کو سرعت کے ساتھ روانہ کیا۔ اور وہ بارہ ہزار آدمیوں کو لے ہوئے آپہنچا۔ سلیمان کے اصحاب ماہِ جمادی الاولیٰ کے اختتام سے چار دن قبل اس کے مقابلے کیلئے نکلے۔ ان کے مینہ پر عبد اللہ ابن سعد۔ میسرہ پر مسیب ابن خنہ اور قلب پر خود سلیمان تھے۔ حصین نے اپنے مینہ پر جلد ابن عبد اللہ کو اور میسرہ پر ربیعہ بن خذرق الغنوی کو مقرر کیا۔ جب طرفین ایک دوسرے کے اور قریب آئے تو اہل شام نے متفق ہو کر اصحاب سلیمان کو عبد الملک ابن مردان سے بیعت کرنے کو کہا۔ مگر اصحاب سلیمان نے

ان کو عبدالملک سے خلع کرنے کی دعوت دی۔ اور کہا کہ عبید اللہ ابن زیاد کو ان کے حوالے کیا جائے۔ جس کے عوض میں وہ عراق سے عبداللہ ابن زبیر کے اصحاب کو نکال دیں گے۔ اور پھر ام خلافت کو اہل بیت نبوی کی طرف منتقل کیا جائے۔ مگر دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کی شرائط کو منظور نہ کیا۔ اور سلیمان کے میمنہ نے حصین کے میسرہ اور میسرہ نے اس کے میمنہ پر دھاوا کر دیا۔ اور خود سلیمان نے قلب پر دھاوا کیا۔ اہل شام نہریت کھا کر اپنے معمر کو بھاگے اور اصحاب سلیمان برابر حیت ہی رہے تھے کہ رات آپہنچی۔ پٹا

صبح ہوئی تو ابن ذنی الکلاع آٹھ ہزار آدمیوں کی فوج لئے ہوئے جن کو عبید اللہ ابن زیاد نے ملک کے لئے بھیجا تھا حصین کے پاس آپہنچا۔ سلیمان کے ہمراہی بھی برآمد ہوئے اور تمام دن اس قدر شدید جنگ ہوئی کہ اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔ اور سوائے نماز کے اور کوئی چیز ان کے مابین حائل نہیں ہوئی۔ شام کے وقت فریقین جدا ہو گئے۔ دونوں میں مجروحین کی تعداد کثیر ہو چکی تھی قصہ گویوں نے سلیمان کی فوج میں چکر لگا کر انھیں جنگ میں ثابت قدم رہنے کی ترغیب و تحریص دی۔ دوسری صبح کو ادہم ابن محرز الباہلی عبید اللہ ابن زیاد کے پاس سے تقریباً دس ہزار آدمی لیکر اہل شام کی مدد کو پہنچ گیا۔ اور صبح کے دن بھی چاشت کے وقت تک نہایت سخت جنگ ہوتی رہی۔ پھر اہل شام نے تعداد کثیر میں ان پر ہر طرف سے یورش شروع کی سلیمان دیکھ رہے تھے کہ انکے ہمراہیوں پر کیا کچھ مصیبت پڑ رہی ہے۔ اس لئے انھوں نے نیچے اتر کر پکارا کہ اے اللہ کے بندو! تم میں سے جو صبح سویرے اپنے رب کے پاس جانا چاہتا ہے اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتا ہے وہ میری طرف آئے۔ اور یہ کہہ کر اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا۔ اس سے ان کے پاس بہت سے آدمی جمع ہو گئے۔ اور وہ بھی اپنی اپنی میان توڑ کر سلیمان کے ساتھ چلے۔ اور اہل شام سے لڑنے لگے۔ چنانچہ انھوں نے بہت سے شامیوں کو قتل اور اکثر کو زخمی کیا حصین نے انکا استقلال اور دلیری دیکھ اپنے پیادوں کو بھیجا

کہ جوان پر تیر برسانے لگے۔ اس کے سواروں اور پیادوں نے اصحاب سلیمان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ سلیمان شہید ہوئے (رحمہ اللہ) ان کو یزید بن حصین نے تیر کا نشانہ بنایا وہ گر گئے پھر اٹھ کر حملہ آور ہوئے۔ مگر پھر گر گئے۔ سلیمان کے قتل ہونے کے بعد جھنڈا مسیب ابن نجہ سے اٹھا لیا۔ سلیمان کے لئے دعائے رحم کی اور پھر آگے بڑھ کر لڑنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد واپس آگئے پھر حملہ کیا۔ انھوں نے کئی بار ایسا ہی کیا اور آخر کار کئی آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے (رضی اللہ عنہ)۔

مسیب کے قتل پر عبداللہ ابن سعد ابن نفیل نے جھنڈا اٹھا لیا۔ دونوں مرحومین کے لئے رحمت کی دعا کی۔ اور یہ آیت پڑھی۔ **فَمِنْهُمْ مَّنْ قُتِلَ تَحِبًّا وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلَا فَاَتْبَعِيْلًا**۔ ان کے ازادی ہمارے ہوں گے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ اسی اثناء میں کہ وہ جنگ میں مصروف تھے سعد ابن خدیفہ کسی طرف سے تین سوار آئے جنہوں نے اگر کہا کہ ہم لوگ اہل مدائن کے ایک سوستر آدمیوں کے ساتھ آ رہے ہیں۔ اور شعیب ابن مخزومہ العبدی تین سو بھائیوں کے ہمراہ آ رہے ہیں۔ لوگ یہ سکر خوش ہو گئے۔ مگر عبداللہ ابن سعد نے کہا کہ اے کاش کہ وہ ہمارے زندہ رہتے تک آ جاتے۔ جب پیام بروں نے اپنے مقتول بھائیوں کے انبار دیکھے۔ تو سخت رنجیدہ ہوئے۔ اور اَقَالَ لِلّٰهِ وَاَقَالَ لِلْيَمْرِ رَاجِعُونَ۔ کہہ کر ان ہی کے ساتھ جنگ میں شامل ہو گئے۔ عبداللہ ابن سعد ابن نفیل کو ربیعہ ابن مخارق کے بھتیجے نے شہید کر ڈالا۔ خالد ابن سعد ابن نفیل نے اپنے بھائی کے قاتل پر حملہ کیا اور ایک اور شخص نے اس کا گلا گھونٹ دیا۔ مگر قاتل کے ہمراہیوں نے یکبارگی حملہ کر کے اپنی کثرت تعداد کے زور سے اسے چھڑا لیا۔ اور خالد کو قتل کر دیا۔

اب چونکہ جھنڈے کے پاس کوئی شخص نہ تھا۔ اس لئے وہ یوں ہی پڑا رہ گیا۔ لوگوں نے عبداللہ ابن وال کو پکارا معلوم ہوا کہ وہ اپنے ساتھ ایک گروہ کو لئے ہوئے الگ ہی جنگ میں مصروف ہیں۔ رفاعہ ابن شداد نے حملہ کیا۔ اہل شام کی صف منتشر ہو گئی۔ انھوں نے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا۔

اور دیر تک لڑتے رہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ تم میں سے جو ایسی زندگی چاہتا ہے جس کے بعد موت نہیں۔ ایسی راحت جس کے بعد تکلیف کا نام نہیں۔ اور ایسا سردر جس کے بعد غم نہیں۔ اُسے چاہئے کہ ان محلین کے ساتھ جنگ کر کے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کر کے جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ عصر کے وقت کا واقعہ ہے۔ پھر انھوں نے اور ان کے اصحاب نے حملہ کیا۔ کئی آدمیوں کو قتل کیا اور غنیم کو مار کر ہٹا دیا۔ اہل شام نے ہر طرف سے ان کا رخ کر کے دھاوا کیا اور مارتے مارتے پھر اسی مقام پر پہنچا دیا جہاں وہ پہلے تھے۔ اور وہ ایسی جگہ تھے جہاں صرف ایک ہی طرف سے جاسکتے تھے۔ شام کے وقت ادہم ابن محرز الباہلی نے اہل شام کی سرکردگی اختیار کر لی۔ ابن محرز لڑتے لڑتے ابن دال کے سامنے پہنچا تو مؤخر الذکر یہ آیت پڑھ رہے تھے **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا** ابن محرز کو یہ سن کر غصہ آیا۔ اور اس نے ابن دال پر حملہ کر کے ہاتھ توڑ دیا۔ اور پیچھے ہٹ کر کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ تم بھی اپنے اہل کے پاس پہنچ جاؤ۔ ابن دال نے کہا کہ تمھارا خیال نہایت ہی نامعقول ہے۔ خدا کی قسم میں بھی نہیں چاہتا کہ تمھارا ہاتھ اپنی جگہ پر رہے مگر یہ کہ مجھ کو میرے ہاتھ کا دگنا اجر ملے تاکہ تمھارا بوجھ اور میرا اجر اور بھی زیادہ ہو جائے۔ اس قول سے محرز کا غصہ اور بھی زیادہ ہو گیا۔ اور اس نے ان پر نیزے کا وار کر کے ان کو قتل کر دیا۔ مگر ابن دال بھی قتل ہوتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے تھے پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ ابن دال عابد اور فقیہ آدمی تھے۔

جب ابن دال بھی قتل ہو گئے تو لوگ رفاعہ ابن شداد البجلی کے پاس گئے اور کہا کہ اب آپ کو جھنڈا لینا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ”اب ہم کو واپس چلنا چاہئے ممکن ہے کہ خدا ہم کو پھر ان لوگوں کی مصیبت کے دن دوبارہ جمع کر دے“ عبداللہ ابن عوف ابن احمز نے کہا کہ خدا کی قسم ہم ہلاک ہو جاویں گے اگر ہم یہاں سے ملے تو وہ لوگ ہمارے کندھے پر سوار ہو جائیں گے اور ابھی ہم ایک فرسنگ بھی نہ پہنچے ہوں گے کہ ہمارا ایک ایک آدمی ہلاک

ہو جائے گا۔ اور اگر ہم میں سے کوئی بیچ بھی رہا تو عرب اسے پکڑ لیں گے۔ اور اس کے ذریعہ سے ان لوگوں کے ہاں تقرب حاصل کریں گے۔ اور وہ بھی سختی سے مارا جائے گا۔ یہ دیکھو آفتاب غروب ہونے والا ہے۔ ہم اس وقت اپنے گھوڑوں پر سوار جنگ کریں گے اور جب اندھیرا ہو جائے گا تو شروع رات میں سوار ہو کر چلتے رہیں گے۔ اور آہستہ آہستہ چلیں گے ہم میں سے ہر شخص اپنے دوسرے ساتھی اور زخمی کو اٹھا لے گا۔ اور دیکھ لیں گے کہ ہم واپسی کے لئے کون راستہ اختیار کریں۔ رفاعہ نے کہا کہ تمہاری راہ بالکل درست ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے جھنڈا اٹھایا اور نہایت شدت سے لڑنا شروع کیا۔ اہل شام کا ارادہ یہ تھا کہ ان کو رات ہونے سے پہلے ہی ہلاک کر کے رکھ دیں۔ مگر اہل کوفہ کی شدت مقابلہ کی وجہ سے وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ عبداللہ ابن عزیز الکنتانی آگے بڑھ کر اہل شام سے لڑنے لگے۔ ان کا صغیر بن بیٹا محمد بھی ان کے ہمراہ تھا۔ انھوں نے اہل شام میں جو بنو کنانہ تھے انکو آواز دی اور اپنے بیٹے کو اس کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے کوئے پہنچا دیں۔ اہل شام نے ان کو پناہ دی مگر انھوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور لڑتے لڑتے مارے گئے۔ شام کے وقت کرب ابن یزید الحمیری اپنے ایک سو آدمیوں کو لیکر آگے بڑھے اور بڑے شد و مد سے لڑنے لگے۔ ابن ذی النکاح الحمیری نے ان کے اور ان کے تمام اصحاب کیلئے امان پیش کی۔ مگر انھوں نے کہا کہ ہم دنیا میں بالکل امان میں تھے۔ اب تو ہم صرف آخرت کی امان کی تلاش میں نکلے ہیں۔ غرض کہ وہ سب اہل شام سے لڑتے لڑتے مارے گئے۔ بعد ازاں ضحیر بن ہلال المزنی بنو مزنیہ کے تیس آدمیوں کو لے کر آگے بڑھے۔ اور وہ سب بھی لڑتے لڑتے کام آئے۔ پھر

جب شام ہو گئی تو اہل شام اپنی جھانڈنی کی طرف گئے۔ رفاعہ نے دیکھنا شروع کیا کہ جس جس شخص کا گھوڑا اس کی ران کے نیچے مڑ گیا ہو یا زخمی ہو گیا ہو اس شخص کو دوسرے آدمی کے حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب دیکھ کر کے اپنے تمام آدمیوں کو ہمراہ لیکر اسی رات وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔

صبح کو حصین نے ان کے مقابلے کے لئے جانا چاہا۔ مگر ان کو نہ پا کر ان کے تعاقب کے لئے کسی کو روانہ نہ کیا۔ اہل کوفہ قرقیسیا آئے۔ زفر نے انھیں اقامت کی دعوت دی۔ بیتین دن ٹھہرے۔ زفر نے ان کی میزبانی کی۔ انھیں زاد راہ دیا۔ اور پھر وہ کوفہ روانہ ہو گئے۔

بعد میں سعد بن حذیفہ بن یمان اہل مدائن کو لے کر میدان جنگ کی طرف چلے۔ مگر ہیت میں اپنے آدمیوں کی شکست کی خبر سن کر واپس چلے گئے۔ راستے میں ان کو مثنیٰ ابن مخزومہ العبیدی ملے جو اہل بصرہ کو لئے آرہے تھے۔ سعد نے ان کو حال سنایا۔ دونوں اپنے ہمراہیوں سمیت رفاعہ کے آنے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ انھوں نے رفاعہ کا استقبال کیا۔ اور ایک دوسرے سے مل کر روئے۔ سب وہاں ایک دن اور ایک رات اور مقیم رہے۔ پھر متفرق ہو گئے۔ اور ہر ایک گروہ اپنے اپنے شہر کو چلا گیا۔

جب رفاعہ کوفہ پہنچے تو مختار قید میں تھا۔ اس نے رفاعہ کو یہ خط لکھا:-
 «أَمَّا بَعْدُ - مَرَجَا هَـ ان لَوِ كُؤن كَيْلَئِى كَـ ان كِى وَاپِىسى كَـ
 فَعَلَ كَـ لَئِى خَدَا جَر عَظِيم دِيَتَا هَـ . اُور جَن كَـ قَتْل هُونِى سَـ بَحِى وَه ان
 سَـ رَاغْنِى هُو تَا هَـ . قَسَم هَـ رَب كَعْبَه كِى كَـ تَم مِى سَـ كُوْنِى چَلْنِى وَالا اِيَك قَدِمْ هِى
 نَهِىس چَلَا اُور زَمِىن بَلَنْد پَر نَهِىس چُڑ مَـ . مَكْرِيَه كَـ اس كَـ لَئِى اللّٰهُ تَعَالٰى كِى
 طَرَف سَـ دُنْيَا سَـ زِيَا وَه ثَوَاب هَـ . سَلِىْمَان پَر جَوْ فَرْض تَعَا وَه وَه
 اُدا كَر گَـ . خَدَا نَـ ان كُوَا مَـ ثَلَا لِيَا اُور ان كِى رُوح كُو دِيَكْر اَنْبِيَا عَرَضِيْن
 وَشَهِدَا ر كِى اَرْوَا ح كَـ سَا تَحْر كَـ . اب تَهَارَا كُوْنِى اِيَسَا شَخْص بَاتِى نَهِىس هَـ جَس سَـ
 تَم مَدَوْنِى سَكُو . مَكْر مِى امِير مَامُور اُور امِين مَامُون هُون . مِى جِيَارِين كُو قَتْل كَر نِيَا
 اُور دِين كَـ اَعْدَا سَـ بَدَل لَئِىنِى وَالا هُون . اُور يِهَا مَقِيد هُون . تَم تِيَار
 بُو جَاؤ اُور وں كُو تِيَار كَر دَـ . اَيْنَدَه كَـ لَئِى خُوش خَبْرِى سَـ خُوش بُو جَاؤ . مِى تَم
 كُو كِتَابُ اللّٰهِ سُنْت رَسُوْل اللّٰهُ . طَلَب وَم اِہْل بَيْت . ضَعْفَا كِى جَانِب سَـ
 مَدَاغَتْ . اُور مَحْلِين سَـ جَہَا د كَرْنِى كِى دَعُوْت دِيَتَا هُون . وَاسْلَام
 سَلِىْمَان اُور ان كَـ ہَمْرَا ہِيوں كَا قَتْل مَاہ رَجَبِ آلا خَر مِى ہُوا

تھا۔ عبد الملک ابن مردان سلیمان کے قتل اور ان کے اصحاب کی ہزیمت کی خبر سن کر منبر پر چڑھا اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد کہا کہ ”خدا نے اہل عراق کے سروں پر سے نقتنے کے دو حصہ دو حصہ دالے اور گمراہی کے سرگروہ یعنی سلیمان ابن ضرہ کو ہلاک کر دیا ہے۔ ہاں اب تلوار مسیب کے سر کو پارہ پارہ کر چکی ہے۔ اللہ ان کے دو بڑے بڑے گمراہ اور گمراہ کرنے والے سروں یعنی عبد اللہ ابن سعد الازدی اور عبد اللہ ابن دال کو بھی قتل کر چکا ہے۔“

ان لوگوں کے قتل کے بعد عبد الملک ابن مردان کی حکومت میں کوئی خلا انداز باقی نہیں رہا۔ مگر یہ امر قابل بحث ہے کیونکہ اس وقت اس کا باپ زندہ تھا۔ اس بارے میں۔ اعتشٰی ہمیدانی نے ذیل کے اشارہ کئے ہیں جو ان دنوں پوشیدہ رکھے جاتے تھے۔ (ترجمہ) :-

”دائے ام غالب! تیرا خیال میرے پاس آیا۔ پس اب میری دور افتادہ محبوبہ! تیرے لئے ہماری طرف سے دعائے سلامتی ہے۔ میں ہمیشہ درد و کرب میں مبتلا رہا ہوں۔ اور ہمیشہ ان کا قصد کرتا رہا ہوں۔ مگر تیرے فراق سے برابر مصیبت ہی میں پھنسا رہا۔ لیکن میں نہ بھولونگا کہ پرہیزگاروں کا تیرے چاشت کے وقت سفید خوبصورت اور جو بن دالیوں کے میرے پاس لانے کو۔ وہ معشوقہ ہمارے سامنے آکر کھڑی ہوئی۔ اور وہ نازک اندام لاغز جسم۔ لطیف پہاؤ اور بھری بھری پنڈلیوں والی تھی۔ وہ اپنے حسن میں لاثانی تھی۔ اور چاشت کے وقت آفتاب کے مانند تھی جو بادلوں میں سے چمک رہا ہو۔ اور جب اسے بادل چھپا دے تو اس کی طرف ایک ابر ظاہر ہو اور باقی تمام حصہ پوشیدہ رہے۔ میرے لئے یہی جدائی۔ یہی سوز محبت اور یہی آرزوئیں ہیں۔ اور وہی معشوق مجھے سب سے زیادہ عزیز ہے مگر وہ پھر میرے روبرو نہ ہوتی۔ خدا نہ کرے کہ شباب اور اس کا اور اس کی محبت کا ذکر دور ہو۔ جو صفائی میں برسنے اور بہنے والے بادلوں کا مقابلہ کرتی ہے۔ اور خدا کرے کہ تیرا وہ عتاب بڑھتا ہی رہے جو تو محض ملاعبت میں

اپنے قریبی دوست کے ساتھ کرتی تھی۔ میں اگرچہ ان کو بھولنے والا نہیں ہوں
 اس چھپے ہوئے شریف النفس اور کریم النسب چہرے کو ضرور ہی یاد
 کروں گا۔ اس نے صداقت کے ساتھ خدا کی طرف وسیلہ پیدا کیا
 اور تقوائے الہی ہی ایک کمانے والے کی بہترین کمائی ہو سکتی ہے وہ
 دنیا سے الگ ہو گیا۔ پھر اس سے موت نہیں ہوا۔ اور خدائے رفیع المراتب
 سے توبہ کی روہ دنیا سے ایسا الگ ہوا۔ اس نے کہدیا کہ میں نے اسے
 پھینک دیا اور پھر زندگی بھر اس کی طرف واپس نہ آؤں گا۔ میں اس سے
 کا خواہشمند نہیں ہوں جس کے فقدان کو لوگ نہیں چاہتے اور جس کے لئے
 جدوجہد کرنے والے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ اس نے اس کو مقام ثویہ کی
 طرف ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوجوں کے ساتھ بھیجا۔ اور ایسے آدمیوں کو بھیجا
 جو اہل تقویٰ تھے۔ صاحب عقل و ہوش تھے۔ سخت جگر۔ دلیر۔ سوار اور شریف تھے۔ وہ اہل
 کی رائے کو جتنے لگاتر ترک کرتے ہوئے گئے۔ انھوں نے پھسلانے والے امیر
 کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ وہ روانہ ہوئے اور انکی یہ حالت تھی کہ ان میں بعض
 تقویٰ کی تلاش میں تھے اور بعض تائب ہو گئے تھے۔ وہ مقام عین الوردہ میں
 ایک فوج سے مقابل ہوئے جو ان پر تیر بر سار ہی تھی۔ مگر انھوں نے اپنے
 دشمنوں کو شمشیر بامے بر نہ سے کاٹ کر رکھ دیا۔ کبھی وہ تیز مینی نیزوں
 سے لڑتے تھے جو ہاتھوں کو توڑ دیتے تھے۔ اور کبھی شریف۔ مضبوط اور سخت
 جسم گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ آزا ہوتے تھے۔ اس کے بعد ان کے مقابلے
 کے لئے شام سے ایک اور جماعت آئی۔ جو سمندر کی طرح ہر طرف سے بڑھتی
 چلی آتی تھی۔ مگر کچھ ہی عرصے کے بعد ان کے سردار ہلاک ہو گئے۔ اور سوائے چند
 آدمیوں کے اور کوئی نہ بچا۔ اہل صبر معرکے میں اس حال میں کشتہ پڑے رہے
 کہ باوصیا اور جو بائی ہوائیں ان پر خاک اڑاتی تھیں۔ رئیس خزاعی ایسی بچھاڑ
 کھا کر گر گیا کہ گویا اس نے کبھی جنگ کی ہی نہ تھی۔ علی بن القیاس بنو شیح کا سردار
 اور اپنی قوم کا شہسوار شنوآۃ دوست تھا۔ فوج کا راہبر تھی اور عمر ابن بشر۔
 ولیدہ خالد زید ابن بکر۔ جلیس ابن غالب اور ہمدان کا وہ تنوریہ جو ہر ایک سامنے

آنے والے کو کاٹ کر رکھ دیتا تھا۔ اور جب حملہ کرتا تھا تو کوئی رو نہ کر سکتا۔
 تھا۔ اور وہ جو نیک کمائی والا تھا۔ اور ہر قبیلے کے سردار اور تمام بڑے اثرات
 اسے گئے۔ انھوں نے تلوار کی ایسی ضرب لگائی جس سے ایک بارگی
 کھوپڑیاں چرتی ہوئی چلی جاتی تھیں۔ اور اپنے تئیں نیزوں کے
 واروں کے سوا اے اور کچھ کیا ہی نہیں۔ اور وہ سعید ہی بارا گیا کہ
 جس روز بنی عامر پر کوئی مصیبت آتی۔ اس شیر سے زیادہ شجاع ہے
 جو یکبارگی اپنی کھار سے جست کر کے حملہ کرتا ہے۔ پس اسے عراقی فوج اور
 اس کے اس! خدا تم کو ہر دھواں و معار برسنے والے بادل کے پانی سے
 سیراب کر دے۔ خدا کرے کہ ہمارے شہسوار اور ہمارے وہ سپاہی جو جوان
 عورتوں کی پنڈلیوں کے کھلنے وقت ان کی حمایت کرتے تھے وہ نہ ہوں۔
 اور وہ بھی قتل نہیں ہوئے جب تک کہ انھوں نے تھلین کے سرداروں کی ایک ایسی جماعت سے
 جو طلوع و نواہ آفتابوں کی طرح درختاں تھی اپنا بدلہ نہ لے لیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے سلیمان اور ان کے ہمراہی ماہ ربیع الاخر میں قتل ہوئے۔
 ان اشعار میں خزامی سے مرو سلیمان ابن مرداس خزامی۔ بنو شیح کے سردار
 سے سعید ابن نخبة الفزاری۔ شہسوار شنوأة سے عبداللہ ابن سعد ابن نفیل
 الازدی (یعنی از و شنوأة) تھی سے عبداللہ ابن وال الیمی (جو تیم لات بن
 قلعہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکرہ بن وائل سے تھا) اور ولید ابن عسیر
 الکنتانی۔ خالد سے خالد ابن سعد ابن نفیل (یعنی عبداللہ کا بھائی
 ہے)۔

{ نخبة میں نون۔ جم اور باے موصدہ ہے اور ہر ایک پرزبر ہے۔ }

عبدالملک ابن مروان اور عبدالعزیز ابن مروان کی ولایت اور

بیعت کا بیان

اس سال مروان ابن حکم نے حکم دیا کہ اس کے دو بیٹوں عبدالملک ابن مروان اور

عبدالغفریر کے لئے بیعت کی جائے اسکی وجہ یہ ہوئی کہ جب عمرو بن سعید بن العاص مصعب بن زبیر کو شکست دیکر حبشہ ان کے بھائی عبداللہ نے فلسطین کی طرف بھیجا تھا مروان کے پاس واپس آیا۔ اور واپس ہو کے مروان کے پاس آیا۔ جو اسوقت شام اور مصر پر غلبہ حاصل کر کے دمشق میں مقیم تھا۔ تو مروان کو یہ معلوم ہوا کہ عمر دیکھتا ہے کہ مروان کے بعد ہی دالی امر ہو کر گا۔ مروان نے حسان ابن ثابت ابن نجد کو بلا کر کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالغفریر کے لئے بیعت لوں۔ مروان اسے عمرو کے ارادے سے جبکی اطلاع اسے ملی تھی آگاہ کیا اس نے کہا عمرو کی جانب سے آپ بے فکر ہیں۔ میں اس کے لئے کافی ہوں۔ چنانچہ جب شام کے وقت لوگ مروان کے پاس جمع ہو گئے تو حسان نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ بعض لوگ مختلف طرح کی آرزوئیں کرتے ہیں۔ لہذا تم سب کھڑے ہو کر عبدالملک اور اس کے بعد عبدالغفریر سے بیعت کرو۔ اس پر ان سب نے ایک ایک کر کے ان سے بیعت کر لی۔

ابن زیاد اور حبشہ کی بخت کا بیان

اس سال مروان نے دو طرف مہمات بھیجیں۔ ایک کو عبید اللہ ابن زیاد کی سرکردگی میں جزیرے اور قرقسیا میں زفر ابن حارث سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور کہا کہ جس علاقے کو تم فتح کرو گے تم ہی اس کے عامل مقرر کئے جاتے ہو۔ جزیرے سے فارغ ہو کر عراق جانا اور اسے ابن الزبیر کی گرفت سے چھڑا لینا۔ مگر ابھی وہ جزیرے ہی میں تھا۔ کہ اس کو مروان کے مرنے کی خبر ملی۔ بعد میں عبدالملک ابن مروان کی طرف سے اس کو ایک خط ملا۔ جس میں اس نے اس کو ان ہی تمام علاقوں پر عامل بنا دیا تھا۔ جن پر اس کے باپ نے اسے مقرر کیا تھا۔ اور ابن زیاد کو عراق کی طرف جانے کے لئے براہِ نکیر کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک اور مہم حبشہ ابن دلجہ القینی کی سرکردگی میں مدینے کو روانہ کی حبشہ اپنے ہمراہیوں کو لیکر روانہ ہوا اور مدینہ پہنچا جہاں جابر ابن اسود ابن عوف یعنی عبدالرحمن ابن عوف کے بھتیجے ابن زبیر کی طرف سے عامل تھے۔ جابر اس کو دیکھ کر فرار کر گئے۔ پھر حارث ابن ابی ربیعہ نے عمرو

ابن زبیر کے بھائی نے بصرے سے (جہاں وہ ابن زبیر کی جانب سے حکمران تھا) حنیف ابن خنف الثقی کی سربراہی میں حبش سے جنگ کرنے کے لئے ایک فوج روانہ کی حبش اس کی آمد کی اطلاع پا کر مدینے سے اس کے مقابلے کیلئے روانہ ہوا۔ اور عبداللہ ابن زبیر نے عبداللہ بن سہل بن سعد الساعدی کو مدینے کا امیر بنا کر بھیجا اور ہدایت کی کہ وہ اس وقت تک حبش کا تعاقب کرتا رہے جب تک کہ حنیف کے ماتے آنے والا اہل بصرہ کا لشکر اس سے مل جائے۔ چنانچہ عباس اس کا تعاقب کرتا ہوا مقام ربذہ میں حبش سے دوچار ہوا حبش سے جنگ ہوئی۔ اور یزید بن سہم نے ایک تیر مار کر اس کو ہلاک کر دیا۔ اس دن اس کے ہمراہ یوسف ابن حکم اور یوسف کا بیٹا حجاج بھی تھا جو ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ اس کے ہمراہیوں کو شکست ہوئی جنہیں پانچ سو آدمی مدینے میں پناہ گزیں ہوئے۔ عباس ابن سہل نے کہا کہ میرا حکم مانو۔ انھوں نے قبول کیا۔ عباس نے ان سب کو قتل کر دیا۔ اور حبش کے ساتھ لڑنے والے ہر ہیکت خور وہ آدمی شام کو واپس چلے گئے۔ یزید ابن سنان مدینے میں داخل ہوتے وقت سفید کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ مگر لوگوں نے اس پر سحر و خدشہ بوس ڈالیں اور کپڑوں کو چھو کر وہ سیاہ ہو گئے۔

مروان ابن حکم کی موت اور اسکے بیٹے عبدالملک کی خلافت کا بیان

اس سال ماہ رمضان میں مروان نے انتقال کیا۔ اس کی موت کی وجہ یہ ہوئی کہ جب معاویہ ابن یزید کی وفات کا وقت آیا تو اس نے کسی کو اپنا جانشین مقرر کیا۔ حسان ابن بکدل کا یہ ارادہ تھا کہ معاویہ ابن یزید کے بعد خلافت اس کے بھائی خالد ابن یزید کے ہاتھ میں دے دے۔ یہ خالد صغیر السن تھا اور حسان اس کے باپ یزید کا ماموں تھا۔ حسان نے مروان ابن حکم سے بیعت کی اور اس کا بھی یہی ارادہ تھا کہ اس کے بعد خالد کو دے دیا جائے۔ جب اس نے اور اہل شام نے بیعت کی تو مروان سے کہا گیا کہ تم خالد کی ماں سے نکاح کر لو تاکہ خالد کی تصغیر و تحقیر ہو جائے۔ اور وہ

خلافت طلب نہ کرے۔ خالد کی ماں بنت ابی ہاشم بن عقبہ تھی غرض کہ مروان نے اس سے نکاح کر لیا۔ ایک دن خالد مروان کے پاس گیا۔ اس وقت مروان کے پاس آدمی جمع تھے۔ اور وہ خود دونوں معقول کے درمیان اہل رہا تھا۔ مروان نے کہا خدا کی قسم تم احمق ہو۔ اس نے جواب دیا کہ اسے ابن رطلہ تم اسکے ساتھ یہ سلوک اس سے کیا کرتے ہو کہ اُسے اہل شام کی نظروں سے گرا دو۔ اس کے بعد خالد نے واپس جا کر اپنی ماں کو تمام حال کی خبر دی۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ خبردار تمھارا بیٹا اس بات کی کسی کو خبر نہ ہونے پائے۔ میں تمھاری طرف سے اس کا بدلہ لے لوں گی۔ مروان خالد کی ماں کے پاس گیا تو اس سے پوچھا کہ خالد نے تم سے میری نسبت کچھ کہا تھا۔ ماں نے جواب دیا نہیں بلکہ وہ تمھاری بڑی تعظیم کرتا ہے۔ پھر وہ تمھارے متعلق کیا کہہ سکتا ہے۔ مروان نے اس کی اس بات کو درست تسلیم کر لیا۔ چند دن کے بعد مروان اس کے پاس سو رہا تھا کہ اس نے مروان کے منہ پر اس زور سے اُس کی گردن بکیہ سے دبا کے مار ڈالا۔ اس طرح دمشق میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کی عمر تریسٹھ برس کی تھی۔ عبد الملک نے ام خالد کے قتل کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ لا خلقت میں یہ بات ظاہر ہو جائیگی کہ ایک عورت نے تمھارے باپ کو قتل کر دیا۔ یہ سن کر اس نے اُسے چھوڑ دیا۔

مروان کے انتقال کے بعد اس کے بیٹے عبد الملک نے شام میں حکومت کو سنبھالا اور اس کا دوسرا بیٹا عبد العزیز مصر میں اپنے بھائی عبد الملک کے حکم کے مطابق حکومت کرتا تھا۔ عبد الملک ستوا سنا تھا اور لوگ اس وجہ سے اُسے عیب ناک بتلاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس کے پاس چند اشراف جمع ہوئے۔ اس نے عبید اللہ ابن زیاد بن ظبیان البکری سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم اپنے باپ سے مشابہ نہیں ہو۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں خدا کی قسم میں اپنے باپ سے ویسا ہی مشابہ ہوں جیسا ایک پانی دوسرے پانی سے اور فرات فرات سے۔ لیکن اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ایک ایسے آدمی کا نام بتلاؤں جس سے ارحام نے خیر خواہی نہ کی۔ وہ مکمل ہو کر پیدا

نہیں ہوا اور اپنے اخوان و اعمام سے مشابہ نہیں کیا کہا وہ کون ہے ہا کہا کہ وہ سویڈ ابن مینوت ہے۔ جب عبید اللہ اور سویڈ وہاں سے چلے تو سویڈ نے عبید اللہ سے کہا کہ مجھے اس کے سامنے تمہاری گفتگو پسند نہیں آئی۔ عبید اللہ نے کہا اور مجھے بھی تمہارا مجھ پر شبہ کرنا اور خاموش رہنا پسند نہیں آیا۔

مروان ابن الحکم کے حالات اور نسب کا بیان

وہ مروان ابن الحکم بن ابی العاص ابن امیہ ابن عبد شمس ہے۔ اس کی ماں آمنہ بنت علقمہ بن صفوان بن امیہ ہے۔ جو بنو کنانہ میں سے ہیں۔ اس کی پیدائش ۲۰ھ میں ہوئی۔ اس کے والد نے فتح مکہ کے سال اسلام قبول کیا۔ رسول خدا صلعم نے اس کو طائف کی طرف جلا وطن کر دیا تھا کیونکہ اس کی تلاش و تفتیش کی جا رہی تھی۔ ایک دن رسول اللہ صلعم نے اس کو دیکھا کہ وہ اس طرح چل رہا تھا کہ جیسے پاؤں میں کچھ چبھ جاتا ہے۔ اور اس چال سے اس حضرت کی نقل اتارنا مقصود تھا۔ اس حضرت نے فرمایا کہ ایسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ اپنی موت تک اسی طرح لنگر اتار رہا۔ رسول اللہ صلعم کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر سے اس کی سفارش کی کہ اس کو واپس بلا لیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کا چچا تھا۔ مگر حضرت ابوبکر نے منکر نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر کا انتقال ہو گیا تو اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ تو حضرت عثمانؓ نے پھر ان سے سفارش کی۔ مگر انھوں نے بھی نہ مانا۔ آخر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خیر و ہی خاتمہ ہوئے تو اس کو طائف سے واپس بلا لیا۔ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ حکم بن ابی العاص کو وہاں سے واپس بلا لیا جائیگا۔ مگر یہ بات ایسی تھی جس کی صداقت کے لوگ منکر تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت ہی میں اس کا انتقال ہو گیا۔ اور خود انھوں نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ اس پر اس کی اولاد پر لعنت کے متعلق کثیر التعداد احادیث ہیں۔ جن کو حافظ نے نقل کیا ہے۔ مگر ان کی سندوں میں کلام ہے۔ جو

مروان بیست قد - سرخ رنگ اور کوتاہ گردن آدمی تھا۔ اس کی کنیت ابو الحکم اور ابو عبد الملک تھی۔ اس نے ایک ہی دن میں ایک سو غلاموں کو آزاد کیا تھا۔ وہ کئی بار معاویہ کی طرف سے والی رہ چکا تھا۔ اس کا قاعدہ تھا کہ جب کہیں کا والی بنایا جاتا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سب و شتم کرنے میں مبالغہ کیا کرتا تھا۔ اور جب وہ معزول ہو جاتا اور سعید ابن العاص اس کی جگہ مقرر ہوتے تو وہ اس حرکت سے باز آ جاتے۔ محمد ابن علی الباقر سے اس کے اور سعید کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ مروان ہمارے لئے پوشیدہ طور پر بہتر تھا اور سعید علانیہ طور پر۔ صحیح میں مروان سے ایک حدیث بھی مروی ہے۔ حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما اس کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔ مگر کبھی اپنی نماز کو بعد میں دہراتے نہیں تھے۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے عید کی نماز میں نماز سے پہلے خطبہ پڑھا۔

جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے بیٹے عبد الملک ابن مروان سے اس کی موت کے دن ہی بیعت کر لی گئی۔ اس کو اور اس کی اولاد کو بنو زرقاء کہا جاتا تھا اور صرف وہ لوگ اس نام کو استعمال کیا کرتے تھے جو خدمت اور عیب جوئی کرنا چاہتے تھے۔ زرقاء بنت مویب مروان بن حکم کی دادی تھی۔ اور یہ ذوات الرایات سے تھی جس سے بناء کے ثبوت پر استدلال کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ ان کو اس نام سے یاد کر کے عیب انگا یا کرتے تھے۔ بشائد زرقاء کی یہ کیفیت اس ابو العاص ابن امیر یعنی حکم کے والد سے نکاح ہونے کے قبل ہو۔ کیونکہ وہ اشراف قریش میں سے تھا اور اس قسم کا فعل اس عورت سے نہیں ہو سکتا جو اس کی زوجہ یا اس کے پاس رہتی ہو۔ واللہ اعلم۔

نافع ابن ازرق کے قتل کا بیان

اس سال نافع ابن ازرق کی شوکت میں بہت ترقی ہوئی۔ وہ وہی شخص ہے جس کی طرف خواج کی جماعت ازرقہ منسوب ہے۔ نافع کی

توت کا سبب یہ ہوا کہ اہل بصرہ مسعود بن عمر کے قتل کے سبب سے اوجھڑ مشغول
 اور آپس میں مختلف تھے نافع کے پاس ایک کثیر جماعت جمع ہو گئی۔ اور وہ اسے
 ہمراہ لے کر حبشہ تک آیا۔ عبداللہ بن حارث نے مسلم بن عبیس بن کریر بن
 ربیعہ کو اس کی سرکوبی کے لئے روانہ کیا۔ چنانچہ مسلم نافع کے مقابلے کے
 لئے نکلا۔ اور اس کو سرزمین بصرہ سے باہر نکال دیا تاکہ وہ سرزمین اہواز
 مقام دولات تک پہنچا۔ دونوں میں اس مقام پر جنگ ہوئی مسلم بن عبیس
 نے اپنے میمنہ پر حجاج بن ابی العریجی کو۔ میسرہ پر حارث بن بدر العدائی کو مقرر
 کیا۔ اور عمر بن ازرق نے اپنے میمنہ پر عبیدہ ابن ہلال کو اور میسرہ پر زم
 بن مازحوز التیمی کو افسر بنایا۔ جنگ نہایت شدید ہوئی جس میں اہل بصرہ کا امیر
 مسلم بن عبیس بھی قتل ہوا۔ اور خوارج کا سردار نافع ابن ازرق بھی کام آیا۔ یہ
 واقعہ ماہ جمادی الاخر کا ہے۔ بعد ازاں اہل بصرہ نے حجاج بن ابی العریجی
 کو اور خوارج نے عبداللہ بن مازحوز التیمی کو اپنا اپنا سردار بنایا۔ پھر جنگ
 ہوئی جس میں عبداللہ اور حجاج دونوں قتل ہوئے۔ پھر اہل بصرہ نے
 ربیعہ ابن احریم کو اور خوارج نے عبیدہ اللہ بن مازحوز التیمی کو اپنا اپنا امیر
 لشکر بنایا۔ فریقین پھر پلے جنگ ہوئی اور شام تک ہوتی رہی۔ آخر میں
 فریقین ایک دوسرے سے کراہیت کرنے لگے اور ایک دوسرے سے قتل کرتے
 اٹھا گئے۔ اسی اثنا میں وہ اس طرح آپس میں ملتے اور الگ ہوتے تھے کہ
 خوارج ایک دستہ فوج لائے جو اس وقت تک تازہ دم تھا اور جنگ میں
 شریک نہیں ہوا تھا۔ اس دستے نے بنو عبد القیس کے گوشے کی طرف سے
 لوگوں پر حملہ کیا۔ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور امیر بصرہ ربیعہ قتل ہوا۔
 علی بن القیس و غنفل بن خطلہ الثیبانی نسب بھی کام آگیا۔ اور جندل احارث
 ابن زید کے ہاتھ آئے۔ وہ کچھ عرصے تک کرتار ہا۔ لوگ اس کے پاس سے ہٹ گئے۔
 اور وہ برابر اہل بصرہ کی جماعت لئے ہوئے اوروں کی حمایت کرتا رہا۔ پھر
 وہ وہاں سے روانہ ہو کر اہواز پہنچے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ یہ امر اہل بصرہ کو
 معلوم ہو گیا۔ اور وہ بہت خوفزدہ ہو گئے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیر نے

حارث بن ابی ربیعہ کو بھیجا اور عبداللہ ابن حارث کو معزول کر دیا۔ اس کے بعد
خوارج بصرہ کی طرف چلے۔ پھر

مہلب کی خوارج سے جنگ کا بیان

جب خوارج بصرہ کے قریب پہنچے تو وہاں کے باشندے اخف بن قیس
کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ ہمارے امیر جنگ ہو کر ان سے جنگ
کریں۔ اس نے مہلب ابن ابی صفرہ کو امیر مقرر کرنے کا مشورہ دیا۔ کیونکہ
وہ ان کی شجاعت صواب رائے اور واقفیت حرب سے آگاہ تھا۔ وہ
ابن زبیر کی طرف سے آئے تھے۔ اور انھوں نے انھیں والی خراسان مقرر
کیا تھا۔ غرض کہ اخف نے کہا کہ اس امر کے لئے مہلب سے زیادہ اور
کوئی شخص موزوں نہیں۔ اشراف بصرہ نے مہلب سے اس بارے میں
گفتگو کی۔ مگر انھوں نے امارت کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر حارث
ابن ربیعہ نے ان سے سفارش کی تو انھوں نے والی خراسان ہونے کی وجہ سے
عذر کیا۔ اس پر حارث اور اہل بصرہ نے ابن زبیر کا خط اس کے سامنے
رکھ دیا جس میں ابن زبیر نے ان کو خوارج سے جنگ کرنے کا حکم دیا تھا۔
مہلب نے اس خط کو پڑھ کر کہا کہ خدا کی قسم میں کبھی خوارج کے مقابلے کے لئے
نہ جاؤں گا جب تک کہ تم ان تمام چیزوں کو میرے حوالے نہ کرو جن پر میں
غالب آگیا ہوں۔ اور جب تک کہ مجھے بیت المال سے اتنا روپیہ نہ دیدو
جو میری اور میرے ہمراہیوں کی خوراک کے لئے کافی ہو۔ انھوں نے ان کے
تمام ان شرائط کو منظور کر لیا۔ بلکہ اس مضمون کی ایک دستاویز لکھ کر ان کے
حوالے کی۔ انھوں نے ابن زبیر کو اس مضمون کا خط بھی لکھ کر روانہ کر دیا۔
جنھوں نے اسے قبول کیا اور اسی کے مطابق احکام صادر کیے۔ مہلب
نے اہل بصرہ میں سے بارہ ہزار مشہور و معروف اور دلیر و شجاع آدمی چن لئے
جن میں محمد ابن واسع۔ عبداللہ ابن ریاح الانصاری۔ معاویہ ابن قرۃ المزنی
اور ابو عمر ان الجوبی بھی شامل تھے۔ مہلب خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ ہوا۔

جو اس وقت جسرا صغر کے پاس پڑے ہوئے تھے۔ مہلب نے اپنے سرداران قوم اور اشراف کو لے کر رڑنا شروع کیا۔ اور خوارج کو جسر سے ہٹا دیا۔ اس وقت خوارج سوائے اس کے اور کچھ نہ کر سکے کہ اندر داخل ہو کر جسرا کبر کی طرف روانہ ہوں۔ چنانچہ جب مہلب اپنے سواروں اور پیادوں کو لے کر ان کی طرف بڑھے اور خوارج نے ان کو آتے دیکھا تو وہ جسرا کبر کی طرف چل دیئے۔ پھر

جب حارث ابن زید کو مہلب کی جنگ ازارقہ کے لیے امیر بنائے جانے کی اطلاع ملی۔ تو اس نے اپنے ساتھ کے آدمیوں سے کہا کہ اب تم جو کچھ چاہو کھاؤ پیو۔ اور جہاں چاہو پھرو۔ جاؤ۔ وہ پھر اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لے کر بصرہ چلا۔ مگر حارثہ ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔ حارثہ ایک کشتی میں بیٹھ کر دریائے دجل میں بصرہ کی طرف روانہ ہوا راستے میں بنو تمیم کا ایک آدمی ہتھیار لگائے ہوئے خوارج سے بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا اور پکار کر اس سے استغاثہ کیا۔ حارثہ نے اپنی کشتی دریائے دجل کے ساحل کے پاس لگادی۔ وہ تمیمی کشتی میں اس زور سے کودا کہ وہ اپنے تمام سواروں سمیت تہ نشین ہو گئی۔ اور وہ سب غرق ہو گئے۔ پھر

الغرض مہلب وہاں سے روانہ ہو کر خوارج کے پاس جا پہنچا۔ جو دریائے تیرے پر پڑے ہوئے تھے۔ وہ لوگ اس کے سامنے سے ہٹ کر اہواز چل گئے مہلب نے ان کے لشکر کے پیچھے جا سو سوں کو روانہ کیا۔ تاکہ ان کی خبریں بہم پہنچائیں۔ جب ان کو (مہلب کو) خبر مل گئی تو وہ ان کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ اور اپنے بھائی معاذ بن ابوصفرہ کو دریائے تیرے پر اپنی جگہ قائم کر گئے۔ اہواز پہنچ کر مہلب کے بیٹے مغیرہ ابن مہلب ابن ابی صفرہ کے ماتحت ان کے مقدمۃ الجیش نے خوارج سے جنگ کی۔ اس کے ہمراہی تھوڑے دیر میں آگئے۔ خوارج اس کے اسد قتل جنگ کو دیکھ کر اہواز سے منازر چلے گئے۔ جب مہلب ان کے قریب پہنچے تو خوارج نے اپنی جماعت سے ابی صفرہ کے ایک غلام واقفانی ماتحت ایک جماعت کو دریائے تیرے کی طرف روانہ کر دیا

جہاں معارک تھا۔ خوارج نے معارک کو قتل کر کے سولی پر چڑھا دیا۔ جب مہلب کو یہ خبر ملی تو اس نے اپنے بیٹے مغیرہ کو تیرے کی طرف بھیجا۔ اس نے وہاں پہنچ کر معارک کو سولی سے اتارا اور دفن کیا۔ لوگوں کو تسکین دی اور اس مقام پر ایک جماعت کو مقرر کر کے خود اپنے والد کے پاس چلا گیا۔ جو اس وقت سولاف میں مقیم تھا۔ مہلب نہایت محتاط آدمی تھا۔ وہ ہمیشہ خندق میں اترتا تھا۔ اپنی فوج کو آراستہ اور تیار رکھتا تھا اور خود ہی طلایہ کی خدمت انجام دیتا تھا۔ جب اس نے سولاف میں خوارج کو جنگ کے لیے بلایا تو وہ بھی اس کے سامنے ڈٹ گئے۔ اور نہایت سختی سے لڑے۔ دونوں فریق صبر و استقلال سے کام لیتے تھے۔ آخر خوارج نے مہلب اور اس کے ہمراہیوں پر جان توڑ کر حملہ کیا۔ جس سے مہلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور اس کے کئی آدمی مارے گئے۔ مہلب نے ثابت قدمی سے کام لیا۔ اور اس کے بیٹے مغیرہ نے معرکہ آرائی کی داد دی اور نام پیدا کیا۔ مہلب نے اپنے ہمراہیوں کو پکارا۔ وہ واپس آگئے اور ان کے ساتھ تقریباً چار ہزار آدمی اور بھی آئے۔ دوسرے دن مہلب نے اپنے باقی ماندہ آدمیوں کو ساتھ لے کر جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر اس کے ساتھیوں نے اپنے ضعف اور کثرت مجروحین کی بنا پر اس کو روکا۔ چنانچہ اس نے جنگ نہیں کی پھر مہلب وہاں سے روانہ ہوا۔ اتر و جیل کو قطع کرتا ہوا۔ عاقول جا کر ٹھہرا۔ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک ہی طرف سے اس پر حملہ ہو سکتا تھا۔ اسی جنگ سولاف کے متعلق ابن قیس الرقیات نے یہ اشعار کہے ہیں۔ (ترجمہ) :-

دآل امیہ سے ایک رات کی آنے والی طارقہ نے اگر دروان سے پر دستک دی کہ وہ ناز و انداز کی معشوقہ و عاشقہ ہے۔ وہ اکرا کر مچلتی مچلتی ہر زمین میرے اور اس کے درمیان واقع تھی۔ اور ازرق سولاف کی نگہبانی کر رہے تھے۔ جب ہم متفرق ہوئے تو ایک ضروری اور بے دین جماعت نے ہمارا مقابلہ کیا۔ اس نے دونوں لشکروں کو ہماری طرف پھیر دیا اور اس نے ان کے ٹلنے سے پہلے ہمارے پاس رات بسر کی ۱۱

اسی بارے میں کسی خارجی نے یہ شعر کہا ہے (ترجمہ) :-
 لا گویا ہم نے جنگ سوانہ میں ان کے بہت سے آدمیوں کو قیدی اور
 مقتول چھوڑا جن کا کھانا ہم سب کے
 اور بھی بہت سے شعراء نے اس واقعے کے متعلق اشعار کہے ہیں۔
 القصد مہلب عاقول پہنچ کر تین دن ٹھہرا۔ اور پھر خوارج کی طرف چلا۔
 جو سلائے اور سلسلے میں تھے۔ مہلب وہاں پہنچ کے ان کے قریب ہی ٹھہر گیا۔
 اکثر وہ ایسے کام کیا کرتا تھا جن کا وہ لوگوں کے سامنے اس غرض سے ذکر کیا
 کرتا تھا کہ ان میں لڑنے کے لئے جوش پیدا ہو جائے۔ مگر بعد میں لوگ اس کے اس
 قول کا نشان تک بھی نہ پاتے تھے۔ بعض لوگ مہلب کو کذاب کہتے ہیں۔ اور
 بعض کا یہ خیال ہے کہ وہ ہر حال میں کذاب تھا۔ مگر یہ درست نہیں ہے۔
 کیونکہ وہ صرف دشمنوں کو دھوکا دینے کے لئے ایسا کرتا تھا۔ مہلب نے
 خوارج کے قریب خیمہ زن ہو کر خندق کھودا۔ اسلحہ تیار کیئے۔ باسوں کو
 نگہبانوں اور اور لوگوں کو ان کے جھنڈوں اور جامائے قیام پر مستعدی
 سے جا دیا۔ اور خندق کی راہوں کو مضبوط کر دیا۔ جب کبھی خوارج ان پر
 شب خون کرنے اور دھوکا دینے کا ارادہ کرتے تو وہ اُسے ہر مرتبہ ایک کار
 سخت ہی پاتے اور واپس چلے جاتے۔ اس طرح خوارج کو کبھی کسی ایسے
 شخص سے سابقہ نہیں پڑا جو ان کا مہلب سے زیادہ دشمن ہوتا۔ اس کے
 بعد خوارج نے ایک رات عبیدہ بن ہلال اور زبیر بن ماحوز کو ایک فوج کے
 ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ جا کر مہلب کے آدمیوں پر رات ہی کے وقت چھاپہ
 ماریں۔ انھوں نے جا کر لوگوں کے دہنے بائیں غل مچایا مگر ان کو پہلے سے
 مستعد پایا۔ آخر ان کے کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔ دوسری صبح کو مہلب خوب
 ساز و سامان کے ساتھ نکلا اور از دو تمیم کو مینہ پراور بکسر بن دائل اور
 عبدالقیس کو بیسرہ کی طرف اور اہل عالیہ کو قلب میں رکھا۔ اُدھر سے
 خوارج بھی اپنے مینہ پر عبیدہ بن ہلال الیشکری اور بیسرہ پر زبیر بن ماحوز کو
 مقرر کر کے مقابلے کو نکلے۔ اہل بصرہ کے مقابلے میں انکا ساز و براق اور گھوڑے

اچھے تھے اس لئے کہ انھوں نے کرمان سے ابواز تک کے درمیانی علاقہ کو جنگل سے صاف کر کے سیراب کر کے آباد کر لیا تھا۔ الغرض فریقین آمنے سامنے آئے۔ اور نہایت شدت سے لڑائی ہونے لگی۔ تمام دن دونوں فریق داد و شجاعت دیتے رہے۔ انجام کار خوارج نے ایک سخت حملہ کیا۔ جس سے لوگ حواس باختہ ہو کر بھاگے۔ کوئی کسی کی پروا نہ کرتا تھا کہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔ ہوتے ہوتے ہر میت کی خبر بصرہ تک پہنچ گئی۔ اور وہاں کے باشندوں کو قید و گرفتاری کا خوف دامن گیر ہو گیا۔ مہلب ان سے بسرعت روانہ ہو کر منہرین سے پہلے ہی ایک بلند مقام پر پہنچ گیا۔ اور بکار کر کہا کہ اے اللہ کے بندو۔ میرے پاس آؤ۔ چنانچہ اس کے پاس تین ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں سے اکثر اس کی قوم ازو کے تھے۔ مہلب ان کو اور ان کے سامان کو دیکھ کر خوش ہوا۔ پھر ان کے سامنے ایک تقریر کی۔ ان کو جنگ کرنے پر براہِ نیگتہ کیا۔ فتح و نصرت کا وعدہ کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک شخص دس دس عدد چتھرا اپنے ہاتھ میں لے لے۔ پھر کہا کہ اب تم ہمارے ساتھ ان لوگوں کے لشکر کی طرف چلو۔ کیونکہ وہ لوگ اس وقت بالکل بے خوف ہیں۔ اور ان کے سواروں کے اور بھائی بندوں کی تلاش میں گئے ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ ابھی ان کے سواران کے پاس واپس نہ آسکیں گے کہ تم وہاں پہنچ کر ان کی فوج کو کاٹ کر رکھ دو گے۔ اور ان کے سردار کو قتل کر دو گے۔ لوگوں نے قبول کیا۔ مہلب ان کو لے کر خوارج کی طرف پلٹا۔ اور جب تک کہ اس نے پہنچ کر ان پر دھاوا نہیں کیا ان کو مہلب کی آمد کی خبر نہیں ہوئی۔ عبد اللہ ابن ماحوز اور دیگر خوارج نے ان کا مقابلہ شروع کیا۔ مہلب کے ہمراہیوں نے ان پر سنگ باری کر کے پیس ڈالا۔ پھر نیزہ بازی اور شمشیر زنی شروع کی۔ کچھ عرصے کی جنگ کے بعد عبد اللہ ابن ماحوز اور اس کے بہت سے ہمراہی قتل ہوئے۔ اور مہلب نے ان کی فوج کو خوب لوٹا۔ جو خارجی اہل بصرہ کے تعاقب میں گئے تھے واپس پلٹے۔ مہلب نے ان کی گوشمالی کے لئے سوار اور پیادے مقرر کر دی رکھے تھے۔ جنھوں نے ان کو قرار واقعی سزا دی اور

قتل کر دیا۔ جو باقی بچے وہ ذلیل و خوار اور مغلوب ہو کر واپس ہوئے۔ اس کے بعد وہ لوگ کرمان اور اصبہان کی طرف چلے گئے۔ کسی خارجی نے اصحاب مہلب کی سنگ باری کے متعلق کہا ہے۔ (ترجمہ) :-

”وہ ہمارے مقابلے میں ہم کو قتل کرنے کے لئے پتھر لے کر آیا۔ تجھ پر خدا کی مار ہو۔ کیا کبھی برابر والے بھی پتھر سے مرتے ہیں؟“

مہلب ان سے فداغ ہو کر اسی مقام پر پھر ا رہا۔ تا آنکہ مصعب ابن زبیر امیر بصرہ ہو کر آگیا۔ اور حارث ابن ربیعہ معزول ہوا۔ اسی جنگ کے متعلق صلتان العبدی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر) :-

”دستے اور سلیبے میں ان جوان مردوں کے مقامات شکست میں۔ جو کریم النسب مقتول ہیں اور جن کے گالوں کے لئے کسی قسم کا سہارا بھی نصیب نہیں ہوا“

عبداللہ ابن ماحوز کے قتل کے بعد خوارج نے زبیر ابن ماحوز کو اپنا امیر بنا لیا۔ ادھر مہلب نے حارث ابن ربیعہ کو اپنی فتح کی اطلاع دی۔ حارث نے وہ خط ابن زبیر کے پاس بکھج دیا۔ تاکہ وہ اسے وہاں کے لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنا دیں۔ حارث نے مہلب کو یہ خط لکھا :-

”اَھْشَا بَعْدُ۔ مجھے آپ کا وہ خط ملا جس میں آپ خدا کی مدد اور مسلمانوں کی فتح کا ذکر کرتے ہیں۔ پس اسے برا اور ازو۔ آپ کو دنیا کی شرافت و عزت اور آخرت کا ثواب اور اس کی فضیلت مبارک ہو“

مہلب اس خط کو پڑھ کر ہنس پڑا اور کہا کہ وہ کیا وہ مجھے سوائے اس کے کہ میں ازو کا بھائی بند ہوں اور کسی طرح نہیں جانتے۔ وہ ایک سخت اجڈ اعرابی ہے“ کہتے ہیں کہ مسلم سے پہلے عثمان ابن عبید اللہ ابن معمر نے خوارج اور نافع ابن ابرق سے جنگ کی تھی۔ عثمان قتل ہوا تھا اور اس کے ہمراہی منہزم ہوئے تھے۔ مگر خوارج میں سے بھی ایک خلق کثیر تہ تیغ ہوئی تھی۔ بعد میں ان کے مقابلے کے لئے بصرے سے حارثہ بن زید العبدانی روانہ ہوا۔ مگر خوارج کو دیکھ سمجھ گیا کہ وہ ان کا مقابلہ نہ کر سکیگا۔ اس لئے اس نے اپنے ہمراہیوں سے

کہا کہ کھاؤ پیو۔ جہاں چاہو پھرو۔ جہاں چاہو جاؤ۔ اس کے بعد مسلم بن عبید
روانہ ہوا کہتے ہیں کہ جب مہلب نے خوارج کو بھرے سے ابواز کی طرف
بھگا دیا تو باقی تمام سال وہ علاقہ دجلہ ہی میں خراج وصول کرتا۔ اور اپنے
ہمراہیوں کے لئے سامان خوراک وغیرہ ہم پہنچاتا رہا۔ پھر بھرے سے اس
کے اہل مدربھی آپہنچے جس سے اس کے ہمراہیوں کی تعداد تیس ہزار ہو گئی۔
اس لحاظ سے خوارج کی ہر میت سنہ ۳۳ میں واقع ہوئی۔

نجدہ ابن عامر کھنفی کا بیان

اس کا نام نجدہ بن عامر ابن عبداللہ بن ساد بن مفرج کھنفی ہے۔ وہ
پہلے ابن ازرق کے ساتھ تھا۔ مگر بعد میں اس کی اس نوند ہی کی وجہ سے
جس کا ذکر ہو چکا ہے اس سے علیحدہ ہو گیا۔ اور تمام پہنچ کر ابو طالت کو
اپنے پاس بلایا۔ اور حضارم جا کر اسے خوب لوٹا وہ مقام بنو حنفیہ کا تھا۔ مگر معاویہ
ابن ابوسفیان نے اسے ان سے لے کر دناں غلام آباد کر دئے تھے جبکہ کل
تعداد مع بچوں اور عورتوں کے چار ہزار تھی۔ نجدہ نے سنہ ۳۳ میں اسے لوٹ کر
اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور اس کی جماعت کی تعداد بھی بہت بڑھ گئی۔
اس کے بعد بحرین سے (اور بقول بعض بھرے سے) ایک قافلہ نکلا۔ جو کچھ مال و
اسباب لئے ہوئے ابن زبیر کے پاس جا رہا تھا۔ نجدہ نے اسے راستے میں
روک دیا۔ اور اس سے تمام مال و اسباب لے کر حضارم میں ابو طالت کے پاس
چلا گیا۔ دناں پہنچ کر اس نے اس سب کو اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ اور کہا کہ
اس مال کو اپنے آپس میں تقسیم کر لو۔ ان غلاموں کو واپس کر دو۔ اور ان سے
اپنی زمین کے بونٹے بونٹے کا کام لو۔ کیونکہ اسی میں زیادہ نفع ہے۔ چنانچہ ان
لوگوں نے مال و اسباب کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور یہ کہہ کر کہ ”ہمارے لئے
ابو طالت سے نجدہ بہتر ہے“ ابو طالت کو امارت سے علیحدہ کر دیا۔ اور
نجدہ سے بیعت کر لی۔ بعد میں ابو طالت نے بھی اس سے بیعت کر لی۔ یہ
سنہ ۳۶ کا واقعہ ہے۔ جب کہ نجدہ کی عمر (۳۳) سال کی تھی۔

پھر نجدہ بنو کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی طرف گیا۔ ذوالحجہ میں
مقابلہ ہوا۔ نجدہ نے ان کو شکست دی۔ اور بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔
فرد بن مہرہ القشیری کے دو بیٹے کلاب اور عطیفہ خوب جم کر لڑے۔ اور
رشتہ لڑتے رہے۔ قیس بن وقادہ نجدی شکست کھا کر بھاگا۔ اس کے
علاقائی بھائی معاریہ نے اسے جالیاد اور کہا تم مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو مگر اس
نے نہ مانا۔

نجدہ یمامہ کی طرف واپس چلا گیا۔ اور وہاں اس کی ہمسایوں کی
تعداد میں اضافہ ہو کر تین ہزار تک پہنچ گئی۔ پھر شامہ میں وہ بحرین گیا۔
نے کہا کہ ہم کو اپنے والیوں کے مقابلے میں نجدہ زیادہ پسند ہے۔ کیونکہ
وہ جو روستہ کو برا سمجھتا ہے اور ہمارے والی اسے روار کھتے ہیں اس بنا پر
انہوں نے نجدہ سے مصالحت کرنے کا ارادہ کر لیا۔ مگر بنو عبد القیس اور بنو اند کے
علاوہ دیگر اہل بحرین نے ہم کو کے نجدہ سے جنگ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس پر
بعض اہل ازد نے کہا کہ بہ نسبت ہمارے نجدہ تم سے قریب تر ہے۔ کیونکہ
تم سب کے سب بنو ربیعہ میں سے ہو۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ تم اس سے جنگ
نہ کرو۔ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نجدہ کو نہیں چھوڑیں گے۔ کیونکہ وہ
حروری ہے اور بے دین ہے۔ کہ وہ ہم میں اپنے احکام نافذ کرے۔ غرض کہ
قطیفہ میں فریقین کا مقابلہ ہوا۔ بنو عبد القیس کو شکست ہوئی ان کے
بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ اور اہل قطیفہ میں سے نجدہ نے جس کو
ہو سکا قید کر لیا۔ ایک شاعر کہتا ہے (ترجمہ)۔

”دیں نے جنگ قطیف کے دن عبد القیس کو نصیحت کی مگر جب
قبول ہی نہ ہو تو نصیحت سے کیا فائدہ؟“

نجدہ قطیفہ میں ٹھہر گیا۔ اور اپنے بیٹے مطرح کو ایک جماعت
دے کر بنو عبد القیس کی شکست خوردہ جماعت کی طرف روانہ کیا۔ تویر میں
لڑائی ہوئی جس میں مطرح ابن نجدہ اور اس کے ہمسایوں کی ایک جماعت کام
آئی۔ اس کے بعد نجدہ نے مقام خط کی طرف ایک فوج بھیجی جس کو اہل خط پر

فتح حاصل ہوئی۔ اور نجدہ بحرین ہی میں رکا رہا۔

جب مصعب بن زبیر شمشہ میں نصرے پہنچا تو عبداللہ بن عمر و ابی بنی اسد کو چودہ ہزار آدمی دے کر نجدہ کی طرف روانہ کیا۔ ابن عمیر نے اپنے لگا نجدہ شمشہ کی طرف بھاگنے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ عبداللہ و اس کے بیروانہ ہوا۔ اس وقت نجدہ غلیف میں تھا۔ نجدہ نے غفلت کی حالت میں ابن عمیر کو آ لیا۔ دونوں ایک طویل جنگ کے بعد علیحدہ ہوئے۔ صبح کو ابن عمیر اپنی فوج سے ملے مقتول و مجروح آدمیوں کی تعداد دیکھ کر خود زوہ ہو گیا۔ نجدہ نے اس پر دوبارہ حملہ کیا۔ ابن عمیر کے آدمی نہ ٹھیر سکے۔ اور پیٹھ دکھلا گئے۔ نجدہ نے ان پر رحم نہیں کیا۔ ان کی چھاؤنی کو جو کچھ اس کے ہاتھ آیا لوٹ لیا۔ اسی میں کئی لونڈیاں بھی ان کے ہاتھ آئیں جس میں ابن عمیر کی ایک ام ولد لونڈی بھی تھی۔ نجدہ نے اس سے دریافت کیا کہ اسے اس کے آقا ابن عمیر کے پاس بھیج دیا جائے یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے ایسے شخص کے پاس واپس جانے کی ضرورت نہیں۔ جس نے مجھے مصیبت اور تکلیف میں چھوڑ دیا ہو۔

نجدہ نے ابن عمیر کو شکست دینے کے بعد عمان کی طرف بھی ایک فوج بھیجی جس پر عطیہ ابن اسود الحنفی کو سپاہ سالار مقرر کیا۔ ان دونوں عمان پر عبور ابن عبداللہ نے قبضہ کر رکھا تھا۔ وہ خود بہت بوڑھا آدمی تھا اس کے دونوں بیٹے سعید و سلیمان کشتیوں کی آمدنی سے عشر و مول کر لیتے تھے۔ اور مختلف مقامات سے خراج و مول کر کے لاتے تھے۔ جب عطیہ ان کے مقابلے کیلئے آیا اور وہ اس سے لڑے۔ عباد مارا گیا آخر کار عطیہ ان بلا و پر غالب آیا۔ پھر وہ چند ماہ وہاں ٹھیر کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اور ایک شخص کو جس کی کنیت ابو القاسم تھی اپنی جگہ وہاں مقرر کر گیا۔ مگر عباد کے بیٹوں سعید اور سلیمان اور اہل عمان نے ابو القاسم کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد عطیہ اور نجدہ میں ناچاقی ہو گئی جس کو ہم انشاء اللہ آگے چلکر بیان کریں گے۔ چنانچہ وہ عمان کو واپس گیا۔ مگر چونکہ اس پر غلبہ نہ کر سکا۔ اس نے نجدہ کے راستے سے کرمان چلا گیا۔ جہاں پہنچ کر اس نے دریم بنائے۔ جن کا

نام "مہبطویہ" رکھا۔ وہ کربان ہی میں مقیم ہو گیا۔ مہلب نے اس کی سرکوبی کے لئے ایک فوج بھیجی۔ اور وہ وہاں سے بھاگ کر پہلے سجستان اور پھر سندھ چلا گیا۔ مہلب کے سواروں نے اس کو قندابل میں جا پکڑا۔ اور قتل کر دیا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کو خوارج نے قتل کیا۔ پڑ

بعد ازاں نجدہ نے ابن عمیر کی شکست کے بعد چند آدمیوں کو اہل بادیه کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ ان سے صدقہ وصول کر لائیں۔ ان کے آدمیوں نے کاظمہ میں بنو تمیم سے جنگ کی اہل طویلیج نے بنو تمیم کی مدد کی اور ایک خارجی کو قتل کر دیا۔ نجدہ نے اہل طویلیج کی سرزنش کے لئے چند آدمی روانہ کئے۔ جنہوں نے ان پر حملہ کیا۔ تیس سے کچھ زیادہ آدمی قتل کئے۔ اور چند کو گرفتار کر لیا۔ ان کے بعد انھوں نے لوگوں سے صدقہ ادا کرنے کو کہا اور وصول کر لیا۔ پھر نجدہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر صلغاد گیا جہاں کے باشندوں نے اس سے بیعت کر لی۔ کیونکہ ان کو یہ بھی شک ہوا کہ ابھی نجدہ کے پیچھے اور بھی بڑا سا لشکر چلا آ رہا ہے لیکن جب انھوں نے اس کی مدد کے لئے کسی کو آتے ہوئے نہ پایا تو اس سے بیعت کر لینے پر نام ہوئے۔ نجدہ کو ان کے اس خیال سے اطلاع ہوئی تو کہا کہ اگر تم چاہو تو میں تمہاری بیعت کو معاف کر دوں اور تمہارے لئے اس کو حلال سمجھتا ہوں تم سے جنگ کر دوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم اپنی بیعت چھوڑنا نہیں چاہتے جو لوگ اس کی بیعت کے مخالف تھے اپنے آدمی بھیج کر ان سے بھی اس نے صدقات وصول کر لئے۔ پھر نجدہ ابو فدیک کو حضور موت روانہ کیا جہاں سے اس نے ان کے باشندوں سے بھی صدقہ وصول کر لیا۔ پڑ

نجدہ نے ۶۸ھ میں (اور بقول بعض ۶۹ھ میں) آٹھ سو ساٹھ آدمیوں کے ساتھ حج کیا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ہمراہی حاجیوں کی تعداد دو ہزار چھ سو تھی۔ اس نے ابن زبیر سے اس شرط پر صلح کی کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے اصحاب کو نماز پڑھاے اور ان ہی کے ساتھ رہے اور یہ کہ ایک دوسرے سے تعارض نہ کریں۔ حج کے بعد نجدہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ اہل مدینہ نے اس سے جنگ کرنے کی تیاری کی۔ اور عبداللہ ابن عمرؓ بھی تلوار باندھ کر

تیار ہو گئے۔ نجدہ نخل تک پہنچا تھا کہ اس کو ابن عمر کے ہتھیار باندھنے کی خبر ملی۔ جسے سن کر وہ طائف لوٹ گیا۔ وہاں پہنچ کر عبداللہ ابن عمرو بن عثمان کی ایک بیٹی پر قبضہ کر لیا جو اپنے شوہر کے پاس تھی۔ نجدہ کے بعض ہمراہیوں نے کہا کہ وہ اسے خاص اپنے لئے رکھنا چاہتا ہے۔ لہذا انھوں نے بطور آزمائش کے اس سے اس لڑکی کے فروخت کر دینے کو کہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے اس سے اپنے حصے کو علیحدہ ہی رکھا ہے۔ اور وہ شریف اور آزاد عورت ہے۔ اس شخص نے کہا کہ آپ مجھ سے اس کا نکاح کر دیجئے۔ کہا کہ وہ بالنتہی ہے اور اپنی آپ مالکہ ہے۔ میں اس سے اجازت طلب کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ اسی وقت اپنی مجلس سے اٹھ کر اس کے پاس گیا اور واپس آ کر کہا کہ میں نے اس سے اجازت طلب کی۔ مگر وہ نکاح کرنے سے انکار کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ عبدالملک یا عبداللہ ابن زبیر نے نجدہ کو لکھا تھا کہ اگر اس (عورت) کے بارے میں تم نے کوئی ناشائستہ حرکت کی تو میں تمہارے علاقہ کو اس طرح پائمال و برباد کر دوں گا کہ اس میں بنی بکر کا شخص نظر نہ آئے گا۔ نجدہ نے ابن عمر سے چند امور کے متعلق سوال کیا۔ انھوں نے لکھا کہ ”ابن عباس سے دریافت کرو“ چنانچہ ابن عباس سے دریافت کیا گیا۔ ابن عباس اور اس کے جو سوال جواب ہوئے ہیں وہ مشہور ہیں۔

جب نجدہ طائف سے روانہ ہوا تو عاصم ابن عروہ ابن مسعود لشغفی نے اس کے پاس جا کر اپنی قوم کی طرف سے اس سے بیعت کر لی۔ اور نجدہ طائف میں داخل نہیں ہوا۔

جب حجاج ابن زبیر سے جنگ کرنے کے لئے طائف گیا تو اس نے عاصم سے کہا کہ ”اے دروغ باز! کیا تو نے نجدہ سے بیعت کر لی ہے؟“ کہا ہاں خدا کی قسم سچ ہے۔ بلکہ میں دس رفا آدمی ہوں میں نے نجدہ سے بیعت رضا کر کے اسے اپنی قوم اور شہر سے نکال دیا۔ نجدہ نے حاروق کو (جو ایک فساد فی شخص تھا) طائف۔ تبالہ اور سراقہ پر اور سعد الطلائع کو نجران کے قرب و جوار کے علاقوں پر عامل مقرر کیا اور خود بحرین کو واپس جا کر اہل حرین کے لئے دہاں سے اور یمامہ سے سامان آذوقہ و خوراک کو بند کر دیا۔ اس پر

ابن عباس نے اس کو لکھا کہ جب تمامہ ابن اشمال مسلمان ہو گئے تھے اور انہوں نے اہل مکہ کے لئے جو مشرک تھے خوراک کا سامان بند کر دیا تھا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ تحریر فرمایا تھا کہ اہل مکہ بھی اللہ کے بند سے ہیں۔ ان کی خوراک کو بند نہ کرو۔ چنانچہ تمامہ نے پھر جاری کر دیا تم نے ہماری خوراک بند کر دی ہے۔ حالانکہ ہم مسلمان ہیں۔ اس پر نجدہ نے خوراک کا راستہ کھول دیا۔ نجدہ کے عمال مختلف اطراف میں کام کرتے تھے۔ تاکہ ان میں اور نجدہ میں اختلاف واقع ہو گیا اور لوگوں نے اس میں طمع کرنی شروع کی۔ عاروق کا یہ حال ہوا کہ اسے طائف میں تلاش کیا گیا۔ وہ فرار ہو گیا۔ لیکن ابھی ایک گھاٹی میں ہی تھا کہ اسے وہاں چند آدمی ملے۔ جنہوں نے اسے چھڑ مار مار کر قتل کر دیا۔

نجدہ سے اختلاف ہونے اس کے قتل اور ابوہریرہ کی ولایت کا بیان

ان واقعات کے بعد نجدہ اور اس کے اصحاب میں اختلاف ہو گیا۔ جس کے چند اسباب تھے جن سے وہ نجدہ سے ناخوش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اُن اسباب میں سے ایک یہ تھا کہ ابوسنان جی بن وائل نے نجدہ سے کہا کہ جن لوگوں نے تقیہ کر کے آپ کی دعوت قبول کی ہے ان سب کو قتل کر دیجئے۔ اس پر نجدہ نے ابوسنان کو گالیاں دیں۔ اور ابوسنان نے نجدہ کو قتل کرنے کی ٹھان لی۔ نجدہ نے اس سے پوچھا کیا خدائے کسی شخص کو علم غیب دیا ہے۔ کہا نہیں۔ کہا کہ تو ہم پر واجب ہے کہ ہم صرف حالات ظاہری کے مطابق حکم لگایا کریں۔ اس پر ابوسنان پھر نجدہ کے پاس واپس چلا گیا۔ دوسرا سبب یہ ہوا۔ کہ عطیہ بن اسود نجدہ کے خلاف ہو گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ نجدہ نے ووفوجیں روانہ کیں۔ ایک سمندر کی طرف اور ایک خشکی کی طرف۔ اور بھری فوج کو بری فوج سے زیادہ مال و متاع دیا۔ عطیہ نے اس سے منازعہ کیا۔ اور اس قدر جھگڑا کہ نجدہ کو غصہ آ گیا اور اس نے عطیہ کو گالیاں دیں جس سے عطیہ اس سے ناخوش ہو گیا۔ اور لوگوں کو اس کے برخلاف جمع کیا۔

نجدہ سے ایک شخص کا ذکر کیا گیا کہ وہ شراب پیتا ہے۔ اس نے کہا کہ وہ شخص اپنے دشمنوں پر بہت سخت ہے۔ اور اس طرح تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے بھی امداد طلب کی ہے۔ عبد الملک نے نجدہ کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کے لئے کہا اور وعدہ کیا کہ اس کے عوض میں اس کو یمامہ کا عامل بنا دے گا۔ اور جو کچھ اس نے لوٹا ہے اور جتنے آدمیوں کو قتل کیا ہے اس سب کو بخش دے گا۔ عطیہ نے نجدہ کو اس پر طعنے دیا اور کہا کہ عبد الملک نے یہ اس لئے لکھا ہے کہ اس کو نجدہ کے مذہب کی کمزوری معلوم ہوئی۔ اس کے بعد عطیہ نجدہ سے جدا ہو کر عمان چلا گیا۔ اس احتمالات کا ایک اور باعث یہ بھی ہوا کہ چند آدمیوں نے نجدہ سے علیحدگی اختیار کر کے اس سے مطالبہ کیا کہ تم اپنا جانشین کسی کو بنا دو۔ نجدہ نے قسم کھائی کہ اب واپس نہ جاؤں گا۔ پھر وہ لوگ نادم ہوئے کہ انھوں نے نجدہ سے اپنا جانشین مقرر کر لیا کیوں مطالبہ کیا۔ وہ علیحدہ ہو گئے اور اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں نکالیں نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے اکثر ہمراہی اس سے منحرف ہو کے جدا ہو گئے۔ اور ابو ذریعہ بن عبد اللہ بن ثور کو (جو بنو قیس بن ثعلبہ میں تھا) اپنا والی اور امیر بنالیا۔ نجدہ روپوش ہو گیا۔ ابو ذریعہ نے اس کے تعاقب میں اسے اصحاب کی ایک جماعت کو روانہ کیا۔ اور کہا کہ اگر تم اس پر غالب آ جاؤ تو اسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ لوگوں نے ابو ذریعہ سے کہا کہ اگر آپ نے نجدہ کو قتل نہ کر دیا تو لوگ آپ سے بھی علیحدہ ہو جائیں گے۔ اس لئے ابو ذریعہ نے نجدہ کی تلاش میں بہت سرگرمی کی۔ نجدہ ہجر کے ایک گاؤں میں روپوش تھا جن کے ہاں وہ چھپا ہوا تھا ان کے پاس ایک لونڈی تھی جس کے پاس اس قبیلے کا ایک چرواہا اس کے شوہر کی غیر حاضری میں آیا جا کر رہا تھا۔ اس لونڈی نے نجدہ سے کچھ خوشبو لی۔ اس شخص نے اس خوشبو کا حال دریافت کیا۔ لونڈی نے سب کچھ بتلادیا۔ اس مرد نے جا کر ابو ذریعہ کو نجدہ کی اطلاع کر دی۔ ابو ذریعہ کے ہمراہیوں نے نجدہ کو طلب کیا۔ نجدہ ان سے خائف ہو کر اپنے بنو تمیم کے اخوان کے ہاں روپوش ہو گیا۔ پھر اس نے عبد الملک کے پاس جانے کا

قصد کیا۔ اور اپنی بیوی کو اطلاع دینے کے لئے اپنے گھر گیا۔ ابو فدیک کے آدمیوں کو اس کی خبر ہو گئی۔ اور وہ اس کی گرفتاری کے لئے چلے ان میں سے ایک شخص نے آگے بڑھ کر نجدہ کو ان کے آمد کی خبر دے دی۔ جسے سن کر وہ ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے نکلا۔ اس شخص نے اپنا گھوڑا پیش کیا اور اس سے اتر کر کہا کہ میرے گھوڑے کو کوئی نہیں پکڑ سکتا۔ آپ اس پر سوار ہو جائیں شاید کہ آپ اس کے ذریعے سے جاں برہو سکیں۔ اس نے کہا کہ میں زندگی نہیں چاہتا۔ بلکہ میں یہاں شہید ہونے کے لئے آیا ہوں۔ کیونکہ شہادت کے لئے اس سے بہتر اور کوئی جگہ نہیں۔ ابو فدیک کے آدمیوں نے اس کو ہر طرف گھیر کر قتل کر دیا۔ نجدہ یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ شعر):

”اگر ہمارا کوئی غلام بھی ہم پر کسی مصیبت کو لے آئے تو ہم صبر کرتے ہیں کیونکہ اشراف بمنزلہ ستونوں کے ہوتے ہیں“

نجدہ کے قتل کے بعد ابو فدیک کے چند ہمراہی ناخوش اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ پھر مسلم ابن جبیر نے ابو فدیک پر حملہ کیا۔ مسلم نے ابو فدیک پر ایک چھری سے بارہ وار کئے۔ مسلم قتل کر دیا گیا۔ اور ابو فدیک کو اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ صحت یاب ہو گیا۔

مصعب کے مدینے پر عامل مقرر ہونے کا بیان

اس سال ابن زبیر نے مدینے سے اپنے بھائی عبیدہ ابن زبیر کو مغزول کیا اور اپنے ایک اور بھائی مصعب ابن زبیر کو مقرر کیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ عبیدہ نے لوگوں کے سامنے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ ”میں تم نے دیکھا کہ خدا نے ایک قوم سے اس کی اوٹنی کے بائیں کیا سلوک کیا جس کی قیمت پانچ درہم تھی“ اس وجہ سے انکا نام مقوم الناقہ ہو گیا۔ عبیدہ ابن زبیر کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے عبیدہ کو مغزول کر کے ان کی جگہ مصعب کو مقرر کیا۔

ابن زبیر کی بناء کے کعبہ کا بیان

جب یزید کے زمانے میں اہل شام نے ابن زبیر سے جنگ کرنے کے

دوران میں خانہ کعبہ کو جلا دیا تو ابن زبیر نے اس کو اہل شام کی شناخت ظاہر کرنے کی غرض سے اسی طرح چھوڑ دیا تھا۔ جب یزید کے انتقال پر ابن زبیر کا امر مستعمل ہو گیا تو انھوں نے کعبہ کو از سر نو بنانا شروع کیا۔ کیونکہ خانہ کعبہ کی دیواریں مخنیق کے پتھروں کی ضرب سے جھک گئی تھیں۔ اس لیے پہلے ان سے حکم سے اُسے گرا کر زمین کے برابر کر دیا گیا۔ انھوں نے حجر اسود کو اپنے پاس ہی رکھ لیا۔ لوگ بنیاد کے پیچھے سے طواف کرتے رہے۔ پھر انھوں نے اس کے گرد دیوار قائم کر کے حجر اسود کو اس کے اندر رکھ دیا۔ اس بارے میں انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ اگر تمھاری قوم کے پھر کفر اختیار کر لینے کا خوف نہ ہوتا تو میں خانہ کعبہ کو پھر حضرت ابراہیم کی بنیادوں پر قائم کر دیتا اور اس میں حجر اسود کی زیادتی کر دیتا۔ اس لئے ابن زبیر نے اُسے کھودا تو ایک سخت بنیاد پائی۔ کارکنوں نے اس پتھر کو ہلایا جس میں سے ایک چمک پیدا ہوئی۔ ابن زبیر نے کہا کہ اسے اسی کی بنیادوں پر قائم کر دو۔ انھوں نے خانہ کعبہ کے دو دروازے بنائے کہ لوگ ایک میں سے داخل ہوں اور دوسرے میں سے باہر چلے جائیں۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس کی تعمیر ۳۳۰ھ میں ہوئی۔

ابن خازم اور بنو تمیم کی جنگ کا بیان

اس سال خراسان میں ابن خازم السلمی اور بنو تمیم میں جنگ ہوئی جس کی وجہ یہ ہوئی کہ بنو تمیم میں کے جو افراد خراسان میں رہتے تھے انھوں نے بنو ربیعہ کے خلاف ابن خازم کی مدد کی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ جب خراسان میں ابن خازم کا راستہ صاف ہو گیا۔ تو اس نے بنو تمیم پر ظلم و ستم کرنا شروع کیا۔ اس سے قبل وہ اپنے بیٹے کو واپسی ہرات بنا چکا تھا۔ اور بکیر ابن وشلح کو صاحب الشرطہ بنا کر شماس بن وشارا العطار دی کو اس کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمد کی ماں بنو تمیم میں سے تھی۔ جب ابن خازم نے بنو تمیم پر ظلم کرنا شروع کیا تو وہ اس کے بیٹے محمد کے پاس ہرات گئے۔ ابن خازم نے محمد کو اور شماس

اور بکیر کو حکم لکھا کہ بنو تمیم کو ہرات میں نہ داخل ہونے دیا جائے شمس تو بنو تمیم کے ساتھ ہو گیا۔ مگر بکیر نے ان کو روکا۔ تاہم بنو تمیم ہرات میں اقامت پذیر ہو گئے۔ بکیر نے شمس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے تم کو تیس ہزار درہم دئے ہیں۔ تم بنو تمیم میں سے ہر شخص کو ایک ایک ہزار دے دو۔ بشم طیکہ وہ یہاں سے چلے جائیں۔ مگر بنو تمیم نے لینے سے انکار کر دیا۔ اور محمد کی گرفتاری کے لئے وہیں ٹھہرے رہے۔ ایک مرتبہ محمد شکار کے لئے باہر گیا تو بنو تمیم نے اس کو گرفتار کر کے خوب سختی سے باندھ دیا۔ اور پھر لوگ پانی پی کر جب پیشاب آتا اسی پر پیشاب کرتے رہے۔ شمس نے بنو تمیم سے کہا کہ اب جب تم نے اس کا یہ حال کر دیا ہے تو اسے اپنے ان دو آدمیوں کے بدلے میں قتل بھی کر ڈالو جن کو اس نے چابک مارتے مارتے مار ڈالا تھا۔ واقعہ یہ تھا کہ محمد نے بنو تمیم کے دو آدمیوں کو چابک مارتے مارتے جان سے مار ڈالا تھا۔ غرض کہ بنو تمیم اٹھے اور قتل کرنے کے لئے محمد کے پاس گئے۔ مگر حیان بن مشیمہ الصنہبی نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ اور اپنے آپ کو محمد پر گزرا دیا۔ لیکن بنو تمیم نے نہ مانا۔ اور آخر محمد کو قتل ہی کر دیا۔ ابن خازم نے اس وجہ سے حیان کا شکریہ ادا کیا۔ اور بنو تمیم کے جن افراد کو قتل کیا ان میں حیان شامل نہ تھا۔ محمد کے قتل میں جن لوگوں نے ہاتھ رنگے تھے ان میں سے ایک کا نام عجلہ اور دوسرے کا کسید تھا۔ ابن خازم نے (نام سن کر) کہا کہ کسید نے اپنی قوم کے لئے بڑا کتساب کیا ہے اور عجلہ نے اپنی قوم کے لئے نتیجہ بد پیدا کرنے میں عجلت کی ہے۔ پڑو۔

بنو تمیم وہاں سے مرو کو چلے گئے۔ اور حریش بن ہلال القرظی کو اپنا امیر بنالیا۔ ان میں سے اکثر نے متفقہ طور پر ابن خازم سے جنگ کرنے کی تجویز کی۔ چنانچہ حریش ابن ہلال دو سال تک ابن خازم سے برسرِ سیکار رہا۔ آخر جب جنگ نے بہت عرصہ گزاری تو حریش نے نکل کر ابن خازم کو ہکا کر کہا کہ اب ہم میں جنگ نے بہت طول کھینچ لیا ہے۔ آخر میری اور تمہاری قوم کس بات پر لڑ رہی ہے؟ بہتر ہے کہ تم باہر نکل کر مجھ سے لڑو۔ ہم میں سے

جو شخص دوسرے کو قتل کر دے وہی زمین کا مالک ہو جائے۔ ابن خازم نے کہا کہ تم انصاف کی بات کہتے ہو۔ چنانچہ دونوں دیر تک آپس میں شمشیر زنی اور ایک دوسرے پر سانڈوں کی طرح دھاوا کرتے رہے۔ اور کوئی بھی کسی پر غالب نہ آسکا۔ جب ابن خازم کچھ غافل ہوا تو حریش نے اس کے سر پر وار کیا۔ جس سے اس کی پیشینہ کی ٹوپی اس کے چہرے پر گر پڑی اور حریش کی رکاب ٹوٹ گئی۔ اور تلوار چٹ کر الگ جا پڑی۔ ابن خازم اپنے گھوڑے کی گردن سے چمٹ کر اپنے ہمراہیوں کی طرف واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر جنگ ہوئی۔ اس دن کی چھٹ کے بعد وہ لوگ کسی دن تک اسی طرح لڑتے رہے۔ آخر جب دونوں فریق جنگ سے تنگ آ گئے تو وہ تین ٹکڑے ہو کر ایک طرف کوچلے گئے ایک فریق بحیر ابن ورقاء کے ساتھ نیشاپور کو گیا۔ ایک فریق کسی اور جانب کو نکل گیا۔ اور ایک جماعت جس میں حریش بھی شامل تھا مروود کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابن خازم نے لمحہ نام کے ایک گاونٹن تک اس کا تعاقب کیا۔ حریش کے پاس اس وقت صرف بارہ آدمی رہ گئے تھے باقی سب چلے گئے تھے اور خراب و خستہ حال میں تھے۔ پھر

جب ابن خازم اس کے پاس پہنچا تو حریش اپنے ہمراہیوں کو لے کر نکلا۔ ابن خازم کے ایک غلام نے حریش پر حملہ کیا۔ مگر اس سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو حریش نے اپنے ایک ساتھی سے کہا کہ میری تلوار اس کے اسلحے کے مقابلہ میں کام نہیں کرتی۔ تم مجھے کوئی لکڑی دے دو۔ اس نے اس کو عناب کی ایک لکڑی دے دی۔ حریش نے اسی سے اس غلام پر حملہ کیا جس سے وہ ایندھن کی لکڑی کی طرح گر پڑا۔ پھر حریش نے ابن خازم سے کہا کہ تم مجھ سے کیا چاہتے ہو۔ میں ملک تو تمہارے لئے خالی کر چکا۔ ابن خازم نے کہا کہ تم پھر واپس آ جاؤ گے۔ کہا کہ نہیں میں واپس نہ آؤنگا۔ چنانچہ ان دونوں میں اسی شرط پر مصالحت ہو گئی کہ حریش خراسان سے نکل جائے۔ اور پھر ابن خازم سے جنگ کے لئے واپس نہ آئے۔ پھر

ابن خازم نے اس کو چالیس ہزار (۹) دیا۔ حریش نے اس کے لئے

قصہ کا ور وارہ کھول دیا۔ اور ابن خازم اس میں داخل ہو گیا۔ اور حریش کے قرض کے ادا کر دینے کا ذمہ لیا۔ پھر دونوں دیر تک آپس میں باتیں کرتے رہے۔ ابن خازم کے سر کے زخم پر سے رولی کا ایک گالہ نیچے گر پڑا۔ حریش نے اسے اٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ابن خازم نے اس سے کہا کہ تمہارا کچا چھوٹا اس دن کے چھوٹنے سے زیادہ نرم ہے۔ حریش نے جواب دیا کہ میں خدا سے اور تم سے پناہ مانگتا ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس دن میری رکاب نہ ٹوٹ گئی ہوتی تو تلوار یقیناً تمہارے سر میں گھس جاتی۔ اسی بارے میں حریش نے یہ شعر کہے ہیں: (ترجمہ) :-

اا ردینی نیزوں کے اٹھانے اور رات بھر سفر کرنے نے میری بازو کی ہڈی کو اس کی جگہ سے ہلا دیا۔ دو سال تک میں جس مقام میں سوتا تھا۔ اس حالت میں ہوتا تھا کہ پتھر کے اوپر میرا ہاتھ میرے سر کے نیچے بطور تکیہ کے رکھا رہتا تھا۔ آنکھیں میری تلوار اور سر کے بالوں کو ایک مضبوط اور نرم گھوڑے کی طرح پاتی تھیں۔“

متعدد حوادث کا بیان

اس سال بصرہ میں وبائے طاعون پھیلی۔ ان دنوں اس پر عبید اللہ بن معمر حکمران تھا۔ اس طاعون سے ایک خلق کثیر ہلاک ہو گئی۔ عبید اللہ کی والدہ کا بھی اسی میں انتقال ہو گیا۔ اس کے جنازے کو اٹھانے کے لئے کوئی شخص نہ ملا۔ آخر کار اجرت دے کر جنازہ اٹھایا گیا۔

اس سال عبداللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ جب کہ مصعب مدینہ میں۔ ابن مطیع کوفہ میں۔ حارث ابن ربیعہ الحضرہ میں بصرہ میں اور عبداللہ ابن خازم خراسان میں حکمران تھے۔

اسی سال عبداللہ ابن عمرو بن عاص السہمی نے انتقال کیا۔ آخری عمر میں وہ نابینا ہو گئے تھے اور مصر میں انتقال کر گئے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ انکا انتقال شمش میں ہوا۔

۶۶ کے واقعات

مختار کے کوئے پر حملہ کرنے کا بیان

اس سال ماہ ربیع الاول کی چودھویں کو مختار نے کوئے پر حملہ کیا اور عبداللہ ابن زبیر کے عامل عبداللہ بن مطیع کو دماں سے نکال دیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ سلیمان ابن عمرو کے قتل کے بعد ان کے باقی ماندہ ہمراہی کوئے چلے گئے تھے۔ انھوں نے دماں پہنچ کر مختار کو قید خانے ہی میں پایا۔ کیونکہ اس کو عبداللہ ابن یزید اکھٹلی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ نے قید کر دیا تھا جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے مختار نے ان لوگوں کو قید خانے سے ایک خط لکھا جس میں اس نے ان لوگوں کی تعریف کی۔ ان کو کامیابی کی امید دلائی۔ اور بتایا کہ وہ (مختار) ہی وہ شخص ہے جس کو حضرت محمد ابن علی المعروف بہ ابن الحنفیہ نے بدلائینے کا حکم دیا ہے۔ اس کے اس خط کو رفاعہ ابن شداد مثنیٰ ابن حنظلہ العبدی۔ سعید بن خنیس بن یمان۔ یزید بن اس۔ احمر بن شعیب جسی عبداللہ بن شداد البجلي اور عبداللہ بن کامل نے پڑھا۔ اور سب نے ابن کامل کو رہنمائی کے لئے مختار کے پاس بھیجا کہ تم تمھارے ساتھ رہنے کو تیار ہیں۔ اگر تم چاہو تو ہم اگر تم کو قید سے چھڑالیں۔ ابن کامل اس کے پاس گیا۔ اور یہ پیغام پہنچا دیا۔ مختار یہ سن کر بہت خوش ہوا اور ان لوگوں کو کہلا بھیجا کہ میں آج کل ہی میں یہاں سے نکلنے والا ہوں۔ واقعہ یہ تھا کہ مختار نے ابن عمر کے پاس یہ پیغام بھیجا تھا کہ میں مظلوم ہوں۔ اور مقید ہوں۔ اور ان سے عبداللہ ابن یزید اور ابراہیم بن محمد ابن طلحہ کے پاس سفارش کرنے کی درخواست کی تھی۔ چنانچہ ابن عمر نے ان دونوں کو لکھ دیا اور انھوں نے ان کی سفارش قبول کی۔ مختار کو قید سے نکال دیا اس کے لئے ضمانت لی اور یہ حلف لیا کہ اس کے بعد مختار ان سے مکرو بغاوت نہ کریگا۔ اور جب تک اس کی حکومت ہے اس پر حملہ نہ کرے گا۔ اور یہ کہ اگر مختار نے ایسا کیا تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ خانہ کعبہ کے پاس جا کر ایک ہزار اونٹ فوج کرے اور

اپنے تمام غلاموں اور لونڈیوں کو آزاد کر دے مختار قید سے رہا ہو کر اپنے گھر جا رہا اور اپنے ایک معتبر دوست سے کہا کہ ان کو خدا کی بار وہ لوگ کیسے احمق ہیں کہ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے وفا کروں گا۔ میں نے جو خدا کی قسم کھائی ہے اس کا تو یہ مطلب ہے کہ میں جب قسم کھا چکا تو میں نے سوچا کہ اس کو پورا کرنے سے اس کا توڑنا اور ان لوگوں سے الگ رہنے کے بجائے ان پر حملہ کرنا بہتر ہے۔ اب رہا اونٹوں کا قربان کرنا اور اپنے غلاموں کو آزاد کرنا سودہ میرے لئے تھوکنے سے زیادہ آسان ہے۔ کیونکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا کام پورا ہو جائے۔ پھر خواہ میرے پاس کبھی ایک بھی غلام نہ رہے۔ پھر اس کے پاس شیعہ آنے جانے لگے۔ اور اس کی رضا مندی پر متفق ہو گئے۔ پھر مختار کے اصحاب کی تعداد وزبر و زر بڑھتی رہی اور اس کا امر زیادہ قوی ہوتا گیا تا آنکہ ابن زبیر نے عبداللہ بن زید الحطلی اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو ان کی جگہ عامل کوفہ مقرر کیا۔ کوفہ جاتے ہوئے اس کو راستے میں بحیر ابن سنان الحمیری ملا۔ جس نے اس سے کہا کہ تم آج رات کو سفر نہ کرو کیونکہ آج چاند مندرل ناٹھ میں ہے۔ ابن مطیع نے کہا ہم سوائے نطیح (یعنی جنگ اور شرانگیزی) کے اور چاہتے ہی کیا ہیں۔ چنانچہ یہی اتفاق ہوا کہ اس کی سب مراد کوفہ پہنچ کر نطیح سے ہی واسطہ پڑا۔ گویا مصیبت اس کی زبان کے ساتھ ہی تھی۔ وہ بہادر آدمی تھا۔ ابراہیم مدینہ گیا اور یہ کھد کر خراج کم کر دیا کہ یہ فتنہ ہے۔ ابن زبیر نے اس کو کچھ نہیں کہا۔ پھر ابن مطیع ماہ رمضان کے اختتام سے پانچ روز قبل کوفہ پہنچا اور اپنے شرطہ پر ایسا ابن ابی مضارب الحنظلی کو مقرر کر کے حلیں سیرت اختیار کرنے اور شک کرنے والوں پر سختی کا حکم دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے منبر پر بیٹھ کر ایک تقریر کی جس میں کہا کہ :- اَمَّا بَعْدُ - امیر المومنین نے مجھ کو تمہارے شہر اور حدود کا حاکم بنا کر بھیجا ہے اور مجھے تمہارے اموال کو جمع کرنے اور یہ کہ بغیر تمہاری مرضی کے تمہارے اخراجات سے زائد خراج میں یہاں سے کہیں اور منتقل کر دوں۔ اور یہ فرمایا ہے کہ میں حضرت عمر ابن الخطاب کی اس وصیت پر جو انھوں نے وفات

کے وقت فرمائی تھی۔ اور حضرت عثمان کی سیرت پر عمل کروں گا۔ تم کو پناہ ہے کہ خدا سے ڈرو۔ استقامت پکڑو۔ آپس میں اختلاف نہ کرو۔ اور اپنے سفہار کے ہاتھوں کو روک دو۔ اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اپنے ہی نفسوں کو ملامت کرنا۔ کیونکہ خدا کی قسم میں سقیم و سرکش کو سخت سزا دوں گا۔ اور کینہ اور شک کرنے والوں کی گنجی کو سیدھا کر دوں گا۔ یہ سن کر سائب ابن مالک الاشعری نے اٹھ کر کہا کہ آپ کے ہماری عرضی کے مطابق ہمارے محاصل کے باقی ماندہ حصے کو جمع کرنے اور لے جانے کی رائے کا یہ جواب ہے کہ ہم کو ابھی دیتے ہیں کہ ہم اس بات سے راضی نہیں کہ آپ اس باقی ماندہ مال کو ہمارے ہاں سے لے جائیں۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس سب کو ہم ہی پر تقسیم کر دیں۔ اور آپ ہم سے صرف حضرت علیؓ کی سیرت کے مطابق عمل کریں۔ جو اپنی اسی سیرت کے ساتھ ہمارے ہاں آئے اور اسی پر ان کا انتقال ہوا۔ نہ ہمیں اپنے محاصل و نفوس کے لئے حضرت عثمانؓ کی سیرت کی ضرورت ہے نہ حضرت عمرؓ کی گو کہ وہ ہمارے لئے باقی دونوں سیرتوں سے زیادہ آسان ہو۔ اور وہ سب کے ساتھ بھلائی ہی کیا کرتے تھے۔ یزید ابن انس نے کہا کہ سائب سچ کہتے ہیں اور اچھی بات کہتے ہیں۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ جس سیرت اور طریق کو تم پسند کرو ہم اسی پر چلیں گے۔ اور یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ ایاس بن مضارب ابن مطیع کے پاس گیا۔ اور اس سے کہا کہ سائب ابن مالک مختار کے سر پر رعد آدمیوں میں سے ہے۔ آپ مختار بلا بھیجئے اور جب وہ آجائے تو اسے قید کر دیکئے تا وقتیکہ لوگوں کی حالت درست ہو۔ کیونکہ اس کا امرا ب مجتمع ہو گیا ہے۔ اور بس وہ شہر پر حملہ کیا ہی چاہتا ہے۔ ابن مطیع نے زائدہ ابن قدامہ اور حسین ابن عبد اللہ البرہمی کو بہدان سے مختار کے پاس بھیجا اور ان دونوں نے اس سے جا کر کہا کہ تم کو امیر نے یاد کیا ہے۔ چلو۔ مختار نے چلنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ زائدہ نے یہ آیت پڑھی: - وَأُولَئِكَ يَكْفُرُونَ كَقَرُوْا إِلَيْهِمْ لَوْلَا أَوْفِيْكُمْ جُؤْلًا - اسے سن کر مختار نے کپڑے اتار کر ڈال دیئے۔ اور کہا کہ مجھے کیل اڑھا دو۔ مجھے بخارہ معلوم ہوتا ہے اور سخت سردی لگ رہی ہے۔ آپ دونوں امیر کے پاس جائے

اور میرا حال سنا دیجئے۔ چنانچہ وہ دونوں امیر کے پاس واپس گئے اور ان کو مختار کا حال کہہ سنایا۔ ابن مطیع نے مختار کو چھوڑ دیا۔
 اس کے بعد مختار اپنے ہمراہیوں کے پاس گیا اور ان کو مکانوں میں اپنے گرد جمع کر کے ماہ محرم میں کوثر پر دعاء کرنے کا ارادہ کیا۔ بنو شہام (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) میں سے عبدالرحمن بن شریح نام ایک شخص آیا جو ایک شریف النسب آدمی تھا اور اس نے سعید ابن منقذ الثوری سے بن ابوعمر الحنفی، اسود بن جراد الکندی اور قدامہ بن مالک الجشعی سے ملکر کہا کہ مختار کا یہ ارادہ ہے کہ ہمیں اسے کر شہر پر غزوہ کرے۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہیں ہے آیا اس کو ابن حنفیہ نے بھیجا بھی ہے یا نہیں۔ آؤ ہم سب ملکر حضرت ابن حنفیہ کے پاس چلیں اور ان کو خبر دیں کہ مختار ہم سے کیا کہتا ہے۔ اگر وہ ہم کو مختار کے اتباع کی اجازت دیں تو ہم اس کا اتباع کریں۔ اور اگر وہ ہمیں ایسا کرنے سے منع کریں تو باز رہ جائیں۔ خدا کی قسم ہمیں یہ نہیں چاہیئے کہ ہم دنیا کی کسی چیز کو اپنے دین کی سلامتی پر مرج سمجھیں۔ ان سب نے کہا کہ تم درست کہتے ہو۔ اسی قرار داد کے مطابق وہ سب مل کر حضرت ابن حنفیہ کے پاس پہنچے۔ انھوں نے ان سے لوگوں کا حال پوچھا تو انھوں نے ان کو لوگوں کے حال اور ان کے اشتغال و افکار کی خبر دی۔ پھر مختار کے حال اور اس کی دعوت کا ذکر کیا۔ اور ان سے مختار کی پیروی کی اجازت طلب کی جب وہ لوگ کلام کر چکے تو حضرت ابن حنفیہ نے خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کے بعد کہا کہ تم لوگ جس شخص کا ذکر کرتے ہو کہ وہ تم کو ہم لوگوں کے خونوں کے بدلہ لینے کے لئے دعوت دیتا ہے اس کے متعلق میں یہ کہتا ہوں کہ میں خود یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس شخص کے ذریعہ سے چاہے ہم کو ہمارے عدو کے خلاف مدد دے۔ اور اگر نہ چاہتا تو کہہ دیتا کہ ایسا نہ کرو۔ یہ جواب پا کر وہ سب وہاں سے واپس روانہ ہو گئے۔ وہاں بہت سے شیعہ مجوسان کی روانگی وغیرہ کی کیفیت سے واقف تھے ان کی واپسی کے انتظار میں تھے۔ اور خود مختار کو یہ امر شاق گذر رہا تھا۔ اور اس کو اندیشہ تھا کہ مبادا وہ لوگ

اگر کچھ ایسی بات کہہ دیں کہ جس کی وجہ سے شیعہ اس کو چھوڑ کر چل دیں۔ جب وہ لوگ
 وہاں سے کوفہ واپس پہنچے تو اپنے اپنے مکانات کو جانے سے پہلے وہ مہم
 مختار کے پاس گئے۔ مختار نے کہا کہو کیا خبر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم
 لوگوں کے دلوں میں فتنہ و شک پیدا ہو گیا ہے۔ انھوں نے جواب
 دیا کہ ہم کو تمہارے اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ مختار نے کہا کہ اللہ اکبر! میرے
 پاس شیعوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ جو جو شیعہ اس سے قریب تھے سب جمع ہو گئے۔ اور
 مختار نے ان سے کہا کہ چند صاحبوں کی رائے ہوئی کہ میں جس امر کی دعوت
 دیتا ہوں اس کی تصدیق کریں چنانچہ انھوں نے امام مہدی سے جا کر اس امر
 کے متعلق سوال کیا جو میں آپ کے پاس لے کر آیا ہوں۔ انھوں نے ان
 صاحبوں کو بتلادیا کہ میں ان کا وزیر مددگار اور سفیر ہوں۔ اور انھوں نے
 آپ کو حکم دیا ہے کہ تحلیلین سے جنگ کرنے اور آپ کے نبی (صلعم) کے برگزیدہ
 اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے بارے میں آپ میری پیروی کریں۔
 اس کے بعد عبد الرحمن بن شریح نے کھڑے ہو کر اپنا حال اور سفر کی کیفیت
 سنائی۔ اور یہ بتلایا کہ ابن حنفیہ نے اس کو مختار کی مدد کرنے اور اس کا ماتھے
 بٹانے کا حکم دیا ہے۔ پھر کہا کہ چاہیے کہ جو یہاں موجود ہیں۔ وہ غائب کو یہ خبر
 پہنچا دیں۔ اب تم سب مستعد اور تیار ہو جاؤ۔ اس کے بعد اس کے دیگر اصحاب
 میں سے اور بھی کئی نے کھڑے ہو کر اسی قسم کی تقریریں کیں۔ اس طرح اس کے
 پاس شیعہ جمع ہوئے شروع ہوئے۔ جن میں شعبی اور اس کا باپ شہراہیل بھی
 شامل تھے۔ پ

جب اس نے تیاری مکمل کر لی تو خروج کا حکم دے دیا۔ ایک شخص
 نے اس سے کہا کہ اشعثان کوفہ نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ وہ ابن مطیع
 کے ساتھ ہو کر تم سے لڑیں۔ لیکن اگر ابراہیم ابن الاشعث نے ہمدانی دعوت
 کو قبول کر لیا۔ تو ان کے سبب سے ہم کو اپنے دشمن کے مقابلے میں اور
 بھی زیادہ قوی ہو جانے کی امید ہے۔ کیونکہ وہ ایک نوجوان سردار ہیں۔
 اور شریف النفس شخص کے بیٹے ہیں۔ اور ان کا قبیلہ بھی مستند اور

کثیر التعداد ہے۔ مختار نے ان سے کہا کہ تم لوگ ان کے پاس جاؤ۔ اور انھیں دعوت دو کہ ہمارے ساتھ شریک ہوں۔ چنانچہ وہ شعبی کو ہمراہ لے کر ان کے پاس گئے۔ ان سے اپنا حال بیان کیا۔ مدد کی درخواست کی اور ان کے والد کو حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) اور ان کے اہل بیت سے جو محبت اور تعلق تھا اس کا بھی ذکر کیا۔ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں امام حسین اور ان کے اہل بیت کے خون کا بدلہ طلب کرنے میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ مگر اس شرط پر آپ مجھے ہی اپنا والی امر بنائیں۔ انھوں نے کہا کہ اس میں شک نہیں کہ آپ اس کے اہل ضرور ہیں۔ لیکن ایسا کرنے کی کوئی سہیل نہیں۔ چونکہ مختار مہدی کی طرف سے ہماری طرف آچکا ہے۔ اور وہی اس جنگ و قتال پر مامور ہوا ہے اور ہمیں اس کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ سن کر ابراہیم خاموش ہو گئے۔ اور کچھ جواب نہیں دیا۔ وہ لوگ وہاں سے واپس آئے اور مختار کو قصہ سنایا۔ مختار تین دن کے توقف کے بعد اپنے دس بارہ اصحاب کو لے کر ابراہیم کی طرف روانہ ہو گیا جن میں شعبی اور اس کا باپ بھی شامل تھے۔ یہ سب مل کر ابراہیم کے پاس اندر گئے۔ ابراہیم نے کچھ مندیں ان کے پاس پھینک دیں جن پر وہ سب بیٹھ گئے۔ اور مختار ان کے پی پاس فرش پر بیٹھا۔ پھر مختار نے ابراہیم سے کہا کہ دیکھتے کہ مہدی محمد ابن عبد امیر المومنین (جو خدا کے انبیاء اور رسل کے بعد آج اہل زمین میں بہترین شخص ہیں اور اس شخص کے صاحبزادے ہیں جو آج سے قبل اہل زمین کا بہترین آدمی تھا) کا یہ خط ہے اور وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ آپ ہماری مدد کریں۔ اور ہمارا ہاتھ بٹائیں شعبی کہتا ہے کہ وہ خط میرے پاس تھا۔ اور جب اس کا کلام ختم ہو گیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ وہ خط ان کو دے دو۔ غرض کہ شعبی نے وہ خط ابراہیم کے ہاتھ میں دے دیا۔ اور انھوں نے اُسے پڑھا۔ اس میں تحریر تھا: ”من جانب محمد المہدی بنام ابراہیم بن مالک الاشتر سلام علیک۔ میں تمہارے پاس اس خدا کی حمد بجا لاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے۔ اَقْبَابُ الْعَالَمِ۔ میں نے تم لوگوں کے پاس اپنا وہ وزیر اور امین بھیجا ہے جس کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا ہے اور میں نے اُسے حکم دیا ہے کہ وہ میرے دشمن سے جنگ کرے اور میرے اہل بیت کے خون کا بدلہ لے۔ تم خود بھی اس کے

ساتھ جاؤ۔ اور اپنے قبیلے اور دیگر مطیعین کو بھی لے جاؤ۔ اور اگر تم نے میری مدد کی اور میری دعوت کو قبول کیا تو اس سے تم کو میرے نزدیک فضیلت حاصل ہوگی۔ اور میں نے گھوڑوں کی باکیں۔ تمام لشکر غازی۔ ہر شہر۔ ہر منبر اور کوئٹہ و شام کے دور ترین شہروں کے درمیان کی تمام حدود و ملک جس پر تم غلبہ حاصل کر لو تمہارے ہی لئے وقف کیں۔ جب وہ اس خط کو پڑھ چکے تو انہوں نے کہا کہ انہیں نے اب سے پہلے مجھے بار بار خط لکھے ہیں۔ اور میں نے بھی ان کو خطوط لکھے ہیں۔ مگر انہوں نے ہمیشہ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام ہی لکھا ہے یہ اب کیا ہو گیا؟ مختار نے کہا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ اور ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ یہ خط ان کا ہی ہے؟ اس پر مختار کے ہمراہیوں میں سے ایک جماعت کی جماعت نے جس میں زید ابن انس۔ احمد بن شمیط۔ عبداللہ بن کمال اور ماسوا شعی کے اس کی تمام جماعت تھی اس امر کی شہادت دی۔ جب یہ شہادت پیش ہو چکی تو ابراہیم صدر فرش سے ہٹ گئے اور مختار کو اس پر ٹھا کر اس سے بیعت کی۔ اس کے بعد وہ سب ان کے پاس سے چلے گئے۔ تب ابراہیم نے شعبی سے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اور لوگوں کے ساتھ نہ تم نے شہادت دی نہ تمہارے والد نے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ ان لوگوں نے سچی شہادت دی ہے۔ شعبی نے کہا کہ یہ لوگ سرداران قراء۔ شیوخ شہر اور شہسواران عرب ہیں۔ ایسے شخص سوائے حق اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ شعبی نے ان سب کے نام لکھ کر ابراہیم کے پاس چھوڑ دیئے۔ پھر ابراہیم نے اپنے قبیلے اور دوسرے اطاعت والوں کو بلایا۔ اور وہ اکثر شام کے وقت مختار کے پاس آیا جایا کرتے تھے۔ اور سب ملکر اپنے امور کی تدبیر اور انتظام پر غور کیا کرتے تھے۔ آخر ان کی رائے اس پر مجتمع ہوئی کہ وہ ۶۶ھ کی ۱۴ ربیع الاول کو جمعرات کی رات کو خروج کریں۔ جب وہ رات قریب آگئی تو ابراہیم نے مغرب کے وقت اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر وہ خود اور اپنے اصحاب کو مسلح کر کے مختار کے پاس جانے کو نکلے۔ پڑ

اس اثناء میں ایاس بن مضارب نے عبداللہ بن مطیع سے جا کر کہا

کہ مختار آج کل ہی میں کسی رات کو آپ کے خلاف خروج کرنے والا ہے۔ میں نے اپنے بیٹے کو کنا سہ کو بھیجا ہے۔ اگر آپ کو نے کے ہر بڑے بڑے محلے کی طرف اپنے اہل اطاعت کی ایک ایک جماعت کو بھیج دیں تو مختار اور اس کے اصحاب ڈر کر آپ کے خلاف خروج کرنے سے رک جائیں گے۔ چنانچہ بن مطیع نے عبدالرحمن بن سعد بن قیس الہمدانی کو سیح کی طرف روانہ کیا اور ان سے کہا کہ تم میرے لئے اپنے آدمیوں کے انتظام کے ذمہ دار ہو جاؤ۔ اور کوئی نئی بات پیدا نہ ہونے دو۔ پھر کعب بن ابی کعب الحثمی کو بشر زجر بن قیس الجعفی کو کندہ عبدالرحمن بن حنف کو صائد بن شمیر بن ذی الجوشن کو سالم اور یزید بن رویم کو مراد کی طرف بھیجا اور ہر ایک کو نصیحت کی کہ اسکی جانب سے کوئی نہ آنے پائے۔ علی بن ابی القیس شہبث بن ربیع کو سجد کی طرف روانہ کیا اور کہا کہ جب تم لوگوں کی آواز سناؤ تو ان کی طرف جاؤ۔ پٹا

یہ سب لوگ دو شنبہ کے دن ان محلوں کی طرف روانہ ہوئے۔ اور ابراہیم بن اشتر سہ شنبہ کی رات کو مختار کے پاس جانے والے تھے اور اس ارادے سے چلے۔ ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ہمارے محلے میں لوگ بھرے ہوئے ہیں اور یہ کہ ایسا بن مضارب نے اپنے تمام اہل شرط کے ساتھ بازار قصر کو گھیر لیا ہے۔ اس لئے انھوں نے اپنے تقریباً سو ہمراہیوں کو ساتھ لیا جنھوں نے زرموں کے اوپر قبائیں ہیں لی تمیں۔ ان کے ہمراہیوں نے ان سے کہا کہ راستے سے ایک طرف ہٹ کر چلئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں ضرور بازار کے وسط ہی میں سے قصر کے پاس سے ہو کر جاؤنگا۔ میں اپنے شیعوں کو مرعوب کر دوں گا اور دکھاؤں گا کہ وہ ہمارے مقابلے میں ذلیل و کمزور ہیں۔ چنانچہ وہ باب الفیل سے ہوتے ہوئے عمر دین حریش کے مکان کے پاس سے گزرے۔ راستے میں انکو ایسا بن مضارب مع اپنے اہل شرط کے ہتھیار لگا ہوئے تیار ملا۔ اپاس نے کہا کہ تم کون ہو؟ ابراہیم نے جواب دیا کہ میں ہوں ابراہیم ابن اشتر۔ ایسا نے پوچھا کہ تمھارے ساتھ یہ جماعت کیسی ہے؟ اور تم کیا چاہتے ہو؟ جب تک تم کو کپڑا کڑیاں امیر کے پاس نہ لے چلوں میں تم کو

نہ چھوڑ دنگا۔ ابراہیم نے کہا کہ اچھا ہمارا راستہ چھوڑ دو۔ ایاس نے جواب دیا کہ میں نہیں چھوڑ دنگا۔ ایاس ابن مضارب کے ہمراہ بنو ہمدان کا ایک شخص تھا جس کو ابو قطن کہا کرتے تھے۔ وہ ابن اشتر کا دوست تھا۔ اور ان کی بہت تعظیم کیا کرتا تھا۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اے ابو قطن میرے پاس آؤ۔ ابو قطن ان کے پاس گیا اور اس خیال میں تھا کہ شاید ابراہیم ایاس کے پاس اپنی سفارش کرنے کے لئے بلاتے ہیں جب وہ شخص ابراہیم کے قریب آیا تو اس نے اس کا نیزہ چھین کر ایاس کی منگلی میں ایک ایسا کاری وار کیا کہ وہ گر پڑا۔ پھر ابراہیم نے انہی قوم کے ایک شخص کو حکم دیا جس نے ایاس کا سر کاٹ لیا یہ کیفیت دیکھ کر ایاس کے تمام ساتھی منتشر ہو کر ابن مطیع کے پاس چلے گئے۔ اور اس نے ایاس کی جگہ اس کے بیٹے راشد ابن ایاس کو سردار شرطہ مقرر کر کے بھیجا۔ اور راشد کی جگہ سوید بن عبدالرحمن المنقری (یعنی تعقاع بن سوید کے باپ) کو کناسہ کی طرف روانہ کیا۔

ابراہیم ابن اشتر مختار کے پاس چلے گئے۔ اور کہا کہ آپ ہم سے کل رات کو یہاں سے چلنے کا وعدہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اب حالت ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے آج ہی رات کو خروج کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ یہ کہہ کر انھوں نے مختار کو تمام حال سنایا۔ مختار ایاس کے قتل کی خبر سن کر خوش ہوا۔ اور کہا کہ ان شاء اللہ یہ پہلی فتح ہے۔ پھر سحیہ ابن منقذ سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم جاؤ اور تیروں اور لکڑیوں کی مشعلیں بنا کر بلند کرو۔ اور اے عبداللہ ابن شداد جاؤ اور پکار کر کہو کہ "لے فتمندو" اور اے ابوسفیان بن لیث اور قدامہ بن مالک تم دونوں بھی جاؤ اور بلند آواز سے پکارو "اے حسین کا بدلہ لینے والو" پھر منتار نے بھی تمھیں لگائے۔ اور ابراہیم نے اس سے کہا کہ ان محلوں میں جو لوگ مقرر ہوئے ہیں وہ ہمارے آدمیوں کو ہمارے پاس آنے سے روکتے ہیں۔ اگر میں اپنے ہمراہیوں سمیت اپنی قوم میں جاؤں اور ان لوگوں کو بلاؤں جنھوں نے ہماری دعوت کو قبول کر لیا ہو اور پھر انھیں ٹیکر کوٹنے کے اطراف چلا جاؤں۔ اور ہماری قوم کے مقررہ الفاظ کیساتھ لوگوں کو دعوت دیں تو جو لوگ خروج کر نیکار ارادہ لگتے ہیں وہ ضرور ہم سے آملیں گے۔ پھر جواب کے پاس آنا چاہا اس کو اپنے پیچھے ہمراہیوں میں شامل کرتے جائیے۔ اگر وہ لوگ آپ کو مقابلے میں

جلدی کریں۔ تو ان کے آپ تک پہنچنے تک میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا۔ مختار نے کہا کہ آپ جلد روانہ ہو جائیے۔ مگر آپ ہرگز ان کے امیر کے پاس پہنچ کر جنگ شروع کر دیکھنے گا۔ اور سوائے اس صورت کے کہ کوئی شخص خود ہی آپ سے لڑنے میں ابتدا کرے جہاں تک ہو سکے کسی سے جنگ نہ کیجئے۔ چنانچہ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے اپنی قوم کے پاس پہنچے اور جن جن اشخاص نے ان کی دعوت کو قبول کیا تھا وہ سب ان کے پاس آ کر جمع ہو گئے۔ ابراہیم ان سب کو لئے ہوئے تمام رات شہر کے راستوں میں گھومتے رہے۔ مگر ان تمام جگہوں سے بچ بچ کر گزرتے تھے جن میں ابن مطیع نے اپنے امرا کو مقرر کر دیا تھا۔ جب ابراہیم مسجد مسکون پہنچے تو ان کے پاس زجر بن قیس الجعفی کی ایک جماعت پہنچی جن پر کوئی سردار نہ تھا۔ ابراہیم نے ان پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے بنو کندہ کے محلے میں پہنچا دیا۔ اور ساتھ ہی یہ کہتے جاتے تھے کہ ”یا اللہ تو جانتا ہے کہ ہم تیرے نبی کے اہل بیت کے لئے غضبناک ہو رہے ہیں۔ اور ان کی طرف سے بدلہ لے رہے ہیں ہمیں ان لوگوں پر فتح دے“ پھر ابراہیم وہاں سے ان کو نہر میت دیکر واپس آئے۔ اور محلہ اثیر میں جا کر اپنے مقررہ الفاظ میں آواز دی۔ اور توقف کیا۔ اور دھڑ سے سوید بن عبدالرحمن المنقری اس امید سے آگے بڑھا کہ ابراہیم کو قتل کر کے ابن مطیع کے ہاں اس کا مرتبہ بلند ہو جائے۔ ابراہیم نے اپنے ہمراہوں سے کہا کہ ”اے خدا کے فوجیو آگے بڑھو۔ تم بہ نسبت ان فاسقوں کے جنہوں نے تمہارے نبی کے اہل بیت کے خونوں سے اپنے ہاتھ رنگے ہیں فتح کے زیادہ حقدار ہو“ ابراہیم کے ہمراہی آگے بڑھے اور ابراہیم سوید کے آدمیوں پر حملہ کر کے انھیں اصواء کی طرف نکال دیا۔ وہ لوگ اس طرح بھاگے کہ ایک دوسرے پر چڑھے جاتے تھے۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو ملا کرتے جاتے تھے۔ ابراہیم نے ان کا تعاقب جاری رکھا اور انھیں کناسہ میں داخل کر کے چھوڑا۔ ابراہیم سے ان کے اصحاب نے کہا کہ ان کا تعاقب کئے جائیے۔ اور ان پر جو رعب طاری ہو گیا ہے اسے غنیمت سمجھئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم اپنے امیر کے پاس چلے جائیں گے۔ تاکہ خدا ان کی دشت کو

ہماری وجہ سے دور کرے۔ اور ان کو ہماری فتح کا حال معلوم ہو کر ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی قوت میں اضافہ ہو جائے۔ گو کہ مجھے یہ بھی اندیشہ ضرور ہے کہ اس وقت تک وہ لوگ ان کے مقابلے کے لیے پہنچ گئے ہونگے۔ غرض کہ ابراہیم وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے دروازہ پر پہنچ گئے۔ جہاں انہوں نے بلند آوازیں سنیں اور آدمیوں کو جنگ کرتے ہوئے پایا۔ کیونکہ سنجہ سے شبث ابن ربیع آپہنچا تھا اور مختار نے یزید بن انس اور جابر بن بکر الحلی کے مقابلے کے لیے احمر بن شعیط کو کھڑا کیا تھا۔ فریقین جنگ میں مشغول تھے کہ ابراہیم قصر کی طرف سے آنکے۔ چاروں اور اس کے ہمراہی ابراہیم کو اپنے پیچھے سے آہان کر ان کے پہنچنے سے پہلے ہی نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے۔ ادھر قیس بن طغفہ الہمدی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا تقریباً ایک سو آدمیوں کو لے ہوئے آیا اور شبث ابن ربیع پر حملہ آور ہوا۔ جو یزید بن انس سے مصروف پیکار تھے۔ انہوں نے راستہ دے دیا اور وہ سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

شبث ابن ربیع نے ابن مطیع کے پاس جا کر کہا کہ آپ ان تمام محلوں کے امرا اور باقی آدمیوں کو جمع کر کے ان لوگوں کے مقابلے میں نکل کر ان سے جنگ کیجئے۔ کیونکہ ان کا امرا ب قوی ہو گیا ہے۔ مختار ضرور جرح کر چکا ہے اور اس کا امر بجمع ہو گیا ہے۔ یجب مختار کو اس کے اس قول کی اطلاع ہوئی تو وہ اپنے ہمراہیوں کی ایک جماعت لے کر روانہ ہوا۔ اور دیر ہند کے پیچھے جا کر سنجہ میں پہنچ گیا اور وہاں سے ابو عثمان النہدی نے نکل کر بنو شاکر میں جو اپنے گھروں کے اندر جمع تھے اور کعب الخثعمی کے قریب کی وجہ سے وہاں سے نکلتے ہوئے ڈرتے تھے دیکھ کر کہ کعب نے ان کے تمام راستوں کو روک رکھا تھا۔ یہ آواز بلند پکار کر کہا کہ اے حسین کا بدلہ لینے والو۔ اے میرے بھائی بندو۔ اے ہدایت یافتہ قبیلو۔ اہل بیت محمد کا امیں اور ان کا وزیر جنگ کے لیے نکلا ہے۔ اس وقت دیر ہند میں سچو اور اس نے مجھے تمہارے پاس دعوت دینے اور خوش خیر سنانے کے لیے بھیجا ہے۔ خدا تم پر رحمت نازل کرے آو۔ باہر آؤ پچنانچہ وہ لوگ باہر نکلے اور آپس میں ایک دوسرے کو ان الفاظ سے پکارتے جاتے تھے کہ اے حسین کا

بدلہ لینے والو ۱۰ وہ لوگ کعب سے لڑے۔ آخر کعب کو راستہ چھوڑ کر ہٹنا پڑا۔ اور بنو شاکر وہاں سے روانہ ہو کر مختار کے پاس جا کر مقیم ہو گئے۔ عبداللہ ابن قتادہ بھی قریب دوسو آدمیوں کے اپنے ہمراہ لے کر نکلا۔ اور مختار کے پاس جا کر ٹھہرا۔ کعب اس کے سامنے آ گیا تھا۔ اور جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وہ لوگ بھی اس ہی کے ہم قوم ہیں تو ان کو راستہ دے دیا۔ علیٰ ہذا التیاس شبام بھی (جو بنو ہمدان کا ایک قبیلہ تھا) رات کے آخری حصے میں روانہ ہوا۔ عبدالرحمن ابن سعید ہمدانی کو ان کی روانگی کی خبر ہوئی تو اس نے ان کے پاس کھلا بھیجا کہ اگر تم لوگ مختار کے پاس جا رہے ہو تو خیردار محلہ ببيع میں سے نہ گذرنا۔ غرض کہ وہ لوگ بھی مختار سے جا ملے۔ اور اس طرح مختار کے پاس بارہ ہزار آدمیوں میں کوثر بن ہزار آدمی سو آدمی ایسے پہنچ گئے جنہوں نے اس سے بیعت کی تھی۔ سب وقت فجر سے قبل ہی اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اور صبح ہونے تک وہ اپنی فوج کی ترتیب و آراستگی سے فارغ ہو چکا تھا۔ ابھی اندھیرا ہی تھا کہ اس نے اپنے اصحاب کے ساتھ نماز ادا کی۔ ابن مطیع نے تمام محلوں کے رہنے والوں کو حکم دیا کہ سب مسجد کو آئیں۔ اور راشد ابن ایاس کو حکم دیا کہ وہ اعلان کر دے کہ جو رات کے وقت مسجد میں نہ آئے گا اس کا خون مباح ہو گا۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہو گئے۔ اور ابن مطیع نے شبث بن ربعی کو تقریباً تین ہزار آدمی دے کر مختار کی طرف روانہ کیا اور راشد ابن ایاس کو بھی چار ہزار شرطہ کے جوان دے کر بھیج دیا۔ شبث ابھی مختار کی طرف جا ہی رہا تھا کہ مختار کو اس کی آمد کی اطلاع ہو گئی۔ وہ اسی وقت نماز فجر سے فارغ ہوا تھا۔ پھر اس نے ایک آدمی کو بھیجا جو جا کر شبث کی خبر لایا۔ اُسی وقت سعد ابن ابی سرح الحنفی بھی جو مختار کے اصحاب میں سے تھا مختار کے پاس پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ اس سے پہلے کسی طرح نہ آ سکتا تھا۔ اس نے راشد ابن ایاس کو راستے میں دیکھا اور مختار کو اس کے آنے کی بھی اطلاع دی۔ یہ سن کر مختار نے ابراہیم بن اشتر کو سات سو (اور بقول بعض چھ سو سوار اور چھ سو پیادے) دے کر راشد کے اور نعیم بن مہیرہ (یعنی مصقلہ بن مہیرہ کے بھائی) کو تین سو سوار اور چھ سو پیادوں کے ہمراہ شبث ابن ربعی اور اس کے ہمراہیوں سے جنگ کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اور دونوں کو

حکم دیا کہ جنگ کے شروع کرنے میں جلدی کریں اور اپنے دشمن کی زد میں نہ آئیں کیونکہ دشمن کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ پڑ

ابراہیم تو راشد کی طرف گئے۔ اور مختار نو سو آدمیوں کو لئے ہوئے شہبث بن ربیع کی مسجد کے مقام پر یزید بن انس کے پاس پہنچا۔ نعیم بھی جنگ آزمائی کے لئے شہبث کی طرف چلا اور وہاں پہنچ کر سخت جنگ کی نعیم نے سمران ابوسمر کو تو سواروں پر مقرر کیا اور خود پیادوں کو لے کر پیدل چلنے لگا۔ جنگ ہوتے ہوئے صبح ہو گئی۔ آفتاب نکل آیا۔ اور دھوپ ہر طرف پھیل گئی۔ شہبث کے ہمراہی منہزم ہو کر بھاگے اور اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے۔ شہبث نے انکو کار اور جنگ کے لئے برا بھلا کہتا کیا۔ اس پر ان میں سے چند آدمی واپس آئے۔ اور نعیم کے ہمراہیوں پر حملہ آور ہوئے۔ جو اس وقت تک متفرق ہو گئے تھے۔ انھوں نے نعیم کے ساتھیوں کو بھگا دیا مگر نعیم ثابت قدمی سے لڑتا رہا۔ سمران ابوسمر اور اس کے چند ہمراہی بھی گرفتار ہو گئے۔ ان میں سے جو جو بچے تھے وہ چھوڑ دئے گئے۔ اور مولیٰ قتل کر دئے گئے۔ پڑ

پھر شہبث نے دہاں سے کو بیج کیا اور مختار کو جاگیر جو نعیم کے قتل کی وجہ سے سست ہو گیا تھا۔ ادھر ابن مطیع نے یزید بن حارث بن رویم کو دو ہزار آدمی دے کر بھیجا۔ اور اس نے جا کر تمام راستوں کے ناکے روک لئے۔ مختار نے یزید بن انس کو اپنے سواروں کا سردار مقرر کر دیا اور خود پیادوں کو لے کر برآمد ہوا۔ شہبث کے سواروں نے اس پر حملہ کیا۔ مگر اس کے آدمی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور یزید نے ان سے کہا کہ شیعوں کو قتل کئے جاتے تھے تمھارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے تھے۔ تمھاری آنکھیں پھوڑی جاتی تھیں۔ اور تم کو درختوں کے تنوں پر لٹکایا جاتا تھا۔ اور صرف اس لئے کہ تم کو اپنے بنی کے اہل بیت سے محبت ہے اور پھر وہ بھی ایسی حالت میں کہ تم لوگ اپنے گھروں ہی میں رہتے تھے۔ اور اپنے دشمن کی اطاعت کرتے تھے۔ پھر یہ بلاؤ کہ تم لوگ ان کو کیا سمجھتے ہو۔ جو آج تمھارے مقابلے کے لئے نکلے ہیں۔ خدا کی قسم وہ تمھاری کسی آنکھ کو بغیر پھوڑے نہ چھوڑیں گے۔ اور تم کو ابھی طرح قتل کریں گے

اور یاور کھو کہ تم اپنی اولاد و ازواج اور اپنے اموال کے بارے میں ایسی ایسی حرکتیں دیکھو گے کہ جس سے موت اچھی ہے۔ خدا کی قسم تم کو سوائے صدق و صبر و استقامت نیزہ زنی اور سخت شمشیر زنی کے اور کوئی چیز نجات نہیں دلا سکتی۔ جیسا تجھ انھوں نے حملے کی تیاری کی اور اپنے امر کی درستی کے منتظر رہے اور اپنے گھوڑوں پر جم کر لڑنے لگے۔

ادھر ابراہیم بن اشتر کی راشد سے ٹکڑھٹھ ہوئی تو انھوں نے یہ دیکھ کر اس کے ساتھ چار ہزار آدمی ہیں اپنے آدمیوں سے کہا کہ خبردار ان لوگوں کی تعداد کی کثرت سے ہول زدہ نہ ہو جانا۔ خدا کی قسم اکثر اوقات دس کے لئے ایک آدمی بھی بھاری ہو جاتا ہے۔ اور اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔ خزیمہ بن مغیرہ بھی سواروں کو ہمراہ لئے ہوئے ان کی مدد کو آ پہنچا۔ مگر گھوڑے پر سے اتر کر پیدل چلنے لگا۔ ابراہیم نے اپنے علم بردار سے کہا کہ اپنے جھنڈے کو لے کر آگے بڑھو۔ ان لوگوں کے پاس جاؤ۔ غرض کہ لوگ خوب جان توڑ کر لڑے اور خزیمہ بن نصر العنسی نے حملہ کر کے راشد کو قتل کر دیا۔ اور پکارا کہ قسم ہے خدائے کعبہ کی کہ میں نے راشد کو قتل کر دیا۔ اس سے راشد کے ہمراہی بھاگ گئے اور ابراہیم اور خزیمہ راشد کے قتل کے بعد اپنے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر مختار کے پاس چلے گئے اور ایک خبر کو راشد کے قتل کی خوش خبری سنانے کے لئے مختار کے پاس بھیجا۔ مختار اور اس کے اصحاب نے سنتے ہی تکبیر کہی۔ ان کے دل قوی ہو گئے اور ابن مطیع کے ساتھ والے سب سے شکست کھانے والے ہو گئے۔

پھر ابن مطیع نے حسان بن قائد بن بکر العنسی کو تقریباً دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر کثیر دے کر روانہ کیا۔ ابراہیم نے ان کو روکا تا کہ وہ ابن مطیع کی اس فوج سے جو سنجہ میں مقیم تھی ملنے نہ پائیں۔ ابراہیم بھی ان کی طرف بڑھے مگر وہ اوگ بنیر جنگ کے منہزم ہو گئے۔ حسان اپنے ہمراہیوں کی حفاظت کے لئے پیچھے ہٹ گیا۔ خزیمہ نے اس پر حملہ کیا۔ مگر پہچان کر کہا کہ ”حسان اگر تم سے مجھے قرابت نہ ہوتی تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ اب جان بچا کر بھاگو“ اس کا گھوڑا پھسل گیا۔ اور وہ گر پڑا۔ لوگ جلد جلد اس کی طرف

بڑھے اور وہ کچھ عرصے تک ان کا مقابلہ کرتا رہا پھر خزمیہ نے اس سے کہا کہ
 میں نے تم کو امان دی اب اپنی جان کے درپے نہ ہو۔ یہ کہہ کر لوگوں کو اس کے
 پاس سے ہٹا دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میرے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور میں نے
 ان کو امان دی ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ تم نے اچھا کیا۔ پھر اپنا گھوڑا تنگا کر حسان
 کو اس پر سوار کرایا اور کہا کہ اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف چلے جاؤ۔
 بعد ازاں ابراہیم مختار کے پاس گیا۔ حالانکہ شہت بن ربیع اس کو بھیڑے
 ہوئے تھا۔ راستے میں ان کو نیرید ابن حارث ملا جو بنجہ کے قریب کے محلوں کو
 روکے ہوئے کھڑا تھا۔ وہ اس غرض سے ابراہیم کی طرف بڑھا کہ ان کو شہت
 اور اس کے ہمراہیوں سے ہٹا دے۔ ابراہیم نے اپنے ساتھیوں کی ایک جماعت
 کو خزمیہ ابن نصر کے ساتھ ادھر بھیج دیا۔ اور خود مختار کی طرف چل پڑے۔ شہت
 کے ساتھ بھی اس کے آدمی موجود تھے۔ ان کے قریب پہنچ کر ابراہیم نے شہت
 پر حملہ کیا۔ نیرید ابن النس بھی حملہ آور ہوا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہت مع اپنے ہمراہیوں کے
 کوفے کے مکانات کی طرف بھاگا۔ اور خزمیہ ابن نصر نے نیرید بن حارث پر دھاوا
 کیا اور بھگا دیا۔ وہ لوگ محلوں کے ناکوں پر اور مکانوں کے اوپر جمع ہو گئے مختار
 آگے بڑھا۔ لیکن اس کے محلوں کے پاس پہنچنے پر تیر اندازوں نے ان پر تیریا
 برسا کر ان کو اس راستے سے کوفے میں داخل ہونے سے روک دیا۔ پھر
 لوگ بنجہ سے ہزیمت کھا کر ابن مطیع کے پاس واپس چلے گئے۔ ابن مطیع
 کو راشد کے قتل کی خبر ملی تو وہ غش کھا کر گر پڑا۔ عمرو ابن جاج نے کہا کہ گرے
 کیوں پڑتے ہو۔ ذرا باہر نکلو اور لوگوں کو اپنے دشمن کے خلاف جمع کرو۔ آدمی
 بہت ہیں اور سوائے اس جماعت کے جو تمہارے مقابلے کے لئے نکلی ہے باقی سب
 آدمی تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ خدا ان لوگوں کو ضرور ذلیل و خوار کرے گا۔ میں سب سے
 پہلے جنگ کے لئے نکلتا ہوں۔ تم چند آدمیوں کو میرے ساتھ بھیجو اور کچھ کسی اور
 کے ساتھ۔ یہ سن کر ابن مطیع باہر نکلا۔ اور لوگوں میں کھڑے ہو کر ان کو ہزیمت کھانے
 پر زور و توجہ کی اور مختار کے خلاف خروج کرنے کی تاکید کی۔ پھر
 جب مختار نے دیکھا کہ نیرید ابن حارث نے اس کو کوفے میں داخل ہونے

سے روک دیا ہے تو وہ بنو مزینہ احس اور باریق کے مکانات کی طرف چلا۔ ان
 سب کے مکانات ایک دوسرے سے علیحدہ تھے۔ ان لوگوں نے مختار کے
 بھائیوں کو بانی پلایا۔ مگر کیونکہ خود مختار روزے سے تھا اس لئے اس نے
 پانی نہیں پیا۔ احمد ابن شمیٹ نے ابن کامل سے دریافت کیا کہ کیا مختار روزے
 سے ہے۔ کہا ہاں۔ کہا کہ یہ اگر اس وقت روزہ افطار کرے تو اس کے لئے
 قوت کی بات ہوگی۔ ابن کامل نے کہا کہ وہ معصوم ہیں اور خوب جانتے ہیں کہ
 انھیں کیا کرنا چاہیئے۔ احمد نے کہا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ میں خدا سے اپنے اس
 گناہ کی بخشش چاہتا ہوں۔ مختار نے کہا کہ یہ مقام جنگ کے لئے نہایت موزوں
 ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ خدا نے ان لوگوں کو نہایت دی۔ اور ان کے دل مرعوب
 ہو گئے ہیں۔ آپ ہمیں لئے کر چلیئے۔ خدا کی قسم قعر تک کوئی شخص مانع نہ ہوگا۔ مختار
 نے تمام سن رسیدہ اور ضعیف آدمیوں اور ان کے اسباب وغیرہ کو وہیں چھوڑا۔
 اور ابو عثمان النہدی کو ان کا سردار بنا دیا۔ اور ابراہیم اس کے آگے آگے چلے۔
 ادھر ابن مطیع نے ابن حجاج کو دو ہزار آدمی کے ساتھ روانہ کیا۔ یہ معلوم کر کے
 مختار نے ابراہیم کو پیغام بھیجا کہ اسے گھیر لو اور ٹھیکر مت۔ چنانچہ ابراہیم نے اس کو
 گھیر لیا۔ اور وہیں ٹھیکر گئے۔ مزید براں مختار نے یزید بن انس کو بھی ابن حجاج کو
 روک رکھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ یزید اُدھر کو روانہ ہو گیا۔ پھر مختار یزید کے پیچھے
 گیا۔ اور مصلائے خالد ابن عبداللہ کے مقام پر ٹھیکر گیا۔ اتنے میں ابراہیم کناسہ کی
 جانب سے کوفے میں داخل ہونے کے لئے روانہ ہو گئے۔ شمر ابن ذی الجوشن
 دو ہزار آدمیوں کو لے کر ان کے مقابلے کے لئے آیا۔ مختار نے سعید ابن منقذ
 الہمدانی کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ سعید نے اس کا مقابلہ کیا اور ابراہیم
 کو آگے بڑھنے کے لئے کہلا بھیجا۔ چنانچہ ابراہیم آگے بڑھے۔ شبث کے محلے پر
 پہنچ کر ان کو نو غل بن مساحق سے سابقہ پڑا جو دو ہزار آدمی لئے ہوئے کھڑا تھا۔
 ایک روایت ہے کہ اس کے ساتھ دو نہیں بلکہ پانچ ہزار آدمی تھے اور یہی صحیح بھی ہے
 کیونکہ ابن مطیع کے حکم سے منادی کرنے والے نے منادی کی تھی کہ سب لوگ
 ابن مساحق سے مل جائیں۔ ابن مطیع خود نکل کر کناسہ میں جا ٹھیکر۔ اور شبث

ابن مہنی کو قصر پر مقرر کر گیا۔ ابراہیم ابن اشتر نے ابن مطیع کے قریب پہنچ کر اپنے ہمراہوں کو نیچے اتر کر لڑنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ خبردار غم کسی کے یہ کہنے سے خوف زدہ نہ ہو جانے کہ ثبت آگیا اور عتیبہ بن نہاس کا خاندان آگیا۔ اور اشعث اور یزید بن حارث اور فلاں فلاں گھرانے کے لوگ آگئے، غرض کہ انھوں نے اہل کوفہ کے تمام خاندانوں کا ذکر اس طرح پر کر دیا۔ پھر کہا کہ یاد رکھو کہ یہ لوگ تنگی تلواریں دیکھ کر اس طرح ابن مطیع کو چھوڑ کر بھاگیں گے جیسے بکریاں ٹھیرے سے بھاگتی ہیں۔ ان کے ہمراہیوں نے یہی کیا۔ ابن اشتر نے بھی اپنی قبا در جس کے نیچے وہ زرہ پہنے ہوئے تھے کے دامن کو اٹھا کر پیٹی میں مٹھوٹس لیا۔ اور حملہ کیا۔ وہ لوگ ان کے حملے کی تاب نہ لاسکے اور ایک دوسرے کو چلتے ہوئے بھاگے اور استوں کے ناکوں پر جمع ہو گئے۔ اُدھر ابن اشتر نے بڑھ کر ابن مساحق کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ اور اسے مارنے کے لئے اپنی تلوار اٹھاتی ہی تھی کہ اس نے کہا کہ اے ابن اشتر کیا مجھ میں اور تم میں دوستی ہو گی یا تم مجھ سے فرد خون کا بدلہ لینا چاہتے ہو۔ یہ سن کر انھوں نے اس کی جاں بخشی اور کہا کہ اس کو یاد رکھنا چنانچہ ابن مساحق ابراہیم ابن اشتر کی اس مہربانی کو یاد کیا کرتا تھا۔ غرض کہ انھوں نے ان لوگوں کے پیچھے پیچھے کنا سہ میں داخل ہو کر بازار اور مسجد کا راستہ لیا۔ اور ابن مطیع کو عمر دین حریش کے سوا باقی تمام شرفاد سمیت گھیر لیا۔ کیونکہ وہ اپنے گھر چلا گیا تھا۔ اور وہاں سے جنگل کو نکل گیا تھا۔ پھر مختار بھی پہنچ گیا۔ وہ خود بازار میں ایک جگہ ٹھہر گیا۔ اور قصر کے محاصرے کے لئے ابراہیم ابن اشتر کو مقرر کیا۔ اور یزید ابن انس۔ احمد بن شمیٹ کو ان کے ساتھ کر دیا۔ چنانچہ انھوں نے تین دن تک محاصرہ جاری رکھا۔ اور جب محاصرے میں بہت شدت ہونے لگی تو ثبت نے ابن مطیع سے کہا کہ اب آپ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی خیر نہایتیں خدا کی قسم نہ آپ ان کو بچا سکتے ہیں اور نہ وہ آپ کو۔ ابن مطیع نے کہا کہ تم لوگ مجھے کوئی تدبیر بتاؤ کہ میں کیا کروں۔ ثبت نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے اور ہمارے سب کے لئے امان طلب کر لیں۔ اور باہر نکل چلیں۔ نہ آپ خود کو ہلاکت میں ڈالنے اور نہ اپنے آدمیوں کو۔ ابن مطیع نے جواب دیا کہ مجھے

اس شخص سے امان مانگتے ہوئے نفرت ہوتی ہے خصوصاً اس حالت میں کہ حجاز اور بصرہ امیر المومنین کے ماتھے ہیں۔ اور سب کچھ درستی کے ساتھ چل رہا ہے۔ شبث نے کہا کہ اگر یہی ہے تو آپ اس طرح نکل جائیے کہ کسی کو کانوں کا خبر نہ ہو۔ اور کوفہ میں اپنے کسی معتبر شخص کے ہاں پر جائیے پھر وہاں سے کسی طرح اپنے آقا و مالک کے پاس چلے جائیے گا۔ شبث کے علاوہ عبدالرحمن بن سعید۔ اسما بن خارجہ۔ ابن مخنف اور دیگر اشراف نے بھی یہی رائے دی۔ ابن مطیع شام تک ٹھہرا رہا۔ پھر ان سب سے کہا کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ تمہارے راز راہ اور کمینوں میں سے ہیں۔ اور یہ تمہارے اشراف اور اہل فضل اب بھی مطیع و فرماں بردار ہیں۔ میں اپنے آقا کے پاس جا کر اس امر کی اطلاع ان کو کر دوں گا۔ اور تمہاری اطاعت کیشی اور جہاد سے بھی ان کو مطلع کر دوں گا۔ تا آنکہ خدا کا امر پھر غالب ہو۔ ان سب نے اس کی بہت تعریف و توصیف کی اور ابن مطیع وہاں سے روانہ ہو کر ابو موسیٰ کے مکان میں جا ٹھہرا۔ اس کی روانگی کے بعد ابن اشتر قصر کے پاس ٹھہرے۔ ابن مطیع کے اصحاب نے دروازہ کھول دیا اور کہا کہ اے ابن اشتر ہم امان چاہتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم امان میں ہو۔ اس کے بعد ان سب نے نکل کر مختار سے بیعت کر لی۔

مختار قصر میں داخل ہو گیا اور وہیں رات بسر کی۔ صبح کو اشراف کوفہ اس سے مسجد اور قصر کے دروازے پر ملائی ہوئے۔ مختار بھی باہر نکلا۔ اور نہر پڑ چڑھ کر کہا کہ:-

لا تمام تر تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے دوست سے نصرت اور اپنے دشمن سے خیران کا وعدہ کیا ہے۔ اور اس بارے میں آخر دم تک کے لئے ایک وعدہ معقول اور قضا و مقضیٰ قائم کر دی ہے۔ اور مختار نے کہا کہ اے لوگو! ہمارا جھنڈا بلند اور ہماری غایت وسیع ہے۔ ہم سے کہا گیا کہ اپنا جھنڈا بلند کرو اور اپنی غرض اور غایت کو جاری کرو۔ ہرگز نہ رد کرو۔ ہم نے اپنے داعی کی دعوت اور اس کے قول کو سنا اور قبول کیا۔

کتے مرد اور عورتیں اس ہنگامے میں مرنے والوں کی موت کی خبر دے رہی ہیں جنہوں نے احسان کے بعد سرکشی کی۔ پشت پھیر لی۔ نافرمانی کی اپنے عہد کو جھٹلادیا اور پھر گئے۔ ہاں اسے لوگو آؤ اور بیعت ہدایت کرو۔ اور تم ہے اس ذات کی جس نے آسمان کو ایک مضبوط چھت بنایا ہے۔ اور زمین میں راستے بنائے ہیں کہ تم نے حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیت کی بیعت کو بعد پھر بھی اس سے بہتر بیعت نہ کی ہوگی۔

یہ کہہ کر وہ منبر پر سے اتر آیا۔ پھر اشراف کو فہم دے اس کے پاس جا کر اس سے کتاب اللہ۔ سنت رسول اللہ۔ اہل بیت کے خونوں کا بدلہ طلب کرنے۔ تحلیلین سے جہاد کرنے۔ ضعیفاء سے دفع شر کرنے۔ اپنے لڑنے والوں سے لڑنے اور صلح کرنے والوں سے صلح کرنے پر بیعت کی۔ ان بیعت کرنے والوں میں منذر بن حسان اور اس کا بیٹا احسان بھی شامل تھے۔ جب وہ دونوں وہاں سے بیت کر کے نکلے۔ تو راستے میں منقذ ثوری سے سامنا ہوا۔ جس کے ہمراہ شیعوں کی ایک جماعت تھی۔ ان لوگوں نے ان دونوں کو دیکھتے ہی کہا کہ بخدا یہ دونوں ظالموں کے سرداروں میں سے ہیں۔ اور منذر اور اس کے بیٹے حسان دونوں کو قتل کر دیا۔ سعید نے ان کو ایسا کرنے سے روکا۔ اور کہا کہ جب تک مختار کا حکم وصول نہ ہو ایسا نہ کرو۔ مگر وہ باز نہ آئے اور قتل کر دیا۔ مختار نے یہ واقعہ سنا تو کراہیت کا اظہار کیا۔

اس کے بعد مختار لوگوں کو امید دلاتا اور اشراف کو فہم دے دوستی طلب کرتا اور ان سے حسن سلوک کرتا رہا۔ اس سے کہا گیا کہ ابن مطیع ابو موسیٰ کے مکان میں ہے۔ وہ سن کر خاموش ہو گیا۔ مگر شام کو ایک لاکھ درہم ابن مطیع کے پاس بھیجے اور کہلا بھیجا کہ اس سے اپنا انتظام کرو۔ مجھے معلوم ہے جہاں تم اقامت گزریں ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ تم کو بے زری نے شہر چھوڑنے سے روکا ہے۔ ان دونوں میں دوستی تھی۔

مختار نے بیت المال میں نوے لاکھ کی رقم پائی جس میں سے اس نے اپنے ان پانچ سوتیلے بھائیوں کو جو ابن مطیع کے محاصرہ قصر کے دوران میں لڑے تھے پانچ پانچ سو درہم اور ان چھ ہزار آدمیوں کو جو قصر کے محاصرے کے بعد

ایک رات اور تین دن تک اس کے ساتھ رہے تھے۔ دو دو سوور سم فی کس تقسیم کر دیئے اور اشرف کو اپنا ہم نشین بنایا۔ اس نے اپنے شرط پر عبداللہ ابن کامل اشکری کو اور اپنے محافظ دستے پر کیسیان ابو عمرہ کو مقرر کیا۔ ان دنوں مختار اشرف کو فہ سے باتوں میں مشغول تھا۔ اور ابو عمرہ اس کے پاس کھڑا تھا کہ اس کے موالی ہمر ہیوں میں سے ایک نے ابو عمرہ سے کہا کہ اسے ابو اسحاق تم دیکھتے ہو کہ وہ اس وقت عرب سے مخاطب ہیں اور اس لئے ہماری طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ مختار نے اس سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں۔ ابو عمرہ نے بتایا۔ مختار نے کہا کہ ان سے کھد واکہ تم اس بات سے گراں خاطر نہ ہو۔ تم مجھ میں سے ہو اور میں تم میں سے ہوں پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد یہ آیت پڑھی کہ ”اِنَّ اَهْلَ الْمَدِیْنَةِ الْمُتَّقِمُوْنَ“ یہ سن کر ان موالی میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ خدا کی قسم میں یہ سمجھو کہ تم (یعنی رؤساء) مارے ہی گئے تھے“

مختار نے سب سے پہلے اشتر کے بھائی عبداللہ ابن حارث کا جھنڈا ارمینہ پر نصب کیا۔ پھر محمد بن عمر بن عطار کو آذربائیجان۔ عبدالرحمن بن سعید ابن قیس کو موصل۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن اور سرزمین جوخی۔ قدامہ بن ابی عسیٰ ابن زمرہ نصری حلیف ثقیف کو بہقباذ اعلیٰ اور محمد بن کوب بن قزطہ کو بہقباذ اوسط پر مقرر کیا۔ سعد بن ضلیفہ بن میان کو حلوان روانہ کیا اور کردوں سے جنگ کرتے اور راستوں کے صاف کرنے کا حکم دیا۔ پھر

ابن زبیر نے محمد ابن اشعث بن قیس کو حاکم موصل مقرر کیا تھا۔ جب امر حکومت مختار کے قبضہ تصرف میں آیا اور اس نے عبدالرحمن ابن سعید کو موصل کا والی بنادیا محمد دباں سے تگرب چلا گیا۔ اور دیکھتا رہا کہ حالات کا کیا رنگ ہے۔ بعد ازاں اس نے مختار کے پاس جا کر اس سے بیعت کر لی۔ جب مختار اپنے تمام ارادوں سے فارغ ہو گیا۔ تو اس نے لوگوں کے مجمع میں اجلاس کرنا۔ اور ان کے امور کا فیصلہ کرنا شروع کیا۔ پھر ایک مرتبہ کہا کہ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اس کی وجہ سے عہدہ قضاء سے دست بردار ہوتا ہوں۔ چنانچہ اس نے شریح کو مقرر کیا کہ لوگوں کے معاملات فیصلہ کیا کرے۔ مگر شریح نے

لوگوں کے خوف سے مریض ہونے کا بہانہ کیا۔ کیونکہ سب یہ کہا کرتے تھے کہ وہ
عقباتی ہے اور اس نے جبرائیل علیہ السلام کے خلاف شہادت دی ہے۔ اور یہ کہ اس نے
امنی بن عروہ تک پیغام نہیں پہنچایا تھا۔ اور حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) سے
اس کو عہدہ قضا سے برطرف کر دیا تھا۔ شریح یہ سب باتیں سن کر بیماری کا بہانہ کر کے
بیٹھ رہا۔ اور مختار نے اس کی جگہ عبداللہ بن عقبہ بن مسعود کو مقرر کر دیا مگر حبیب
عبداللہ بھی بیمار ہو گیا تو اس کے بجائے عبداللہ بن مالک الطائی کو مقرر کیا۔ جو

مختار کے امام حسین کے قاتلوں کو قتل کرنے کا بیان

اس سال مختار نے اہل کوفہ پر گرفت شروع کی جو امام حسین کے قاتلوں میں
شامل تھے۔ اور اس کا سبب یہ ہوا کہ جب مروان ابن حکم منتقل طور پر شام میں
جسم گیا تو اس نے دولشکر روانہ کئے۔ ایک حبیش ابن دلجہ القینی کے ماتحت حجاز کی طرف
تجس کا مال اور حبیش کے قتل کی کیفیت ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور دوسرا عبید اللہ بن
زیاد کے ماتحت عراق کی جانب ہم ابن زیاد اور ثوابین کا حال بھی بیان کر چکے ہیں۔
اس نے ہر وہ چیز جس پر ابن زیاد قابض ہو جائے۔ ابن زیاد ہی کو بطور انعام دی گئی
اور ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا تھا کہ کوفہ پر تین مرتبہ لوٹ مار کی جائے۔ چنانچہ ابن زیاد
جزیرہ ہی میں رہ گیا۔ جہاں بنو قیس عیلمان اور زفر ابن عارث رہا کرتے تھے اور
ابن زبیر کے مطیع تھے۔ عبید اللہ بن زیاد متواتر ایک سال تک بجائے عراق جانے کے
ان ہی کے پیچھے پڑا رہا۔ اتنے میں مروان کا انتقال ہو گیا۔ اور اس کے بعد اس کا بیٹا
عبدالملک تخت نشین ہوا۔ جس نے ابن زیاد کو اپنے باپ کے قائم کیے ہوئے
عہدہ ہی پر رہنے دیا۔ اور اسے جدوجہد کرنے کی ہدایت کی۔ جب ابن زیاد کی
زفر اور بنو قیس عیلمانوں کے سامنے کچھ پیش نہ گئی تو وہ موصل کی طرف چلا گیا۔ مختار
کے عامل عبدالرحمن ابن سعید نے مختار کو موصل میں اس کی آمد کی خبر لکھی اور لکھا کہ
میں اس سے ہٹ کر تکریت کو آگیا ہوں۔ اس پر مختار نے یزید بن انس الاسدی کو
بلایا کہ حکم دیا کہ تم موصل کی طرف جاؤ اور وہاں سے قریب ترین مقام پر جا کر ٹھہرو۔ میں یہاں
سے تمہاری کمک کے لئے اور فوجیں روانہ کروں گا۔ یزید نے کہا کہ آپ سنبھلے

تین ہزار آدمی منتخب کر لینے دیں۔ اور مجھے خود ہی کسی طرف جانے دیں۔ پھر اگر مجھے
 روکی ضرورت ہوئی تو آپ کو لکھ کر مدد منگا لوں گا۔ مختار نے قبول کیا۔ اور تین ہزار
 منتخب آدمی لے کر کوفہ سے روانہ ہو گیا۔ مختار اس کے ساتھ ہی چلا۔ اور لوگ
 بھی مشایعت کے لیے ہمراہ ہو گئے۔ بالآخر مختار نے اسے رخصت کرتے وقت
 کہا کہ ادا کیجیو جب تم دشمن سے آمنے سامنے ہو تو اس سے مناظرہ نہ کرو۔ اور صفے
 تو اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔ تم ہر روز اپنی خیر دیتے رہنا اور مدد کی ضرورت ہو تو
 مجھے لکھنا میں مدد کروں گا۔ ورنہ میں سمجھوں گا کہ اپنی قوت و طاقت اور دشمن کو مرعوب
 کر لینے کی وجہ سے تم نے مجھ سے مدد نہیں مانگی۔ پھر لوگوں نے اس کے لیے اور اس نے
 ان سب کے لئے سلامتی کی دعا مانگی۔ اور کہا کہ ان خیال سے میرے لیے شہادت کی
 دعا کرو۔ خدا کی قسم اگر مجھے فتح نصیب نہ ہوئی تو شہادت ضرور ملے گی یا پھر مختار نے
 عبدالرحمن بن سعید کو لکھا کہ تم اپنے ملک کو چھوڑ دو اور اسے یزید کے حوالے کر دو۔
 غرض کہ یزید پہلے مدائن اور پھر موصل جانے کے لیے سرزمین جوخی اور
 راذانات کی طرف چلا گیا۔ اور مقام باقلی میں جا کر مقیم ہوا۔ جب ابن زیاد کو اس
 کی آمد کی خبر ہوئی۔ تو اس نے کہا کہ میں بھی ایک ایک ہزار کے مقابلے میں دو ہزار
 آدمی بھیجوں گا۔ چنانچہ اس نے ربیعہ بن خارق الغنوی اور عبداللہ ابن جمل الحنفی کو
 تین تین ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ ربیعہ عبداللہ کی روانگی سے ایک دن
 قبل روانہ ہو کر یزید ابن انس کے مقابلے کے لیے باقلی پہنچا۔ یزید ابن انس گونہایت
 مریض تھا مگر ایسی حالت میں ایک گدھے پر سوار ہو کر نکلا کہ اسے آدمی تھا نہ ہوئے
 تھے۔ یزید نے اپنے ہمراہیوں کو تیار کیا۔ ان کو آراستہ اور جنگ پر براگینتہ کیا۔ اور
 کہا کہ اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو ورقار ابن حازب الاسدی بھٹارا امیر ہو گا۔ اگر وہ بھی
 ہلاک ہو جائے تو عبداللہ بن ضمیرہ العذری اور اگر وہ بھی فوت ہو جائے تو سعد بن
 ابی سحر الحنفی تم پر امیر ہو گا۔ اس نے اپنے ہمراہ عبداللہ کو میسرہ پر سوار اور سواروں
 پر ورتہ کا کو مقرر کیا۔ خود اتر پڑا اور اسے لوگوں کے درمیان ایک تخت پر بٹھلایا
 گیا۔ اس نے کہا کہ "چاہے تم اپنے امیر کی طرف سے لڑو چاہے بھاگ جاؤ" وہ
 برابر لوگوں کو مختلف کام کئے جانے کا حکم دیتا جاتا تھا اور کبھی غش کھاتا اور کبھی

ہوش میں آجاتا تھا۔ فریقین نے عرفہ کے دن علی الصباح جنگ شروع کر دی۔ اور چاشت کے وقت تک لڑائی نے خوب زور پا لیا۔ اہل شام کو نہر میت ہوئی۔ اُس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا گیا۔ پھر یزید کے ہمراہ بن ربیعہ ابن مخارق کی طرف دوڑ پڑے جس کے آدمی اسے چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے تھے اور وہ اتر کر انھیں چار چار کر کہہ رہا تھا کہ دو اسے والیاں حق میں ابن مخارق ہوں! اور تم اس وقت بھگوڑے غلاموں۔ اسلام کو ترک کرنے اور اس سے خارج ہو جانے والوں سے لڑ رہے ہو! اس پر ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ ہو کر جان توڑ کر لڑنے لگی۔ تاہم آخر کار اہل شام منہزم ہوئے اور ربیعہ بن مخارق عبداللہ بن ورقاء الاسدی اور عبداللہ بن عمرو العذری کے ہاتھوں سے قتل ہوا۔ منہزمین کچھ ہی دیر چلے ہوں گے کہ ان کو عبداللہ بن جملہ تین ہزار آدمیوں کے ہمراہ مل گیا۔ وہ لوگ عبداللہ کے ساتھ واپس ہو گئے اور پھر آ کر یزید کے مقابلہ میں ٹٹ گئے۔ رات بھر تو حفاظت کرتے رہے۔ دوسری صبح کو عید الضحیٰ کے دن وہ لوگ جنگ کے لئے ہراند ہوئے اور نہایت شدت سے لڑے۔ ظہر کی نماز پڑھ کر پھر لڑنا شروع کیا۔ بالآخر اہل شام کو نہر میت ہوئی۔ اور ابن جملہ کے ساتھ صرف ایک جماعت رہ گئی۔ جو سختی سے لڑنے لگی۔ عبداللہ بن قراذش نے اس پر حملہ کیا اور قتل کر دیا۔ پھر اہل کوفہ نے لشکر کو ہر طرف سے گھیر لیا۔ ان کو خوب جی کھول کر قتل کیا۔ اور تین سو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ جن کو یزید بن انس نے خود دم توڑنے وقت قتل کرنے کا حکم دیا۔ ان سب کو قتل کیا گیا۔ اور اس کے بعد ہی یزید نے بھی شام کے وقت کے قریب انتقال کیا اس کے ساتھی اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اسے لے گئے اور اس کے ہمراہیوں نے اسے دفن کر دیا۔ اس نے ورقاء ابن عازب الاسدی کو اپنے بعد امیر مقرر کیا تھا۔ اسی نے جنازے کی نماز پڑھائی۔ پھر اپنے اصحاب سے کہا کہ اب تمہاری کیا رائے ہے؟۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ابن زیاد اتنی ہزار آدمی لے کر تمہارے مقابلے کے لئے آتا ہے۔ میں بھی تم سابی ایک آدمی ہوں۔ اب مجھے مشورہ دو کہ کیا کرنا چاہئے۔ کیونکہ میری مجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس حالت میں اہل شام کا مقابلہ کر سکیں گے۔ کہ یزید کا انتقال ہو چکا ہے۔ اور ہم میں سے بعض آدمی چلے جا چکے ہیں۔ مگر ان میں اپنی جانیں نہ کر بھاگ جائیں تو وہ لوگ یہ کہیں گے

کہ ہم اپنے امیر کی موت کی وجہ سے واپس چلے گئے۔ حالانکہ وہ ہم سے خوف زدہ تھے۔ اور اگر ہم نے ان کا مقابلہ کیا تو ہم خطرے میں ہوں گے۔ پھر اگر ہمیں انھوں نے شکست دی تو ان کو ہماری ہزیمت کل کچھ نفع نہ دے گی۔ لوگوں نے کہا کہ آپ کی رائے درست ہے۔ اس کے بعد وہ سب وہاں سے چلے گئے مختار کو اس امر کی اطلاع ہوئی لوگ اس کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے۔ کہیزید قتل ہو گیا ہے۔ کیونکہ ان کو اس امر کا یقین نہ تھا کہ اس نے اپنی موت سے انتقال کیا ہے۔ مختار نے ابراہیم بن اشتر کو بلا کر سات ہزار سواروں کا امیر بنا دیا۔ اور ان سے خفیہ طور پر کہا کہ تم یزید بن انس کی فوج کو دیکھو تو اس پر امارت اختیار کر لینا ان کو واپس لے جاؤ۔ تاکہ ان کے انہماک اور اس کے آدمیوں سے تمہارا مقابلہ ہو۔ اور تم ان سے جنگ کرو۔ ابراہیم نے مقام حمام عین میں اپنی فوج جمع کی اور روانہ ہوئے۔ روانگی کے بعد اشتراف کو فہ شدت بن ربیع کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ واللہ تختِ ربیعہ ہماری رضا مندی کے ہم پر حکومت کرتا ہے۔ اس نے موالی کے لئے تکلیف اٹھائی۔ ان کو سواروں پر سوار کیا اور ہمارا مال ان کو دے دیا۔ شہت جو ان کا سردار تھا جس نے زمانہ جاہلیت اور اسلام دونوں پائے تھے۔ اس نے ان سب سے کہا کہ تم مجھے ذرا اس کے پاس ہو آنے دو۔ چنانچہ اس نے مختار کے پاس پہنچ کر ان کے تمام پیش کردہ امور کو ایک ایک کر کے بیان کیا۔ وہ جس جس بات کو پیش کرتا جاتا تھا۔ مختار بھی یہی جواب دیتا جاتا تھا کہ ان مجھے منظور ہے۔ اس طرح مختار نے ان کی تمام خواہشیں پوری کر دیں۔ پھر شہت نے موالی اور ان کے مال کی شرکت کا ذکر کیا۔ جس کے جواب میں مختار نے کہا کہ اگر میں تمہارے موالی کو چھوڑ دوں۔ اور تمہارا مال صرف تمہارے ہی لئے وقف کر دوں تو کیا تم میرے ساتھ ہو کر نبو امیہ اور ابنِ زبیر سے لڑو گے؟ اور تم میرا اطمینان کرنے کے لئے جس طرح میں تم سے خدا کی قسم دے کر وعدہ طلب کروں وعدہ کرو گے؟ شہت نے کہا میں جا کر اپنے اصحاب سے بیان کرتا ہوں۔ وہ جو کچھ کہیں گے اگر آپ سے کہہ دوں گا۔ شہت اپنے اصحاب میں گیا اور پھر واپس نہ آیا۔ ان سب کی متفقہ رائے یہ ہوئی کہ مختار سے جنگ کوئی چاہیئے۔ چنانچہ شہت بن ربیع۔ محمد بن اشعث۔ عبد الرحمن

ابن سعید بن قیس اور شہد سبیل کر عبد الرحمن بن مخنف الازدی کے پاس گئے
 اور اُسے ہم اپنیساتھ شامل ہونے کو کہا اس نے کہا کہ اگر تم میری بات نہ تو
 بہتر یہ سبب کہ اس کامقابلہ نہ کرو۔ انھوں نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ اس لئے کہ مجھے
 خوف ہے کہ تم میں تفرقہ اور اختلاف ہو جائے گا۔ اس شخص کے ساتھ تمہارے
 فلاں فلاں اشخاص بہادر اور شہسوار بھی موجود ہیں۔ اور تمہارے غلام اور موالی
 بھی اسی کی طرف ہیں۔ ان لوگوں کے آپس میں کامل اتفاق اور یگانگت ہے۔ اور
 تمہارے موالی کا یہ حال ہے کہ ان کو تمہارے دشمنوں سے بھی زیادہ تم سے عداوت
 ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ تم سے عربی شجاعت اور عجمی عداوت کے ساتھ لڑیں گے۔
 حالانکہ اگر تم کچھ اور عمدہ انتظار کرو تو تم ان کے لئے کافی ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اہل شام
 اور اہل بصرہ آپس میں کینہ رکھتے ہیں۔ بلکہ تمہاری بھی ضرورت نہیں ہے وہ خود ہی ان کے لئے
 کافی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم تم کو خدا کا واسطہ دلاتے ہیں کہ ہماری مخالفت نہ کرو۔
 اور ہماری رائے اور اجماع میں فساد پیدا نہ کرو۔ اس نے جواب دیا کہ میں بھی تم میں
 سے ہی ہوں جب چاہو غروج کرو۔ چنانچہ ابراہیم ابن اشتر کی روانگی کے بعد انھوں
 نے مختار پر معاویہ کیا۔ اور ہر قبیلے کا رئیس اپنے اپنے قبیلے کو لے کر برآمد ہوا۔ جب
 مختار نے ان کے غروج کا حال سنا تو اس نے ایک قاصد ابراہیم ابن اشتر کے پاس بھیجا
 جو نہایت تیزی سے اس کے پاس سا باطل پہنچا۔ اور نہایت سرعت کے ساتھ واپس
 چلنے کو کہا۔ پھر مختار نے ان لوگوں کے پاس پیغام بھیجا کہ یہ بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔
 جو کچھ تم میں کرنے کو تیار ہوں۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم ہم سے الگ
 ہو جاؤ۔ کیونکہ تم یہ کہتے ہو کہ تم کو حضرت ابن خنیس نے بھیجا ہے حالانکہ انھوں نے
 نہیں بھیجا۔ مختار نے کہا اگر ایسا ہی ہے تو اپنی طرف سے ان کے پاس ایک وفد
 بھیجو۔ اور اوہرے میں بھی ایک وفد بھیجتا ہوں۔ پھر تم انتظار کرو تا آنکہ حقیقت
 معلوم ہو جائے۔ اصل میں مختار کا مقصد یہ تھا کہ اس طرح ان سے گفتگو کر کے تمہارے
 ان کا وقت مال و سہ اور ابراہیم ابن اشتر آپس میں پھراس نے اپنے آدمیوں سے
 کہہ دیا کہ ان کی کوئی کسی طرح مزاحمت نہ کرے۔ حالانکہ اہل کوفہ نے ہر طرف سے
 ان کا راستہ بند کر رکھا تھا۔ اور ان کے پاس ہر چیز تھوڑی تھوڑی ہی پہنچی تھی۔ تاہم

عبداللہ ابن بسیع میدان میں برآمد ہوا۔ بنو شاکر نے اس سے نہایت سختی سے جنگ کی۔ عقبہ ابن طارق الجشعی بھی اس سے آگیا۔ اور عرصے تک اس کے ساتھ ہو کر لڑا۔ یہاں تک کہ آخر کار اس نے ان کو مار کر ہٹا دیا۔ پھر عقبہ شمر کے پاس چلا گیا۔ جہاں بنو قیس عیلان بھی قبیلہ سلول کے ساتھ موجود تھے۔ علی بن ابی اس عبداللہ ابن بسیع بنو بسیع کو لیے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا۔

مختار کا قاصد اسی دن شام کو ابن اشتر کے پاس پہنچ گیا۔ اور ابن اشتر راتوں رات سفر کرتے رہے۔ دن بھر سفر کیا اور شام کو وہ اور ان کے تمام جانور آرام کے خیال سے ٹھہر گئے۔ رات پھر سفر کیا اور دوسرے دن عصر کے وقت مختار کے پاس جا پہنچے۔ رات بھر مسجد میں قیام کیا۔ اس تمام دوران میں ان کے تمام بڑے بڑے طاقتور آدمی ان کے ساتھ رہے۔ جب اہل یمن بنو بسیع کے قبیلے میں جمع ہوئے تو نماز کے وقت اہل یمن میں سے ہر ایک شخص نے ایک دوسرے کے تقدیم کو ناگوار سمجھا۔ اس پر عبدالرحمن ابن حنظلہ الازدی نے کہا کہ سب سے پہلا اختلاف تم لوگوں میں یہی ہے۔ اب تم لوگوں کو یہ چاہیے کہ متفق ہو کر رہنا منہ ہی کے ساتھ سید القتر اور فاع بن شداد البجلی کو امامت کے لیے مقدم کرو۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اور جنگ کے آغاز تک برابر وہی نماز پڑھاتے رہے۔

مختار نے بازار میں اپنی فوجوں کو آراستہ کیا جہاں کوئی عمارت وغیرہ نہ تھی۔ پھر ابن اشتر اس کے حکم سے بنو مضر کی طرف گئے۔ جن کے سردار شبث ابن ربیع اور حنظلہ بن تمیر بن عطار دیکھے جو کنا سہ میں مقیم تھے۔ مختار کو اس سے خوف ہوا کہ وہ ابراہیم ابن اشتر کو اہل یمن کے مقابلے کے لیے بھیجے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ان کو اپنی قوم سمجھ کر ان سے اچھی طرح جنگ نہ کر سکیں۔ لہذا مختار خود قبیلہ بسیع کی طرف اہل یمن کے مقابلے کے لیے گیا۔ اور عمرو بن سعید کے مکان کے پاس ٹھہر کر احمر ابن شمیٹ البجلی اور عبداللہ بن کمال الشاکری کو اپنے آگے آگے روانہ کیا اور دونوں کو حکم دیا کہ جس راستے کا انھوں نے ذکر کیا تھا وہی اسی راستے پر چلیں۔ اور خفیہ طور پر یہ بھی بتا دیا کہ بنو شام نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ وہ بھی ان لوگوں کے

چھپے سے حملہ کرنے والے ہیں۔ انغرض وہ دونوں مختار کے حکم کے مطابق سفر کرتے کرتے اہل یمن تک پہنچ گئے۔ فریقین میں ایسی سخت جنگ ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمر بن شعیط اور ابن کمال کے ہمراہی ہزیمیت لکھا کر مختار کے پاس پہنچے۔ مختار نے حال دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ہم کو ہزیمیت ہوئی ہے۔ مگر احمر بن شعیط وہیں مقیم ہے۔ اور اس کے ساتھ کچھ آدمی بھی ہیں۔ لیکن ابن کمال کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ ابن کمال کیا کر رہا ہے۔ مختار ان کو اپنے ہمراہ لے کر قوم کی طرف چلا۔ اور ابو عبد اللہ الجہلی کے مکان پر پہنچ کر ٹھہر گیا۔ پھر اس نے عبد اللہ بن قراؤ الخثعمی کو چار سو آدمی دے کر ابن کمال کی مدد کو روانہ کیا اور کہا کہ اگر وہ ہلاک ہو جائے تو تم اس کی جگہ پر شکن ہو جانا۔ بلکہ اگر وہ زندہ بھی ہوتا بھی تم لوگوں سے لڑو اور اپنے ہمراہیوں میں سے تین سو آدمی وہیں اس کے پاس بندہ روہ۔ اور باقی ایک سو کو لے کر جام قطن کے راستے سے قبیلہ بنیعیہ کو چلے جاؤ۔ عبد اللہ بن قراؤ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ابن کمال اپنی ایک جماعت کو جو نہایت استقلال کے ساتھ اس کا ساتھ دے رہی تھی اپنے ہمراہ لے کر جنگ میں مصروف ہے۔ ابن قراؤ نے اپنے دو تین سو آدمی اس کے پاس چھوڑ دیئے۔ اور باقی ایک سو کو لے کر بنو عبد القیس کی مسجد پہنچا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ مختار خود ہر آئے اور مجھے یہ پسند نہیں کہ کج میری قوم کے اشراف ہلاک ہو جائیں۔ خدا کی قسم مجھے یہ پسند ہے کہ میں خود مارا جاؤں مگر یہ پسند نہیں کہ وہ لوگ میری انگلیوں کے آگے ہلاک ہوں۔ خیر کچھ بھی تم ذرا ٹھہرے رہو۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ بنو شیبام ان لوگوں کے بعد حملہ آور ہونے والے ہیں۔ شاید وہ پہنچ کر ہم کو اس علت سے بچالیں اس کے ساتھیوں نے قبول کیا۔ چنانچہ ابن قراؤ نے وہیں مسجد عبد القیس پر استقامت بسر کی۔

مختار نے مالک بن عمر النہدی (جو ایک شجاع آدمی تھا) اور عبد اللہ بن شریک النہدی کو چار سو آدمیوں کی معیت میں احمر بن شعیط کی طرف بھیجا۔ وہ وہاں ایسے وقت میں پہنچا کہ لوگوں نے احمر کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا۔ چنانچہ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔

ابن اثیر نے یہ کیا کہ وہ بنو مضر کی طرف گئے اور وہاں شہید بن ربیع سے مقابلہ کرتے وقت کہا کہ اسے کم بختو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نہیں پاتا کہ بنو مضر کو میرے ہی ہاتھوں مصیبت پہنچے۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور ان سے لڑنے لگے۔ ابن اثیر نے ان کو ہزیمت دی۔ جنگ میں حسان بن فاہک العبسی زخمی ہو گیا۔ اسے اٹھا کر اس کے گھر بھیج دیا گیا۔ جہاں پہنچ کر اس کا استقبال ہو گیا۔ مختار نے بنو مضر کی ہزیمت کی خوش خبری سن کر احمر بن شعیط اور ابن کامل کے پاس بھی یہ خوش خبری پہنچادی جس سے ان کو تقویت ہوئی۔ دوسرے بنو شام بھی اکٹھے ہو گئے۔ انھوں نے ابوالقلوص کو اپنا سردار مقرر کیا کہ وہ سب مل کر اہل یمن پر بھیجے سے حملہ کریں۔ اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر تم اپنی کوششوں کو مضر و ربیعہ پر صرف کر دو تو بہت بہتر ہو گا۔ مگر ابوالقلوص خاموش رہا۔ انھوں نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ کا قول ہے کہ جو کفار تمہارا مقابلہ کریں ان سے جنگ کرو۔ غرض کہ وہ لوگ اس کے ہمراہ اہل یمن کی طرف بڑھے۔ بنو سبیع کے قبیلے میں پہنچ کر ان کے محلے کے سرے پر اعسر الشاکری ملا جس کو انھوں نے قتل کر دیا۔ اور قبیلے میں پکار کر کہا کہ اے حسین کا بدلہ لینے والو۔ آؤ۔ اس آواز کو یزید بن عمر بن ذی مران الہمدانی نے سنا تو اس نے بھی پکار کر کہا کہ اے اسد عثمان کے بدلہ لینے والو۔ آؤ۔ رفاعہ بن شداد نے کہا کہ ہم کو عثمان سے کیا تعلق ہے۔ میں ایسے لوگوں کے ساتھ ہو کر نہیں لڑوں گا جو عثمان کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں۔ اس پر اس کی قوم کے چند افراد نے اس سے کہا کہ تم ہم کو یہاں تک لائے اور ہم نے تمہاری اطاعت کی اور جب ہم نے دیکھا کہ ہماری قوم پر تلوار چلا چاہتی ہے تو تم نے کہا کہ ان کو ہمیں چھوڑ کر چلے جاؤ۔ یہ سن کر رفاعہ یہ شعر پڑھتے ہوئے ان کی طرف پھرا (ترجمہ) :-

اے ابن شداد ہوں اور علی کے دین پر ہوں۔ میں عثمان ابن اروس کا دوست نہیں ہوں۔ اب آج بے فکر ہو کر آتش جنگ میں چلنے والوں کے ساتھ چلوں گا۔
آفریں نے زنا شروع کیا اور قتل ہوا۔ وہ مختار کے ساتھ تھا۔ مگر جب اسے خبر ہوئی۔ رخ بانی معلوم ہوئی تو اس نے اس کو قتل کرنا چاہا۔ مگر اس کا قول

کہ رسول اللہ صلعم کے اس قول نے اُسے روک دیا کہ جس شخص کو کسی نے خونِ مہات کر کے اپنا امین بنالیا ہو اور وہ شخص اُسے قتل کر دے تو میں اس سے بری ہوں۔ اس جنگ کے دن وہ اہل کوفہ کے ہمراہ ہو کر لڑا۔ جب اس نے یزید بن عمر کو عثمان کا بدلہ لینے والو کا کہتے ہوئے سنا تو وہ ان کے ہاں سے واپس آگیا۔ اور مختار کی طرف سے لڑتا ہوا۔ مارا گیا۔ یزید بن عمر بن ذی مران اور نعمان بن صہبان بجز مری بھی قتل ہوئے۔ موقوفہ الذکر ایک دیندار شخص تھا۔ علی ہذا القیاس فرات ابن زحر بن قیس مارا گیا۔ اس کا باپ زحر مجروح ہوا اور عبداللہ بن سعید بن قیس اور عمر بن مخنف بھی جنگ میں کام آئے۔ عبدالرحمن بن مخنف لڑتے لڑتے مجروح ہوا۔ لوگ اس کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر لے گئے۔ مگر اس کو خبر نہیں ہوئی۔ اس کے ارد گرد بنو ازد کے آدمی بھی جنگ کرتے رہے۔ الفرض اہل یمن کو سخت شکست ہوئی۔ وادعین کے مکانوں میں سے پانچ سو آدمیوں کو گرفتار کر کے پابجولاں مختار کے پاس بھیج دیا گیا۔ مختار نے ان کو حاضر کرنے اور اپنے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ یہ دیکھو کہ ان میں سے امام حسینؑ کے قتل میں کون کون شریک تھا اور مجھے بتاؤ۔ چنانچہ مختار نے ان میں سے ان سب کو قتل کر دیا جو امام حسینؑ کے قتل میں شامل تھے جن کی تعداد (۲۴۸) تھی۔ پھر اس کے ہمراہیوں نے ان سب کو قتل کرنا شروع کیا جو ان کو اذیت دیتے تھے۔ مگر حیب مختار نے یہ سنا تو اس نے باقی تمام قیدیوں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا اور ان سب سے وعدہ لے لیا کہ نہ وہ لوگ اس کے دشمنوں سے ملیں گے اور نہ اس کے یا اس کے ہمراہیوں کے خلاف جنگ کریں گے۔ پھر مختار کے منادی نے منادی کر دی کہ سوائے ان لوگوں کے جو آلِ محمدؐ کے خون بہانے میں شریک تھے باقی ہر وہ شخص جو اپنے مکان کا دروازہ بند کرے امان میں ہے۔ عمرو بن حجاج الزبیدی نے جو امام حسینؑ کے قتل کے وقت کے موجودین میں سے تھا۔ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واقعہ کار راستہ لیا۔ اور قیامت تک کے لئے منفق و الخیر ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے مختار کے آدمیوں نے اُسے ایسے حال میں کہ وہ پیاس کی شدت سے بے تاب ہو کر زمین پر گر پڑا تھا جا پکڑا اور قتل کر کے اس کا سر اٹھالے گئے تھے۔ ۱۰

فرا ت بن زحر بن قیس کے قتل کی خبر سن کر عائشہ بنت خلیفہ بن عبد اللہ
 الجعفیہ نے (جو امام حسین کی زویہ تھیں) مختار کے پاس اس کو دفن کرنے کی اجازت
 طلب کرتے کے لئے پیغام بھیجا۔ مختار نے اجازت دی اور عائشہ نے اُسے دفن
 کر دیا۔ مختار نے زربی نام ایک غلام کو شمر بن ذی الجوشن کی تلاش میں بھیجا۔ شمر کے
 ساتھ اس کے ہمراہی بھی تھے۔ جب وہ لوگ زربی کے قریب پہنچے تو شمر نے اپنے
 ساتھیوں سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جاؤ شاید وہ میری طرف ہی آنا چاہتا ہو۔
 وہ سب اس کے پاس سے ہٹ گئے۔ اور زربی اس کی طرف گیا۔ شمر نے اس پر
 حملہ کیا اور اسے قتل کر کے وہاں سے روانہ ہوا۔ اور شام کے وقت سدیم میں
 جا ٹھہرا۔ پھر وہاں سے کونج کر کے کلتانیہ نام گاؤں میں ٹھہرا جو دریا کے کنارے
 پہاڑ کی طرف واقع ہے۔ اس گاؤں کے باشندوں کے پاس پیغام بھیجا اور ان
 میں سے ایک کافر کو پکڑ کر مارا اور کہا کہ میرا یہ خط مصعب ابن زبیر کے پاس لے جا۔
 وہ کافر اس خط کو لے کر گاؤں میں داخل ہوا۔ جہاں ابو عمرہ صاحب مختار مقیم تھا۔
 جسے مختار نے اس غرض سے اس گاؤں کو بھیجا تھا کہ وہ اس گاؤں کو مختار اور
 اہل بصرہ کے درمیان ایک سلاح خانہ بنا دے۔ راستہ میں وہ کافر اسی گاؤں کے
 ایک اور کافر سے ملا اور اس نے شمر کی بدسلوکی کی شکایت کی ابھی وہ اس سے بات
 کر رہی رہا تھا کہ ایک شخص جس کا نام عبد الرحمن ابن ابی کوند تھا اور ابو عمرہ کے دوستوں
 میں سے تھا ان کے پاس سے گزرا اور اس نے وہ خط دیکھا اور اس کا شمر کی طرف
 سے مصعب ابن زبیر کے نام ہونا معلوم کر کے اس کافر سے پوچھا کہ شمر کہاں ہے۔
 معلوم ہوا کہ ان کے اور شمر کے درمیان صرف تین فرسنگ کا فاصلہ ہے۔ اس پر
 وہ سب مل کر اس کی طرف چلے۔

شمر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ کاش تم ہمیں اس گاؤں سے
 لے چلتے ہمیں اس سے خوف ہوتا ہے۔ شمر نے کہا یہ سب اسی کذاب کے خوف
 کی وجہ سے ہے۔ خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہوں گا۔ خدا نے
 ان کے دلوں کو ہمارے رعب سے پر کر دیا ہے۔ اور وہ سو رہے ہیں۔ جب
 ان لوگوں نے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں سنیں تو انہوں نے سوچا کہ یہ پچھلے

آواز ہے۔ مگر جب وہ آواز اور بھی شدید ہو گئی تو شمر کے ہمراہی مقابلے کے خیال سے
 کھڑے ہونے کے لیے چلے۔ دیکھا تو پہاڑ میں سے سوار چلے آتے ہیں۔ یہ دیکھ کر
 آنے والوں نے تکبیر کہی اور خیموں کو گھیر لیا۔ شمر کے ساتھی اپنے گھوڑوں کو
 چھوڑ کر بھاگے۔ شمر ایک چادر اور تھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر چونکہ اس کو برص کا
 مرض تھا اس لیے اس کے برص کی سفیدی چادر کے اوپر سے بھی ظاہر
 ہوتی تھی اور وہ نیزے چلا رہا تھا۔ آنے والوں نے نہ تو اسے لباس پہننے دیا
 اور نہ ہتھیار لگانے دیئے۔ اس کے ساتھی اس سے جدا ہو ہی چکے تھے۔ انہوں
 نے دور پہنچ کر تکبیر کہی آواز سنی اور کسی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ دذنبیث مار گیا
 اُسے اسی ابن ابی کنوہ نے قتل کیا جس نے اس کا فر کے پاس وہ خط دیکھا تھا پھر
 اس کی لاش کو کتوں کے لئے پھینک دیا گیا۔ راوی کا بیان ہے کہ پہلے
 وہ ہم سے نیزے سے لڑتا رہا پھر اُسے پھینک کر تلوار اٹھالی اور اس سے لڑتا رہا۔
 اور میں نے اُسے اس دوران میں یہ شعر بطور رجز پڑھتے ہوئے سنا۔ (ترجمہ) :-
 ”تم نے کچھار کے ایک دلیر و جنگجو شیر کو برا بگینہ کیا ہے۔ جو مضبوط
 اور توانا ہے اور کندھے توڑتا ہے۔ وہ کسی دشمن کے مقابلے میں عاجز اور کمزور
 ہو کر سوتا نہیں۔ بلکہ لڑتا اور لڑتا رہتا ہے۔ ان کو تلوار کی ضرب سے جدا کرتا
 اور اپنے نیزے کو سیراب کرتا ہے۔“

مختار قبیلہ بعیع سے قصر کو واپس آیا تو اس کے ساتھ سراقہ بن مرداس
 البارقی تھا اس نے بلند آواز سے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”اے مسمر کے بہترین شخص اور اے سواروں اور لشکروں کے ساتھ
 مقیم ہونے والے بہترین بزرگ اور تلبیہ۔ تجھ اور سجدہ کرنے والوں کے
 بہترین فرد۔ آج مجھ پر رحم کر!!!“

مختار نے اُسے قید خانے بھیج دیا۔ جب اُسے دوسرے دن بلایا تو وہ یہ
 اشعار پڑھتا ہوا حاضر ہوا۔ (ترجمہ) :-

”ہاں اے ابو اسحق کو یہ میرا پیادہ کہ ہم عہدہ جوئی کے لیے نکلے تھے
 غزوہ کے وقت غصہ کو کچھ بھی نہیں سمجھتے تھے اور خوب کھڑکڑاتے تھے۔“

مگر ہم کو ان کی طرف تلواروں اور نیزوں کی زبردست جنگ سے سابقہ پڑا اور ہم واپس چلے گئے۔ تم ہر روز اپنے دشمنوں پر ایسے دستوں کے ذریعے سے فتیاب ہوتے ہو جو امام حسین کی موت کی خبر دیتے ہیں۔ بعینہ جس طرح کہ حضرت محمد (صلعم) ایام بدر و شعب و حنین میں فتح مند ہوتے تھے۔ تم بادشاہ ہو تم سے درگزر کرو۔ کیونکہ اگر ہم بادشاہ ہوتے تو حکومت میں ضرور جوڑ و ستم برپا کرتے۔ میری توبہ قبول کرو۔ کیونکہ میں اس بات کا شکر دار کرتا ہوں کہ میرے دین کو بھلا کر دیا ہے۔“

راوی کا بیان ہے کہ جب وہ مختار کے پاس پہنچا تو اس نے کہا کہ (اللہ! امیر کا بھلا کرے۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ زمین اور آسمان کے درمیان فرشتے سفید گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑ رہے تھے) مختار نے اس سے کہا کہ (تم منبر پر چڑھ کر لوگوں کو اس امر کی اطلاع کرو۔ چنانچہ اس نے منبر پر چڑھ کر سب کو اس سے آگاہ کر دیا۔ اور جب وہ نیچے اتر تو مختار نے اس سے پچھلے میں کہا کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ بلکہ تمہارا کچھ اور ہی ارادہ تھا جو میں سمجھ گیا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ میں تم کو قتل نہ کروں۔ اب تم یہاں سے جہاں چاہے چلے جاؤ۔ مگر میرے ہمراہیوں میں فساد برپا نہ کرنا۔ چنانچہ سراقہ بصرے کی طرف نکل گیا۔ اور وہاں پہنچ کر مصعب کے پاس مقیم ہوا۔ اور یہ شعر کہے۔ (ترجمہ) :-

”اے ابی ابراہیم! اسحق کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں نے ایک رنگ سفید اور سیاہ گھوڑے دیکھے تھے۔ میں نے تمہاری وحی سے کفر کیا اور اپنی موت کے لئے تم سے نہ لڑنے کی منت مان لی۔ میں اپنی آنکھ کو وہ کچھ دکھاتا ہوں جو انھوں نے نہیں دیکھا۔ اور ہم دونوں بیہودہ اور خرافات باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔“

اسی دن عبدالرحمن بن سعید بن قیس الہمدانی بھی مارا گیا تھا۔ مسعر ابن ابوسعمر ابوزیر الشبامی (جو شبام بنو ہمدان میں سے تھا) اور ایک اور شخص نے اس کو قتل کرنے کا اعلان کیا۔ ابن عبدالرحمن نے ابوزیر الشبامی سے پوچھا کہ کیا تم نے میرے باپ عبدالرحمن کو قتل کیا ہے جو اپنی قوم کے

سردار تھے۔ پھر یہ آیت پڑھی: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
يُوَادُّونَ مَنْ سَادَ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ لَا اسَ جَنَکَ مِیْنِ اِس کے سات سواستی
آدمی کام آئے۔ اس دن اہل یمن میں سے اکثر آدمی قتل ہوئے۔ یہ جنگ
۳۱ھ میں ماہ ذی الحجہ کے انتقام سے چھ دن قبل واقع ہوئی تھی۔ کو
اشراف شہر دہاں سے روانہ ہو کر بصرے پہنچے اور امام حسین کے
قاتلین کے مقابلے کے لئے مختار اکیلارہ گیا۔ مختار نے کہا کہ ہمارا یہ مذہب نہیں
ہے کہ ہم امام حسین کے قاتلین کو زندہ چھوڑیں۔ میں آل محمد صلعم کا بہت ہی بڑا
و ناصر ہوں گا۔ اگر میں دنیا میں رہوں اور پھر بھی کذاب کہلاؤں۔ جیسا کہ لوگ
مجھے کہتے ہیں میں ان کے خلاف خدا سے مدد چاہتا ہوں۔ مجھے ان کے نام بتاؤ۔
اور پھر تم خود ان کا تعاقب کرو۔ اور جب تک ان کو قتل نہ کرو۔ دم نہ لو میرے
لئے کھانا پینا زہر ہے جب تک کہ میں زمین کو ان کے وجود سے پاک نہ کروں گا
چنانچہ اس کو عبداللہ بن اسید الحجری۔ مالک ابن بشیر البدری۔ حنبل ابن مالک
الحاربی کے نام بتائے گئے۔ اس نے ان سب کو قادیسیہ سے اپنے پاس بلایا۔
اور انھیں دیکھتے ہی کہا کہ اے خدا اور رسول کے دشمنو۔ حسین ابن علی کہاں
ہیں؟ ان کو میرے پاس لاؤ۔ تم نے اس شخص کو قتل کر دیا ہے جس کے متعلق
تم کو حکم دیا گیا تھا کہ تم اس پر درود و سلام بھیجنا۔ انھوں نے کہا کہ خدا آپ پر رحم
کرے۔ ہم کو مجبور کر کے بھیجا گیا تھا۔ آپ ہم پر احسان کیجئے اور رحم کیجئے۔ مختار نے
کہا کہ تم نے اپنے نبی (صلعم) کے نواسے پر کیوں نہ رحم کیا؟ کیوں نہیں ان پر رحم کیا
؟ اور انھیں پانی کیوں نہ دیا؟ بدری امام حسین کی ٹوپی پر قابض تھا مختار کے
حکم سے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔
پھر باقی سب کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد اس نے زیاد بن مالک الصبعی عمران
ابن خالد القشیری۔ عبد الرحمن بن ابی خشارہ البجلی اور عبداللہ بن قیس الخولانی کو
حاضر کرنے کا حکم دیا۔ وہ سب حاضر ہوئے تو ان سے کہا کہ اے صالحین کے
قتل کرنے والو۔ اور اے سید شباب اہل الجنۃ کے قاتلو۔ آج اللہ نے تم سے
بدلہ لیا ہے۔ تم کو بڑے منحوس دن میں درس ملا تھا لا واقعہ یہ ہے کہ ان لوگوں

وہ ورس لوٹا تھا جو امام حسین کے پاس تھا۔ یہ کہہ کر ان سب کو بھی مختار کے حکم سے قتل کر دیا گیا۔ بعد ازاں صلیحہ کے بیٹے عبداللہ اور عبدالرحمن اور عیسیٰ جانی کے برادر عمر زید عبداللہ بن وہب بن عمرو الہمدانی کو بھی حاضر کر کے مختار کے حکم پر قتل کیا گیا۔ علی بن القیس عثمان بن خالد بن اسید اللہ ہمانی الجعفی۔ اور ابو سہل بشر بن شعیط القاضی کو بھی ہلایا گیا۔ اور ان کی گردنیں باروی گئیں۔ اور ان کو آگ میں جلا دیا گیا۔ پھر انھوں نے خولی بن یزید اصبحی کو پکڑنے کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ روپوش ہو گیا۔ مختار کے آدمی اس کو ڈھونڈتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے۔ اس کی زوجہ (جس کا نام عیون تھا اور جو اسی وقت سے اس کی دشمن ہو گئی تھی جب وہ امام حسین کا سر مبارک لے کر گھر پہنچا تھا) نے ان سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔ انھوں نے کہا کہ تمہارا شوہر کہاں ہے؟ اس نے منہ سے تو یہ کہا کہ میں نہیں جانتی۔ مگر ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا کہ وہاں ہے۔ وہ سب ادھر گئے۔ اور وہاں اُسے پایا۔ اس وقت اس کے سر پر ایک زنبیل بھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اُسے وہاں سے نکال کر اس کے مکان کے ایک طرف کو لے جا کر قتل کر دیا اور پھر جلا دیا۔ ۶

عمر بن سعد اور ان دیگر اشخاص کے قتل کا بیان جو امام حسین کے قتل کے وقت موجود تھے

ایک دن مختار نے اپنے اصحاب سے کہا کہ کل میں ایک شخص کو قتل کروں گا جو بڑے پاؤں والا۔ گڑی ہوئی آنکھوں والا۔ اور گھنی بھوؤں والا ہے۔ اور جس کے قتل سے مومنین اور علما کو مقر بن خوش ہوں گے۔ اس وقت ہشیم ابن اسود النخعی بھی موجود تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ مختار کی مراد عمر ابن سعد سے ہے۔ ہشیم اپنے گھر گیا اور وہاں سے اپنے بیٹے عریان کو عمر کے پاس اس امر کی اطلاع دینے کے لئے بھیجا۔ جب عریان نے عمر سے یہ امر بیان کیا تو اس نے کہا کہ خدا تمہارے باپ کو جزائے خیر دے۔ مگر مختار اپنے عہد و موثیق کے بعد مجھے

کس طرح قتل کر سکتا ہے؟۔ واقعہ یہ تھا کہ عبداللہ بن جعدہ ابن ہبیرہ حضرت علی کے قرابت دار ہونے کی وجہ سے مختار کے ہاں مغرزہ و مکرم آدمی تھا۔ عمر ابن سعد نے اس سے کہا کہ مختار سے میرے لئے امان طلب کر دو۔ اس نے مختار سے عمر کی سفارش کر دی اور مختار نے جواب میں امان لکھ دی۔ اور یہ شرط بھی کی کہ میں حدت نہ کروں گا۔ (یعنی اس وعدے کو نہ توڑوں گا) حالانکہ حدت سے اس کی ہوا بیت الخلاء میں داخل ہونے سے تھی۔ غرض کہ عریان کی لپسی پر عمر بن سعد گھر سے باہر نکل کر جام گیا۔ جہاں اس نے اپنے ایک غلام کو اپنی امان اور اپنی تمام کیفیت سنائی۔ غلام نے کہا کہ زور آپ نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی شکست عہد ہو سکتی ہے؟۔ آپ اپنے اہل و عیال اور قافلے کو چھوڑ چھاڑ کر یہاں آگئے۔ اب آپ واپس چلے جائیے۔ اور اپنی جان سے دشمنی نہ کیجئے۔ اس پر وہ واپس سے واپس چلا گیا۔ ادھر اس نے مختار کے پاس جا کر اس کی خلاصی کی اطلاع دی۔ مختار نے کہا کہ نہیں اس کی گردن میں ایک زنجیر ہے جو اسے پھر واپس لے آئیگی۔ دوسری صبح کو مختار نے ابو عمرہ کو اس کے پاس بھیجا جس نے اس سے جا کر کہا کہ چلو امیر نے یاد کیا ہے۔ عمر اٹھا۔ مگر چلتے ہوئے اپنے جعبے میں اٹک کر گرا۔ ابو عمرہ نے وار کیا اور قتل کر کے اس کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیج دیا۔ مختار نے عمرو بن سعد کے بیٹے حفص سے جو اس کے پاس ہی بیٹھا ہوا تھا پوچھا تم پہچانتے ہو کہ یہ کون ہے؟۔ اس نے کہا ہاں۔ مگر اب ان کے بعد زندگی میں اور کوئی نطفہ نہیں۔ یہ سن کر مختار نے اس کو بھی قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ بھی قتل ہوا۔ مختار نے کہا یہ حسین کے بدلے میں اور یہ علی بن حسین کے بدلے میں ہے۔ حالانکہ یہ دونوں ان دونوں کے برابر نہیں ہیں۔ خدا کی قسم اگر میں ان کے بدلے میں بنو قریش کے ایک تہائی آدمیوں کو بھی قتل کر دوں تو وہ سب مل کر ان کے ایک پورے کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ مختار اسے قتل کرنے کے لئے اس قدر جوش و خروش میں اس وجہ سے آیا ہوا تھا کہ یزید بن شریک الاصلاری محمد ابن الحنفیہ کے پاس گیا اور سلام و پیام کے بعد ان سے باتیں کرنے لگا۔ انہما گفتگو میں مختار کا ذکر آیا۔ تو ابن الحنفیہ نے کہا کہ مختار یہ سمجھتا ہے کہ وہ ہماری جماعت میں سے ہے۔

حاکم امام حسین کے قاتل اس کے دربار میں کرسی نشین ہیں۔ اور اس سے کلام کرتے ہیں۔ اس پر اس نے عمر بن سعد کو قتل کر کے اس کا اور اس کے بیٹے کا سر محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیجا اور بذریعہ تحریک یہ اطلاع دی کہ وہ جس جس شخص کے قتل پر تدار ہوا ان سب کو قتل کر چکا ہے۔ اور ان باقی لوگوں کی تلاش میں ہے جو امام حسین کے قتل میں شریک تھے۔ عبداللہ ابن شریک کا بیان ہے کہ میں اندوی۔ اور اصحاب سواری میں سیاہ ٹوپوں والوں میں تھا کہ جب عمر بن سعد ان میں سے گذرنا تو انھوں نے کہا کہ حضرت امام حسین کا قاتل یہی ہے۔ یہ امام حسین کی شہادت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ حضرت علی نے عمر بن سعد سے کہا تھا کہ اگر تم ایسے مقام میں ہو کہ تم کو جنت اور دوزخ میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی نوبت آئے تو ضرور دوزخ ہی کو اختیار کر و گے۔ پھر

اس کے بعد مختار نے حکیم بن طفیل کی طرف آدمیوں کو بھیجا جس نے عباس ابن علی کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا تھا۔ اور امام حسین پر تیر چلائے تھے۔ اور وہ کہا کرتا تھا کہ میرا تیر ان کے پاہا میں اٹک گیا تھا اور اس سے ان کو کوئی گزند نہیں پہنچا تھا۔ مختار کے آدمیوں نے اُسے جا پکڑا۔ اس کے اہل و عیال نے عدی بن حاتم سے سفارش کرنے کی درخواست کی۔ اس نے اس بارے میں ان لوگوں سے کلام کیا۔ لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچا دی۔ اور عدی مختار کے پاس سفارش کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس سے قبل قبیلہ بنی سبیع کی جنگ کے دن مختار نے عدی کی قوم کے چند آدمیوں کے متعلق اس کی سفارش مان لی تھی۔ اس لئے شیعہ کہتے تھے کہ ہمیں خوف ہے، مختار اس کی سفارش مان لیں گے۔ لہذا جس طرح حکیم نے امام حسین کو تیروں سے شہید کر دیا تھا اسی طرح انھوں نے بھی اسے تیر مار مار کر مار ڈالا۔ اور اس کا یہ حال کر دیا کہ وہ بالکل خراب شد انھیں معلوم ہونے لگا۔ اس اثناء میں عدی ابن حاتم مختار کے پاس پہنچا۔ مختار نے اُسے اپنے پاس بٹھالیا۔ عدی نے اس سے حکیم کی سفارش کی۔ مختار نے کہا کہ کیا تم اس امر کو جانز سمجھتے ہو کہ تم امام حسین کے قاتلین کو مجھ سے طلب کرو؟ اس نے کہا کہ اس کے متعلق مجھ کو خیال ہی نہیں۔ مختار نے کہا تو پھر میں اُسے تمھاری خاطر سے چھوڑے

دیتا ہوں۔ اتنے میں ابن کامل نے آکر مختار کو حکیم کے قتل کی خبر سنائی۔ مختار نے سن کر کہا کہ تم لوگوں نے اس میں اس قدر جلدی کی کہ اسے میرے سامنے بھی پیش نہ کیا۔ حالانکہ اصل میں مختار یہ خبر سن کر خوش ہوا تھا۔ ابن کامل نے کہا مجھے شیعوں نے ایسا کرنے پر آمادہ کیا۔ عدی نے ابن کامل سے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ بلکہ تمہارا خیال یہ تھا کہ تم سے بہتر کوئی آدمی میری سفارش کو قبول کر لے گا۔ اس لیے تم نے اسے قتل کر دیا۔ ابن کامل نے اسے گایاں دیں۔ مگر مختار نے اسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر مختار نے علی بن حسین کے قاتل مرہ بن منذر کی طلب کے لیے آدمی بھیجے۔ وہ بنو عبد القیس میں تھا اور ایک بہادر شخص بنا۔ مختار نے آدمیوں نے جا کر اس کا مکان گھیر لیا۔ وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر ہاتھ میں نیزہ لیے ہوئے ان کے مقابلے کے لیے برآمد ہوا۔ اور ان پر نیزہ زنی کرتا رہا۔ کسی نے اس کے ہاتھ پر تلوار ماری مگر وہ وہاں سے بھاگ کر بچ گیا اور مصعب بن زبیر سے جا ملا۔ مگر اس دن سے اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔

بعد ازاں مختار نے زید بن رقاد الجہانی کی طلب میں آدمی بھیجے۔ زید کہا کرتا تھا کہ میں نے ان میں سے ایک نوجوان شخص پر تیر چلایا۔ اس وقت اس نے اپنا ہاتھ تیر کی زد سے بچنے کے لیے ماتھے پر رکھ لیا تھا۔ تیر اس طرح ہاتھ پر جا کر بیٹھا۔ کہ وہ پھر اپنے ہاتھ کو پیشانی پر سے نہ اٹھا سکا۔ وہ نوجوان عبداللہ بن مسلم ابن عقیل تھا۔ اور جب میں نے اس پر تیر چلایا تو اس نے کہا کہ یا اللہ ان لوگوں نے ہم کو حقیر و ذلیل سمجھ لیا ہے۔ جس طرح یہ ہم کو مار رہے ہیں تو بھی ان کو اسی طرح مار۔ زید نے اس لڑکے پر ایک اور تیر بھی چلایا تھا اور وہ کہا کرتا تھا کہ میں اس کے پاس گیا تو وہ مرچکا تھا۔ یس تیر سے میں اس کو قتل کیا تھا اس کو اس کے شکم سے نکالا۔ میں نے اس کی پیشانی میں سے بڑی کشاکش کے بعد تیر کھینچا۔ لکڑی تو میرے ہاتھ میں آگئی۔ اور پیکان اندر ہی رہ گیا۔ جب مختار کے آدمی اس کے پاس پہنچے۔ تو وہ تلوار لے کر ان کی طرف آیا۔ ابن کامل نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس پر تلوار نہ چلاؤ نہ نیزہ بلکہ تیروں سے اس کا کام تمام کرو و چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ زید زمین پر گر پڑا اور لوگوں نے اسے زندہ ہی چلا دیا۔

پھر مختار نے زمان بن انس کو طلب کیا۔ جو امام حسینؑ کو قتل کرنے کا مدعی تھا۔ مختار نے یہ معلوم کر کے کہ وہ بصرہ بھاگ گیا ہے۔ اس کے مکان کو منہدم کر دیا۔ پھر عیسیٰ بن عقیقہ انصاری کو طلب کیا۔ مگر معلوم ہوا کہ وہ بھی خزیمہ کی طرف بھاگ گیا ہے۔ اس لئے اس کا گھر بھی گرا دیا گیا۔ اس نے ان میں سے ایک لڑکے کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد مختار نے بنو اسد کے ایک اور شخص حمرہ ابن کاہن کو طلب کیا جس نے امام حسینؑ کے اہل و عیال میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا۔ مگر مختار اسے نہ پاسکا۔ اسی طرح اس نے بنو ضلع کے عبداللہ بن عوف الخثعمی نام ایک فرد کو بھی طلب کیا۔ جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر بارہ تیر چلائے تھے۔ یہ شخص بھی مختار کے ہاتھ نہ آسکا۔ بلکہ مصعب بن زبیر کے پاس چلا گیا۔ اس لئے مختار نے اس کا گھر بھی گرا دیا۔ مختار نے عمرو بن صبیح الصدائی کو بھی طلب کیا جو کہا کرتا تھا کہ میں نے ان لوگوں پر نیزے چلائے۔ اور ان کو زخمی کیا۔ مگر قتل کسی کو نہیں کیا۔ مختار کے آدمیوں نے اسے رات کو جا پکڑا۔ اور مختار کے سامنے حاضر کیا۔ مختار نے نیزے منگو کر اس پر نیزہ زنی کروائی جس سے وہ مر گیا۔ پھر مختار نے محمد بن اشعث کو بلایا جو قادیسیہ کے قریب ایک گاؤں میں رہتا تھا۔ مگر چونکہ وہ بھاگ کر مصعب کے پاس چلا گیا تھا اس لئے وہ نہ ملا۔ اور مختار نے اس کا مکان گرا کر اس کی انیٹ اور مٹی سے حجر بن عدی کا مکان بنوا دیا جس کو زیاد نے منہدم کر دیا تھا۔

{ بحیر بن ریان میں بائے موحہ پر زبرد اور حارہل پر زبرد ہے۔ شبام شہر بھی کرنا اور بائے موحہ سے ہے۔ وہ ہمدان کا ایک قبیلہ ہے۔ اور ہمدان میم کے سکون اور دال مہل سے ہے۔ سمرین مہل کے زبرد سے ہے۔ احمر بن شیط میں حارہل اور رائے مہل اور شیطین مجم سے ہے۔ شبت شین مجم کے زبرد اور بائے موحہ سے ہے۔ جنازہ اثیر ہزہ کے پیش اور شام شلتہ یاے شلتہ تختانی اور دال مہل سے ہے۔ عقیبہ ابن نہاس عین مہل۔ تار شلتہ فوتانی۔ یار شلتہ تختانی اور بار موحہ سے ہے۔ حسان بن فائدہ حرف فار سے ہے }

ثنیٰ بعدی کے بصرہ میں مختار سے بیعت کرنے کا بیان
اس سال ثنیٰ بن مخرمہ العبدی نے بصرہ میں مختار سے بیعت کے لئے

دعوت دی۔ وہ سلیمان ابن مرد کے ہمراہ عین الوردہ میں لڑ چکا تھا۔ وہاں سے واپس آکر اس نے مختار سے بیعت کی تھی اور مختار نے اُسے اس غرض سے بصرہ بھیجا تھا کہ وہاں جا کر اس کے لئے لوگوں سے بیعت لے۔ چنانچہ اس نے بصرہ جا کر لوگوں کو مختار سے بیعت کرنے کے لئے دعوت دی۔ اس کی قوم کے چند افراد اور چند آدمیوں نے اس کی دعوت کو قبول کیا۔ پھر اس نے مدینۃ الزرق جا کر اپنے ڈیرے والے دیئے اور سامان خور و نوش جمع کیا۔ قباع امیر بصرہ نے ان کی طرف آدمی بھیجے اور اپنے صاحب الشریعہ عباد بن حصین اور قیس بن ہشیم کو شرط اور فوجی آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ وہ لوگ سنجہ کی طرف چلے۔ اور باقی لوگ اپنے گھروں میں رہے۔ اور کوئی نہ نکلا۔ عباد اپنے ہمراہیوں کو لے کر پہنچا۔ مگر وہ اور شنی دونوں توقف کرتے رہے۔ آخر عباد مدینۃ الزرق کی طرف چلا۔ اور قیس نے بھی اپنا مقام چھوڑ دیا۔ عباد نے مدینۃ الزرق پہنچ کر اپنے تیس آدمیوں کو شہر کی فصیل پر چڑھا دیا۔ اور ان سے کہا کہ جب تم تکبیر کی آواز سنو تو تم بھی تکبیر کہنا۔ پھر عباد قیس کی طرف گیا۔ اور شنی کے ساتھ ہو کر جنگ کرنے لگا۔ جو لوگ دار الزرق میں تھے انھوں نے تکبیر کی آواز سن کر تکبیر کہی جس سے اہل شہر بھاگ اٹھے۔ شنی نے ان کے پیچھے سے تکبیر کی آواز سنی۔ اور اپنے ہمراہیوں کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا۔ مگر قیس اور عباد نے اُسے جانے دیا اور لٹا قہ نہ کیا۔ شنی اپنی قوم یعنی عبد القیس میں پہنچ گیا۔ قباع نے بنو عبد القیس کی طرف ایک فوج روانہ کی کہ شنی اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کر لائے۔ زیاد بن عمرو العتکی یہ حال دیکھ کر قباع کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تم کو چاہیے کہ تم اپنے سواروں کو ہمارے بھائیوں کے ہاں سے ہٹا لو ورنہ ہم ان سے جنگ کریں گے۔ قباع نے اخف بن قیس اور عمرو بن عبد الرحمن المخزومی کو ان لوگوں کے مابین صلح اور صفائی کرانے کے لئے بھیجا۔ چنانچہ اخف نے اس شرط پر صلح کرائی کہ شنی اور اس کے ساتھی وہاں سے چلے جائیں۔ ان لوگوں نے مان لیا۔ اور اُن کو اپنے ہاں سے خارج کر دیا۔ شنی وہاں سے اپنے معدودے چند اصحاب کو لے کر کوفہ چلا گیا۔ مختار کے ابن زبیر سے ملکر کرنے کا بیان جب مختار نے ابن زبیر کے عامل یعنی ابن مطیع کو کوفہ سے خارج کر دیا۔

تو ابن مطیع ابن زبیر کے پاس ہزیمت خوردہ ہو کر جانے سے شرا کر بصرہ چلا گیا۔ اس طرح جب مختار کا عمل مستقل ہو گیا تو اس نے ابن زبیر کو دھوکا دینا شروع کیا۔ چنانچہ اس نے ابن زبیر کو لکھا کہ آپ کو اب معلوم ہو گیا ہے کہ میں آپ کا خیر خواہ ہوں۔ اور آپ کے دشمنوں کے خلاف کوشش میں لگا ہوا ہوں۔ میرے اس تمام فعل میں آپ نے مجھے کیا کچھ دیا ہے۔ گو کہ میں نے آپ سے اپنا وعدہ پورا کر دیا مگر آپ نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا تھا پورا نہیں کیا۔ اگر آپ مجھ کو پھر اپنے سے ملا لینا اور میری خیر خواہی سے فائدہ اٹھانا چاہتے تو ضرور ایسا کرتے۔ اصل میں مختار کا قصد یہ تھا کہ اپنے امر کے اتمام کے لیے ابن زبیر کو اپنے آپ سے دور ہی رکھے۔ شیعوں کو بھی اس کے کام کی خبر نہ تھی۔ ابن زبیر نے یہ معلوم کرنے کے ارادے سے کہ مختار صلح چاہتا ہے یا جنگ عمر بن عبدالرحمن بن حارث بن ہشام المخزومی کو بلایا اور اسے کوفہ کا والی بنا دیا۔ پھر اس سے کہا کہ مختار ہمارا تابع اور فرمان بردار ہے۔ تم تیس سے چالیس ہزار درہم تک اپنے ساتھ لیاؤ۔ غرض کہ عمر کو ان کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور ادھر مختار نے جب یہ خبر سنی تو زائدہ بن قدامہ کو بلایا اور اسے ستر ہزار درہم دے کر کہا کہ لو یہ رقم اس رقم سے دگنی ہے جو عمر بن عبدالرحمن نے ہمارے پاس آنے کے لیے راستے میں خرچ کی ہے۔ تم اپنے ساتھ پانچ سو سوار لے کر چلے جاؤ۔ اور راستے میں اس سے مل کر اسے یہ رقم سفر خرچ کے لیے دیدو اور کہو کہ واپس چلا جائے۔ اگر وہ مان لے تو بہتر ورنہ اپنے سوار اس کو دکھلا دو۔ اس قرار داد کے مطابق زائدہ بن قدامہ مال لے کر روانہ ہوا اور راستے میں عمر سے ملاقات ہونے پر اسے وہ تمام مال دے دیا۔ اور واپس جانے کے لیے کہا۔ مگر عمر نے کہا کہ امیر المؤمنین نے مجھے کوفہ کا حاکم بنایا ہے اور میں ضرور جاؤں گا۔ اس پر زائدہ نے اپنے سواروں کو بلایا جن کو اس نے چھپا رکھا تھا عمر نے ان کو آتے دیکھ کر روپیہ لے لیا اور خود بصرہ کی راہ لی۔ وہاں حارث بن ابی ربیعہ کی امارت میں وہ اور ابن مطیع یک جا ہو گئے۔ یہ عثیٰ ابن محرز العبدی کے بصرہ پر حملہ آور ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے ابن زبیر کو لکھا تھا کہ میں نے کوفہ کو

اپنا گھر بنا لیا ہے۔ اگر آپ میرے لئے ایسا کرنا گوارا کریں تو مجھے دس لاکھ درہم دے دیں تو میں شام کی طرف بھی جائوں اور آپ کو ابن مروان سے جنگ کرنے کی محنت سے بچاؤں۔ ابن زبیر نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس ثقیف کے لکار سے کب تک مار کیا کرونگا۔ اور وہ مجھ سے کب تک مار کر گیا۔ پھر انھوں نے تمثیل کے طور پر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

(اجواغر کو اپنے نوٹڈی بچے ہونے سے غار معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ شرفاء اور قدامتوں سے ہے)

پھر انھوں نے مختار کو لکھا :-

اے میں ایک خوار و ذلیل غلام کے مال کی تھیلیوں سے دھوکے میں نہیں آتا۔ بلکہ جب تک مجھ میں ستمنے کی طاقت ہے میں اُسے موت ہی پیش کرونگا۔ عبدالملک ابن مروان نے عبدالملک ابن حارث بن ابوالحکم بن ابوالعلاء کو وادی قرا کی طرف روانہ کیا۔ اور مختار نے ابن زبیر کو وادع کر دیا تھا۔ کہ وہ ان سے الگ رہے گا۔ تاکہ وہ اہل شام سے خود فراغت کے ساتھ جنگ کر سکیں اس لئے مختار نے ابن زبیر کو لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابن مروان نے آپ کی طرف ایک فوج بھیجی ہے۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کروں۔ ابن زبیر نے جواب میں لکھا کہ اگر تم میری اطاعت کرنا منظور کرو تو میرے لئے لوگوں سے بیعت لو۔ فوج روانہ کرنے میں عجلت سے کام لو۔ اور ان کو حکم دو کہ وادی قرے میں ابن مروان کی جو فوجیں پڑی ہوئی ہیں ان کو میری طرف آنے سے پہلے اُن سے وہ جنگ کریں۔ والسلام مختار نے شرجیل بن ورس الہمدانی کو بلایا اور اس کو تین ہزار آدمی کی کر روانہ کر دیا۔ جن میں صرف سات سو عرب تھے باقی سب موالی تھے۔ اور اس سے یہ کہا کہ تم یہاں سے سیدھے مدینہ جاؤ۔ اور اس میں داخل ہونے کے بعد مجھے اطلاع دو۔ پھر میں جو کچھ حکم دوں وہ کرنا۔ مختار کا ارادہ یہ تھا کہ جب وہ لوگ مدینہ پہنچ جائیں۔ تو وہ ان پر کسی کو زبیر نہ اگر بھیج دے۔ اور ابن ورس ابن زبیر کو جس میں محصور کر دے۔ اور ابن زبیر کو بھی یہ خوب معلوم ہو گیا تھا کہ ہیں مختار اس سے پھر دھوکا ہی نہ کرتا ہو۔ اس لئے انھوں نے کسے سے عباس بن سہل

بن سعد کو دو ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور اُسے حکم دے دیا کہ وہ ہر طرح سے عربوں کو جمع کر لے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر تم لوگوں کو مطیع پاؤ تو خیر ورنہ ان کو دھوکا دے کر قتل کر دینا۔ غرض کہ عباس ابن سہل وہاں سے روانہ ہو کر مقام رقیم میں ابن ورس سے ملا۔ اس وقت ابن ورس اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر چکا تھا۔ مگر عباس کے پہنچنے کے وقت اس کے سب ساتھی منتشر تھے اور عباس نے ابن ورس کے آدمیوں کو چشمے پر ترتیب پاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ عباس نے ان کے پاس پہنچ کے سلام کیا۔ پھر خفیہ طور پر ابن ورس سے پوچھا کہ تم لوگ ابن زبیر کے مطیع ہو نہ؟ ابن ورس نے کہا ہاں۔ عباس نے کہا اگر ایسا ہے تو تم ہمارے ساتھ ہمارے دشمن کے مقابلے کے لیے چلو۔ جو وادے قرے میں خیمہ زن ہے۔ اس پر ابن ورس نے کہا کہ مجھے تمھاری اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا۔ بلکہ مجھے یہ حکم ہے کہ مدینہ پہنچ کر غور کروں اور جو رائے قائم ہو وہ کروں۔ عباس نے جواب دیا کہ اگر ابن زبیر کی اطاعت میں ہو تو مجھے انھوں نے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو وادے قرے میں لے چلوں۔ ابن ورس نے کہا میں تمھارے ساتھ نہیں جاؤنگا۔ بلکہ سیدہ مدینہ ہی جاؤنگا۔ اور وہاں پہنچ کر اپنے آقا کو لکھونگا۔ پھر وہ جو کچھ حکم کریں گے اُسے بجا لاؤنگا۔ عباس نے ظاہر میں تو جواب دیا کہ ہاں تمھاری رائے درست ہے۔ مگر باطن میں کچھ اور ہی تدبیر سوچ رکھی تھی۔ پھر کہا کہ خیر میں تو وادی قرے کو جاتا ہوں۔ تاہم عباس بھی وہیں خیمہ زن ہو گیا۔ اور اس نے ابن ورس کے پاس فوج کر دہ اونٹ اور کھال اتری ہوئی کبیراں بھیجیں جو حقیقت میں بھوکوں مر گئیں تھیں اور اس نے ان کو ذبح کروا دیا تھا۔ ابن ورس کے آدمی اس گوشت کی پخت و پز میں مشغول ہوئے۔ اور سب کے سب چشمے پر جمع ہو گئے۔ عباس نے اپنے تمام ساتھیوں کو جن میں تقریباً ایک ہزار دلیر اور شجاع آدمی شامل تھے جمع کیا اور ابن ورس کے خیموں کی طرف چلا۔ ابن ورس نے ان کو آتا دیکھ کر اپنے آدمیوں کو آواز دی۔ مگر کبھی اس کے پاس ایک سو آدمی بھی جمع نہ ہونے پائے تھے کہ عباس جا پہنچا لڑائی شروع ہو گئی اور ابن ورس مع اپنے ستر آدمیوں کے قتل ہو گیا۔ پھر عباس نے ابن ورس کے ہمراہیوں کے لئے امان کا جھنڈا طلب کیا۔ جس سے تقریباً تین سو آدمیوں کے سوا باقی سب سلیمان

ابن حمیر الحمدانی اور عباس بن جعدہ الجدلی کے ہمراہ اس کے پاس آکر جمع ہو گئے۔
عباس کو ان میں سے دو سو آدمیوں پر اچھا موقع مل گیا۔ اور اس نے سب کو
قتل کر دیا۔ باقی ماندہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور واپس جانے لگے۔ مگر ان میں
سے بھی اکثر راستے میں مر گئے۔ مختار نے ان کا حال ابن حنفیہ کو لکھ بھیجا اور یہ بھی
لکھا کہ میں نے اس غرض سے آپ کے پاس ایک لشکر بھیجا تھا کہ وہ اعداء کو
آپ کے سامنے ذلیل و خوار کر دیں۔ اور ملک کو محفوظ رکھیں۔ مگر وہ مدینہ طیبہ
کے پاس ہی پہنچے تھے کہ ابن زبیر نے ان کے ساتھ ایسا اور ایسا ساوک کیا۔ اب
اگر آپ کی رائے ہو تو ادھر سے میں ایک زبردست فوج مدینہ بھیجوں اور ادھر
سے آپ اپنا ایک آدمی روانہ کریں تاکہ ان کو معلوم ہو جائے کہ میں آپ کا مطیع
ہوں۔ تو آپ ایسا کیجئے۔ کیونکہ آپ ان کو بہ نسبت آل زبیر کے اپنا زیادہ
حق شناس اور آپ اہل بیت پر زیادہ صاحب رافت دیکھیں گے۔ والسلام
ابن حنفیہ نے اس کو جواب میں لکھا کہ (اما بعد) میں نے تمہارا خط پڑھا۔
اور مجھے معلوم ہو گیا کہ تم کو میری کس قدر تعظیم ملحوظ ہے اور میری رضا مندی
اور خوشنودی کی نیت رکھتے ہو۔ اور یہ کہ میں ہر امر میں اللہ کا مطیع ہو کر جہاں تک
مجھ سے ہو سکتا ہے اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ اگر میں جنگ کرنا چاہوں تو میں
لوگوں کو اپنی طرف بہت جلد آنے والا اور اعوان و انصار کو کثیر التعداد پاؤں گا۔
مگر میں تم لوگوں سے الگ رہنا اور صبر کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ خدا کے تعالیٰ
اپنا فیصلہ صادر فرمائے۔ اور وہی بہترین منصف ہے۔ انھوں نے مختار کو یہ بھی
حکم دیا کہ وہ خوں ریزی سے باز رہے۔ پھر

ابن حنفیہ کا حال ابن زبیر کے ساتھ اور کوفہ سے فوج کے روانہ ہونے کا بیان

اس کے بعد ابن زبیر نے محمد بن حنفیہ ان کے اہل بیت اور جماعت اور
کوفہ کے سترہ سرداروں کو (جن میں ابو طفیل عامر بن وائل بھی شامل تھے جو
اصحاب میں سے تھے) اپنی بیعت کے لئے بلایا۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ اور
کہا کہ جب تک تمام امت اس امر پر اجتماع نہ کریگی ہم ایسا نہ کریں گے۔ ابن زبیر نے

اس تمام فساد کو ابن حنفیہ سے منسوب کیا اور ان پر الزام لگایا۔ عبد اللہ بن ہانی
الکندی نے نہایت سختی سے ان سے کہا کہ اگر ہمارا آپ کی بیعت سے انکار
کر دیا آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو آپ کو اور کوئی بات بھی نقصان نہیں
پہنچا سکتی۔ ہمارے آقا کا یہ قول ہے کہ اگر معاویہ کے غلام سعد کے سوا باقی
تمام امت مجھ سے بیعت کرے تو میں اس بیعت کو قبول نہ کروں گا۔ عبد اللہ بن ہانی
نے سعد کا ذکر اس لیے کیا کہ ابن زبیر نے اُسے ہلا کر قتل کر دیا تھا۔ جس پر عبد اللہ نے
اُسے اور اس کے اصحاب کو گالیاں دیں۔ اور ان سب کو اپنے پاس سے
نکال دیا۔ ان لوگوں نے ابن حنفیہ کو اس تمام معاملے کی اطلاع دی۔ انھوں
نے ان کو صبر کرنے کا حکم دیا۔ پھر ابن زبیر نے بھی ان پر الحاح نہیں کیا۔ بڑے
غرض کہ جب مختار نے کوفہ پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اور شیعہ ابن حنفیہ
کے بڑے لوگوں کو دعوت دینے لگے تو ابن زبیر کو یہ خوف ہوا کہ شاید وہ لوگوں کو
ان سے بیعت کرنے کے لیے دعوت دے گا۔ اور اس غرض سے انھوں نے
ابن حنفیہ اور ان کے اصحاب پر بیعت کرنے کے لئے اصرار کرنا شروع کیا۔ ان کو
زہرم میں قید کر دیا اور ان کو قتل کر دینے جلاڈالنے اور خدا سے یہ عہد کرنے کی
دھمکی دی کہ اگر وہ لوگ اُن (یعنی ابن زبیر) سے بیعت نہ کریں تو وہ (ابن زبیر)
اپنی دھمکی کو ضرور پورا کریں گے۔ اور اس غرض کے لیے انھوں نے ان کو سوچ بچار
کرنے کے لیے ایک عرصے کی مہلت دے دی۔ ابن حنفیہ کے ایک ہمراہی نے ان کو
مشورہ دیا کہ مختار کو اپنے حال کی خبر دے دیں۔ چنانچہ انھوں نے مختار کو ابن زبیر
وغیرہ کے حالات سے آگاہ کرنے کے لیے خط لکھ دیا۔ اور اس سے مدد طلب کی۔
مختار نے اس خط کو لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا اور کہا کہ وہ تمہارے مہدی
ہیں۔ اور تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان مبارک کے فرد واحد
ہیں۔ لوگوں نے ان کو اور ان کے ہمراہیوں کو ایسا محصور کر لیا ہے جیسے کربلا
کو محصور کیا جاتا ہے۔ اور وہ لوگ دن رات اس انتظار میں ہیں کہ ان کو قتل
کیا جائے۔ اور جلا دیا جائے۔ اگر میں ان کی اس طرح مدد نہ کروں جیسے ایک وزیر
کو کرنی چاہیے۔ اور اس طرح بے بعد و بیکرے فوجوں کو نہ بھیجوں جس طرح ایک سیلاب

دوسرے کے پیچھے جاتا ہے تو میرا نام بھی ایسا سحاق نہیں ہے۔ میں ضرور اس کا ہلیکے بچے کو ہلاک کر کے چھوڑ دوں گا۔ (اکا ہلیکے بچے سے) اس کی مراد ابن زبیر سے تھی۔ کیوں کہ عوام کے باپ نو بید کی ماں زہرہ بنت عمرو بنو کاہل بن اسد بن خزیمہ میں سے تھی۔ یہ سن کر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے کہ آپ ہمیں جلد وہاں لے چلیے۔ چنانچہ مختار نے ابو عبد اللہ اللہ الجلی کو شتر قوی و تواتا سپاہیوں کے ساتھ اور ظبیان بن عمارہ زہو یتیم میں تھا کو چار سو آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا۔ اور موفرا لڈ کر کو چار لاکھ و عجم ابن حنفیہ کو دسے دینے کے لئے دیئے۔ علیٰ ہذا القیاس ابو عمر اور ہانی بن قیس کو ایک ایک سو اور عمیر بن طارق اور یونس بن عمران کو چالیس چالیس آدمی دے کر وہاں روانہ کیا۔ عبد اللہ الجلی مقام ذات عرق میں پہنچ کر رک گیا۔ اور عمیر اور یونس بھی اپنے اسی سوار لے کر اس سے جا ملے۔ اس طرح ان کی مجموعی تعداد تیرہ سو تک پہنچ گئی۔ عبد اللہ ان کو لے کر چلا۔ اور مسیحی حرم میں داخل ہو گیا۔ وہ مسیحی آؤں جھنڈا ہلا کر حسین کے خون کا بدلہ لینے والا ٹپکا رہے تھے۔ ہوتے ہوئے وہ زفرم پہنچے جہاں ابن زبیر نے ان کو ہلا کر خاک میں کر دینے کے ارادے سے لکڑیاں جمع کر رکھی تھیں۔ اس وقت ان کی قرار داد مہلت میں صرف دو دن باقی رہ گئے تھے۔ مختار کے آدمی دروازے کو توڑ کر ابن حنفیہ کے پاس گئے۔ اور کہا کہ آپ ہمیں اور خدا کے دشمن ابن زبیر کو آپ سے سمجھ لینے دیں۔ ابن حنفیہ نے کہا کہ میں یہ پسند نہیں کرتا کہ مسجد حرام میں جدال و قتال ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ واہ۔ واہ یہ خشبیہ بھی عجیب لوگ ہیں کہ حسین کی موت کو اس طرح اچھاال رہے ہیں کہ گویا ان کو میں نے قتل کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر ان کے قاتلین پر میرا بس چلے تو میں سب کو قتل کر دوں۔ انھوں نے مختار کے آدمیوں کو خشبیہ اس وجہ سے کہا کہ جب وہ کے میں داخل ہوئے تو حرم میں تلواروں کو نیاموں سے نکالنے کو محض پوچ اور بے فائدہ سمجھتے ہوئے ان سب نے اپنے ہاتھوں میں لکڑیاں لے لی تھیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وجہ تسمیہ کا باعث یہ تھا کہ ان لوگوں نے وہی لکڑیاں اپنے ہاتھوں میں لے لی تھیں جو ابن زبیر نے ابن حنفیہ اور ان کے آدمیوں کو جلانے کے لئے جمع کی تھیں۔ غرض کہ ابن زبیر نے کہا کہ کیا تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں بغیر اس کے کہ ابن حنفیہ بھی مجھ سے بیعت کریں اور ان کے

سب ہمراہی بھی کریں ان سب لوگوں کو میں یہاں سے ملنے دوں گا۔ عبداللہ الجذلی نے جواب دیا کہ ہاں۔ قسم ہے خدا کے رکن و مقام کی کہ تم کو ضرور ان لوگوں کو جانے دینا پڑے گا۔ ورنہ ہم تم سے اپنی فتواریوں کے زور سے اس طرح لڑیں گے کہ جس میں کوئی باطل پرست شک نہیں کر سکیگا۔ اس بن حنفیہ نے اپنے ہمراہیوں کو روکا اور ان کو فتنہ و فساد سے ڈرایا۔ پھر

اس کے بعد مختار کی باقی فوج بھی مختار کا فرستادہ مال و زرے کے راہنچی انہوں نے بھی مسجد حرام میں داخل ہو کر تکبیر کہی اور الاحمیش کے خون کا بدلہ لینے والوں کا فتنہ لگایا۔ ابن زبیر ان سے خوفزدہ ہو گئے۔ محمد بن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شعب علی تک گئے۔ وہ لوگ برابر ابن زبیر کو گالیاں دیتے جاتے تھے اور محمد بن حنفیہ سے اجازت طلب کرتے تھے کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر وہ انکار کرتے رہے۔ اس طرح اس وقت شعب میں محمد بن حنفیہ کے پاس چار ہزار آدمی جمع تھے۔ ابن حنفیہ نے اس تمام مال و زر کو ان ہی میں تقسیم کرنا چاہا۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔ مگر آخر کار جب مختار قتل کیا گیا تو وہ لوگ غوار و ذلیل اور محتاج ہو گئے۔ مختار کے قتل کے بعد ملک ابن زبیر کے قبضہ اقتدار میں آگیا۔ تب تو ابن زبیر نے ابن حنفیہ کو پھر یہی پیغام بھیجا کہ میری بیعت میں داخل ہو جاؤ۔ ورنہ میں تم سے جنگ کروں گا۔ ان کے قاصد عروہ ابن زبیر تھے۔ ابن حنفیہ نے جواب میں کہا کہ خدا! سمجھے تمہارے بھائی کو۔ وہ کیسا ضعیف شخص ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس سے وہ خدا کو ناراض کرتا اور اس سے غافل ہو جا رہا ہے۔ پھر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ لا! ابن زبیر کا ارادہ ہے کہ وہ ہم پر حملہ کرے۔ جو شخص کہ میرے پاس سے جانا چاہتا ہے میں اسے ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ کیونکہ نہ کوئی شخص میرا پابند ہے اور نہ کوئی ایسا کرنے سے قابل ملامت ہوگا۔ اور جب تک کہ خلا میرے اور ابن زبیر کے مابین فتح نہ دے گا میں بھی ضرور یہیں مقیم رہوں گا۔ واللہ حکیم الفاتحین۔ یہ سن کر عبداللہ الجذلی وغیرہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ ہم لوگ آپ کو چھوڑنے والے نہیں ہیں۔ اور جب عبدالملک بن مروان کو ان کا حال معلوم ہوا تو اس نے ابن حنفیہ کو لکھا کہ اگر آپ میرے پاس آجائیں تو میں آپ کے ساتھ احسان کروں گا۔ اور جب تک کہ آپ چاہیں یہاں شام میں رہ سکتے ہیں جب تک

لوگوں کا حال پھر نہ سدھ جاسے۔ چنانچہ ابن حنفیہ اور ان کے ہمراہی شام کی طرف چلے گئے۔ اور ان کے ساتھ کثیر بھی روانہ ہو گیا۔ وہ روانگی کے وقت یہ شعر پڑھا تھا۔ (ترجمہ :-)

”اے ہمارے مہدی۔ اے مہدی بن مہدی۔ آپ نے ہدایت دی۔ آپ ہی وہ ہیں جن سے ہم راضی ہیں اور جن سے ہمارے امیدیں وابستہ ہیں۔ آپ اس شخص کے بیٹے ہیں جو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بہترین شخص ہے۔ آپ ہی دین حق کے امام ہیں اور ہم کو اس میں شک نہیں۔ اسے ابن علی اور علی بن ابی طالب کہتے ہیں لیکن وہ ابھی ان دنوں میں پہنچے تھے کہ ان کو عبد الملک کے عمرو بن سعید کو دھوکا دینے کی خبر ملی۔ ان کو اپنے وہاں جانے پر نہ امت ہوئی اور عبد الملک کی طرف سے خوف ہوا۔ اس لئے وہ ایلمہ میں اتر پڑے اور لوگ محمد بن حنفیہ کی فضیلت ان کے زہد و کثرت عبادت اور حسن ہدایت کے متعلق آپس میں تذکرہ کرنے لگے۔ جب عبد الملک کو ان سے متعلق یہ باتیں معلوم ہوئیں تو اس کو محمد بن حنفیہ کو اپنے شہر میں دعوت دینے پر نہ امت ہوئی۔ اور اس نے محمد بن حنفیہ کو خط لکھا کہ میری سلطنت میں کوئی ایسا شخص نہیں رہ سکتا جس نے مجھ سے بیعت نہ کی ہو۔ یہ سن کر ابن حنفیہ وہاں سے مکے کی طرف روانہ ہوا کہ شعب ابی طالب میں جا کر اترے۔ ابن زبیر نے وہاں ان کے نام پیغام بھیجا کہ وہ وہاں سے چلے جائیں۔ اور اپنے بھائی مصعب ابن زبیر کو ملکہ دیا کہ ابن حنفیہ کے ساتھیوں کی عورتوں کو بھیج دو۔ چنانچہ مصعب نے ان عورتوں کو بھیج دیا جس میں ابوطیفیل عامر بن داملہ کی زوجہ بھی شامل تھیں۔ وہ وہاں سے چل کر ان کے پاس پہنچیں۔ طفیل نے یہ شعر کہا۔ (ترجمہ :-)

”اگر مصعب نے اسے بھیجا ہے تو میں مصعب کی طرف تکلیف اٹھا کر جاؤں گا۔ میں ایک سلع اور تیار دستہ فوج کو لے کر وہاں پہنچ چکا ہوں کہ میں ایک صاحب عزت اور جنگ جو آدمی ہوں۔“

ان کے علاوہ اور بھی چند شعر تھے۔
ابن زبیر نے ابن حنفیہ کو مجبور کرنا شروع کیا کہ وہ کہہ آجائیں۔ ابن حنفیہ کے ساتھیوں نے ان سے اجازت طلب کی کہ ابن زبیر سے جنگ کی جائے۔ مگر انھوں نے اجازت نہ دی۔ اور دعا مانگی کہ یا اللہ! ابن زبیر کو ذلت و خوف کا لباس

پہنا اور اس پر اور اس کی جماعت پر جو اوروں کو ذلیل کرتی ہے کسی ایسے شخص کو ملط
فراجہ ان کو بھی ذلیل و خوار کر دے۔ اس کے بعد وہ وہاں سے طائف چلے گئے۔

بعد ازاں ابن عباس نے ابن زبیر کے پاس جا کر سخت کلامی کی اور ان دونوں
میں ایسی باتیں ہوئیں جن کا ذکر ہم کرنا پسند نہیں کرتے۔ پھر ابن عباس بھی وہاں سے طائف
چلے گئے۔ وہیں ان کا انتقال ہو گیا اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔
جس میں چار مرتبہ تکبیر کہی۔ ۴

ابن حنفیہ طائف ہی میں رہے تا آنکہ حجاج نے جا کر ابن زبیر کا محاصرہ کیا اس
وقت ابن حنفیہ وہاں سے بھی ہل کر شعب میں جاتے۔ حجاج نے ان سے مطالبہ کیا
کہ وہ عبد الملک سے بیعت کر لیں۔ مگر ابن حنفیہ نے انکار کیا اور کہا کہ جب تک لوگ
اس پر اجتماع نہ کر لیں گے ایسا نہ کروں گا۔ آخر جب ابن زبیر شہید ہو گئے تو ابن حنفیہ نے
عبد الملک کو لکھ کر اپنے اور اپنے ساتھیوں کے لئے امان طلب کی۔ حجاج نے بھی
ان کے پاس پیغام بھیج کر بیعت کرنے کا حکم دیا۔ مگر انھوں نے انکار کیا اور کہا کہ
میں نے عبد الملک کو خط لکھا ہے ان کے پاس سے جواب آئے تو بیعت کروں گا۔
اس انتظار میں عبد الملک نے حجاج کو خط لکھا جس میں اس کو ہدایت کی کہ وہ ابن حنفیہ کا
پیچھا چھوڑ دے۔ تب اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ آخر جب ابن حنفیہ کا قاصد ابو عبد اللہ محمد بن
عبد الملک کا خط لے کر ہوش آ یا۔ جس میں ان کو امان دینے۔ ان کا حق ادا کرنے
اور ان کے اہل و عیال کی تعظیم کا ذکر تھا تو وہ حجاج کے پاس گئے اور عبد الملک
ابن مروان سے بیعت کر لی۔ پھر وہ وہاں سے شام گئے اور عبد الملک سے
درخواست کی کہ وہ حجاج کو ان پر کسی طرح کی چیز دستی نہ کرنے دے۔ چنانچہ اس نے
حجاج کے حکم کو ان پر سے ہٹا دیا ۵

کہتے ہیں کہ ابن زبیر نے ابن عباس اور ابن حنفیہ کو لکھا تھا کہ وہ دونوں ان
سے بیعت کر لیں۔ مگر دونوں نے یہ جواب دیا تھا کہ پہلے سب لوگوں کو کسی امام
واحد کے متعلق اجماع کر لینے دو۔ تب ہم بیعت کر لیں گے۔ کیونکہ اس وقت تم خود
قتلے میں مبتلا ہو۔ اس سے دونوں میں بات بڑھ گئی۔ اور ابن زبیر نے ناراض ہو کر
آخر ابن حنفیہ کو زفر میں قید کر دیا۔ ابن عباس پر ان ہی کے گھریں سختیاں کیں۔

اور بنو امیہ کو ہلا کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اس پر خلیفہ نے نوچیں جس کا ذکر پہلے
 آچکا ہے۔ اور ان فریر کی ایذا رسانی سے ان کو ٹھنڈ کر دیا کہ جب مختار قتل ہو گیا
 تو بنو امیہ کو پھر ان دونوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔ اور انھوں نے اس سے کہا کہ تم دونوں
 میرے قریب و حوالے سے نکل جاؤ۔ چنانچہ وہ دونوں طائف چلے گئے۔ ابن عباس نے
 اپنے بیٹے علی کو عبدالملک کے پاس شام روانہ کیا اور یہ کہلوا یا کہ مجھے یہ زیادہ
 پسند ہے کہ میرے برادران عفراد میری سرپرستی کریں نسبت اس کے کہ بنو اسد کا
 ایک فرد میرا عرنی ہو۔ جس سے ان کی مراد اپنے برادران عفراد یعنی بنو امیہ سے تھی۔
 کیونکہ وہ سب کے سب عبد مناف کی اولاد میں سے تھے۔ اور بنو اسد کے ”ایک فرد“
 سے ان کا مطلب ابن زبیر سے تھا جو بنو اسد بن عبد العزیز بن قصی میں سے تھے جب
 علی ابن عبد اللہ ابن عباس عبدالملک کے پاس پہنچے تو مؤخر الذکر نے ان کا نام اور کنیت دریافت
 کی۔ سنے نے کہا کہ میرا نام علی اور کنیت ابواحسن ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ نام
 اور کنیت میرے لشکر میں صحیح نہیں ہو سکتے۔ تم ابو محمد ہو۔ طائف آنے کے بعد ابن عباس نے
 انتقال کیا۔ اور ابن حنفیہ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھائی۔ ۲

فتنہ خراسان کا بیان

اس سال عبداللہ ابن خازم نے ان بنو تمیم کا محاصرہ کیا جو خراسان میں مقیم
 تھے۔ کیونکہ ان لوگوں نے اس کے بیٹے محمد کو قتل کر دیا تھا۔ جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔
 جب حسب بیان سابق خراسان کے بنو تمیم متفرق و پریشان ہو گئے۔ تو ان کے سترستی
 سوار اس کے قصبے کے پاس رہ گئے۔ اور عثمان بن بشر بن مخنف المازنی کو اپنا سردار مقرر
 کیا جس کے ہمراہ شعب بن ظہیر النہشلی۔ و بن فلق العنبری۔ زبیر بن ذؤب العدوی۔
 جہان بن مشجع الضبی۔ حجاج بن اثشب العدوی اور رقیہ بن حر بنو تمیم کے سواروں اور
 ہزاروں کو لے ہوئے موجود تھے۔ ابن خازم نے ان کا محاصرہ کیا۔ وہ لوگ باہر
 نکل کر اڑتے تھے اور پھر قصبہ کی طرف واپس چلے جاتے تھے۔ ایک دن ابن خازم چھ
 ہزار آدمیوں کو لے کر نکلا۔ اور اُدھر سے اہل قصبہ بھی برآمد ہوئے۔ بشر نے ان سے
 کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کا ہرگز مقابلہ نہ کر سکو گے۔ مگر زبیر بن ذؤب نے

پوتہ قسم کھائی کہ جب تک وہ نکل کر ان کی صفوں سے مقابلہ نہ کرے گا ہرگز واپس نہ جائیگا۔ یہ تمھان کروہ ایک ندی میں ہو رہا جو خشک ہو گئی تھی۔ عبداللہ کے ہمراہیوں کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اتنے میں زہیر نے ان پر حملہ کیا اور ان سب کو ترتر کر دیا۔ اور پھر گھوم کر دوبارہ حملہ کیا۔ لوگ چپختے چلاتے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے مگر کسی کو اتنی ہمت نہ تھی کہ میدان میں اتر کر اس سے مقابلہ کرتے۔ آخر وہ لڑ بھر کر پھر اپنی جگہ کو واپس چلا گیا۔ اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ حملہ کیا۔ ان کی صفیں اس کے حملے سے منتشر ہو گئیں۔ اور وہ دوبارہ واپس آیا۔ یہ حالت دیکھ کر ابن خازم نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جب تم زہیر پر نیزہ زنی کرو اپنے نیزوں میں آنکڑے باندھ لو اور انھیں اسکی زرہ میں پھنسا دو۔ اس قرار واد کے مطابق جب ایک دن وہ اس پر دھاوا کرنے کو نکلا تو اس کے آدمیوں نے زہیر پر چار آنکڑے والے نیزے اسکی زرہ میں پھنسا دیئے۔ زہیر حملہ کرنے کی غرض سے ان کی طرف پٹا۔ تب تو ان کے حواس بگڑنے لگے اور وہ اپنے نیزوں کو چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے۔ زہیر کا یہ حال تھا کہ وہ ان کے نیزوں کو اپنے پیچھے کھینٹا ہوا قصر میں چلا گیا۔ آخر ابن خازم نے اس کے پاس پیغام بھیجا کہ ایک لاکھ (درہم ۶) اور علاقہ میسان تمھاری جاگہ میں دے دو لگتا مجھ سے صلح صفائی کر لو۔ مگر اس نے منظور نہ کیا۔ مگر جب بنو تمیم کے محاصرے نے بہت کچھ طول کھینچا تو انھوں نے ابن خازم سے درخواست کی کہ ان کو صرف اتنی مہلت دیجائے کہ وہ سب دامن سے نکل کر منتشر ہو جائیں۔ ابن خازم نے کہا کہ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے کہ تم اپنے آپ کو میرے پیرو کر دو۔ بنو تمیم نے منظور کر لیا۔ زہیر نے کہا کہ خدا کرے تمھاری مائیں تمھاری جانوں کو روئیں۔ خدا کی قسم وہ تمھارے ایک ایک آدمی کو چن چن کر مارے گا۔ اگر تم موت کو اچھا سمجھتے ہو تو عزت کی موت مرو۔ ہم سب کو لے کر باہر نکل چلو۔ وہی باتیں ہو گئی۔ یا تو تم سب عزت کی موت مر جاؤ گے۔ یا نہیں تو تم میں سے بعض قتل ہوں گے اور بعض بچ جائیں گے۔ قسم ہے خدا کی اگر تم لوگ اس پر خوب اچھی طرح جی کھو لگ سکتی کرو تو وہ ضرور تمھارے مقابلے میں ڈھیلا پڑ جائے گا۔ اگر تم پسند کرو تو میں تمھارے سامنے آگے جاتا ہوں۔ اور اگر تم چاہو تو پیچھے چلتا ہوں۔ مگر بنو تمیم نہ مانے۔ زہیر نے کہا کہ اچھا اب میں تم کو دکھاتا ہوں۔ اور یہ کہہ کر وہ رقیہ بن حرا۔ ایک ترکہ غلام اور ابن خطیبہ سب یا ہر نکلے اور عاصم بن

پر جگر توڑ کر حملہ کیا۔ وہ لوگ ہٹ گئے۔ زہیر وغیرہ واپس آ گئے اور اس کے اصحاب بھی بچ گئے۔ زہیر نے وہاں سے قصر واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھو تم سب اب بھی میری بات مانو۔ انہوں نے کہا ہم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔ ہم حیات چاہتے ہیں۔ زہیر نے جواب دیا کہ موت میں بھی میں تم سے ہٹا نہ رہوں گا۔ غرض کہ سب بنو تمیم ابن خازم کے حکم پر چلے گئے۔ اور اس نے ان سب کو گرفتار کر دیا۔ پھر وہ سب ایک ایک کر کے ابن خازم کے پاس پیش کیے گئے۔ ابن خازم کا تو ارادہ ان سب پر احسان کرنے کا تھا مگر اس کے بیٹے موسے نے اُسے ایسا کرنے سے باز رکھا۔ اور کہا کہ اگر آپ نے اُن کو معاف کر دیا تو میں اپنا خون کر لوں گا۔ اس پر ابن خازم نے سولے تین شخصوں کے جن میں سے ایک حجاج ابن ناشب تھا سب کو قتل کر دیا۔ کیونکہ اس کے متعلق ابن خازم کے ایک ہمراہی نے سفارش کی تھی۔ دوسرا مہونہ والا جیہان بن شجاعہ الضبی تھا جس نے محمد کو بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو اس پر گرا دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ تیسرا شخص بنو تمیم کے قبیلہ بنو سعد میں تھا۔ اور وہ وہ شخص تھا جس نے ابن خازم کے پاس سے اس دن لوگوں کو ہٹا دیا تھا جس دن وہ حملہ کرتے ہوئے آئے تھے اور یہ کہا تھا کہ دیکھو اس مضر کے شہسوار کے پاس سے چلے جاؤ کہتے ہیں کہ جب زہیر بن ذویب کو گرفتاری کی حالت میں ابن خازم کے پاس لے جانے گئے۔ تو اس نے جانے سے انکار کیا۔ اور اپنے نیزے کے بل اچھل کر خندق پار کر گیا۔ اور پھر وہاں سے اپنی بیٹیوں میں لڑکھڑاتا ہوا۔ ابن خازم کے پاس پہنچ کر بیٹھ گیا۔ ابن خازم نے کہا کہ اب یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو آزاد کر دوں اور انکو رکھلاؤں تو تم میرا شکریہ ادا کرو گے۔ اس نے جواب دیا کہ اگر تم میری صرف جان بخشی ہی کرو اور اور کوئی احسان نہ کرو تب بھی تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ مگر ابن خازم کے بیٹے موسے نے ابن خازم کو اُسے رہا کرنے سے روکا جس پر ابن خازم نے اپنے بیٹے سے کہا کہ تجھ پر خدا کی سنوار تو زہیر جیسے شخص کو قتل کرتا ہے۔ جو مسلمانوں کے اعداء سے جنگ کرنے کے لئے اصل عرب ماں کا بچہ ہے۔ موسے نے کہا کہ اگر تم بھی میرے بھائی کے خون میں شریک ہوتے تو میں تم کو ضرور قتل کر دیتا۔ آخر کار ابن خازم نے تنگ آ کر اس کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا۔ یہ سن کر زہیر نے کہا کہ میری ایک حاجت ہے اور وہ یہ کہ میرے خون کو ان نابکاروں کے خون میں نہ ملاؤ۔

کیونکہ میں نے ان کو ان کی حرکتوں سے منع کیا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ وہ غزت کی موت میں اور تم لوگوں پر حملہ کریں۔ خدا کی قسم اگر وہ ایسا کرتے تو تمہارا یہ بیٹا بھی خائف ہو جاتا۔ اور وہ لوگ اسے بجائے اپنے بھائی کے خون کا دعویٰ کرنے کے اپنے میں مشغول کر لیتے مگر انھوں نے نہ مانا۔ اور اگر وہ میری بات مان لیتے تو ان کا کوئی آدمی بغیر بہت سے آدمیوں کو مارے نہ مرنے بغرض کہ ابن خازم نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ اور وہ الگ لیجا کر قتل کر دیا گیا۔ جب حریش کو ان لوگوں کے قتل کی خبر ملی تو اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ)۔
 "اے میرے ملامت گر۔ مجھے ان کے قتل کے بارے میں ملامت نہیں کی گئی۔
 کیونکہ میری تلوار نے ان کے سینڈھے کو اچھی طرح دانت پیس پیس کر کاٹا تھا۔ اے میرے ملامت گر جب تک کہ وہ لوگ متفرق نہیں ہو گئے۔ اور جب تک کہ لوگوں نے مجھے سب سے آگے نہیں دیکھ لیا۔ میں وہاں سے واپس نہیں آیا۔ اے میرے ملامت گر۔
 میرے اسلحے نے مجھے فنا کر دیا۔ اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جو اکثر بہادریوں اور دلاوریوں سے لڑتا رہتا ہے وہ زخمی ہو کر واپس آتا ہے۔ اے میری دونوں آنکھوں۔ اگر تمہارے آنسو خشک ہو گئے ہوں تو اب خون بہاؤ۔ میں بغیر اس کے خوش نہ ہوں گا۔ کہ تم خون بہاؤ۔ کیا میں زہیر ابن بشر اور ورد کے بعد نعرہ سان میں کوئی فراغت و سیر کی جگہ پاؤں گا؟۔
 اے میرے ملامت گر۔ میں ایسی ایسی جنگوں میں شریک ہوا ہوں کہ جب بزدل شہسوار پیچھے ہٹتے تھے اور رکتے تھے تو میں آگے بڑھتا تھا اور حملہ کرتا تھا۔"
 اس کی مراد زہیر بن ذویب۔ عثمان ابن بشر اور ورد بن مفلح سے ہے۔

ابن اشتر کے ابن زیاد سے جنگ کے لیے روانہ ہونے کا بیان

اسی سال ماہ ذی الحجہ کے اختتام سے آٹھ روز قبل ابراہیم ابن اشتر عبید اللہ ابن زیاد سے جنگ آزمائی کے لیے روانہ ہوئے۔ ان کی روانگی اس وقت وقوع میں آئی کہ جب مختار کو جنگ سبع سے فاریغ ہوئے دودن ہو چکے تھے۔ مختار نے ان کے ساتھ اپنے زبردست شہسوار۔ سردار اہل بصیرت اور کارآزمودہ آدمیوں کو روانہ کیا تھا۔ بلکہ وہ خود مشائعت کی غرض سے کچھ دور تک ابراہیم بن اشتر کے ساتھ گیا تھا۔ جب وہ دیر عبد الرحمن ابن ام الحکم پر پہنچا تو اسے مختار کے آدمی ملے جو ایک

اشتبہ رنگ نچر پر ایک کرسی رکھے ہوئے جا رہے تھے۔ اور اللہ سے قمع و نصرت کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ اس کرسی کا محافظ حوشب البرسی تھا۔ مختار نے ان کو دیکھ کر یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”قسم ہے خدا کی کہ وہ لوگ ضرور یکے بعد دیگرے ایک ایک صف کو اور ہزار ہزار آدمیوں کو قتل کریں گے“

اس کے بعد مختار نے ان کو رخصت کر دیا اور ابراہیم سے کہا کہ میری تین نصیحتیں سنتے جاؤ :- اپنے امر کی سرِ علانیہ حالت میں خدائے عزوجل سے ڈرو۔ جلدی جلدی جاؤ۔ اور اپنے دشمن کو دیکھتے ہی اس سے جنگ شروع کر دو۔ یہ کہکھر مختار واپس چلا گیا۔ اور ابراہیم وہاں سے آگے بڑھ کر کرسی والوں کے پاس پہنچے جو بیٹھے ہوئے اس کے وسیلے سے آسمان کی طرف اٹھ اٹھا اٹھا کر اللہ سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ ابراہیم نے کہا کہ یا اللہ تو ہم کو ہمارے سفہار الناس کے عمل کے بدلے مت پکڑو۔ یہ بنو اسرائیل کی سنت ہے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے پھر وہ لوگ وہاں سے واپس چلے گئے۔ اور ابراہیم نے اپنا راستہ لیا۔

اس کرسی کا بیان جس سے مختار و عاصمت کیا کرتا تھا

طفیل بن جعدہ بن سبیرہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم بہت ہی سختی پڑی۔ ایک دن میں باہر نکلا تو میں نے اپنے ایک روغن فروش ہمسائے کے ہاں ایک کرسی دیکھی جس پر خوب میل چھڑا ہوا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اس کرسی کے بارے میں مختار سے کچھ کہ دوں میں نے اس کرسی کو سگندھی سے لے کر دھویا تو وہ نصار کی سفید لکڑی نکل آئی جس نے تیل پنی رکھا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں نے مختار سے کہا کہ میں آپ سے ایک چیز چھپا رہا تھا۔ مگر اب مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے کہہ دوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ابوجعدہ جس کرسی پر بیٹھا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس میں حضرت علی کا اثر ہے۔ اس نے کہا داہ تم نے بھی خوب اسے آج تک ڈالے رکھا اُسے بھیبہ و چنانچہ میں نے وہ کرسی اس کے پاس پہنچا دی جس پر

کچڑاڑا ہوا تھا۔ اس نے مجھے بارہ ہزار (وزعمہ) انعام دیا۔ پھر اس نے جماعت کی تکبیر اقامت کہی۔ لوگ جمع ہو گئے تو اس نے کہا کہ گذشتہ اقوام میں کوئی بات ایسی نہیں ہوئی جو آج کل اس امت میں بھی موجود نہ ہو جس طرح بنو اسرائیل کے پاس تابوت تھا اسی طرح ہمارے پاس یہ کرسی ہے۔ اس کے بعد اس نے اُسے کھول دیا۔ ابن سبائے متبعین نے کھڑے ہو کر مسرت میں نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اسکے کچھ عرصے کے بعد مختار نے ابن زیاد کے مقابلے کے لئے فوج بھیجی اور وہ اس کرسی کو ایک خچر پر رکھ کر نکلا اس وقت بھروسہ ڈھکی ہوئی تھی اور اہل شام بری طرح قتل کئے گئے۔ ان کے دلوں میں اس کرسی کی عظمت اس قدر زیاد ہو گئی کہ ان کے خیالات کفر کی حد تک پہنچ گئے۔ جب تو مجھے اپنے کئے پر سخت ندامت ہوئی۔ لوگوں نے بھی اس کرسی کی مذمت کرنی شروع کر دی۔ ۱۰

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے جعدہ بن بصرہ کے خاندان سے کہا کہ حضرت عسلی (کرم اللہ وجہہ) کی کرسی میرے پاس لاؤ۔ (کیونکہ جعدہ کی والدہ ام ہانی حضرت علی کی ہمشیرہ تھیں) انھوں نے کہا کہ والدہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ مختار نے کہا تب تودہ میری حماقت ہوگی۔ جاؤ جا کے وہ کرسی میرے پاس لے آؤ۔ ۱۱ راوی کا بیان ہے کہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ جو کرسی بھی اُسے لے گی اُسے ضرور وہی کرسی بتائے گا اور اسے انکی جانب سے قبول کرے گا۔ غرض کہ لوگ ایک کرسی اٹھا لائے اور اس سے اس پر قبضہ کر لیا پھر شہباز شاکر۔ اور مختار کے دیگر سربراہان وہ لوگ اس کرسی کو پریشم سے ڈھانپ کر رکھے۔ اس کرسی کے سب سے پہلے حافظہ موسیٰ بن ابی موسیٰ الاشعری تھے جو مختار کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ کیونکہ انکی والدہ ام کلثوم فضل بن عباس کی بیٹی تھیں۔ مگر جب لوگ موسیٰ سے برگشتہ ہو گئے تو انھوں نے اس کی حفاظت کا کام ترک کر دیا اور مختار کی موت تک جو شب البرسی اس شہر سے پر رہا۔ اسکے متعلق اے ہمدانی نے یہ شعر کہے ہیں۔ (ترجمہ) :-

”و میں گواہ ہوں کہ تم سب بائیں مذہب کے ہو۔ اور اسے شرک کے چوکیدارو۔ میں تم سے خوب واقف ہوں۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تمھاری کرسی تابوت سکینہ نہیں ہے گو کہ اس پر کئی کئی غلات چڑھے ہوئے ہیں۔ اور گو کہ شہباز شاکر۔ ام کلثوم اور خازن اس کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوں پھر بھی وہ تابوت سکینہ کی مانند نہیں ہے۔ میں تو وہ شخص ہوں کہ صرف آل محمد (صلعم) سے محبت کرتا ہوں اور اس وحی کا

پیر وہوں جو مصاحف میں درج ہے۔ اور میں نے عبد اللہ سے اس وقت بیعت کی تھی کہ جب تمام قریش اور ان کے سربراہ اور وہ آدمیوں نے ان کی پیروی کی۔ اسی طرح متوکل اللیثی کہتا ہے۔ (ترجمہ) :-

اذا کرتم ابو اسحاق کے پاس جاؤ تو یہ کہہ دینا کہ میں تم لوگوں کی کرسی کا منکر ہوں۔ تم دیکھو گے کہ شبام اس کی لکڑیوں کے گرد رہتا ہے اور شاکر اس کا حامل الوحی ہے۔ ان لوگوں کی آنکھیں اس کرسی کے گرد سُرخ رہتی ہیں۔ گویا کہ وہ آنکھیں تیکھی اور فتنہ انگیز ہیں۔

متعدد واقعات کا بیان

اس سال عبد اللہ ابن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مدینے پر اپنے بھائی کی طرف سے مصعب ابن زبیر۔ بصرہ پر عبد اللہ بن ابی ربیعہ الخزومی من جانب ابن زبیر عامل تھے۔ اور کوفہ پر مختار عامل وغالب تھا۔ خراسان میں عبد اللہ ابن عازم تھا۔ یحییٰ اسی سال اسامہ بن حارثہ الاسلمی نے انتقال کیا یہ صحابہ میں تھے اور اصحاب صفہ میں شامل تھے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کا انتقال ابن زیاد کے دوران امارت میں ہوا تھا۔ جابر ابن سمرہ نے بھی انتقال کیا جو سعد ابن ابی وقاص کے بھانجے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ وہ بشر بن ہارون کے زمانہ امارت میں فوت ہوئے۔ علی بن ابی القیس اسامہ بن خارجہ بن حض بن حذیفہ بن یدر الفزاری نے بھی انتقال کیا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ یحییٰ

۶۷ھ کے واقعات

ابن زیاد کے قتل کا بیان

ابراہیم ابن اثیر نے کوفہ سے روانہ ہو کر اس خیال سے جلدی جلدی کوچ کیا کہ قبل اس کے کہ ابن زیاد سرزمین عراق میں داخل ہو وہ اس سے جا ملیں۔ مگر ابن زیاد اہل شام کی ایک زبردست فوج کے ساتھ روانہ ہو کر موصل پہنچ چکا تھا اور اس پر ایسا قبضہ جا چکا تھا جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ ابراہیم بھی سرزمین عراق کے پیچھے سے ہوتے ہوئے موصل میں جا داخل ہوئے۔ انھوں نے اپنے مقدمہ البیہش پر شلیل بن القیس النخعی کو

مقرر کیا تھا جو ایک شجاع و دلیر آدمی تھا۔ ابن زیاد کے قریب پہنچ کر انھوں نے اپنے آدمیوں کو ترتیب دیا۔ اور برابر اسی آراشکی اور اجتماع کے ساتھ چلتے رہے۔ البتہ یہ ہوا کہ وہ طفیل کو طلبا یہ فوج کے ساتھ روانہ کرتے تھے تا آنکہ وہ دریائے خازر (جو بلا موصول میں ہے) تک پہنچ جائے۔ عمیر بن حباب السلمي ابن زیاد کے ہمراہیوں میں سے تھا اس نے ابن اشتر سے کہلا بھیجا کہ مجھ سے ملو۔ تمام قبیلہ قیس مرحر را حط کے واقعے کی وجہ سے ابن مروان کا دشمن تھا اور ان دنوں عبد الملک (ابن مروان) کی فوج میں قبیلہ کلب کے لوگ تھے۔ ابن اشتر اور عمیر میں ملاقات ہوئی اور عمیر نے بیان کیا کہ وہ ابن زیاد کے میسرہ کا افسر ہے۔ اس نے ابن اشتر سے یہ بھی وعدہ کیا کہ وقت پر قیس منہزم ہو جائیں گے۔ ابن اشتر نے اس سے کہا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے؟ کیا یہ مناسب ہو گا کہ میں یہاں ایک خندق بناؤں اور تین دن تک توقف کروں یہ عمیر نے کہا نہیں ایسا نہ کرو۔ کیوں کہ وہ لوگ بھی اسی کے متمنی ہیں۔ اس لیے کہ دیر کرنا ان کے لیے بہتر ہے۔ ان کی تعداد تمھاری دگنی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ کم تعداد کے آدمیوں سے زیادہ آدمیوں کے مقابلے میں دیر اور تعویق کی تاب نہیں ہوتی۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ تم ان سے جنگ کرو۔ ان لوگوں کے دل تمھارے رعب سے پر ہیں۔ اگر ان لوگوں نے تمھارے آدمیوں کو ساحل کی طرف کر دیا اور دن بدن اور بار بار لڑتے رہے تو وہ ان سے معتاد ہو کر دلیر ہو جائیں گے۔ ابن اشتر نے کہا کہ مجھے اب معلوم ہوا کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ کیونکہ میرے آقا نے مجھے یہ نصیحت کی تھی۔ عمیر نے جواب دیا کہ ہاں ان کی بات مانو۔ وہ جنگ میں آزمودہ کار اور سن رسیدہ ہیں۔ انھوں نے جنگوں میں وہ وہ کلیفیں اٹھائی ہیں جو کسی نے نہیں اٹھائیں۔ اور جب صبح ہو جائے تو ان لوگوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر عمیر پھر اپنے ہمراہیوں کے پاس چلا گیا۔ ابن اشتر نے اپنے نیزے خوب تیز کر لیے۔ تمام رات انھوں نے آنکھ تک بند نہ کی اور صبح ہوتے ہی انھوں نے اپنے ہمراہیوں کو ترتیب دیا۔ فوج کو دستوں میں تقسیم کیا اور ان پر امیر مقرر کیے۔ چنانچہ سفیان ابن زیاد لازدی کو میمنہ پر علی بن مالک الحبشی (یعنی احوص کے بھائی) کو میسرہ پر۔ اپنے مادر زاد بھائی عبد الرحمن بن عبد اللہ کو سواروں پر (جن کی تعداد قلیل ہی تھی) اور طفیل بن لقیط کو پیادوں پر مقرر کیا۔ ان کا جھنڈا مزاحم بن مالک کے پاس تھا۔ صبح ہونے بھی نہ پائی تھی

کہ انھوں نے اندھیرے ہی میں نماز ادا کی پھر باہر نکل کر اپنے ہمراہیوں کو صف دار ترتیب دیا۔
 ہر امیر کو اس اس کے مقام پر متمکن کیا اور خود پیادہ ہو کر لوگوں کو براہِ نیچتہ کرتے اور فتح
 و ظفر کی امید دلاتے ہوئے چلے۔ کچھ عرصہ چلنے کے بعد وہ ایک پہاڑی پر پہنچے جہاں سے
 وہ غنیمت کے آدمیوں کو دیکھ سکتے تھے۔ دیکھا تو ان میں سے کسی شخص نے اس وقت
 تک حرکت تک بھی نہ کی تھی۔ انھوں نے عبداللہ بن زبیر السلولی کو خبر لانے کے
 لئے بھیجا۔ چنانچہ وہ واپس آ گیا۔ اور واپس آ کر اس نے یہ بیان کیا کہ وہ لوگ دہشت
 و ضعف کے ساتھ چل نکلے ہیں۔ مجھے ایک شخص ملا تھا جو صرف یہی کہتا تھا کہ ”اے
 ابو تراب کی جماعت! اور اے مختار کذاب کی جماعت!“ میں نے اس سے کہا کہ ہم
 میں تمہارے درمیان وہ معاملہ پیش ہے جو اس گالی گلوچ سے کہیں بڑھ چڑھ کر
 ہے۔ غرض کہ ابراہیم اپنے جھنڈوں کے ساتھ ساتھ اپنے آدمیوں کو یہ یاد دلاتے ہوئے
 روانہ ہوئے کہ ابن زیاد نے امام حسینؑ اور ان کے اصحاب کے ساتھ کیا کیا تھا۔ ان کو کس طرح
 قید کیا قتل کیا اور پانی بند کر دیا۔ اور یسنا سنا کر ان لوگوں کو ابن زیاد کے ساتھ جنگ کے لئے
 براہِ نیچتہ کرتے رہے۔ اتنے میں غنیمت ان تک پہنچ گیا۔ ابن زیاد نے میمنہ حصین ابن نیر السکونی
 میسرہ برعمیر بن حباب السلمی کو۔ اور سواروں پر شریحیل بن ذی الکلاع اکمری
 کو مقرر کر رکھا تھا۔ جب فریقین آمنے سامنے ہوئے تو حصین ابن نیر السکونی نے
 اہل شام کے میمنہ سے ابراہیم کے میسرہ پر حملہ کیا جس کا امیر علی بن مالک تھا جو
 لڑتے لڑتے قتل ہوا۔ پھر جھنڈا قرہ بن علی نے لے لیا۔ مگر وہ بھی اپنے دلیر و جنگ آزما
 پیادوں کے ہمراہ لڑا ہوا مارا گیا۔ اور میسرہ کو شکست ہوئی۔ پھر جناب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حبشی بن جنادہ کے بھتیجے عبداللہ بن وقار بن جنادہ السلولی
 نے جھنڈا سنبھالا اور نہرِ حمت خورہ آدمیوں کو ساتھ لیتا اور یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ ”اے
 اللہ کے اہل شہر! میرے پاس آؤ“ اس پر ان میں سے اکثر آدمی اس کے پاس پہنچ گئے۔
 عبداللہ نے کہا کہ ”دیکھو تمہارا امیر ابن زیاد سے لڑ رہا ہے۔ اب اس کے پاس واپس
 چلو۔ چنانچہ وہ سب واپس آئے۔ واپس آ کر دیکھا تو ابراہیم اپنا سر کھولے ہوئے
 پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ ”اے اللہ کے اہل شہر! میرے پاس آؤ۔ میں ابن ابی شریحہ
 بھانسنے کا بہترین مسلک یہ ہے کہ تم جوابی حملہ کرو جس نے اپنے اوپر سے الزام دہر کر دیا گویا

اس نے کوئی قصور ہی نہیں کیا تھا چنانچہ ان کے تمام ہمراہی ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان کے مہینہ ابن زیاد کے میسرہ پر حملہ کیا۔ ابن اشتر کے آدمیوں کو یہ امید تھی کہ عمیر بن حباب نہ میت کھا کر بھاگ جائیگا۔ مگر عمیر نے بھی خوب جان توڑ کر لڑنا چاہا اور فرار کرنا نہ چاہا۔ ابراہیم نے یہ حالت دیکھ کر اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اس بڑے حصہ فوج کی طرف بڑھو۔ بخدا اگر ہم نے اس زیاد کو شکست دے دی تو اس کا مہینہ اور میسرہ خود بخود اس طرح بھاگ جائے گا جس طرح کوئی خوف زدہ پرندہ۔ غرض کہ ابراہیم کے ہمراہی ابن زیاد کی طرف لپکے اور نیزہ زنی کرنے لگے۔ پھر ان کو چھوڑ کر تلواریں اور گرز پکڑ لئے اور دیر تک ان ہی سے غنیمت کو راتے پٹتے رہے۔ اس وقت ان کی تلواروں وغیرہ کی ندرتیں اسی طرح کی آوازیں کر رہی تھیں جیسے دھویوں کی آوازیں ہوتی ہیں۔ ابراہیم اپنے علم بردار سے برابر کہے جاتے تھے کہ جھنڈا لے کر غنیمت میں گھس جاؤ۔ اس نے ایک دفعہ جواب دیا کہ میرے پاس آگے بڑھنے کو جگہ نہیں۔ ابراہیم نے کہا ضرور ہے چلو۔ اس کے آگے بڑھتے ہی ابراہیم نے بڑی شد و مد سے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ وہ جس پر وار کرتے تھے گرا دیتے تھے۔ انھوں نے اپنے سامنے کے پیادوں پر اس طرح حملہ کیا کہ گویا وہ بکریوں کے بچے ہیں۔ ان کے ساتھیوں نے بالکل یک جان ہو کر دھاوا کیا۔ ادیکھساں لڑائی ہونے لگی نتیجہ یہ ہوا کہ ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے۔ اور دونوں طرف سے بہت سے آدمی مارے گئے۔ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے عمیر بن حباب ہی نہ میت کھا کر بھاگ گیا اور اصل یہ ہے کہ وہ ابتداء میں محض اس لئے لڑا تا کہ اس پر کوئی الزام عائد نہ ہو سکے۔ جب وہ لوگ وہاں سے فرار کر گئے تو ابن اشتر نے کہا کہ میں نے ابھی ایک شخص کو ایک جھنڈے کے نیچے نہر خازر کے کنارے قتل کیا ہے۔ اُسے ڈھونڈو مجھے اس میں سے مشک کی بو آتی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ مشرق کی طرف اور پاؤں مغرب کی طرف ہیں۔ اُسے ڈھونڈا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ شخص ابن زیاد تھا جو ابراہیم کی ضرب سے دو نیم ہو کر گر پڑا تھا۔ جیسا کہ ابراہیم نے بیان کیا تھا اس کا سر کاٹ کر باقی جسم جلا دیا گیا۔ بعد ازاں شریک بن جدیر التغلبی نے حصین بن نمیر السکونی پر حملہ کیا حصین کو وہ عبید اللہ بن زیاد سمجھ کر چھپ گیا تغلبی نے پکار کر کہا کہ ابن زانیہ کو اور مجھے قتل کر دو۔ اس پر اس کے آدمیوں نے حصین کو قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے

کہ ابن زیاد کا قاتل شریک بن جدیر ہی تھا۔ وہ جنگ صفین میں حضرت علی کے ہمراہ لڑ چکا تھا اور اس کی ایک آنکھ ضائع ہو گئی تھی۔ حضرت علی کے زمانے کے بعد وہ (شریک) بیت المقدس چلا گیا تھا اور وہیں مقیم رہا۔ لیکن جب امام حسین شہید ہوئے تو اس نے خدائے تعالیٰ سے عہد کیا کہ اگر کوئی شخص امام حسین کے خون کا بدلہ طلب کرنے کے لیے نکلا تو یا تو وہ اس کے ساتھ ہو کر ابن زیاد کو خود قتل کرے گا یا اسی داعی الی الجہاد کے ساتھ ہو کر لڑتا ہوا مارا جائیگا۔ اس طرح جب مختار امام حسین کے خون کا بدلہ لینے کے لیے نکلا تو وہ مختار کے ساتھ جا ملا۔ اور بعد میں ابراہیم ابن اشتر کے ساتھ ابن زیاد کے مقابلہ کو گیا۔ اور فریقین کے مقابل ہونے پر اس نے افواج شام پر حملہ کر کے یکے بعد دیگرے غنیم کی صفوں کا صفایا کرنا شروع کیا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کے بنو ربیعہ کے ہمراہی بھی تھے وہ ان کو اپنے ہوئے لڑتا ہوا ابن زیاد تک پہنچ گیا۔ گھمسان لڑائی ہونے لگی جس میں سوائے تلواروں کی چٹا چٹ کے اور کچھ سنائی نہیں دیتا تھا جب جنگ ختم ہوئی تو دیکھا گیا کہ شریک اور ابن زیاد دونوں مقتول تھے۔ ان میں سے پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔ شریک کا شعر ہے۔ (ترجمہ) :-

”میں ہر طرح کی زندگی کو باطل سمجھتا ہوں سوائے اس کے کہ گھوڑے کے سائے میں نیزے کا ذکر کیا جائے“

راوی کا بیان ہے کہ شریک بن ذی الکلاع الحمیری بھی قتل ہوا۔ اور سفیان ابن یزید الازدی۔ ورقاء بن عازب الاسدی اور عبید اللہ ابن زہیر السلمی نے اس کے قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔ عیینہ بن اسماء ابن زیاد کے ساتھ تھا۔ مگر جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہوئے تو وہ اپنی ہمشیرہ ہند بنت اسماء کو (جو ابن زیاد کی زوجہ تھی) اپنے ہمراہ لے گیا۔ اور ساتھ ہی یہ شعر بھی پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ) :-

”اگر تم میری بات سنو تو میں یہ کہوں گا کہ میں نے جنگ میں بڑے بڑے دلیر اور مشہور آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے“

جب ابن زیاد کے آدمی منہزم ہو کر بھاگے تو ابراہیم کے ہمراہیوں نے ان کا تعاقب کیا۔ چنانچہ ان لوگوں میں غرق ہونے والوں کی تعداد مقتولین سے زیادہ تھی۔ انھوں نے ابن زیاد کی فوج اور اس کی ہر قسم کی اشیاء وغیرہ کو جنوب

لوٹا۔ پھر ابراہیم نے مختار کو یہ خوش خبری بھیجی۔ وہ اس وقت مدائن میں تھا۔ بعد ازاں ابراہیم نے مختلف بلاد کی طرف اپنے عمال کو روانہ کیا۔ چنانچہ اپنے بھائی عبدالرحمن بن عبداللہ کو نصیبین بھیجا اور وہ سنجا رہا۔ دارا اور سرزمین بزریرہ کے تمام دیگر قرب و جوار کے مقامات پر غالب ہو گیا۔ علی ہذا القیاس زفر بن حارث کو قرقیا پر۔ عاتق بن نعمان الباہلی کو حران۔ رہاء۔ شمشاط اور اس کے نواح پر۔ اور عمیر بن حباب السلمی کو کھفر توٹنا اور طور عبداللہ بن پر مقرر کیا۔ ابراہیم خود موصل ہی میں رہ گئے۔ اور عبید اللہ بن زیاد کے سر کو مع اس کے دیگر رؤساء کے سروں کے مختار کے پاس بھیج دیا۔ ان سروں کو قصر میں ڈال دیا گیا۔ ایک پتلا سا سانپ آیا جس نے گوم گوم کر سروں کو دیکھا اور پھر عبید اللہ بن زیاد کے منہ میں سے داخل ہو کر ناک کے نچھنے سے اور ناک سے داخل ہو کر منہ میں سے نکلا۔ اور کئی مرتبہ ایسا ہی کیا۔ اس واقعہ کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع میں بیان کیا ہے۔ پو

مغیرہ کا قول ہے کہ اسلام میں سب سے پہلا شخص جس نے کھوٹے سکے بنائے وہ عبید اللہ بن زیاد تھا۔ ابن زیاد کے ایک حاجب کا بیان ہے کہ جب امام حسین شہید ہوئے تو میں ابن زیاد کے ساتھ قصر میں داخل ہوا۔ اس نے ان کے چہرے کے سامنے انگ جلا کر کہا کہ "اسی طرح اُسے گونگا کیا گیا ہے" پھر کہا کہ اس بات کو کسی سے بیان نہ کرنا۔ پو

مغیرہ ہی کی روایت ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد مر جانے نے اپنے بیٹے عبید اللہ سے کہا کہ او خبیث۔ تو نے ابن رسول اللہ کو قتل کر دیا ہے تو ہرگز جنت کی شکل نہ دیکھیں گے۔ پو

ابن زیاد کے قتل کے وقت ابن مفرغ نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-
 "جب موتیں کسی طاغیہ کے پاس جاتی ہیں تو وہ حاجبوں اور دروازوں کے پردے پھاڑ دیتی ہیں۔ میں اس خبیثہ کے بچے۔ اس فرمایہ و ناکس کے بچے کی موت کے وقت کہتا ہوں۔ کہ خدا کرے کہ وہ دور ہی رہے۔ نہ تو تو نے کسی ملک کو جس پر تجھ سے مزاحمت کی گئی ہو بچایا۔ اور نہ تو نے کسی سے کبھی مختلف اسباب و وجوہ کے ساتھ قرابت داری قائم کی۔ نہ نزار سے نہ جذم ذمی میں سے۔ تو تو ایک

پتھر تھا کہ آگ میں جھونٹا گیا تھا۔ دن کرنے کے وقت زمین بھی اس کے مردوں کو قبول نہیں کرتی۔ اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ طبوس خلافت کو قبول کرے؟
 سراقہ البارقی۔ ابراہیم بن اشتر کی مدح میں کہتا ہے (ترجمہ اشعار) :-
 "اتھارہ پاس برادران مذجج میں سے ایک شخص آیا جو اعداء کے مقابلے میں جبری تھا اور سب سے بڑا تھا۔ اسے ابن زیاد۔ اب تو عظیم ترین ہلاک کرنے والے کے ساتھ واپس آجا اور وہ تیز دھاروں والی چپک دار تلوار کا مزہ چکھ۔ خدا شہید اللہ کو ہزائے خیر دے کہ انھوں نے میری پیاس کو بجھا دیا جو میں عبید اللہ کے لئے محسوس کیا کرتا تھا"۔
 عمیر بن حباب السلمی ابن زیاد کی فوج کی مذمت میں کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر) :-
 "اؤہ لشکر کہ جو اپنے قیام کے دوران میں شراب نوشی اور زنا کو جمع کرے۔
 غنیم کے مقابلے میں فتح مند نہیں ہو سکتا"۔

مصدق ابن زبیر کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال عبداللہ بن زبیر نے حارث بن ابی ربیعہ یعنی قباع کو بصرہ سے معزول کر کے اپنے بھائی مصعب کو مقرر کیا۔ مصعب اس شہر میں اپنے منبر پر کھڑا باندھے ہوئے داخل ہوا وہ مسجد میں جا کر منبر پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ تو لوگوں نے امیر۔ امیر! پکارنا شروع کیا۔ اتنے میں حارث ابن ابی ربیعہ آگیا اور وہی امیر تھا۔ مصعب نے اپنے چہرے پر سے تمام ہٹا لیا۔ تو لوگوں نے اسے پہچانا۔ پھر مصعب نے حارث کو منبر کی طرف بلایا اور اپنے مقام سے ایک درجہ نیچے بیٹھایا۔ پھر کھڑے ہو کر خدائے تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد کہا کہ :- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ طَسْمَ تِلْكَ اٰیَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِیْنِ تَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ کِتَابِ مُّوْسٰی وَفِیْہِمْ کُوْنٌ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔ تا تو نے تعالیٰ سے اللہ سے افسوس کیا (اس لفظ پر اس نے شام کی طرف اشارہ کیا) "وَتَرِیْدُ اَنْ یُّنَیَّ عَلَى الَّذِیْنَ اسْتَضَعَفُوْا فِی الْاَرْضِ وَیَجْعَلُوْہُمْ اٰیۃً وَیَجْعَلُوْہُمُ الْوَارِثِیْنَ" (اس لفظ پر حجاز کی طرف اشارہ کیا) وَیَرِیْ فِیْہِمْ کُوْنٌ وَہَا مَا نَ وَیَجْعَلُوْہُمُ اٰیۃً وَیَجْعَلُوْہُمُ الْوَارِثِیْنَ" (یہاں کوفہ

کی طرف اشارہ کیا) پھر کہا کہ "اے اہل بصرہ۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنے
امراؤ کو پھیر پھیر دیتے ہو۔ اور میں نے اپنا لقب ((الجزار))۔ (یعنی قصاب)
مقرر کیا ہے"۔ پھر

مصعب اور مختار کی جنگ اور مختار کے قتل کا بیان

جب اشراق کو فوج جنگ بصرہ سے بھاگے تو ان کی ایک جماعت مصعب
کے پاس گئی۔ شبث ابن ربیع بھی اس کے پاس اس حال میں آیا کہ وہ ایک خمر پر سوار
تھا جس کی دم کٹی ہوئی تھی اور کان کا ایک طرف کا حصہ بھی اڑا ہوا تھا۔ شبث
خود ایک پھٹی ہوئی قمیض پہنے ہوئے تھا اور پکار کر "اے مجاہد جنگ" کہہ رہا تھا۔ مصعب
کو اس کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ یہ شبث ابن ربیع ہے۔ چنانچہ وہ اور اشراق کو فوج
سب مصعب کے پاس گئے۔ اور اس سے کہا کہ وہ سب اس کے پاس کس غرض کے
لئے گئے تھے۔ پھر اس سے مدد اور مختار کے مقابلے کے لئے برآمد ہونے کو کہا۔ اس کے بعد
محمد بن اشعث بھی پہنچا۔ اور مصعب کو جنگ کرنے پر براہِ انگیزتہ کیا۔ مصعب نے اس
کے شرف کی وجہ سے اُسے اپنے قریب بلکہ وہی اور تعظیم و تکریم کی۔ آخر جب اہل کو فوج
تعداد کثیر میں جمع ہو گئے تو مصعب نے ان سے کہا کہ جب تک مہلب ابن ابی صفرة
یہاں نہ پہنچ جائیگا میں ہرگز جنگ کے لئے روانہ نہ ہوں گا۔ پھر مصعب نے مہلب کو
جو اس وقت فارس کا عامل تھا۔ خط لکھا جس میں اس سے اپنے ساتھ روانہ ہو کر
مختار کے ساتھ جنگ کرنے کی درخواست کی۔ مہلب نے دیر لگائی۔ اور خراج کے
عدم وصول کا بہانہ کیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ جنگ سے روانہ ہونا ہی نہ چاہتا تھا۔
مصعب نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ کسی طرح مہلب کو ابھارے اور اپنے ہمراہ
لے آئے۔ چنانچہ محمد مصعب کا خط لے کر مہلب کے پاس گیا۔ مہلب نے خط پڑھ کر
کہا کہ کیا مصعب کو تمہارے سوا اور کوئی قاصد نہ ملتا تھا۔ مجھے نے کہا کہ میں کسی کا قاصد
نہیں ہوں۔ بلکہ تمہارے غلاموں نے ہم کو ہمارے عورتوں۔ بچوں اور حرم پر غالب کر دیا ہے۔
غرض کہ مہلب ایک لشکر حیرا اور بکثرت مال و زر کو اپنے ساتھ لے کر بصرہ
پہنچا۔ مصعب نے بڑے پل کے پاس فوج کے اجتماع کا حکم دیا اور عبدالرحمن بن مخنف کو

یہ کہلر کو فہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر جس جس کو تم اپنے ساتھ ملا سکو ملا لینا۔ اور لوگوں کو مختار سے برگشتہ کر کے ان کو خفیہ طور پر بن زبیر سے بیعت کرنے پر آمادہ کرنا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور چھپ کر اپنے گھر کو چلا گیا۔ پھر مصعب روانہ ہوا۔ عباد بن حصین اٹھلی التیمی آگے آگے تھا۔ عمر بن عبید اللہ بن معمر فوج کے میمنہ پر مہلب میسرہ پر۔ مالک ابن منذر بنو عبد القیس پر۔ حنف بن قیس بنو تمیم پر۔ زیاد ابن عمر بن عتبی بنو ازاد پر اور قیس بن اثیم اہل عالیہ پر مقرر تھے۔ پڑ

مختار نے یہ خبر سنتے ہی کھڑے ہو کر اپنے ہمراہیوں کو اس سے آگاہ کیا۔ اور ان کو احمر بن شمیط کے ہمراہ روانہ ہو جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہو کر حمام اعین میں خیمہ زن ہوا۔ مختار نے ابن اشتر کے ہمراہی رؤساء قبائل کو بھی بلا کر ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ احمر بن شمیط کے مقدمہ الجیش کا سردار ابن کامل الشاکری تھا۔ وہ لوگ وہاں سے کوچ کر کے مقام مزارینچے۔ ادھر سے مصعب بھی آکر قریب ہی خیمہ زن ہو گیا۔ دونوں پہ سالار اپنی اپنی فوجوں کو راستہ کر کے ایک دوسرے کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے۔ ابن شمیط نے اپنے میمنہ فوج پر ابن کامل کو میسرہ پر عبد اللہ بن وہیب کو اور موالی پر ابو عمر مولائے عرینہ کو مقرر کیا۔ عبد اللہ ابن وہیب انجشی نے ابن شمیط سے جا کر کہا کہ موالی اور غلام کبھی سخت فیصلہ کش موقہ جنگ میں ثابت قدم رہنے والے نہیں۔ اور ان کے ہمراہ بہت سے سوار بھی ہیں مگر آپ پیادہ چل رہے ہیں۔ ان کو حکم دیجئے کہ وہ بھی آپ کے ساتھ پیادہ چلیں۔ مجھے یہ خوف ہے کہ یہ لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر میدان جنگ سے اڑ جائیں گے۔ اور وہ آپ کو چھوڑ نہ دیں۔ یہ بات اس کیلئے بر مبنی تھی جو عبد اللہ کو موالی سے تھا۔ کیونکہ اسے ان لوگوں سے کئی مرتبہ زک ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ یہ چاہتا تھا کہ موالی کو زک ہو۔ اور ان سے کوئی شخص نہ بچے۔ مگر ابن شمیط نے اس پر کسی طرح کا شک نہیں کیا۔ اور جو کچھ اس نے کہا تھا وہی کیا۔ غرض کہ موالی بھی ابن شمیط کا ساتھ دیکر پیادہ چلنے لگے۔ ادھر سے مصعب بھی آگے بڑھا۔ اس نے عباد بن حصین کو سواروں پر مقرر کیا تھا۔ عباد و احمر اور اس کے ساتھیوں کے قریب ہوا تو امر نے کہا کہ میں تم کو کتاب اللہ سنت رسول اللہ۔ بیعت مختار اور اس امر کو آل رسول اللہ میں شورائے بنا دینے کی طرف دعوت

دیتا ہوں۔ عباد نے واپس جا کر مصعب کو اطلاع دی۔ اس نے کہا جاؤ جا کر حملہ کرو۔ چنانچہ عباد نے واپس جا کر ابن شمیٹہ اور اسکے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔ مگر ان لوگوں میں سے کوئی بھی نیچے نہ اترا۔ اس لئے وہ پھر اپنے مقام و موقف کو واپس چلا گیا۔ مہلب نے ابن کامل پر اس شدت سے دھاوا کیا کہ کوئی ترتیب باقی نہ رہی ایک دوسرے میں گڑبڑ ہو گئی۔ ابن کامل اتر کر لڑنے لگا تو مہلب وہاں سے چلا گیا۔ پھر مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب ان پر ایک زبردست حملہ کرو۔ چنانچہ انھوں نے ان پر سخت حملہ کیا۔ ابن شمیٹہ کے آدمی بھاگ کھڑے ہوئے۔ مگر ابن کامل بنو ہمدان کے چند آدمیوں کو لئے ہوئے ہمارا۔ آخر اسے بھی نہریت ہوئی۔ بعد ازاں عمر بن عبد اللہ نے عبد اللہ ابن انس پر حملہ کیا۔ مگر وہ کچھ دیر جم کر لڑنے کے بعد واپس چلا گیا۔ پھر سب مل کر یکبارگی ابن شمیٹہ پر چڑھائی کی جو لڑتے لڑتے مارا گیا۔ لوگوں نے پکارنا شروع کیا کہ ”اے بھیلہ اور خشم کے لوگو۔ جم کر لڑو“ مگر مہلب نے باواز بلند جواب دیا کہ آج تم کو فراموشی سب سے زیادہ امن اور نجات حاصل ہوگی۔ تم لوگ کہو ان غلاموں کے ساتھ اپنی جانوں کو خواہ مخواہ قتل کرتے ہو۔ پھر کہنے لگا کہ خدا کی قسم آج تو میرے ہی آدمی مر رہے ہیں۔ اس کے سوار ابن شمیٹہ کے پیادوں کی طرف چلے۔ مگر نہریت ہوئی۔ پھر مصعب نے عباد کو سواروں کے ہمراہ بھیجا۔ اور حکم دیا کہ جسے گرفتار کرنا اس کی گردن مار دینا۔

علیٰ ہذا القیاس محمد بن اشعث بھی سواروں کی ایک زبردست جماعت لے کر نکلا جس میں اہل کوفہ شامل تھے اور ان سے کہا کہ اب تم اپنا بدلہ لیاؤ۔ منہز میں پر بہت سختی کرتے تھے اور جس کو پاتے تھے قتل ہی کر دیتے تھے۔ کسی قیدی کو معاف نہیں کرتے تھے۔ اس طرح اس تمام فوج میں صرف سوار اور پیادوں میں سے معدودے چند ہی باقی رہے۔

معاویہ بن قرۃ المزنی کا بیان ہے کہ میں ان میں سے ایک شخص کے پاس گیا۔ اور اس کی آنکھ کو اپنے نیزے سے خوب کو بچا۔ اس سے پوچھا گیا کہ کیا واقعی تم نے ایسا ہی کیا تھا؟ کہا ہاں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک ان لوگوں کے خون ترکوں اور دہلیسوں کے خون سے بھی زیادہ حلال تھے۔ یہ معاویہ بصرے کا قاضی تھا۔

القصہ جب مصعب ان سے فارغ ہو گیا۔ تو وہاں سے روانہ ہو کر واسطہ سے قریب پہنچا۔ اور بغیر شب باشی کئے وہاں سے کسکر چلا گیا۔ لوگوں نے اپنے اسباب اور ضحفاء کو کشتیوں میں بار کر کے دریائے خرمشا کو عبور کیا۔ پھر دریائے قوسان اور فرات کو پار کیا۔ مختار کو اپنے آدمیوں کی اہمیت اور ان کے مقتولین کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ موت کا آنا تو ضروری ہے۔ اور میں جس موت مرنا چاہتا ہوں وہ وہی موت ہے جس پر ابن شمیٹ کا خاتمہ ہوا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ اگر وہ اپنی مراد کو نہ پہنچ سکا تو مختار ضرور لڑتے لڑتے قتل ہو جائیگا۔ بھلا جب مختار کو یہ معلوم ہوا کہ مصعب خشکی اور تری کے راستوں کو عبور کر کے اس تک پہنچ گیا ہے تو اس نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔ جب وہ مقام سلخین آیا تو اس نے دیکھا کہ یہاں دریائے خرمشا کا سیہ اور سف دریائے فرات سے آکر ملتے ہیں اس نے فرات پر بند بنایا جس سے اس کا پانی اُن دریاؤں میں چڑھ گیا۔ اور بھرے والوں کی کشتیاں کمی آب کی وجہ سے کچھ ٹپیں ٹھنسن گئیں۔ اس کیفیت کو شوسس کرنے ہی اہل بھرہ کشتیوں سے اتر کر بند کے پاس گئے۔ اسے درست کر دیا۔ اور اب پھر کوٹے کی طرف بڑھے۔ مختار بھی انکے مقابلے کیلئے چلا اور حروراء میں جا کر اس طرح قیام کیا کہ وہ کوفہ اور اہل بھرہ کے درمیان حامل تھا۔ اس نے قصر اور مسجد کو محفوظ کر کے یزید سامان اور ضروریات بھی اپنے پاس مہیا کر لیں حتیٰ حالت محاصرہ میں ضرورت ہوتی ہے۔ اور مصعب مقابلے کیلئے پہنچا۔ اس کے میمنہ پر مہلب بن مسیرہ بن عمر بن عبید اللہ اور سواروں پر عباد بن جمہین مقرر تھے۔ مختار نے اپنے میمنہ پر سلیم بن یزید الکندی کو مسیرہ بن سعید بن منقذ ہمدانی کو سواروں پر عمر بن عبد اللہ انہدی کو اور پیادوں پر مالک بن عبد اللہ انہدی کو مقرر کیا تھا۔ بعد میں محمد بن شعث کوٹے کے زار کردہ کوٹے ہوئے آیا اور مصعب اور مختار کے درمیان خیمہ زن ہو گیا۔ مختار نے یہ حالت دیکھ کر اہل بھرہ کے ہر دستے کی طرف اپنا ایک ایک آدمی دوڑایا اور لوگوں کو قریب قریب کر لیا۔ سعید بن منقذ نے بنو بکر اور بنو عبد القیس پر حملہ کیا جو مصعب کے میمنہ میں تھے اور سخت جنگ کی۔ مصعب نے مہلب کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے مقابل کے لوگوں پر یورش کرے۔ اس نے کہا کہ میں اہل کوفہ کے خوف کے مارے بنواز دو قتل کرنا نہیں چاہتا۔

جب تک کہ مجھے فرصت نہ ملے۔ اور عبد اللہ بن جعدہ بن بصرہ المخزومی نے مختار کے حکم سے اپنے مقابل آدمیوں یعنی اہل عالیہ پر حملہ کیا۔ اور ان کو دہاں سے بھگادیا۔ وہ لوگ مصعب کے پاس چلے گئے۔ مصعب زانو کے بل بیٹھ گیا۔ اور لوگ بھی اس کے پاس ہی ٹھہر گئے۔ اور اسی طرح کچھ عرصے تک لڑتے رہے۔ پھر مہلب نے اپنے آدمیوں کو لے کر اپنے مقابل کے لوگوں پر پورس کی۔ اور مختار کے ہمراہیوں پر نہایت سختی سے حملہ کر کے وہاں سے ہٹا دیا۔ عبد اللہ بن عمرو انہدی (جو جنگ صفین میں لڑ چکا تھا) کہنے لگا کہ یا اللہ میں ان لوگوں کے ان افعال سے تیری پناہ مانگتا ہوں جو یہ اپنے ہی بھائی بندوں کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور ان لوگوں کے نفوس سے تیرے ہی پاس پناہ طلب کرتا ہوں۔ ”ان لوگوں“ سے اس کی مراد اصحاب مصعب سے تھی۔ پھر اس نے اپنی تلوار سے خوب جی کھول کر کام لیا اور لڑتے لڑتے مارا گیا۔ مختار کے ہمراہی اس طرح بھاگے جا رہے تھے کہ گویا وہ لکڑیاں ہیں جو آگ لگنے سے اُچھٹی ہیں۔ مالک بن عبد اللہ انہدی نے شام کی وقت اپنے پیاس پیادوں کے ساتھ ابن اشعث کے ہمراہیوں پر سخت حملہ کیا۔ جس میں اشعث اور اس کے بہت سے ساتھی قتل ہوئے۔ مختار نے محلہ شہت کے ناکے پر تمام رات جنگ جاری رکھی اس کے ساتھ بڑے بڑے دلاوران جنگجو اور بنو ہمدان نہایت بے جگری سے لڑتے رہے۔ پھر لوگ مختار کے پاس سے علیحدہ ہو گئے۔ اس پر اس کے ایک ہمراہی نے اس سے کہا کہ ”اے امیر آپ قصر کو چلے جائیے۔“ چنانچہ مختار جا کر قصر میں داخل ہو گیا۔ وہاں اس کے ایک ساتھی نے اس سے کہا کیا آپ نے ہم سے فتح و ظفر کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ اور یہ کہ ہم ان کو بھگادیں گے۔ مختار نے کہا کہ کیا تم نے کتاب الہی میں یہ آیت نہیں پڑھی۔۔۔ یَمْحُوا اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ وَعِنْدَهُ أَثَرُ الْكِتَابِ؟ کہتے ہیں کہ سب سے پہلے مختار ہی بداءت کا قائل ہوا تھا۔

دوسرے دن کی صبح کو مصعب اپنے ہمراہیوں سمیت بسجہ جاتا تھا کہ راستے میں مہلب ملا۔ جس نے کہا کہ ہائے اگر ابن اشعث نہ مارا جاتا تو یہہ فتح کس قدر خوش گوار ہوتی۔ مصعب نے جواب دیا تم سچ کہتے ہو۔ مگر عبید اللہ ابن علی

ابن المطالب بھی تو قتل ہو گئے ہیں۔ مہلب نے کہا کہ «إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ» میں چاہتا تھا کہ وہ فتح میں موجود ہوتے۔ تمہیں معلوم ہے کہ ان کو کس نے قتل کیا؟ ان کو ایک ایسے شخص نے قتل کیا جس کو وہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے والد کی جماعت میں سے ہے غرض کہ مصعب سجنہ میں خیمہ زن ہو گیا۔ اور ان لوگوں کا دانہ پانی بند کر دیا۔ مختار اور اس کے ہمراہی اس کے خلافت کمزوری کے ساتھ لڑتے رہے۔ لوگوں کو بھی ان پر جرأت ہونے لگی۔ چنانچہ یہ نوبت آگئی تھی کہ جب مختار وغیرہ نکلتے تو لوگ ان پر مکانوں کے اوپر سے تیر برساتے اور غلیظ اور خراب پانی پھینکتے۔ ان لوگوں کا گزر ان صرف عورتوں کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ جو خفیہ طور پر کھانا پانی لے کر ان کے پاس جاتی تھیں۔ مصعب نے یہ حالت معلوم کر کے ان عورتوں کو بھی روک دیا۔ اور مختار پر سختیاں کیں۔ اس سے مختار اور اس کے ساتھیوں پر پیاس کی شدت ہونے لگی حالانکہ اس سے پہلے وہ لوگ کنوؤں کے پانی میں شہد ٹا کر پیا کرتے تھے۔ جیسا کہ ان میں سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے۔ پھر مصعب کے حکم سے اس کے آدمیوں نے قنصر کے قریب جا کر محاصرے میں اور بھی شدت سے کام لینا شروع کیا۔ مختار نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔ اس محاصرے سے تو تم اور بھی کمزور ہو جاؤ گے۔ چلو ہم چل کے ان سے جنگ کریں اور لڑتے لڑتے غرت سے مر جائیں۔ اگر قتل بھی ہوئے تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی مایوسی نہ ہوگی بشرطیکہ تم یقین کر لو کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ مگر وہ لوگ ڈر گئے اور جنگ کے لئے نہیں نکلے۔ تب مختار نے کہا کہ میرا کیا ہے۔ خدا کی قسم میں کسی کو اپنا ہاتھ نہ پکڑنے دوں گا۔ اگر میں نے باہر نکل کر جنگ کرنی شروع کی اور قتل ہو گیا تو اس سے تمہارا ضعف اور بھی زیادہ ہو جائیگا۔ اور تم اور بھی زیادہ ذلیل و خوار ہو جاؤ گے۔ لیکن اگر تم نے ان لوگوں کے حکم کے مطابق کیا اور تمہارے اعدائے تم پر قبضہ پا کر تم کو قتل بھی کر دیا تو یاد رکھو کہ تم لوگ ایک دوسرے کی طرف دیکھو گے اور یہی کہو گے کہ اسے کاش کہ ہم نے مختار کا کہا مانا ہوتا۔ اگر تم اس وقت میرے ساتھ نکل کر جنگ کر دو تو اگر تم کو فتح حاصل نہ بھی ہوئی تب بھی شرافت اور عزت کے ساتھ تو مر جاؤ۔

جب عبداللہ بن جعدہ بن ہبیرہ نے مختار کا یہ ارادہ دیکھا تو وہ قصر سے چھپ کر
 بھاگ گیا۔ اور جا کر اپنی برادری کے لوگوں میں روپوش ہو گیا۔ اس کے بعد
 مختار خوشبو اور عطر وغیرہ لگا کر اپنے ہمراہ انیس آدمیوں کو لے کر باہر نکلا جن
 میں ایک سائب بن مالک الاشعری بھی تھا۔ اس کی زوجہ عمرہ بنت ابو موسیٰ
 الاشعری تھی۔ جس سے محمد نام ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ جب قصر فتح ہوا تو اس
 میں ایک بچہ پایا گیا۔ جس کو انھوں نے چھوڑ دیا۔ مختار نے باہر نکل کر سائب سے
 پوچھا کہ اب تمھاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا کہ اور تمھاری کیا رائے ہے۔ مختار نے
 کہا۔ ارے احمق۔ میں ایک عرب آدمی ہوں میں نے ابن زبیر کو حجاز میں۔ ابن نجہ
 کو یامہ میں اور مروان کو شام میں شورش مچاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور میں ان لوگوں
 میں اسی طرح رہا تھا کہ گویا ان ہی میں سے ہوں۔ البتہ یہ فرق ضرور تھا کہ میں ابن امیہ
 بنوی کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا جب کہ عرب اس طرف سے خواب غفلت میں
 تھا۔ اب اگر تمھاری نیت نہ بھی ہو تب بھی اپنے حسب کے لئے ہی لڑو۔ اس نے کہا
 اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اگر میں اپنے حسب کے لئے لڑوں تب بھی کیا
 کر سکتا ہوں غرض کہ مختار نے آگے بڑھ کر جنگ کرنی شروع کی۔ اور قتل ہوا۔ اس
 کو بنو حنیفہ کے دو آدمیوں نے قتل کیا جن کے نام طرفہ اور طراف تھے۔ وہ دونوں
 آپس میں بھائی بھائی اور عبداللہ بن دجاہ کے بیٹے تھے۔ پھر
 مختار کے قتل کے دوسرے روز بحیر بن عبداللہ المسکی نے قصر میں اصحاب
 مختار کو ویسا ہی کرنے کے لئے کہا جیسا کہ خود مختار نے کہا تھا۔ مگر انھوں نے
 انکار کیا۔ بلکہ مصعب کے آدمیوں کو اپنے اوپر قابو پالینے دیا اور اپنے آپ کو
 اس کے سپرد کر دیا۔ ان لوگوں نے انھیں پابجواں وہاں سے نکالا مصعب
 نے ارادہ کیا کہ اہل عرب کو آزاد کر دے اور موالی کو قتل کر دے۔ مگر اس کے
 ہمراہیوں نے اسے ایسا کرنے سے روکا۔ آخر ان کے مشورے سے مصعب نے
 تمام اصحاب مختار کو قتل کر دیا۔ پھر بحیر المسکی کو اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ بحیر
 نے مصعب سے کہا شکریہ اس خدا کا جس نے ہم کو قید میں مبتلا کیا اور تمھاری
 آزمائش کرتا ہے کہ تم ہم کو معاف کر دو۔ دو امور ہیں۔ ایک تو رضائے الہی اور

دوسرا اس کی ناراضی جو شخص معاف کرتا ہے خدا اُسے معاف کرتا ہے اور اسکو زیادہ عزت دیتا ہے لیکن جو شخص سزا دیتا ہے وہ قصاص سے مامون و محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اے ابن زبیر۔ ہم تمہارے اہل قبیلہ اور ہم مذہب ہیں۔ ہم ترک یا دینی نہیں ہیں۔ ہم نے اپنے اہل شہر سے مخالفت کی۔ یا تو ہم نے غلطی کی یا ہم درست پر تھے۔ بہر حال ہم آپس میں لڑے بعینہ جس طرح اہل شام آپس میں لڑتے تھے اور پھر آپس میں متفق ہو گئے تھے اور جس طرح کہ اہل بصرہ لڑتے تھے۔ مگر بعد میں آپس میں صلح کر لی تھی۔ تم لوگ مالک ہو کر درگزر کرو۔ تم صاحب قدرت ہو کر معاف کرو۔ وہ اسی طرح کی باتیں کر رہا تھا کہ لوگوں کو اور مصعب کو اس پر رحم آیا اور مصعب نے اسے رما کر دینے کا ارادہ کیا۔ مگر عبدالرحمن بن محمد بن اشعث نے کھڑے ہو کر کہا کہ کیا تم ان لوگوں کو چھوڑ دینا چاہتے ہو؟ یا آپ ہمیں اختیار کریں یا انہیں۔ پھر محمد بن عبدالرحمن بن سعید الہمدانی نے اور دیگر اشراف کو ذمے بھی کھڑے ہو کر اسی قسم کی باتیں کیں۔ اس پر مصعب نے ان سب کو قتل کر ڈالنے کا حکم دے دیا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اے ابن زبیر۔ ہم لوگوں کو قتل مت کرو۔ ہم کو اپنے مقدمہ تکمیل میں رکھ کر اہل شام کی طرف لے چلو۔ تم لوگ ہم سے بے پروا نہیں ہو سکتے اگر ہم قتل بھی ہو گئے تو جب تک کہ ہم ان کو تمہارے لئے ضعیف نہ کر لیں گے قتل نہ ہونگے اور اگر ہم نے ان پر فتح پائی تو وہ تمہارے کام آئیگی۔ مگر مصعب نے ایک نہ سنی۔ تب بھیر المکی نے کہا کہ دیکھو میرے خون کو ان کے خونوں میں نہ ملاؤ۔ کیونکہ انھوں نے میری بات نہیں مانی تھی۔ مگر مصعب نے سب کو قتل کر دیا۔ مسافر بن سعید بن نمران الناعلی نے کہا کہ اے ابن زبیر قذات قیامت میں اپنے رب سے کیا کہو گے؟ تم نے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت کو قتل کر دیا ہے۔ جس نے تم کو اپنا حکم قرار دیا تھا۔ تم ہم میں سے اتنے ہی آدمیوں کو قتل کر دو جتنے ہم نے تمہارے آدمی مارے ہیں۔ ہم میں ایسے بھی ہیں جو ایک دن بھی جنگ میں شریک نہیں ہوئے۔ وہ لوگ سواد میں وصول خراج اور حفاظت راہ پر متعین تھے۔ مگر مصعب نے اس کی بات بھی نہ مانی۔ اور اسے بھی قتل کرنے کا حکم دے دیا۔ مصعب نے ان کو قتل کرتے وقت احنف ابن قیس سے

مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم ان کو معاف کر دو۔ کیونکہ عفو تقویٰ سے قریب ترین چیز ہے۔ مگر اشتراف کوفہ نے کہا کہ نہیں انھیں قتل ہی کر دو۔ اور انھوں نے اس پر زور دیا اور شور و غضب برپا کیا۔ آخر مصعب نے سب کو قتل ہی کر دیا۔ اس پر حفصہ نے کہا کہ تم نے ان لوگوں کو قتل کر کے بدلہ تو لے ہی نہیں لیا۔ اے کاش کہ کہیں یہ بات آخر میں تمھارے لئے وبال جان نہ ہو جائے۔ مصعب کی زوجہ عائشہ بنت طلحہ نے بھی مصعب کے پاس یہی پیغام بھیجا تھا کہ اصحاب مختار کو مار کر دیا جائے۔ مگر قاصد نے وہاں پہنچ کر دیکھا تو وہ سب قتل ہو چکے تھے۔

مصعب نے مختار بن ابی عبید کے ہاتھ کو کاٹ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس کا ہاتھ کاٹ کر ایک بیخ کے ذریعے سے مسجد کے ایک طرف کو لٹکا دیا گیا۔ حجاج کے آنے تک وہ اسی حالت میں رہا۔ اس نے دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا ہے جواب ملا کہ مختار کا ہاتھ ہے۔ یہ سن کر اس نے اس کے اتارنے کا حکم دیا۔ پھر مصعب نے جبال و سوا کی طرف اپنے عمال روانہ کئے۔ اور ابراہیم ابن اشتر کو لکھ کر اپنی اطاعت کرنے کی دعوت دی۔ اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم نے میری اطاعت کی تو جب تک کہ آل زبیر غلبے پر ہیں تب تک شام کا ملک اس کی سپہ سالاری اور وہ تمام سرزمین جس پر تم غلبہ حاصل کر دو تمھاری حکومت میں دے دی جائے گی۔ مصعب نے خدا کی قسم کھا کر یہ وعدہ کیا۔ اور عبد الملک ابن مروان نے بھی ابن اشتر کو خط لکھ کر اپنی اطاعت کے لئے کہا اور یہ بھی لکھا کہ اگر تم میری بات مان لو تو عراق تمھارا ہے۔ ابراہیم نے اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان میں اختلاف رائے ہوا۔ ابراہیم نے کہا کہ اگر میں نے ابن زیاد اور اشتراف شام کو تکلیف نہ پہنچائی ہوتی تو میں ضرور عبد الملک کی بات کو قبول کر لیتا۔ باوجودیکہ میں اپنے اہل شہر اور اہل قبیلہ کے خلاف اختیار نہیں کرتا۔ آخر کار انھوں نے مصعب کو لکھ بھیجا کہ وہ اس کے ساتھ مل جانا چاہتے ہیں۔ مصعب نے لکھا کہ آؤ۔ چنانچہ ابن اشتر اطاعت قبول کر کے مصعب کے پاس پہلے گئے جب مصعب کو ان کی آمد کی خبر ہوئی تو اس نے مہلب کو موصل۔ جزیرہ۔ آذر بائیجان

اور آرمینیہ کی ولایات کا عامل بنا کر بھیج دیا۔ پھر اس نے ام ثابت بنت سمہ بن خدیجہ زویہ مختار کو اور عمرہ بنت نعمان بن بشیر الانصاریہ یعنی مختار کی دوسری زویہ کو لایا اور دونوں سے مختار کے متعلق سوال کیا۔ ام ثابت نے کہا کہ ہم تو تمہارے قول ہی کے مطابق کہیں گے۔ یہ سن کر مصعب نے اسے رہا کر دیا پھر عمرہ نے کہا کہ خدا اس پر رحم کرے وہ ایک صالح بندہ خدا تھا۔ اس پر مصعب نے اسے قید کر دیا اور اپنے بھائی عبداللہ ابن زبیر کو لکھا کہ عمرہ کا خیال ہے کہ مختار نبی تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اور وہ ایک رات کو کوٹنے اور صبر کے درمیان قتل کر دی گئی۔ ایک اہل شرط نے اسے قتل کیا۔ اس نے تین مرتبہ تلوار سے وار کیا۔ اور وہ برابریا ابشاہ ایبا عشر تاہ! کہے جاتی تھی۔ ایک شخص نے قاتل کے ایک تھپڑ مارا اور کہا کہ اے زانیہ کے بچے۔ تو نے اسے عذاب دیا۔ اور زیادہ چر کے لگائے۔ غرض کہ عمرہ اس طرح قتل کر دی گئی۔ وہ شرطی اس شخص کو پکڑ کر مصعب کے پاس لایا۔ مصعب نے کہا کہ اسے چھوڑ دو۔ اس شخص کو اس نظارے سے صدمہ ہوا تھا۔ اس واقعہ کے متعلق عمرو بن ابی ریحہ المخزومی کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

”میرے نزدیک نہایت ورچہ عجیب و غریب واقعہ ایک شریف آزاد اور خوش اندام عورت کا قتل ہے۔ جو بنیہ جرم کے اس طرح قتل ہوئی۔ اس کے قتل کی خوبی اللہ کے لئے ہے۔ قتل اور قتال ہم پر ہے اور محسنات نسا پر صرف جہذبول واجب ہے“

اسی طرح سعید بن عبد الرحمن بن حسان بن ثابت کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-
ایک سوار میرے پاس صاحب دین و حسب ثمان کی بیٹی کے قتل کی عجیب و غریب خبر لے کر آیا۔ اس جوان عورت کے قتل کی خبر جو ناز و انداز والی۔ مستورہ۔ مہذبہ الاخلاق اور عمدہ نسب والی تھی۔ جو ایک نیرنگ اور ایم قوم کی پاک اولاد میں سے تھی۔ وہ ان لوگوں میں سے تھی جو زمانہ گذشتہ میں نیکی کو مرجع سمجھتے تھے۔ وہ ایک شخص کی بیٹی تھی جو بنو مصطفیٰ سلمہ کا دوست تھا۔ اور عرب و ضرب و کرب میں ان کے ساتھ رہتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا ہے

کہ ملحدین نے اس کے قتل میں توقف نہ کیا۔ اور اسے قتل و سلب کرنے میں ذرا بھی
نیکی اور نرمی سے کام نہ لیا۔ خدا کرے کہ آل زبیر کو کبھی خوش عبثی نصیب نہ ہو۔
اور خدا کرے کہ وہ ذلت اور خوف و حرب کے لباس میں ملبوس رہیں۔ ایسا معلوم
ہوتا ہے کہ جب انھوں نے اس عورت کو نکال کر اپنی تلواروں سے اسے پارہ
پارہ کیا تو گویا تمام عرب کی بادشاہت ان کو مل گئی۔ کیا لوگوں کو اس سے
تعجب نہیں ہوا کہ ایک آزاد پختہ دین رکھنے والی۔ خوش سیرت اور چارہ دار
قتل ہو گئی۔ جو ذمہ و ہمتان اور کذب و شک سے بری تھی جب ہم پر قتل و خون
کے لئے خون بہا واجب ہے تو وہ تو صاحبات عفت اور پردہ نشین خاتونیں ہیں۔
وہ اپنے اجداد کے دین پر تھی۔ وہ آباؤ کرام کی بچی تھی۔ اس نے اپنی موت سے پہلے
اپنے اہل و عیال کو ذلیل نہیں کیا۔ وہ پردہ نشین تھی۔ باہر نہیں نکلتی تھی۔ اس کی موت
پر اس کے تمام عیب کو بیان کر کے اس کے اجنبی ہمسایوں کو غمیر مرگ نہیں دی تھی۔
نہ اس نے کبھی اپنے قرابت دار اور ہمسایوں کو تکلیف دی۔ وہ فحش سے واقف
نہ تھی۔ وہ کبھی بدی کے قریب نہیں گئی تھی۔ اور کبھی اس نے بدی کو قبول نہیں
کیا تھا۔ اس کی نرم رفتاری پر مجھے اس کی زندگی میں تعجب ہوا کرتا تھا۔ آہ یہ آفر
عجیب ترین واقعات سے بھی زیادہ عجیب ہے۔“

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار نے عبداللہ ابن زبیر سے اسی وقت
اختلاف کا اظہار کیا تھا جب مصعب بصرہ پہنچا۔ جب مصعب نے مختار
کا تقاب کرنا شروع کیا اور موخر الذکر کو اس کی آمد کی خبر ملی تو اس نے احمر بن
شمیط کو مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور حکم دیا کہ مقام مذار میں جا کر مقابلہ کرو۔
اور کہا کہ فتح مذار ہی میں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ اس کو یہ خبر ملی تھی کہ بنو ثقیف کا ایک
فر و اس کے لئے مذار ہی میں فتح حاصل کریگا۔ اس لئے اس کا یہ خیال تھا کہ یہ شخص
ابن شمیٹ ہی ہے۔ حالانکہ یہ پیشینگوئی حجاج کے متعلق تھی۔ جو عبدالرحمن ابن اشعث
کے مقابلے میں لڑا تھا۔ مصعب نے عبدا الحطمی کو مختار کے مقابلے کے لئے روانہ
ہونے کا حکم دیا۔ چنانچہ عبدا اور عبید اللہ بن علی بن ابی طالب تو اُدھر چلے گئے۔
اور مصعب دریائے بصرہ پر ہی خیمہ زن رہا۔ اُدھر مختار بیس ہزار آدمیوں کو

لیکر روانہ ہوا اور صبر سے مصعب اور اس کے ساتھی چلے۔ رات کے وقت دونوں جمشیر
ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ مختار نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ جب
تک تم میں سے ہر شخص کسی منادی کو نہ بھیجے کہ کہہ کر منادی کرتا ہوا نہ سنائی
وہ حملہ نہ کرے۔ جون ہی تم یہ صدا سنو حملہ کرو۔ چنانچہ جب چپانہ
علوی ہوا تو مختار کے حکم سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر وہاں بھیج دیا۔ منادی
بند کی جس کے سنتے ہی مختار کے آدمیوں نے مصعب کے ہمراہیوں پر حملہ کر دیا۔
اور ان کو بھگا کر ان ہی کے لشکر میں واپس کر آئے۔ اسی طرح صبح تک
فریقین لڑتے رہے۔ دوسری صبح کو مختار نے یہ دیکھا کہ اس کے پاس ایک
شخص بھی نہیں کیونکہ وہ سب کے سب مصعب کی فوج میں مل چکے تھے۔
مختار وہاں سے منہ زرم ہو کر کہنے گیا اور قصر میں داخل ہو گیا۔ دوسری صبح کو
اس کے آدمی اس سے پاس واپس پہنچے۔ ان لوگوں نے کچھ دیر توقف کیا اور
مختار کو موجود نہ پا کر کہنے لگے مختار قصر میں ہو گئے۔ ان میں سے جو بھاگ گئے
بھاگ گئے اور کونے کے گھروں میں جا کر روپوش ہو گئے۔ ان میں سے تقریباً آٹھ
ہزار آدمی قصر کی طرف گئے اور وہاں پہنچ کر مختار کو قصر کے اندر پایا۔ وہ لوگ اس
پر گئے۔ اس سے قبل وہ اسی رات مصعب کے آدمیوں کی ایک بڑی تعداد کو تلوار
کے گھاٹ اتار چکے تھے جن میں محمد بن اشعث بھی تھا۔ بعد میں مصعب نے آکر
قصر کو گھیر لیا۔ اور چار ماہ تک محاصرہ جاری رکھا۔ مختار ہر روز نکل نکل کر کونے کے
بازاروں میں اس سے جنگ کرتا تھا۔ مختار کے قتل کے بعد اہل قصر نے امان
طلب کی۔ مگر مصعب نے امان دینے سے انکار کیا۔ آخر سب لوگ اس
کے حکم کے تابع ہو کر باہر نکلے۔ اور سات سو یا اس کے قریب قریب کی تعداد
سے عرب اور اہل نجد قتل کئے گئے مقتولین کی مجموعی تعداد چھ ہزار افراد کی تھی۔
قتل کے وقت مختار کی عمر ۶۰ برس کی تھی۔ وہ شہداء میں ۳۰ ماہ رمضان کو قتل ہوا۔
کہتے ہیں کہ مصعب ابن عمیر نے کہا کہ میں آپ کا
بھتیجا مصعب ہوں۔ میں نے عمر سے کہا کہ تم نے ہی سات ہزار اہل قبلہ کو ایک دھڑ
بلا دجہ قتل کیا ہے؟ مصعب نے جواب دیا کہ وہ ایک کافر و فاجر ہے۔

ابن عمر بولے کہ واللہ اگر تم اپنے باپ کی میراث میں ان لوگوں کی تعداد کے برابر بکریوں کو بھی قتل کر دیتے تو وہ بھی اسراف ہی ہوتا۔
 ابن زبیر نے عبداللہ بن عباس سے پوچھا کہ تم نے اب تک اس کذاب کے قتل کا حال نہیں سنا؟ کہا کذاب کون؟ جواب دیا کہ وہی ابن ابی عبیدہ ابن عباس نے کہا کہ ہاں مجھے مختار کے قتل کا حال معلوم ہوا ہے۔ ابن زبیر کہنے لگے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو کذاب نہیں کہنا چاہتے۔ اور تم کو اس کا صدمہ ہے۔ کہا کہ ہاں وہ دیکھیں تمہیں جس نے ہمارے قاتلین کو قتل کیا۔ ہمارے خونوں کا بدلہ لیا۔ ہمارے سینوں کی پیاس بجھائی اسکی خدمات کا ہماری جانب سے بدلہ نہ ہونا چاہئے کہ ہم اسے گالیاں دیں یا اس کی موت پر خوشی منائیں۔ ڈ
 عروہ بن زبیر نے ابن عباس سے کہا کہ کذاب مختار قتل ہو گیا اور یہ دیکھو یہ اس کا سر ہے۔ ابن عباس نے کہا کہ اب تمہارے سامنے ایک نہایت دشوار گزار گھاٹی ہے اگر تم اس پر چڑھ جاؤ تو تم ہی تم ہو گے ورنہ نہیں۔ انکی مراد عبدالملک بن مروان اسے تھیں ڈ
 مختار کی طرف سے ابن عمر اور ابن حنفیہ کے پاس تحفے آتے تھے اور وہ دونوں قبول کر لیا کرتے تھے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابن عمر نے اس کا ہدیہ قبول نہیں کیا۔ ڈ

مصعب بن زبیر کی معزولی اور حمزہ بن عبداللہ بن زبیر کی ولایت کا بیان
 اس سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو مختار کے قتل کے بعد عراق سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو مقرر کیا۔ حمزہ ایک سخی آدمی تھا۔ کبھی اس قدر سخاوت کرتا تھا کہ جو کچھ اس کے پاس ہوتا تھا سب دے ڈالتا تھا۔ اور کبھی اس قدر بخل کرتا تھا کہ شاید دیسا کوئی نہ کرتا ہو گا۔ بصرے میں اس سے خفت و ضعف کا اظہار ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک دن سوار ہو کر نکلا اور بصرے میں دریا کے آگال کو دیکھ کر کہا کہ اگر اس تلاب کے پانی کے خراج میں اقیاط برقی جائے تو یہی انکی تمام زمینوں کی سیرابی کیلئے کافی ہو۔ اس کے بعد جب اس نے اسے انزا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ

اگر اس کے خرچ میں احتیاط برقی جاتی تو وہ ان کے لئے کافی ہوتا۔ اسی طرح اور بھی ایسی ہی خفیف حرکات اس سے سرزد ہوئیں یہ باتیں دیکھ کر احف نے اس کے باپ کو لکھا کہ اسے معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کر دیا جائے۔ چنانچہ عبداللہ بن زبیر نے اسے معزول کر دیا۔ حمزہ جاتے ہوئے بہت سا مال منال اپنے ہمراہ لے گیا۔ مالک بن مسیح نے اسے روکا اور کہا کہ ہم آپ کو اپنی معاشوں کی رقم نہ لے جانے دینگے جب عبید اللہ بن عبداللہ نے معاشوں کی ادائیگی ضمانت کر لی تو مالک نے اسے جانے دیا۔ حمزہ اس مال کو لے کر مدینہ آیا اور اسے چند آدمیوں کے پاس امانت رکھوایا۔ سوائے ایک شخص کے کہ جس نے اس کی امانت واپس کر دی اور سب نے اس کے دینے سے انکار کر دیا۔ جب ابن زبیر کو اس واقعہ کا علم ہوا تو کہنے لگے اللہ اسے دور کرے میں تو چاہتا تھا کہ اس کی وجہ سے بنی مروان کے سامنے فخر کر دنگا مگر یہ تو نہ تھا نکلا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مختار کے قتل کے بعد مصعب بصرے سے معزول ہو جانے کے بعد بھی ایک سال تک کوفہ میں رہا۔ اسے اس کے بھائی عبداللہ نے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کر دیا۔ بعد میں مصعب اپنے بھائی کے پاس گیا۔ اور پھر عمل کی درخواست کی۔ اس پر عبداللہ بن زبیر نے اسے دوبارہ بصرے کا عامل کر دیا۔ یہ بھی روایت ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ بلکہ مصعب مختار کے قتل کے بعد بصرے چلا گیا تھا اور کوفہ پر حارث بن ربیعہ کو مقرر کر گیا تھا۔ اس طرح کوفہ اور بصرہ دونوں اس کے زیر نگیں تھے۔ آخر عبداللہ بن زبیر نے مصعب کو بصرے سے معزول کر کے اپنے بیٹے حمزہ کو مقرر کیا۔ پھر احف اور اہل بصرہ کے خطوط کی بناء پر حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو دوبارہ مقرر کیا۔

مسترد واقعات کا بیان

اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان دنوں عبداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ اور بصرے میں وہی عمال تھے جن کا ذکر ہوا۔ کوفہ کے عہدہ قضا پر عبداللہ بن عتبہ بن مسعود اور فضلاء بصرہ پر مہتام بن ہبیرہ تھے۔ شام میں عبدالملک بن مروان اور خسر اسان

میں عبداللہ بن خازم کا دور دورہ تھا تو

اس سال احنف بن قیس نے کوفے میں مصعب کی معیت کے دوران میں انتقال کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کا انتقال شام میں اس وقت ہوا جب خود مصعب عبدالملک بن مروان سے رطے گیا تھا۔ ۱۰

اسی سال ہبیرہ بن مریم حنین بن علیؓ سے غلام آزاد شدہ نے خازم میں انتقال کیا وہ مختار کے طرفداروں میں تھا۔ اور ثقافت محمد بن سے تھا۔ ۱۱

اسی سال جنادہ بن ابی امیہ جاہلی نے بھی انتقال کیا۔ وہ صحابیہ بن سے نہ تھا۔ اسی سال مصعب نے مجرب بن عدی کے دو بیٹوں عبدالرحمن اور عبدالرتب کو اور عوان بن خلیفہ بن یمان کو نہایت سنگدلی سے قتل کیا۔ یہ واقعہ مختار اور اس کے اصحاب کے قتل کے بعد کا ہے۔ ۱۲

۶۸ھ کے واقعات

حزہ کی معزولی اور ہبیرہ مصعب کی دلالت کا بیان

اس سال عبداللہ بن زبیر نے اپنے بھائی مصعب کو دوبارہ عراق کا عامل مقرر کیا جس کا سبب یہ ہوا کہ احنف کو حمزہ بن عبداللہ کے اختلاط عقل اور صاقت کا حال معلوم ہوا تو اس نے اس کے باپ کو لکھا جنھوں نے اسے معزول کر کے دوبارہ مصعب کو مقرر کر دیا۔ اور کوفے پر حارث بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ ۱۰ کہتے ہیں کہ حمزہ کی معزولی کا یہ سبب تھا کہ اس نے اشراف کے ساتھ حسن سلوک میں کوتاہی کی تھی۔ اور دست درازمی سے کام لیا تھا۔ وہ لوگ گھبرا کر مالک بن سہم کے پاس گئے۔ مالک نے ہبیرہ کے پل پر اپنا خیمہ قائم کیا اور حمزہ سے کہلا بھیجا کہ تم اپنے باپ کے پاس واپس چلے جاؤ۔ چنانچہ مالک نے اسے ہبیرہ سے نکال دیا۔ اس پر عدیل العجلی نے کہا۔ (ترجمہ)۔

”جب کبھی ہم کو کسی امیر کے ظلم کا خوف ہوتا ہے تو ہم ابوسفیان کو بلا لیتے ہیں اور وہ فوج لے کر آتا ہے“ ۱۱

فارس اور عراق میں خوارج کے صہروب کا بیان

اس سال مصعب نے عمر بن عبید اللہ بن عمر کو فارس کا عامل مقرر کر کے ازراق سے جنگ کرنے کی خدمت پر مامور کیا۔ مہلب اس سے قبل مصعب کی ولایت اوسے اور حمزہ بن عبد اللہ بن زبیر کی ولایت کے دوران میں اس جنگ میں مصروف رہ چکا تھا۔ جب مصعب دوسری مرتبہ بصرے کے عمل پر واپس آیا تو اس کا ارادہ ہوا کہ مہلب کو موصل۔ جزیرہ اور آرمینیا کے علاقوں کا عامل مقرر کر دے تاکہ وہ اس کے اور عبد الملک کے درمیان مائل ہو جائے۔ چنانچہ مہلب فارس ہی میں تھا کہ مصعب نے اسے بلایا۔ مہلب نے اپنی غیر حاضری کے دوران میں اپنے بیٹے مغیرہ کو اپنی جگہ عامل مقرر کر کے احتیاط کی ہدایت کی اور بصرے چلا گیا۔ مصعب نے اس کو جنگ خوارج اور بلاد فارس سے معزول کر کے اس کی جگہ ان دونوں امور کے لئے عمر بن عبید اللہ بن عمر کو مقرر کیا۔ جب خوارج کو یہ معلوم ہوا تو قطری بن الفجار نے کہا کہ اب تمہارے ان ایک شجاع شخص آیا ہے وہ ایک دلیر دیہا ور آدمی ہے اور اپنے دین و ملک کے لئے ایسا لڑتا ہے کہ میں نے اس سے پہلے کسی جنگ اور شخص کو اس طرح لڑتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ یقیناً سب کے پہلا شہسوار ہے جو اپنے ہمسر کو قتل کرتا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں خوارج نے عبید اللہ بن مازو کے قتل کے بعد ستم میں زبیر بن مازو کو اپنا سردار بنالیا تھا۔

خوارج اصطخر گئے ان کے مقابلے کے لئے عمر بن عبید اللہ نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو روانہ کیا۔ فریقین میں جنگ ہوئی جس میں عبید اللہ ابن عمر قتل ہوا۔ زبیر بن مازو نے عمر سے لڑنا چاہا تو قطری نے اس سے کہا کہ عمر کینہ تو ز آدمی ہے اس سے نہ لڑو۔ مگر زبیر نے نہ مانا۔ آخر اس سے لڑا اور نتیجہ یہ ہوا کہ خوارج کے نوے سوار قتل ہو گئے۔ عمر نے صالح بن مخارق پر نیزے سے حملہ کیا۔ اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ عمر نے قطری کی پیشانی پر در کیا اور اسے توڑ دیا۔ تاہم آخر خوارج نہایت کئی کرباؤں کو چنے گئے۔ عمر نے پلٹ کر ان کا اسی جگہ مقابلہ کیا۔ عمر کے ہمراہ مجاہد بن عمر بھی تھا مگر زبیر جو اس کے پاس تھا چودہ خارجیوں کو قتل کر دیا۔

قریب تھا کہ اس لڑائی میں عمر بھی ہلاک ہو جائے۔ مگر مجاہد نے اس سے اندفاع کیا جس کے معاوضے میں عمر نے اسے نولاکھ درہم انعام دئے اسی کے متعلق کہا گیا ہے۔ (ترجمہ شعر)۔
 ”دیں نے ایک جوان کو ایک دستہ فوج کے حملے سے بچایا۔ حالانکہ قریب تھا کہ اسکا گوشت بارہ پارہ ہو کر رہ جائے“

مختصر یہ ہے کہ وہ ان لوگوں پر غالب آگیا۔ خوارج دماں سے چل دیئے۔ اور جاتے ہوئے درمیان کاپل توڑتے گئے۔ تاکہ عمران کا تعاقب نہ کر سکے۔ خوارج دماں سے اصفہان گئے۔ اور جب تک کہ وہ قوی اور مستعد نہ ہو گئے وہیں مقیم رہے۔ پھر دماں سے بھی روانہ ہوئے۔ دورانِ سفر میں فارس میں پھر عمر سے ٹکبھڑھوٹے والی تھی۔ اس خوف سے وہ لوگ اس راستے کو چھوڑ کر دوسرے راستے پر ہو گئے۔ چنانچہ وہ ساہور اور ارجان ہوتے ہوئے اہواز پہنچے۔ یہ خبر سن کر مصعب نے کہا کہ تعجب ہے کہ عمر نے اس دشمن کو چھوڑ دیا جس سے وہ سرزمینِ فارس میں جنگ کرنا چاہتا ہے اور اس سے جنگ نہیں کی۔ حالانکہ اگر وہ ان لوگوں سے لڑتا اور بھاگ بھی جاتا تو بھی یہ بات اس کے لئے زیادہ باعثِ عذر و اہی ہو سکتی تھی۔ پھر مصعب نے اسے یہ خط لکھا کہ اے ابنِ عمر تم نے مجھ سے انصاف نہیں کیا کہ تم مالِ گذاری تو وصول کرتے ہو۔ مگر دشمن سے الگ تھلگ رہتے ہو مجھے ان لوگوں سے نجات دو۔ اور جو کچھ کر سکتے ہو کرو۔ اس لئے عمر جلد جلد ان لوگوں کے تعاقب میں فارس سے روانہ ہوا۔ اور یہ امید کرتا تھا کہ ان لوگوں کے علاق میں داخل ہونے سے پہلے وہ ان کو جا پکڑے گا۔ اور مصعب محل کے بڑے پل کے قریب خیمہ زن ہوا۔ لوگوں نے بھی وہیں اپنے خیمے نصب کئے۔ خوارج کو اہواز کے قیام کے دوران ہی میں مظلوم ہو گیا تھا کہ عمران کے مقابلے کے لئے جا رہا ہے۔ اور مصعب بھی بصرے سے روانہ ہو چکا ہے۔ لہذا زبیر بن ماحوز نے کہا کہ تم لوگوں کا ان ذلول شخصوں کے درمیان پڑے رہنا درست رائے نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ اب ہم لوگ چل کر ایک سمت سے دشمن کا مقابلہ کریں۔ بسا بریں وہ ان سب کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔ اور سرزمینِ خوبی۔ نہروانات اور انات کو قطع کرتا ہوا۔ مدائن پہنچا جہاں کنز بن شداد قرادی موجود تھا۔ خوارج نے اہل مدائن کو

تاخت و تاراج کیا۔ ان کے مردوں، عورتوں، اور بچوں کو قتل کیا۔ اور حاملہ عورتوں تک کے پیٹ پھاڑ ڈالے۔ کروم وہاں سے بھاگ گیا۔ خوارج وہاں سے روانہ ہو کر سا باط پہنچے۔ اور وہاں بھی حسب سابق آدمیوں کو قتل و غارت کیا۔ بچہ اپنی ایک جماعت کو کرن بھیجا یہاں وہ ابو بکر بن خلف سے مقابل ہوئے۔ اس نے ان سے شدت سے لڑنا شروع کیا۔ آخر ابو بکر مارا گیا اور اس کے آدمی بھاگ گئے۔ اور خوارج نے خوب ہی بربادی اور تباہی پھیلائی۔ یہ حالت دیکھ کر اہل کوفہ اپنے امیر حارث بن ابی ربیعہ الملقب بہ قبیلع کے پاس گئے اور غل بچا کر اس سے کہا کہ چل کر رطو۔ دشمن نے ہم کو تباہ کر دیا ہے۔ اس پر رحم نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ حارث وہاں سے روانہ ہو کر دیر عبد الرحمن پر جا کر مقیم ہوا۔ اور حبيب شہبث بن ربعی نے اگر اس سے کونج کرنے کو کہا تو وہ وہاں سے روانہ ہوا۔ لوگوں نے اس کی کستی دیکھ کر یہ شعر کہا۔ (ترجمہ) :-

”قبیل ہم کوئے کر چلا تو سہی مگر ایسی بے دلی کے ساتھ کہ ایک من چلتا تھا اور ایک مہینہ ٹھیرتا تھا“

آخر وہاں سے چلا۔ مگر بتایا ہی تھا کہ جہاں کہیں وہ منزل کرنا جب تک کہ اس کے آدمی پیچ پیچ کر اس سے وہاں سے چلنے کو نہ کہتے وہاں سے آگے نہ بڑھتا۔ غرض کہ جب وہ تقریباً دس دن کے سفر کے بعد فرات پہنچا تو معلوم ہوا کہ خوارج اس سے قبل وہاں پہنچ کر پل کو توڑ کر براہ کر چکے ہیں۔ خوارج نے وہاں سے سماک ابن یزید نام ایک شخص کو بھی گرفتار کیا تھا جس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی۔ انھوں نے اس لڑکی کو قتل کرنے کے لیے پکڑا۔ اس نے کہا کہ اے مسلمانو! میرا باپ مصیبت زدہ ہے اسے قتل نہ کرو۔ اور میں تو لڑکی ہوں۔ خدا کی قسم نہ میں نے کبھی کوئی برا کام کیا۔ نہ اپنے ہمسائے کو تکلیف دی اور نہ کبھی باہر نکلی۔ آخر حبيب انھوں نے اس کے قتل کا ارادہ کیا تو وہ خود بخود مر کر گر پڑی۔ اور انھوں نے اسے اپنی تلواروں سے پارہ پارہ کر دیا۔ سماک ان کے ہمراہ ہوا۔ جب وہ لوگ صراۃ پہنچے۔ تو اس نے اہل کوفہ سے بجا کر کہا کہ آؤ۔ یہ لوگ تھوڑے سے ہیں۔ اور خبیث ہیں۔ یہ سن کر انھوں نے اس کی بھی گردن مار کر پھانسی پر لٹکا دیا۔ تب ابراہیم ابن اشیر نے غارت

کہا کہ تم میرے ساتھ کچھ آدمی کر دو۔ میں ان کتوں کی طرف جا کر ان سب کے سر کاٹ لاؤں
 شبت۔ اسام بن خاریجہ۔ یزید بن حارث اور محمد بن عمیر وغیرہ نے کہا کہ خدا امیر کا
 بھلا کرے ان سب کو جانے دیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سب ابراہیم کے
 حامد تھے۔ الغرض جب خوارج نے ان لوگوں کی کثرت جماعت کو دیکھا تو انھوں
 نے پل توڑ دیا۔ حارث اس کو غنیمت سمجھ کر وہیں رک گیا۔ پھر ایک جلسہ کیا اور
 یہ تقریر کی :-

”اما بعد :- جنگ میں سب سے پہلے تیروں سے کام لیا جاتا ہے۔ پھر نیزے
 اٹھا کر نیزہ زنی کی جاتی ہے۔ پھر اور بھی زیادہ سختی کے ساتھ نیزہ زنی ہوتی ہے۔ اور
 سب سے آخر میں تلوار نکالی جاتی ہے۔“ ایک شخص نے کہا کہ امیر نے جنگ کی کیفیت
 خوب بیان کی۔ مگر یہ تو فرمائے کہ ہم یہ سب کام کب کریں گے۔ اس وقت ہمارے اور
 ان کے درمیان یہ دریا حائل ہے۔ آپ حکم دیجئے کہ اس کا پل بنا دیا جائے۔ تاکہ ہم
 اُسے عبور کر کے ان لوگوں تک پہنچ جائیں۔ اس کے بعد آپ جو کچھ چاہتے ہیں خدا آپ کو
 وہی دکھلا دیگا۔ اس پر حارث نے پل بند ہو دیا۔ اور لوگوں نے اُسے عبور کر کے
 خوارج کو بھگا دیا۔ جو وہاں سے مدائن پہنچے۔ ان کے بعض سوار پل کے پاس پہنچ کر بھاگ
 میں سمست پڑ گئے۔ اور واپس ہونے لگے۔ حارث نے عبدالرحمن بن مخنف کو چھ ہزار
 سوار وے کر ان کے تعاقب میں روانہ کیا اور کہا کہ ان کو سرزمین کوفہ سے خارج کر دیا جائے۔
 اور یہ کہ جب وہ سرزمین بصرہ میں پہنچیں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ چنانچہ عبدالرحمن بن مخنف
 نے ان کا تعاقب کرنا شروع کیا۔ اور جب وہ لوگ اصغیان پہنچ گئے تو وہ ان سے جنگ
 کیے بغیر واپس آگیا۔ خوارج نے وہاں سے رے کا قصد کیا۔ جہاں یزید بن حارث بن ولیم
 الشیبانی ٹکراں تھا۔ اس نے ان سے جنگ کی۔ مگر اہل رے نے خوارج کی اعانت کی اور
 یزید قتل ہوا۔ اس سے قبل اس کا بیٹا حوشب وہاں سے فرار کر گیا تھا اور اس کے
 باپ نے اسے ہر چند بلایا مگر وہ واپس نہ آیا۔ کسی نے یہ شتم کہا۔ (ترجمہ) :-

”اگر حوشب شریف اور غیر تہمت ہو تا تو عینے بن مصعب کی سی اُس کی موت ہوتی۔“
 مطلب یہ ہے کہ عینے بن مصعب اپنے باپ سے فرار نہیں ہو گیا تھا۔
 بلکہ اسی کے ساتھ لڑتے لڑتے مارا گیا تھا۔ ہو

ایک دن بشر بن مرداس کے پاس یہی حوشب اور عکرمہ بن ربیع بیٹھے ہوئے تھے۔ بشر نے کہا کہ کوئی مجھے ایک تیز رو گھوڑا بتا سکتا ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ ہاں حوشب کا گھوڑا بڑا تیز رو ہے۔ کیونکہ وہ اسی کے ذریعے سے جنگ ریسے کے موقع پر بھاگا تھا اور جان بچائی تھی۔ اسی طرح بشر نے ایک دن کہا کہ مجھے کوئی مضبوط پشت والے خچر کا پتہ دے سکتا ہے؟ تو حوشب نے کہا کہ ہاں واصل بن مسافر کا خچر ایسا ہی ہے۔ (وجود یہ تھی کہ عکرمہ کو واصل بن مسافر کی بیوی سے ہم کیا جاتا تھا) بشر یمن کو نہیں پڑا۔ اور کہنے لگا کہ تم نے انصاف کیا۔ پو

القصہ جب خواجہ ریسے سے فارغ ہوئے تو وہ اصمغان پہنچے اور اس کا محاصرہ کر لیا۔ ان دنوں عتاب بن ورفاء وہاں کا حاکم تھا۔ وہ نہایت دلیری سے ان کے مقابلے میں لڑا۔ وہ تو شہر کے دروازے پر سے ان سے لڑا کرتا اور خواجہ فیصل شہر سے تیرا ورتھر برسیا کرتے۔ عتاب کے ساتھ ابوہریرہ نام حضرت کا ایک باشندہ تھا جو خواجہ پر حملہ کرتا جاتا تھا۔ اور یہ اشد مار پڑھتا جاتا تھا۔ (ترجمہ) :-

اے دوزخ کے کتو۔ تم اس بیسے بھونکنے والے کتے ابوہریرہ کے حملے کو کیا سمجھتے ہو۔ جو دن اور رات تم پر بھونکتا رہتا ہے؟ اور بوا حوزا ورا شرا کے بچے۔ تو میرے اس میدان میں لڑنے کو کیا سمجھتا ہے؟ پو

جب خواجہ عرصے تک یہی سنتے سنتے تنگ آ گئے تو ان میں سے ایک شخص نے چھپ کر اس کے کندھے پر وار کیا۔ اور وہ گر گیا۔ مگر اس کے ہمراہی اُسے اٹھا کر لے گئے۔ انھوں نے اس کا علاج کیا۔ جس سے وہ اچھا ہو گیا۔ اور پھر اپنی پرانی عادت کے مطابق خواجہ کے مقابلے پر پہنچ گیا۔ خواجہ نے اسی طرح کئی ماہ تک ان کا محاصرہ کئے رکھا۔ آخر کار جب ان کی خوراک کا سامان کم ہو گیا اور محاصرہ کی وجہ سے ان کو سختی اور جہد شدید کا سامنا کرنا پڑا تو عتاب نے ان سے کہا کہ اے لوگو۔ تم پر جو جو سختیاں پڑ رہی ہیں اُسے تم خوب جانتے ہو۔ اب ہو گا یہی کہ تم میں سے کوئی شخص بشر پر پڑے پڑے مرے گا۔ اس کا بھائی اس کو دفن کرے گا۔ بشر طیکہ اس میں بھی طاقت ہو۔ پھر وہ بھی مر جائے گا۔ اور کوئی اتنا بھی نہ ہو گا کہ اسے دفن کر دے یا اس پر ناز پڑے دے۔ خدا کی قسم تم لوگ کچھ کم نہیں ہو۔ تم بھی تو بیسے بڑے شہسوار ہو۔

جب تک تم میں قوت و حیات باقی ہے چل کر ان سے لڑو۔ درپہر تم ضعیف ہو جاؤ گے اور اس سختی کی وجہ سے چل بھی نہ سکو گے۔ واللہ بچنے امید ہے کہ تم جی لگا کر لڑو تو تم ضرور فتح مند ہو گے۔ انہوں نے اس کی بات مان لی۔ پو

ابن ماحوز کے قتل اور قطری بن فجارہ کی امارت کا بیان

جب عتاب نے اپنے ہمراہیوں سے خوارج کے مقابلے میں لڑنے کو کہا اور انہوں نے قبول کر لیا۔ تو اس نے لوگوں کو جمع کر کے ان کے لئے بہت سا سامان خوارج اکٹھا کیا۔ اور دوسرے دن بھیج کر شہر سے نکل کر خوارج کے مقابلے کے لئے پہنچا۔ اس وقت خوارج بالکل بے خوف پڑے ہوئے تھے۔ اہل اصفہان نے ان پر حملہ کیا۔ ان کو لشکر سے خارج کر دیا۔ اور ہوتے ہوئے زبیر بن ماحوز تک پہنچ گئے۔ ابن ماحوز چند آدمیوں کو ساتھ لے کر میدان میں اترا اور لڑتا لڑتا مارا گیا۔ اس کے بعد تمام خوارج قطری بن ابیہاء المازنی کے گرد جس کی کنیت ابو نعیم تھی جمع ہو گئے اور اس سے بیعت کر لی پھر عتاب اور اس کے ہمراہیوں نے ان لوگوں کو جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔ آخر قطری زبیر کی فوج کو نے کر اصفہان کو یوں ہی چھوڑ کر روانہ ہوا۔ اور کرمان کے نواح میں پہنچ کر ایک کثیر التعداد جماعت کو جمع کر کے اور مال و زر مہیا کر کے پوری طرح قوی اور مضبوط ہو کر اصفہان سے ہوتا ہوا ہوا ز گیا اور وہیں مقیم ہو گیا۔ اس وقت حارث بن ابی ربیعہ (یعنی عامل بصرہ من جانب مصعب بن زبیر) وہیں تھا۔ اس نے مصعب کو لکھا کہ خوارج آپہنچے ہیں۔ اور سوائے مہلب کے کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ مصعب نے مہلب کو لکھا جو جزیرہ اور موصل کا عامل تھا اور حکم دیا کہ خوارج سے جنگ کرے۔ اس کی جگہ ابراہیم بن اشتر کو موصل بھیج دیا۔ مہلب نے بصرہ پہنچ کر آدمیوں کو منتخب کیا اور ان کو ہمراہ لے کر خوارج کی طرف چلا۔ اُدھر سے خوارج بچتی اس کے مقابلے کے لئے بڑھے۔ دونوں فریق مقام سولاف میں آمنے سامنے ہوئے۔ جہاں آٹھ ماہ تک جنگ ہوتی رہی اور اس قدر سختی سے ہوئی کہ لوگوں نے اس سے پہلے کبھی دیکھی تھی پو

رے کے محاصرے کا بیان

اسی سال مصعب نے اپنے عامل اصفہان عتاب بن زبیر اور تمار الریاحی کو

حکم دیا کہ رست جا کر باشند وں سے جنگ کرے۔ (کیوں کہ انھوں نے اپنے عامل یزید ابن حارث بن رویم کے خلاف خواجه کی مدد کی تھی)۔ اور ان کو اس شہر میں داخل ہونے سے روک دے۔ چنانچہ قتیبہ و ہاں گیا۔ اور ان سے جنگ کی۔ اس وقت فرخان ابن کامیر بنا ہوا تھا۔ عتاب نے متواتر جنگ کرتے کرتے آخر بہ زور شمشیر شہر کو فتح کر لیا۔ اور پھر جو کچھ وہاں مالاوٹ لیا۔ اور گرد و نواح کے تمام قلعے فتح کر لیے۔ اسی سال شام میں اس قدر سخت قحط پڑا کہ اس کی سختی کی وجہ سے لوگ جنگ نہ کر سکے۔

اسی سال عبدالملک بن مروان نے بطنان میں فوج جمع کی جو قنسرین کے قریب واقع ہے۔ اس نے موسم سرما وہیں بسر کیا۔ اور پھر دمشق کو واپس چلا گیا۔

عبید اللہ بن حمر کا حال اور اس کے قتل کا بیان

اس سال عبید اللہ بن حمر الجعفی قتل ہوا۔ وہ بہ لحاظ صلاحیت نفس فیصل و اجتہاد اپنی قوم کے بہترین افراد میں سے تھا۔

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ شروع ہو گئی تو عبید اللہ بن حمر حضرت عثمان غنی سے محبت رکھنے کی وجہ سے امیر معاویہ سے مل گیا۔ اور مالک بن مسیع کے ساتھ صفین میں امیر معاویہ کی طرف ہو کر لڑا۔ عبید اللہ امیر معاویہ کے پاس رہا اور اس کی زوجہ کو فیہ میں لے کر جب عبید اللہ کو غائب ہوئے ایک عرصہ ہو گیا تو اس کی بیوی کے بھائی نے اس (عورت) کا نکاح ایک شخص مسی عکرمہ بن ضبیص کے ساتھ کر دیا۔ جب عبید اللہ کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو وہ شام سے واپس آیا اور حضرت علیؑ کے پاس عکرمہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم ہمارے دشمن سے جا ملے ہو۔ اس لیے یہ عورت تم سے لے لی گئی ہے۔ عبید اللہ نے کہا کہ کیا یہ بات آپ کو مجھ سے انصاف کرنے سے باز رکھتی ہے؟ فرمایا کہ نہیں۔ پھر عبید اللہ نے ان کو اپنا قصہ سنایا اور انھوں نے اس کی زوجہ اس کو واپس دلا دی۔ چونکہ اس وقت وہ حاملہ تھی اس لیے عبید اللہ نے اسے وضع حمل کے وقت تک کے لیے ایک معتبر شخص کے گھر میں رکھ دیا بعد میں

جو کچھ پیدا ہوا اس کو مگر اس سے منسوب کیا گیا۔ اور عبید اللہ کہ اس کی زوجہ والہ پس
 ۱۰۰ گئی۔ عبید اللہ شام کو واپس چلا گیا۔ اور حضرت علی کی شہادت تک وہیں مقیم
 رہا۔ جب وہ شہید ہو چکے تو عبید اللہ کو فتنے کو واپس آگیا۔ اور اپنے بھائی بندوں سے
 کہنے لگا کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی شخص کا علی کی اختیار کرنا اس کے لئے سود مند ہے۔
 ہم لوگ شام میں رہتے تھے اور ہم نے امیر معاویہ کو ایسا ایسا کرتے دیکھا ہے۔ انہوں
 نے کہا کہ حضرت علیؓ کے ہاں بھی تو امور کی ایسی ویسی ہی حالت تھی جب امیر معاویہ
 کا انتقال ہو گیا اور امام حسینؓ کی شہادت کا زمانہ آیا تو عبید اللہ ان کے قاتلوں میں
 شامل نہیں ہوا۔ بلکہ وہ دیدہ و دانستہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ آخر جب امام حسینؓ
 شہید ہو گئے اور ابن زیاد نے اشراف کو فتنہ کو تلاش کیا تو عبید اللہ کو نہ پایا۔ جوئی
 دن کے بعد اس کے پاس گیا۔ ابن زیاد نے پوچھا کہ اے ابن عمر تم کہاں تھے؟ کہا کہ
 میں بیمار تھا۔ پوچھا کہ تم کو دل کی بیماری تھی یا جسم کی؟ عبید اللہ نے کہا کہ میرا دل
 کبھی مریض نہ تھا۔ اور میرے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے عافیت
 کے ساتھ رکھا۔ ابن زیاد نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ بات یہ ہے کہ تم ہمارے دشمن کے
 ساتھ تھے۔ کہا کہ اگر میں ان کے ساتھ ہوتا تو ضرور کہیں نہ کہیں دیکھائی دیتا۔ ابن
 زیاد ذرا غافل ہوا تو وہ وہاں سے نکل کر اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔ ابن زیاد
 نے اسے طلب کیا تو کہا گیا کہ وہ ابھی سوار ہو کر کہیں گیا ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ
 اُسے میرے پاس پکڑ لاؤ۔ چنانچہ اہل شرط نے اُسے جا پکڑا اور کہا کہ امیر کے پاس
 چلو۔ عبید اللہ نے جواب دیا کہ اس سے میری طرف سے کبہہ روکہ میں اس کے پاس
 مطیع ہو کر کبھی نہ آؤں گا۔ اور یہ کہہ کر اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا اور سیدھا احمد بن
 زیاد اللطائی کے مکان پر پہنچا۔ وہاں اس کے تمام اصحاب اس کے پاس جمع ہو گئے۔
 پھر وہ وہاں سے روانہ ہو کر بلا گیا۔ اور امام حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کے قتل
 گاہوں کو دیکھ کر ان کے لئے دعائے استغفار کی۔ پھر مدائن کو چلا گیا اس موقع پر
 اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) ۱۔

۱۱۔ اے غدار ابن غدار۔ تو نے حسینؓ بن فاطمہؓ سے جنگ کی ہے۔ میرا نفس

مجھ کو اس کو چھوڑ کر علیہ ہو جانے اور اس کم بخت وعدہ شکن شخص سے بیعت کرنے

پر ملامت کرتا ہے۔ مائے افسوس کہیں اس کے مددگاروں میں نہ ہوں۔ ناں اگر تمام جائیں بھی فنا کر دی جائیں تب بھی اس کے خون کا حق ادا نہ ہو گا۔ گو کہ میں اس کے حامیان امر میں سے نہ تھا۔ پھر بھی مجھے حسرت ہے کہ میں اس کے ساتھ رہنے والوں سے علیحدہ نہ ہوں۔ جن لوگوں نے اس کی امداد میں سرعت سے کام لیا۔ خدا کرے کہ دائمی بارش ان کی ارواح کو سیراب کرے۔ میں ان لوگوں کی قبروں کے پاس اور ان کے میدان جنگ میں کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ میرے دل و جگر پھٹ کر باہر نکل پڑیں اور میری آنکھیں آنسو بہاتی تھیں مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ وہ لوگ آتش جنگ کو بھڑکانے والے تھے۔ وہ شیر تھے اور اپنے آدمیوں کی حمایت میں سرعت کے ساتھ جنگ میں شامل ہونے والے تھے۔ وہ پھار کے تند و خونخوار شیر اپنے نبی (صلعم) کے نواسے کی مدد کے لئے اپنی تلواریں لے لے کے نکل پڑے۔ اگر وہ سب قتل بھی ہو گئے ہیں تاہم ابھی روئے زمین پر ہر نفس میں ایک بقیہ رہ گیا ہے جس کی وجہ سے وہ سرنگوں ہو گیا ہے۔ دیکھنے والوں نے سبھی ان سے بہتر سردار اور بہتر ان قوم نہیں دیکھے جو اس طرح موت کا مقابلہ کرتے ہوں۔ تم گوان کو ظلم سے قتل کرتے ہو۔ پھر ہماری دوستی کی امید رکھتے ہو۔ تم ایسی امیدوں کو چھوڑ دو جو ہماری شان کے شایاں نہیں ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے۔ کہ تم نے جو ان لوگوں کو قتل کر کے ہم کو ذلیل و خوار کیا ہے اس لئے ہم میں سے بہت سے مرد اور عورتوں کو تم سے دشمنی ہو گئی ہے۔ مجھے بار بار یہ خیال آتا ہے کہ میں ایک لشکر جرار ہمراہ لے کر اس جماعت کی گونہ مالی کے لئے جاؤں جو حق سے برگشتہ ہو گئی ہے۔ مجھ سے بچے رہنا۔ ورنہ میں ایسے ایسے دستہ ہائے فوج سے تم کو سزا دوں گا جو تم پر دیا ملے سے بھی زیادہ سختی کریں گے۔“

ابن حُروریائے ذات کے کنارے پر اپنے قیام گاہ میں مقیم رہا۔ تا آنکہ یزید نے انتقال کیا۔ اور فتنہ و فساد برپا ہو گیا۔ ابن حُر نے کہا کہ میں نہیں دیکھتا کہ کوئی ویش شخص انصاف کر رہا ہے۔ شریعوں کی اولاد کہا ہے؟ یہ سن کر تمام سرکش اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر وہ مدائن گیا اور جس قدر مال و زر بادشاہ کے لئے جمع کیا گیا تھا اس میں سے اپنا اور اپنے اصحاب کا حصہ

نکال لیا۔ اور ہر صاحب مال کے نام رقبے لکھ دئے۔ پھر اسی طرح اس سنے پر گنت کی مال گزاری سے وصول کرنا شروع کیا۔ مگر اس نے کسی شخصی دولت پر ہاتھ نہ ڈالا۔ وہ اسی حالت میں زندگی بسر کرتا رہا۔ تا آنکہ مختار کا ظہور ہوا۔ اور اس نے سنا کہ سواد میں کیا ہو رہا ہے۔ اس پر مختار نے عبید اللہ کی زوجہ کو قید کر دیا۔ عبید اللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کونے پہنچا اور قید خانے کا دروازہ توڑ کر نہ صرف اپنی زوجہ کو بلکہ تمام مقیدہ عورتوں کو دواں سے نکال لایا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

”اے ام تو بہ۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے۔ میں ایک فہسوار ہوں اور بنو منیج کے حقوق کا حامی و نگہبان ہوں۔ اور میں نے چاشت کے وقت ہر حامی عہد نو جوان اسلحہ پورا کو ساتھ لے کر قید خانے پر یورش کی؟ جب تک کہ ہم نے مہوش اور چاق چوبند پیشانیوں کو اور ہر مجبور کے ان نرم و نازک پھولے ہوئے گالوں کو نہیں دیکھا لیا ہم قید خانے کے پاس سے نہیں ہٹے۔ زندگی ہی کیا ہے اگر جس طرح ہم جنگ سے پہلے رہا کرتے تھے اسی طرح تمہارے پاس بے خوف اور امن کے ساتھ نہ آئیں۔ میں تمہارے قید ہو جانے کی وجہ سے بالکل منہ بگاڑ گیا تھا۔ اور جیسا کہ تم دیکھتی ہو اب بھی غم گین ہوں“

یہ ایک طویل نظم ہے۔ غرض کہ عبید اللہ مختار کے عمال و اصحاب کے ساتھ طرح طرح کی حرکتیں کرتا رہا۔ ہمدان میں اس کا جو گھر تھا اسے جلا دیا گیا اور اسکی جائیداد کو لوٹ لیا۔ عبید اللہ نے اسکے بدلے میں ہمدانیوں کی تمام جائیداد کو جا کر لوٹ لیا۔ وہ مدائن جاتا اور فوجی کے عمال کے پاس سے گذرتے ہوئے ان کا تمام مال و اسباب اس سے لے لیتا اور پہاڑ کی طرف چل دیتا۔ مختار کے قتل تک اس کی یہی حالت رہی۔

ایک بیان یہ بھی ہے کہ اس نے پہلے اپنی علیحدگی کے بعد مختار سے بیعت کر لی تھی۔ مختار نے اس پر حملہ کر کے اس کو اپنے قابو میں لانے کا ارادہ کیا تھا۔ لیکن ابن اشتر کی وجہ سے رک گیا۔ پھر عبید اللہ ابن اشتر کے ہمراہ موصل گیا۔ مگر ابن زیاد سے جنگ کرنے کے وقت مرض کا بہانہ کر کے اس میں شامل نہ ہوا۔ پھر ابن اشتر سے جدا ہو کر انبار گیا۔ اور اس پر حملہ کر کے اس کے بیت المال میں سے سب کچھ نکال لے گیا۔

اس کے اس فعل پر مختار نے اس کے مکان کو منہدم اور اس کی زوجہ کو گرفتار کرنے کو حکم دیا۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ پھر وہ مصعب کے ساتھ مختار کے خلاف جنگ اور اس کے قتل میں شریک ہوا۔ جب مختار قتل ہو گیا تو لوگوں نے مصعب سے اس کی دوسری ولایت کے زمانے میں کہا کہ ہم اس بات سے بے خوف نہیں ہیں کہ عبید اللہ بن حرثک پر چڑھ دوڑے۔ جیسا کہ وہ مختار اور ابن زیاد کے ساتھ کیا کرتا تھا۔ چنانچہ مصعب نے اسے قید کر دیا۔ اس پر عبید اللہ نے اشعار کہے۔ (ترجمہ) ذ۔

اے کون ہے جو جو اس مردوں کو یہ خبر پہنچا دے کہ ان کے اس بھائی کے سامنے ایک سخت دروازہ اور دربان حائل ہیں۔ وہ ایسے مقام میں ہے جس پر وہ راضی نہ تھا۔ جب وہ کھڑا ہوتا ہے تو اس کے پاؤں کی بیڑیاں اسے تکلیف دیتی ہیں جن کو اسے کھینچنا پڑتا ہے۔ اس کی پنڈلی پر ٹخنے کے اوپر ایک سیاہ ٹھوس اور سخت چیز ہے جو چلتے وقت اس کے پاؤں کو سختی سے جکڑ دیتی ہے اور قدم کو اٹھنے نہیں دیتی۔ یہ سب میرے سخت جرم کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ بات یہ ہے کہ کسی بغل خور کی محض افراط و تفریط پر مبنی ہے۔ حالانکہ وسیع و عریض زمین میں میرے لئے کہیں چلے جانے کی جگہ تھی۔ وہ کونسا انسان ہے جس کے لئے جانے آنے کی جگہ نہ ہو؟

پھر کہا کہ۔ (ترجمہ شعر) :-

اے کس مصیبت یا کس نعمت کی وجہ سے ہے کہ مسلم اور مہلب میرے سامنے آتے ہیں؟

اس کی مراد مسلم بن عمرو والد قتیبہ اور مہلب ابن ابی صفوسہ ہے۔ عبید اللہ نے بنو ندج کے چند اشراک سے کہا کہ وہ جا کر مصعب کے پاس اس کی سفارش کریں۔ پھر بنو ندج کے نوجوانوں کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم سب ہتیار لگا لو اور چھپا لو۔ اگر مصعب نے ان سفارش کرنے والوں کی سفارش کو قبول کر لیا تو کسی سے تعرض نہ کرنا اور اگر اس نے سفارش قبول نہ کی تو سیدھے قید خانے کی طرف آؤ۔ میں اندر سے تمہاری مدد کروں گا۔ ان اہل ندج نے مصعب کے

پاس جا کر عبید اللہ کی سفارش کی۔ مصعب نے قبول کر کے اُسے رہا کر دیا۔ اور عبید اللہ اپنے مکان کو واپس چلا گیا۔ لوگ اس کے پاس تہنیت کے لئے گئے تو اس نے کہا کہ اس امر کی صلاحیت صرف گزشتہ خلافتِ اربعہ ہی میں تھی۔ ہم کو کج کل ان کا کوئی ہمسرہ نظر نہیں آتا جس کے ہاتھ میں ہم اپنے امور کی زمام دے دیں۔ اگر وہ ایسا کیا یا ہے تو ہم کس وجہ سے کسی کی بیعت کا طوق اپنی گردنوں میں ڈالیں۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ نہ ہمارا مقابلہ کرنے میں ہم سے زیادہ دلیر و شجاع ثابت ہوتے ہیں اور نہ ہم سے زیادہ کسی کو روکنے کی طاقت ان میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کے لئے کسی مخلوق کی اطاعت کرنی نہیں چاہیے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ سب لوگ نافرمان اور مخالف ہیں۔ ان کی دنیا قوی اور آخرت ضعیف ہے۔ پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان کے لئے ہماری حرمت حلال ہو۔ حالانکہ ہم خلیلہ۔ قادسیہ۔ جلولاء۔ اور نہاوند کے میدان لے جنگ کے کارائز مودہ لوگ ہیں اور نیروں کو اپنے سینوں اور تلواروں کو اپنی پیشانیوں پر روک چکے ہیں۔ مگر پھر بھی وہ ہمارے حق کو نہیں پہچانتا اور ہماری فضیلت کو نہیں سمجھتا۔ لہذا اب تم اپنے اہل و عیال کی طرف سے جنگ کرو۔ میں نے تمہارے لئے صورتِ احوال کو آسان کر دیا ہے اور ان لوگوں سے دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ اب تمام قوت و طاقت اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ اس کے بعد اس نے کوفہ سے نکل کر ان لوگوں سے جنگ و غارت کا بازار گرم کیا۔ اس کے جواب میں مصعب نے سیف بن ابی المرادی کو اس کے پاس بھیجا اور بادریہ وغیرہ مقامات کے خراج کو اس کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا۔ بشرطیکہ وہ اطاعت قبول کرے۔ مگر عبید اللہ نے اطاعت منظور نہ کی۔ پھر مصعب نے ابرو بن قرۃ الریاحی کو اس کے مقابلے کے لئے بھیجا۔ اس نے عبید اللہ سے جنگ کی۔ مگر شکست کھائی اور عبید اللہ نے اس کے چہرے پر تلوار کا وار کیا۔ مصعب نے حرث بن یزید کو بھی جنگ کے لئے بھیجا تھا۔ مگر عبید اللہ نے اُسے قتل کر دیا۔ اس کے بعد مصعب نے حجاج بن جریہ الحشمی اور مسلم بن عمر کو بھیجا۔ جس نے اس سے دریائے حصر پر جنگ کی۔ مگر شکست کھائی۔ تب مصعب نے عبید اللہ کو انعام و امان کا پیغام بھیجا اور یہ بھی وعدہ کیا

کہ وہ جس شہر کی ولایت طلب کرے گا دے دی جائے گی۔ مگر اس نے اُسے قبول نہ کیا بلکہ وہاں سے نہ سہی کی طرف گیا۔ جہاں کا دہقان وہاں سے زراعتی زمین کا تمام مال و زرے کر فرار کر گیا۔ عبید اللہ بن حریث نے اس کا تعاقب کیا جس کے دوران میں وہ عین تمریر سے گذرا جس پر بسطام بن معقلہ بن ہبیرۃ الشیبانی حکمران تھا اور وہ دہقان اسی کے پاس پناہ گزیں ہوا تھا۔ وہ سب لوگ عبید اللہ کے مقابلے کے لئے نکلے اور اس سے لڑتے لگے۔ اس اثناء میں حجاج بن جابرۃ کشتی بھی آپہنچا۔ اور عبید اللہ پر حملہ آور ہوا مگر عبید اللہ نے اُسے اور بسطام بن معقلہ اور ان دونوں کے علاوہ اور بھی بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر اپنے اصحاب میں سے چند آدمیوں کو بھیج کر وہ تمام زر و مال منگوا لیا جو دہقان کے قبضے میں تھا۔ اور ان قیدیوں کو بھی رہا کر دیا ۲

بعد ازاں عبید اللہ تکریت گیا اور خراج وصول کرتا رہا مصعب نے ابرو بن قرقۃ الریاحی اور جون بن کعب الہمدانی کو ایک ہزار آدمی دے کر روانہ کیا۔ اور مہلب بن یزید بن منفل کے ہمراہ پانچ سو آدمی بھیج کر ان کو کمک دی۔ عبید اللہ سے اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ اب آپ کے مقابلے کے لئے ایک جماعت کثیر آگئی ہے۔ ان سے جنگ نہ کیجئے۔ اس کے جواب میں اس نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

”میری قوم مجھے قتل ہو جانے سے ڈراتی ہے۔ حالانکہ میں صرف اسی وقت مرد نہ گا جب کہ وقت مرگ آئے گا۔ اسے کاش کہ میرے اپنے اطراف کے ذریعے سے ہم کو غنا سے قریب کر دیتے تاکہ ہم کریموں کی طرح سخاوت کریں۔ ہم سے سوال کیا جائے اور ہم سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقر محتاج کو ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔ اور غنا میں علو اور تجل ہے۔ اور یہ کہ اگر تم خطر سے میں نہ بڑھو گے تو تم اپنے مال کے ذریعے وہ چیز حاصل نہیں کر سکتے جو دوست کو رضامند اور تم کو صاحب فضیلت بنائے“

عبید اللہ نے ان سے دو دن جنگ کی۔ حالانکہ اس کے پاس صرف تین سو آدمی تھے۔ شام کے وقت طرفین علیحدہ ہوئے۔ اور عبید اللہ تکریت سے

روانہ ہوا۔ اس نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ میں اب تم کو عبدالملک بن مردان کی طرف لیے جاتا ہوں۔ تیار رہو۔ مجھے خوف ہے کہ میں مصعب اور اس کے آدمیوں کو ڈرانے سے پہلے مر جاؤں۔ غرض کہ وہ کوفہ کی طرف روانہ ہو کر کسک پہنچا اور اس کے بیت المال میں سے مال اپنے ہمراہ لے کر کوفہ گیا اور صام جریہ میں خیمہ زن ہوا۔ مصعب نے عمر بن عبید اللہ بن محرز کو اس کی طرف بھیجا اور دونوں میں جنگ ہوئی۔ پھر وہ دیر عور گیا۔ جہاں حجار بن ابجر نے مصعب کی طرف سے اس پر حملہ کیا۔ مگر وہ منہزم ہوا۔ جس پر مصعب نے اسے سب و شتم کیا اور جون بن کعب الہمدانی اور عمر بن عبید اللہ بن محرز کو اس کی مدد کے لئے روانہ کیا اور یہ تینوں مل کر عبید اللہ سے جنگ کرنے لگے۔ جس کے دوران میں گو عبید اللہ ابن حرقہ کی فوج میں اکثر آدمی مجروح ہوئے اور بہت سے گھوڑے مارے گئے تاہم حجار کو شکست ہوئی۔ مگر حجار نے پھر واپس ہو کر لڑنا شروع کیا۔ شام تک سخت لڑائی ہوتی رہی۔ اور ابن حرقہ نے سے روانہ ہو گیا۔ مصعب نے یزید بن حارثہ بن رویم الشیبانی کو (جو اس وقت مدائن میں تھے) ابن حرقہ سے جنگ کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس نے اپنے بیٹے حوشب کو پہلے ہی آگے روانہ کر دیا جو مقام باجسک پر عبید اللہ بن حرقہ سے مقابل ہوا۔ عبید اللہ نے اسکو شکست دی اور ان کی فوج میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔ پھر ابن حرقہ اپنا بیٹا۔ جہاں لوگ اس کے مقابلے کی تاب نہ لا کر قلعہ گزیرین ہو گئے۔ عبید اللہ وہاں سے بھی چلا گیا۔ پھر مصعب نے جون بن کعب الہمدانی اور بشیر بن عبید اللہ الاسدی کو روانہ کیا۔ جون حوالا یا اور بشیر ناہر امین مقیم ہوا۔ ابن نے بشیر سے جنگ کی جس میں بشیر قتل ہوا۔ اور اس کے ہمراہیوں کو نہریت ہوئی۔ پھر عبید اللہ ابن حرقہ نے حوالا یا میں جا کر جون کا مقابلہ کیا۔ وہاں عبدالرحمن بن عبد اللہ بھی اس سے جنگ کرنے کے لئے آ پہنچا۔ مگر وہ بھی مارا گیا اور اس کے ہمراہی پیٹھ دکھا گئے۔ پھر بشیر بن عبد الرحمن بن بشیر البعلی نے اس سے مقام سوراہ میں سخت جنگ کی۔ مگر اسے وہاں سے واپس جانا پڑا۔ اور ابن حرقہ نے علاقے میں مقیم رہ کر خراج وصول کرتا اور حملہ آور ہوتا رہا۔

اس کے بعد عبید اللہ بن حرقہ عبدالملک بن مردان کے پاس چلا گیا

جس نے اس کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔ اُسے اپنے پاس تخت پر جگہ دی اور اُسے ایک لاکھ درہم دیئے اور اس کے ساتھیوں کو مال و متاع عطا کیا۔ ابن حمر نے عبید الملک سے کہا کہ آپ کچھ فوج میرے ہمراہ کر دیں تاکہ میں مصعب سے لڑ سکوں۔ اس نے جواب دیا کہ تم اپنے آدمیوں کو ساتھ لے جاؤ۔ اور ان کے علاوہ جس جس کو بلا سکو بلا لو۔ میں بھی تم کو آدمیوں سے مدد دوں گا۔ چنانچہ عبید اللہ اپنے آدمیوں کو لے کر کونے کی طرف روانہ ہوا۔ اور انبار کی طرف ایک قریب میں مقیم ہوا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس سے کونے جانے کی اجازت مانگی۔ اس نے اجازت دی اور کہا کہ میرے آدمیوں کو میرے آنے کی خبر دو تاکہ وہ میری مدد کے لئے آسکیں۔ یہ خبر قیسیدہ کو ملی تو وہ لوگ ابن زبیر کے عامل کو فہ حارث بن ابی ربیعہ کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ ان کے ساتھ ایک فوج روانہ کر دے تاکہ وہ عبید اللہ سے جنگ کر سکیں۔ اور خصوصاً اس وقت کہ عبید اللہ کے اصحاب اس سے علیحدہ ہو چکے تھے۔ حارث نے ان کے ساتھ ایک لشکر جرار روانہ کیا۔ اور ابن حمر سے مقابلہ ہوا۔ ابن حمر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ ٹھیکے ہیں اور یہ لشکر کا لشکر ہے اور ہم کو ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ تاہم میں ان کو چھوڑ دوں گا نہیں۔ کیونکہ ان پر یہ شعر پڑھتے ہوئے حملہ کیا۔ (ترجمہ) :-

اے آج میری لوٹ مار مجھ سے فوت ہو گئی ہے اور میرے معتبر آدمی اور دوست غیر حاضر ہیں

وہ لوگ بھی اس پر پل پڑے اور اس کے آدمیوں کو چیرتے پھاڑتے خود اسے قید کرنے کے لئے آگئے بڑے مگر ایسا نہ کر سکے۔ عبید اللہ نے اپنے آدمیوں کو چلے جانے کا حکم دیا۔ وہ چلے گئے اور کسی نے ان سے تعرض نہ کیا۔ پھر وہ تن تنہا لڑنے لگا۔ باہلہ کا ایک شخص جس کی کنیت ابو کدیر تھی اس پر نیزے سے حملہ آور ہوا۔ اور ساتھ اور لوگ بھی اس پر تیر بربانی لگے۔ مگر اس کے قریب کوئی نہ جاتا تھا۔ عبید اللہ بھی برابر یہی کہے جاتا تھا کہ یہ تیر ہیں یا چرنے کے تھکے؟ آخر کار جب وہ زخموں سے بالکل بے بس ہو گیا تو قریب ہی پانی

ایک راستہ کی طرف بھاگ کر گیا اور اس میں داخل ہونا چاہا۔ مگر گھوڑا اس کے اندر نہ گیا۔ وہ ایک کشتی میں سوار ہو گیا۔ جس کا ملاح اس کو فرات کے درمیان تک لے گیا۔ اتنے میں غنیم کے سوار آپہنچے۔ اس کے ساتھ اس کشتی میں چند بنی بھی تھے۔ انہوں نے ان لوگوں سے کہا کہ اس کشتی میں امیر المومنین کا ایک مطلوب شخص ہے۔ اگر وہ تم سے بچ گیا تو ہم تم کو قتل کر دینگے۔ یہ سن کر ابن حریثی میں کو دو جانے کے خیال سے اٹھا۔ مگر ایک عظیم الجثہ شخص نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ اس وقت اس کے زخموں سے خون جاری تھا۔ باقی آدمی بھی اسے زد و کوب کرنے لگے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ لوگ اسے پکڑ کر قیدیہ کے پاس لے جاتے ہیں تو جو شخص اس کے پاس کھڑا تھا اسے اپنے ساتھ لے کر پانی میں کود پڑا۔ اور دونوں کے دونوں غرق ہو گئے۔

عبد اللہ بن حریث کے قتل کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے کہ وہ کوفہ میں مصعب بن زبیر کے پاس رہتا تھا۔ مگر اس نے دیکھا کہ مصعب اس پر اور لوگوں کو ترجیح دیتا ہے۔ اس لیے اس نے عبد اللہ بن زبیر کو ذیل کے اشعار لکھے جن میں وہ مصعب پر عتاب کرتا ہے اور عبد الملک بن مروان کے پاس چلے جانے کی دہلی دیتا ہے۔ (ترجمہ) :-

امیر المومنین کو میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دو۔ اور میں کسی قبیلہ پر قائم نہیں ہوں کہ ان کو اس سے شک گذرے۔ کیا یہ حق ہے کہ مجھ پر جفا کی جائے۔ اور مصعب ایک ایسے شخص کو وزیر بنالے جس کے بارے میں اس سے جھگڑتا تھا؟ یہ کس طرح جانتا ہو سکتا ہے حالانکہ میں نے اپنی بیعت کا حق دے دیا ہے اور میرا حق تم پر قائم رہتا ہے اور اسی کا میں تم سے مطالبہ کرتا ہوں۔ میں نے تم کو ایسی ایسی باتوں سے آزمایا ہے کہ جن کو ضائع نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے تمہاری غنچواری کی اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ جس کے مراتب بہت سخت ہیں۔ جب تمام ملک روشن ہو گیا۔ تمام دشمن مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور ملک عراق کی تمام اشیاء مرغوبہ پر اس کا قبضہ ہو گیا۔ تو مصعب نے مجھ پر یہ ظلم ڈھانا شروع کیا۔ حالانکہ اگر اس کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو ہم میں ایسے تعلقات ہو جاتے کہ میں اس پر کبھی عتاب نہ کرتا۔ مجھ کو

مصعب کی اس حرکت پر شک ہوتا ہے کہ وہ ہمارے سب دشمنوں کو اپنا دوست سمجھتا ہے۔ اور اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں ایسا پانی نہ پیونگا جو پینے والوں کی کثرت سے گدلا ہو گیا ہو۔ ہر شخص کے لئے وہی چیز مقرر ہے جس کی طرف اُسے خدا پہنچاتا ہو۔ اور جو کتاب تقدیر میں کاتب تقدیر نے لکھ دیا ہو۔ جب میں ورداء پر کھڑا ہوتا ہوں تو وہ مسلم کو تو داخل کر لیتا ہے اور اس کا حاجب مجھے اندر جانے سے روک دیتا ہے۔“

اس بنا پر مصعب نے اُسے قید کر دیا۔ اس کے علاوہ جس کے زمانے میں اس نے کئی مرتبہ مصعب پر اسی طرح عتاب کیا۔ اس کے بعد اس نے ایک اور قصیدہ کہا جس میں قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ مثلاً۔ (ترجمہ شعر) :-

”کیا تم نے بنو قیس عیلان کو نہیں دیکھا کہ ان کی ڈاڑھیاں کیسی چمکتی ہیں۔ اور ان کے نیزے چرخوں کے تھکوں سے بھی بڑھے ہوئے ہیں؟“

زفر بن حارث الکلابی نے مصعب سے کہا بھجوا کہ میں نے ابن زرقاء (یعنی عبدالملک بن مروان) سے جنگ کرنے میں تمھاری مدد کی ہے۔ اور اب یہ ہو رہا ہے کہ ابن حمر بنو قیس عیلان کی ہجو کرتا ہے۔ اس پر بنو سلیم کے چند آدمیوں نے ابن حمر کو قید کر لیا۔ تو ابن حمر نے کہا کہ میں نے وہ شعر نہیں کہا تھا بلکہ یہ شعر کہا تھا۔ (ترجمہ) :-

”کیا تم نے قیس بن عیلان کو نہیں دیکھا کہ کس طرح اپنے نیزے اور قبائل کے ساتھ ہماری طرف آئے؟“

آخر ان میں سے عیاش نام ایک شخص نے اُسے قتل کر دیا۔

متعدد واقعات کا بیان

کہتے ہیں کہ اس سال عرفات میں چار جھنڈے آئے۔ (۱) ابن الحنفیہ اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۲) ابن زبیر اور ان کے اصحاب کا جھنڈا۔ (۳) بنو امیہ کا جھنڈا۔ اور (۴) نجد و حروری کا جھنڈا۔ مگر ان کے آپس میں کسی قسم کی جنگ یا فتنہ برپا نہیں ہوا۔ خصوصاً ابن حنفیہ کی جماعت سب میں زیادہ صلح جو تھی۔

اس سال ابن زبیر کی جانب سے جابر بن اسود بن عوف عامل مدینہ اور ان کا
بھائی مصعب عامل کوفہ و بصرہ تھا۔ کوفہ کے عہدہ قضا پر عبد اللہ بن عقبہ بن مسعود
بصرہ میں ہشام بن ہبیرہ اور خراسان میں عبد اللہ ابن خازم تھے۔ اور عبد الملک
ابن مروان شام میں ابن زبیر سے مقابلہ کر رہا تھا۔ بکو
۶۸ھ میں عبد اللہ بن عباس نے ۴۴ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بکو
اسی سال (اور بقول بعض ۶۷ھ میں) عدی بن حاتم طائی نے ایک
سو بیس برس کی عمر میں انتقال کیا۔ بکو
اسی سال ابو واقد اللیثی یعنی حارث بن مالک نے بھی انتقال کیا اور
ابو شریح الکلبی [شرح شین مجہ سے ہے] اور عبد الرحمن بن حاطب بن ابی بکثہ نے
بھی۔ مؤخر الذکر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
زمانے میں پیدا ہوئے تھے بکو

۶۹ھ کے واقعات

عمر بن سعید الاشقر کے قتل کا بیان

اس سال عمرو بن سعید عبد الملک بن مروان کا مخالف ہو گیا۔ اور
دمشق پر قبضہ کر بیٹھا۔ اس لئے عبد الملک نے اُسے قتل کر دیا۔ ایک روایت یہ ہے
کہ یہ واقعہ ۶۸ھ میں پیش آیا۔ بہر حال اس کا سبب یہ ہوا کہ قنسرین سے واپس
آنے کے بعد عبد الملک جب تک خدا نے چاہا دمشق میں رہا۔ اس کے بعد وہ
قرقیسیا جانے کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ جہاں زفر بن ہارث الکلابی حکمران
تھا۔ عمرو بن سعید بھی عبد الملک کے ہمراہ تھا۔ جب عبد الملک حلب کی وادی
میں پہنچا تو ایک رات کو عمرو و حمید بن حریش الکلبی اور زہیر بن ابرو الکلبی کو
ہمراہ لے کر واپس ہو گیا۔ اور دمشق چلا گیا۔ جہاں عبد الرحمن بن امیہ الحکم الشافعی
حاکم تھا جس کو عبد الملک و ماں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ گیا تھا۔ عبد الرحمن تو
عمرو بن سعید کی واپسی کا حال سن کر واپس سے فرار کر گیا۔ اور عمرو نے اس میں دخل
ہو کر اس پر اور اس کے خزانہ پر اپنا قبضہ جا لیا۔ اور ابن امیہ الحکم کے مکان کو منہدم

کر کے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا۔ ان کو طرح طرح کی آرزوئیں لائیں۔ اور وعدے کئے۔ اور صبح دوسرے دن عبدالملک نے صبح اٹھ کر عمر کو نہ یا یا تو اس سے متعلق سوال کیا۔ اس کو بتایا گیا تو وہ دمشق واپس آیا۔ اور کئی دن تک اس سے جنگ کرتا رہا۔ جب عمرو نے حمید بن حریث کو سواروں کے ہمراہ اپنے ساتھ لیا تو عبدالملک نے سفیان بن ابرہہ الکلبی کو اس کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور جب عمرو نے زمیر بن ابرہہ کو اپنے ساتھ لیا تو عبدالملک نے حسان بن مالک بن جحل کو جنگ کے لئے بھیجا۔ بعد میں عبدالملک اور عمرو میں صلح ہو گئی۔ اور خط و کتابت کے بعد عبدالملک نے اسے امان دی پھر عمرو سواروں کو ہمراہ لیکر عبدالملک کی طرف گیا۔ اس کے گھوڑے نے عبدالملک کے خیمے کی طنابوں میں اٹک کر ٹھوکر لی جس سے سر پرہ گر گیا۔ پھر وہ عبدالملک کے پاس اندر گیا۔ اور دونوں یکجا جمع ہو گئے۔ اور عبدالملک جمعرات کے دن دمشق میں داخل ہو گیا۔ داخل ہونے کے چار دن بعد اس نے عمرو کو پیغام بھیجا کہ میرے پاس آؤ۔ اس سے قبل عبدالملک نے کرب بن ابرہہ حمیری سے عمرو کے قتل کے بارے میں مشورہ کیا تھا۔ کرب نے کہا کہ مجھے اس بارے میں نہ کسی قسم کے نقصان کا احتمال ہے اور نہ فائدے کا۔ بنو حمیر تو بلا شک ہو ہی گئے ہیں۔ جب عبدالملک کا قاصد عمرو کے پاس پہنچا تو اس نے عمرو کے پاس عبداللہ بن یزید بن معاویہ کو بھی بیٹھے پایا۔ اس نے عمرو سے کہا کہ اے ابو امیہ تم مجھے میری سمع دہلے سے بھی زیادہ عزیز ہو۔ میری رائے یہ ہے کہ تم عبدالملک کے پاس نہ جاؤ۔ عمرو نے پوچھا کیوں؟ کہا کہ اس لئے کہ کعب الاحباب کی بیوی کے بیٹے تبیج سے پیشینگوئی کی ہے کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ایک بڑا شخص واپس آکر دمشق کے دروازے بند کر لیگا۔ پھر وہاں سے نکل جائیگا اور تھوڑے ہی عرصے میں قتل کر دیا جائیگا عمرو نے کہا کہ خدا کی قسم اگر میں سو بھی رہا ہوں تو بھی ابن زرقاء (یعنی عبدالملک) مجھے قتل نہیں کر سکتا۔ اور نہ مجھے حرث کر سکتا ہے مگر میں نے کل حضرت عثمان کو خواب میں دیکھا کہ انھوں نے مجھے اپنی قمیص پہنا دی ہے۔ عبداللہ بن یزید نے عمرو کی بیٹی سے شادی کی تھی۔ العزیز اس کے بعد عمرو نے قاصد سے کہا کہ میں آج شام کو آؤں گا۔ شام ہوئی تو عمرو نے ایک زرہ پہن کر اس پر ایک عبا پہن لی۔ اور تلوار لگالی۔

اس وقت حمید بن حرث الکلبی اس کے پاس موجود تھا۔ جب عمرو دان سے چلا تو
 فرش میں ٹھوکر لگی۔ حمید نے کہا کہ خدا کی قسم اگر تم میری بات مانو تو عبد الملک کے
 پاس نہ جاؤ۔ اس کی بیوی بکلیہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ مگر عمرو نے کچھ التفات نہ کیا۔
 اور اپنے ایک سو موالی کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ وہاں عبد الملک نے بھی بنو مردان
 کو اپنے پاس جمع کر لیا تھا۔ جب عمرو دروازے پر پہنچا تو عبد الملک نے اسے
 اندر داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس کے ہمراہی ہر مرد دروازے پر روک
 لئے جاتے تھے۔ آخر جب عمرو مکان کے صحن میں پہنچا تو اس کے ساتھ صرف
 ایک غلام رہ گیا تھا۔ عمرو نے عبد الملک کو دیکھا تو اس کے گرد بنو مردان حسان
 ابن بحدال الکلبی قبیلہ بن دویب الکلابی کو بیٹھا ہوا پایا۔ اس کی اس جماعت کو
 دیکھ کر اس کو شرف و ساد کا گمان ہوا اور اس نے اپنے خدمتگار کی طرف متوجہ
 ہو کر کہا کہ میرے بھائی یحییٰ کے پاس جا اور اس سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ مگر وہ
 مطلب نہ سمجھا اور کہا کہ حضور! عمرو نے کہا کہ جا کم بخت در ہوا دروزخ میں پڑے عبد الملک
 کے حکم سے قبیلہ اور حسان عمرو سے مکان میں ملائی ہوئے۔ عمرو نے اپنے
 نوکر سے پھر کہا کہ جا کے میرے بھائی یحییٰ سے کہہ کہ میرے پاس آؤ۔ اس نے
 پھر وہی حضور! کہا۔ اور عمرو پھر بگڑ کر ”ہٹو دور ہو“ کہہ کر رہ گیا۔ حسان اور قبیلہ
 پہنچ جانے کے بعد دروازے بند کر دیئے گئے اور عمرو اندر داخل ہوا عبد الملک
 نے اسے خوش آمدید کہا اور کہا کہ ابو امیہ یہاں آؤ۔ ادھر آؤ۔ پھر اسے
 اپنے پاس تخت پر بٹھایا۔ اور دیر تک بات چیت کرنے کے بعد غلام سے کہا کہ ان کی
 تلوار لے لے۔ عمرو نے کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔ یا امیر المؤمنین عبد الملک
 نے کہا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میرے پاس تلوار لگا کر بیٹھو؟ غرض کہ اس سے
 تلوار لے لی گئی۔ اور دونوں پھر گفتگو کرنے لگے۔ عبد الملک نے کہا کہ ای ابو امیہ
 جب تم نے مجھ سے بغاوت کی میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میں نے تمہیں دیکھ لیا۔ اور
 اگر میں تم پر قابض ہو گیا تو تم کو زنجیروں میں جکڑ دوں گا۔ بنو مردان نے
 کہا کہ اسے امیر المؤمنین اس کے بعد آپ ان کو آزاد کر دیجئے گا۔ کہاں
 میں ابو امیہ سے بھلا ایسی حرکت کب کرنے والا ہوں۔ بنو مردان نے کہا کہ امیر المؤمنین

کی قسم پوری ہوئی۔ عمرو نے بھی یہی کہا کہ امیر المومنین خدا آپ کی قسم کو پورا کرے۔ اس پر عبدالملک نے اپنے قالین کے نیچے سے ایک زنجیر نکالی۔ اور غلام سے کہا کہ اٹھ کر اس شخص کو اس میں جکڑ دے۔ چنانچہ غلام نے اٹھ کر اس زنجیر سے عمرو کی مشکیں کس دیں۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین میں آپ کو خدا کی یاد دلاتا ہوں کہ آپ مجھے اس حالت میں کہ میں زنجیروں میں جکڑا ہوا ہوں لوگوں کے سامنے نہ کریں عبدالملک نے کہا "ابو امیہ کیا تم موت کے وقت بھی مجھ سے مکر کرنا چاہتے ہو۔ نہیں۔ خدا کی قسم تم کو اس طرح زنجیریں باندھ کر لوگوں کے سامنے ہرگز نہ لے جائیں گے۔ اور یہ کہ اگر اسے اس بری طرح کھینچا کہ اس کا منہ تخت سے ٹکرا جائے اس کا ایک دانت ٹوٹ کر گر گیا۔ عمرو نے کہا کہ امیر المومنین میری ایک ہڈی ٹوٹ گئی ہے۔ اب اس سے زیادہ آپ اور کچھ نہ کریں۔ عبدالملک نے کہا کہ بخدا اگر میں جانتا کہ اگر میں تم پر رحم کر دوں تو تم بھی مجھ پر رحم کر دے اور قریش کی حالت سدھر جائیگی تو میں ضرور تم کو چھوڑ دیتا۔ مگر بات یہ ہے کہ ایک ہی شہر میں دو آدمی ہرگز جمع نہیں ہو سکتے۔ خصوصاً اس حالت میں کہ جس میں ہم دونوں ہیں۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی سادو سرے کو نکال باہر کیا کرتا ہو۔ جب عمرو نے دیکھا کہ عبدالملک اس کے قتل کا ارادہ کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ ہاں زرقاء کے بچے۔ تو بھی وعدہ شکنی کر لے۔

کہتے ہیں کہ جب عمرو کے دونوں دانت گر گئے وہ ان کو چھو کر دیکھنے لگا تو عبدالملک نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تمہارے دانت کچھ اس طرح ٹوٹ کر گر رہے ہیں کہ اب سے تمہارا دل میری طرف سے کبھی صاف نہ ہو گا۔ اتنے میں مؤذن نے صبح کی اذان کہ دی۔ اور عبدالملک اپنے بھائی عبدالعزیز کو اس کے قتل کا حکم دیتا ہوا اقامت کرنے کے لئے چلا گیا۔ چنانچہ عبدالعزیز تلوار لے کر عمرو کے پاس گیا۔ تو عمرو نے کہا کہ میں تم کو خدا یاد دلاتا ہوں۔ اور صلہ رحمی کی قسم دیتا ہوں کہ تم میرے قتل کے درپے نہ ہو۔ اس شخص کو میرا قتل کرنا واہو گا جو تم سے زیادہ دور کا میرا عزیز ہو۔ اس پر عبدالعزیز نے تلوار پھینک دی۔ عبدالملک جلدی جلدی نماز ختم کر کے پھر مکان میں داخل ہوا۔ اور دروازے

بند کر دیئے گئے۔ اس سے قبل لوگوں نے دیکھا تھا کہ عبدالملک اکیلا نماز پڑھنے کو
 جا رہا ہے اور عمر اس کے ہمراہ نہ تھا۔ انھوں نے یحییٰ بن سعید سے اس کا تذکرہ
 کیا۔ وہ لوگوں کو ساتھ لیکر آیا۔ ان کے علاوہ اس کے ساتھ عمرو کے ایک ہزار غلام
 اور اس کے بہت سے ہمراہی بھی تھے۔ وہ سب لوگ جا کر عبدالملک کے دروازے
 پر غل چپانے لگے کہ اے ابوامیہ ہم کو اپنی آواز سنناؤ۔ بعد ازاں حمید بن حریث
 اور زہیر بن ابرد نے یحییٰ کے ساتھ جا کر مقصورے کے دروازے کو توڑ دیا۔
 لوگوں کو تلواروں سے مارا اور ولید بن عبدالملک کے سر پر وار کیا جس کو
 ایماہیم ابن عربی صاحب دیوان نے لے جا کر محافظ خانہ میں بٹھا دیا۔ اس کے
 بعد عبدالملک نماز پڑھ کر واپس آیا تو عمرو کو زندہ دیکھ کر عبدالغزیز سے پوچھنے
 لگا کہ تم کو کس بات نے اس کے قتل سے باز رکھا؟ اس نے کہا کہ عمرو نے
 مجھے اللہ اور قسم کی قسم دلائی تھی۔ اس لئے میں نے اس سے نرمی کی۔ عبدالملک نے اس سے
 کہا کہ خدایتیری ماں کو غارت کرے۔ تو اپنی ماں ہی کی طرح کا تو آدمی ہے۔ پھر عبدالملک
 نے ایک حربہ اٹھا کر دو مرتبہ عمرو پر پھینک کر مارا۔ مگر ایک مرتبہ بھی اس کے نہ لگا۔ پھر
 اس نے اپنا ہاتھ اس کے بازو پر مار کر دیکھا اور زرہ محسوس ہوئی۔ تو کہنے لگا۔
 اچھا۔ تم زرہ بھی پہنے ہوئے ہو۔ تم گویا بالکل تیار ہو کر آئے تھے۔ اور یہ کہہ کر تلوار
 اٹھائی اور عمرو کو تیار ہو جانے کا حکم دیا۔ پھر ایک دم سے گر کر اس کے سینے پر چڑھ
 بیٹھا۔ اور یہ کہتے ہوئے اس کو ذبح کر دیا کہ (ترجمہ شعر)۔

”اے عمرو اگر تو مجھے گالیاں دینا اور میری برائی کرنا نہ چھوڑیگا تو تیرے
 سر میں ایسی جگہ تلوار مار دوں گا جہاں ہاتھ کہیگا مجھے سیلاب کر دے“۔

ابھی عبدالملک عمرو بن سعید کے سینے ہی پر سوار تھا کہ اس کو لرزہ
 ہوا اس کو اس کے سینے پر سے اٹھا کر تخت پر بٹھلایا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ جس نے یحییٰ
 سے عبدالملک نے اسے قتل کیا میں نے اس طرح قتل کرتے کسی دنیا دار کو دیکھا اور نہ دین دار کو۔
 یحییٰ اور اس کے ہمراہی بنو مروان اور ان کے موالی کے پاس گئے۔ اور
 ان لوگوں نے یحییٰ اور اس کے ساتھیوں سے جنگ کی۔ پھر عبدالرحمن بن امیہ حکم
 الشقیٰ آیا تو عمرو کا سر اس کو دے دیا گیا۔ اور اس نے اسے لوگوں میں پھینک دیا۔

پھر عبدالعزیز بن مروان نے اٹھ کر روپیہ تمیلیوں میں جمع کیا اور اس کو لوگوں میں بھینکنے لگا۔ جن لوگوں نے سہراور روپے کو دیکھا وہ متفرق ہو گئے اور روپے کو لوٹنے لگے۔ بعد ازاں عبدالملک نے اس سب زر و مال کو بذریعہ محمول پھر واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے ناز کو جاتے وقت اپنے غلام ابن زعربہ کو عمرو بن سعید کے قتل کا حکم دیا تھا۔ (انکہ عبدالعزیز کو) اور اسی نے اس کو قتل کر کے اس کا سر لوگوں میں پھینک دیا تھا۔ یحییٰ نے ایک پتھر اٹھا کر غلام کے سر پر مارا۔ پھر عبدالملک اپنا تخت اٹھوا کر مسجد میں لے گیا۔ اور وہاں بیٹھ کر اسی پر بیٹھا۔ اسنے میں معلوم ہوا کہ اس کا بیٹا ولید فائب ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ اگر انھوں نے اُسے قتل کر دیا تو گویا انھوں نے اپنا بدل لے لیا۔ مگر ابراہیم ابن عربی الکنتانی نے کہا کہ ولید میرے پاس موجود ہے اور زخمی ہے۔ کوئی خطرہ کی بات نہیں۔ یحییٰ بن سعید کو گرفتار کر کے عبدالملک کے سامنے پیش کیا گیا اور عبدالملک نے اس کے قتل کا حکم دے دیا۔ مگر عبدالعزیز بن مروان نے کھڑے ہو کر کہا کہ اب امیر المؤمنین۔ میں آپ پر قربان جاؤں۔ کیا میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک ہی دن میں بنو امیہ کے دو افراد کو قتل کرتے ہیں؟ اس پر عبدالملک کے حکم سے یحییٰ حضرت قید کر دیا گیا۔ علیٰ ہذا القیاس عبدالملک نے عثیم بن سعید اور عامر بن اسود البلی کو بھی قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور عبدالعزیز ہی کی سفارش پر ان کو بھی معاف کر دیا۔ پھر اس کے حکم سے عمرو بن سعید کے بچوں کو پہلے تو قید کیا گیا پھر ان کے چچا یحییٰ کے ہمراہ مصعب بن زبیر کے پاس بھیج دیا گیا۔ بعد ازاں عبدالملک نے عمرو کی بیوی کے پاس پیغام بھیجا کہ میں نے عمرو سے صلح کرنے کے لئے جو خط اس کے نام لکھا تھا وہ میرے پاس بھیج دو۔ کلیئہ نے یہ کہہ کر اس کے قاصد کو واپس کر دیا کہ جاؤ اور اس سے کہہ دو کہ وہ صلح نامہ عمرو کے ساتھ اس کے کفن میں ہے۔ تاکہ اس کے متعلق وہ اپنے رب کے پاس تجھ سے منحصر کرے۔

عبدالملک اور عمرو بن سعید نسب میں امیہ سے مل جاتے تھے۔ ایک تو عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بن امیہ تھا اور دوسرا عمرو بن سعید

ابن العاص بن امیہ - عمرو کی ماں ام البنین بنت الحکم تھی جو عبدالملک کی پھوپھی تھی۔ جب عبدالملک نے مصعب کو قتل کیا اور لوگوں نے اس کی خلافت پر اجتماع کر لیا۔ تو عمرو بن سعید کے چار لڑکے امیہ - سعید - اسمعیل اور محمد عبدالملک کے پاس آئے۔ عبدالملک نے ان کو دیکھ کر کہا تم لوگ اسی خاندان کے ہو اور تم ہمیشہ اپنے آپ کو اپنی تمام قوم پر اس فضیلت کا مستحق سمجھو گے جس کے تم مستحق نہیں ہو۔ تمہارے باپ کے اور میرے درمیان میں جو کچھ ہوا وہ کچھ نئی بات نہیں بلکہ وہ جاہلیت کے زمانے سے تمہارے اعزہ کے دلوں میں ہماری طرف سے چلی آتی تھی۔ انھوں نے جواب کے لئے سب سے بڑے لڑکے امیہ کو منتخب کیا۔ مگر اس سے بات نہ کی گئی۔ تو منجھلا لڑکا سعید بن عمرو کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا کہ اے امیر المومنین۔ زمانہ جاہلیت کی ایک بات کا بدلہ ہم آپ سے کیوں لینا چاہتے ہیں کیونکہ خدا نے اسلام بھیج کر ان تمام باتوں کو منہدم کر دیا ہے اور جنت کا وعدہ اور دوزخ کی وعید دی ہے۔ باقی رہی وہ بات جو آپ کے اور عمرو کے مابین تھی تو وہ آپ کے چچا زاد بھائی تھے اور آپ ہی خوب جانتے ہیں کہ آپ نے کیا کیا۔ عمرو اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر آپ نے اپنے اور ان کے برے تعلقات کی بنا پر ہم سے مواخذہ کیا ہو تو میں یہی کہوں گا۔ کہ ہمارے لئے زمین کی پشت سے اس کا شکم بہتر ہے۔ یہ سن کر عبدالملک پر رقت طاری ہو گئی۔ اور وہ کہنے لگا۔ تمہارے باپ نے مجھے اختیار دیا تھا کہ یا تو وہ مجھے قتل کرے یا میں اسے قتل کروں۔ لہذا میں نے اس کے قتل کو اپنے قتل پر ترجیح دی۔ اب رہے تم سو میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں۔ اور تم سے بہت زیادہ صلہ رحم کرتا ہوں۔ پھر اس نے ان لڑکوں کو انعام دیئے اور ان کو اپنے قریب جگہ دی۔

کہتے ہیں کہ خالد بن یزید نے ایک دن عبدالملک سے کہا کہ مجھے تعجب ہے کہ تم نے عمرو کو کس طرح دھوکا دیا۔ عبدالملک نے جواب میں یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ) :-

ہم میں نے اس کو اپنے قریب کر لیا تاکہ اس کا خوف دور ہو جائے۔

اور میں اپنے غصے کو ٹھنڈا کرنے اور اپنے مذہب کی حمایت کے لئے ایک محتاط اور مستقل مزاج آدمی کی طرح اس پر حملہ کر سکوں۔ (یہ تو ظاہر ہے کہ) بدی کرنے والے کا طریقہ نیکی کرنے والے سے بہتر نہیں ہوتا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ عمرو کا ظلع اور قتل اس کے بعد واقع ہوا کہ جب عبدالملک مصعب سے جنگ کرنے کی غرض سے عراق کو جا رہا تھا۔ اس وقت عمرو نے اس سے کہا کہ آپ عراق کو جاتے ہیں حالانکہ آپ کے والد نے اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کیا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں ان کے ہمراہ ہو کر لڑا تھا۔ لہذا اب آپ اپنے بعد یہ امر میرے سپرد کریں۔ مگر عبدالملک نے قبول نہ کیا۔ اور عمرو ابن سعید دماں سے دمشق واپس آ گیا۔ جہاں اس کے قتل کا وہ قصہ ہوا جو پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عمرو کو دمشق میں اپنا قائم مقام بنایا تھا۔ مگر اس نے عبدالملک کی مخالفت کی اور اس میں قلعہ گزین ہو کر بیٹھ گیا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِہٖ

جب عبداللہ بن زبیر کو عمرو بن سعید کے قتل کی خبر پہنچی تو انھوں نے کہا کہ ابن زرقاء نے شیطان زادے کو (شیطان کے یتیم بچے کو) قتل کر دیا ہے۔ وَكَذَٰلِكَ يُؤَيِّدُ بَعْضُ الظَّالِمِينَ بَعْضًا مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ ابن حنفیہ کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہا کہ جو کوئی وعدہ توڑتا ہے تو اس کا وبال اپنے اوپر لیتا ہے۔ اور قیامت کے دن اسکی وعدہ شکنی کے مطابق اسکا جھنڈا اٹھایا جائیگا۔

شام میں جراحہ کی سرکشی کا بیان

جب عمرو بن سعید نے عبدالملک کی مخالفت اور سرکشی کی تو اس اطراف اکناف میں کوہ اکام میں بھی ایک سپہ سالار نے خروج کیا۔ اور جراحہ بنطی اور مسلمانوں کے مفرد غلاموں وغیرہ کی ایک جماعت کثیر اس کے ساتھ ہو گئی اور وہ ان کو لے کر بنان کی طرف چلا گیا۔

جب عبدالملک عمرو کے قتل سے فارغ ہو گیا تو اس نے اس باغی شخص کے پاس ایک ایک ہزار دینار کی رقم جمع کر کے بھیجی شروع کر دی۔ وہ

شخص اس داد و دہش میں اس طرح محو ہو گیا کہ اس نے ملک میں فساد انگیزی چھوڑ دی
بعد میں عبد الملک نے حکیم یمن مہاجر کو اس پر مقرر کیا۔ حکیم نے اس کے ساتھ
ملاطفت کا سلوک کیا اور بھیس بدل کر اس تک پہنچ گیا۔ اس نے خوب میل جول کی
باتیں کیں اور عبد الملک کو گالیاں دیں اور وعدہ کیا کہ میں تم کو عبد الملک کی پوشیدہ
باتیں بتاؤں گا اور وہ بات بتاؤں گا جو صلح سے بھی تمہارے لئے اچھی ہوگی۔ اس شخص کو
حکیم کا پورا اعتبار ہو گیا تو ایک دن جب کہ وہ اور اس کے ہمراہی بڑے چین سے
بے فکری سے غارت گری کر رہے تھے۔ حکیم عبد الملک کے موالی۔ نبو امیہ اور نہایت
معتبرہ و لا دروں کی ایک جماعت کو لے کر اس پر حملہ آور ہوا۔ اس تمام جماعت کو
حکیم نے قریب ہی ایک جگہ چھپا رکھا تھا۔ اور اس کے حکم سے اعلان کر دیا
گیا تھا کہ (اس کے ہمراہیوں میں سے) ان غلاموں میں سے جو باغی کے
ساتھ ہیں جو ہمارے پاس آ جائیگا۔ آزاد کر دیا جائیگا۔ اور اس کا نام دیوان سرکاری
میں داخل کر دیا جائیگا۔ اس وجہ سے ان کی ایک بہت بڑی تعداد اس کے ساتھ
ہو گئی۔ مختصر یہ کہ حکیم نے اس باغی کو۔ اس کے رومی مددگاروں کو اور جبراجہ
اور انبیاط سب کے سب کو قتل کر دیا۔ پھر منادی کے ذریعے باقی ماندہ
لوگوں کے لئے امان کا اعلان کر دیا۔ اور وہ لوگ اپنے اپنے دیہات وغیرہ کو
چلے گئے۔ اس طرح وہ اس خلل کو روک کر عبد الملک کے پاس واپس چلا گیا اور
غلاموں سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کیا۔ ۲

متعدد واقعات کا بیان

اس سال زبیر بن قیس امیر افریقہ قتل ہوا۔ ہم اس واقعے کو سترہ کے
واقعات میں بیان کر چکے ہیں۔ ۲
اسی سال مثنیٰ میں ایک خارجی نے اپنا شمار بیکارا (خروج کیا)۔ اور اس نے
اپنی تلوار کھینچ لی۔ وہ ایک جماعت کی جماعت تھی۔ خدا نے ان کے ہاتھوں کو
روک دیا۔ اور وہ شخص جبرہ کے قریب قتل ہوا۔ ۲
اس سال عبد اللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ ان کی طرف سے

کوٹہ اور بصرہ پر ان کا بھائی مصعب حکمران تھا۔ اور قضاہ کو فدیہ پر شریع اور قضاہ
بصرہ پر ہشام بن مہبیرہ مقرر تھے اور خراسان میں عبداللہ بن خازم حکمران تھا جو
اسی سال ابوالاسود دہلی نے پچاسی برس کی عمر میں انتقال کیا۔ جو

شہ کے واقعات

اس سال اہل روم نے جمع ہو کر اہل شام پر حملہ کیا۔ اور عبدالملک
نے ان کے بادشاہ سے اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ اسے ہر جمعہ کو ایک ہزار دینار
دیا کریگا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کو ان کی طرف سے مسلمانوں کے لئے خوف تھا اسی
سال بعض مورخین کی روایت کے مطابق مصعب بہت سا مال و زر اور بیوشی
لے کر مکہ گیا۔ اور ان سب کو اپنی قوم میں اور اور لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر
بہت سے اونٹ قربانی کیے۔ اس سال عبداللہ بن زبیر نے لوگوں کے ساتھ
جج کیا۔ اور ان کے مختلف عمال وہابی تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔ جو

جنگ (واقعہ) جفرہ کا بیان

اس سال عبدالملک ابن مروان مصعب پر حملہ آور ہونے کے ارادے
سے چلنے لگا تو خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید نے اس سے کہا کہ اگر آپ مجھے بصرہ
بھیج دیں اور تھوڑے سے سوار میرے ہمراہ کر دیں تو مجھے امید ہے کہ میں آپ کے لئے
بصرہ پر غلبہ حاصل کر لوں گا۔ چنانچہ عبدالملک نے اُسے اس کام پر مامور کر کے روانہ
کر دیا۔ اور وہ اپنے خاص آدمیوں کو ہمراہ لے کر خفیہ طور پر بصرہ پہنچا اور عمرو
ابن اصمغ (اور بقول بعض علی بن اصمغ) کے ہاں مقیم ہوا۔ عمرو نے عباد بن حصین
جو ابن عمر کے اہل شرط پر مامور تھا اور جس کو مصعب نے بصرہ میں قائم مقام
مقرر کر رکھا تھا کے پاس اس امید پر کہ عباد بن حصین اس سے بیعت کرے گا یہ
پیغام بھیجا کہ میں نے خالد کو اپنے ہاں پناہ دی ہے۔ اور میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو
اس کا علم ہو جائے تاکہ تم میرے مددگار ہو سکو۔ قاصد یہ پیغام لے کر عباد کے پاس
گیا۔ اور ابھی عباد گھوڑے سے اترا ہی تھا کہ قاصد نے پیغام پٹپٹایا۔ اس نے

کہا کہ جا کے کہہ دو کہ واللہ میں گھوڑے پر زین رکھتے ہی سواروں کو لئے ہوئے تمہاری طرف آتا ہوں۔ یہ سن کر ابن اصمغ نے خالد سے کہا کہ عباد اسی وقت ہماری طرف آ رہا ہے اور مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں تم کو اس سے بچا سکوں۔ تم فوراً مالک بن مسمع کے پاس چلے جاؤ۔ یہ سن کر خالد فوراً گھوڑے پر سوار ہو۔ رکابوں سے باہر بیڑ وال کر سرپٹ دوڑاتا ہوا مالک کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا مجھے پناہ دو۔ اس نے اسے پناہ دی۔ اور بنو بکر بن وائل اور بنو ازد کی طرف پیغام بھیج دیا۔ اس کے بعد سب سے پہلا جھنڈا جو اسے نظر آیا وہ بنو لشکر کا تھا۔ پھر عباد بھی سواروں کو لئے ہوئے پہنچا۔ مگر طرفین نے توقف کیا۔ اور جنگ نہ ہوئی۔ دوسرے دن نافع بن حارث جعفرہ بھیج دیا گیا۔ خالد کے ہمراہ بنو تميم کے آدمی تھے۔ جن میں صعصعہ بن معاویہ۔ عبد العزیز بن بشر اور مرہ بن مھان وغیرہ شامل تھے۔ خالد کے ہمراہی جعفری یعنی جعفرہ کی طرف منسوب تھے۔ اور ابن عمر کے ہمراہی زبیری۔ زبیریہ لوگوں میں قیس بن شیم السلمي تھا۔ مصعب نے ابن عمر کی مدد کے لئے زجر بن قیس الجعفی کو ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ ادھر عبد الملک نے خالد کی کمک کے لئے عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کو بھیجا۔ عبید اللہ نے ایک آدمی کو خبر لانے کے لئے بصرہ بھیجا جس نے واپس آ کر لوگوں کے منتشر ہو جانے کی اطلاع دی۔ اور وہ عبد الملک کے پاس واپس چلا گیا۔

چوتیس دن تک جنگ ہوتی رہی۔ جس میں مالک ابن مسمع کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔ پھر طرفین کے سفیر ایک سے دوسری طرف گئے۔ اور اس شرط پر صلح ہوئی کہ خالد بصرہ سے نکل جائے۔ چنانچہ مالک نے خالد کو بصرہ سے نکال دیا اور خود بنجاح کو چلا گیا۔ عبد الملک دمشق واپس جا چکا تھا۔ مصعب بصرہ سے آگے جانے کا خیال نہ کر سکا۔ اور یہ ارادہ کیا کہ بصرہ پہنچ کر خالد کو پکڑ لے۔ مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ وہ جا چکا ہے۔ بنا برین وہ ابن عمر پر بہت ناراض ہوا اور خالد کے آدمیوں کو بلایا کہ ان کو خوب سب و شتم کیا۔ پھر عبید اللہ ابن ابی بکرہ سے کہا کہ اے ابن مسروح..... تمہارا باپ آخر غلام ہی تھا جو قلعہ طائف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگیا تھا۔ پھر تم لوگوں نے دعویٰ کیا کہ ابو سفیان نے تمہاری

ماں سے زنا کیا ہے۔ خدا کی قسم اگر میں زندہ رہ گیا تو میں تم کو تمھارے اصلی نسب سے ملا دوں گا۔ پھر حمران کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم تو ایک بے دین نبطی یہودی عورت کے بیٹے ہو۔ جو عین تم سے قید کر کے لائی گئی تھی۔ پھر الحکم بن منذر بن حارود۔ عبد اللہ ابن فضالہ الزهرانی۔ علی بن اصمغ۔ عبدالعزیز بن بشر وغیرہ کو بھی اسی طرح زبرد تو بیچ کی سب کے ایک ایک سو درے مارے اور ان کے سر اور ڈاڑھیاں منڈوا دیں ان کے مکانات منہدم کر ادھے۔ اور تیس دن تک انھیں دھوپ میں کھڑا رکھا۔ ان کو مجبور کیا کہ وہ اپنی بیویوں کو طلاق دیں اور اپنے بیٹوں کو مہاتی فوج میں بھرتی کر دیں۔ ان کو تمام بصرہ میں پھرایا اور ان سے تیس لیں کہ وہ شریف عورتوں سے نکاح نہیں کریں گے۔ اسی طرح مالک بن سمع کا مکان بھی منہدم کر دیا۔ اور اس میں جو کچھ تھا اس کو ضبط کر لیا۔ اس مال غنیمت میں ایک لونڈی بھی تھی۔ جس سے اس کا بیٹا عمرو بن مصعب پیدا ہوا۔ ۲

بصرہ میں قیام کے بعد مصعب کو فوج چلا گیا۔ اور عبدالملک کے خلاف جنگ کو جانے تک وہیں رہا۔ ۳

اسی سال عاصم بن عمر بن الخطاب نے انتقال کیا۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کے نانا تھے اور بنی صلعم کی وفات کے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے۔ ۴

عمیر بن جناب بن جعدہ السلمی کے قتل کا بیان

اس سال عمیر بن جعدہ السلمی قتل ہوا۔ ہم قیس اور تغلب کی جنگ کے سبب سے اس واقعہ کا حال شروع کرتے ہیں۔ تا وقتیکہ کہ صورت حالات یہ ہو گئی کہ عمیر قتل ہوا۔ ۵

اس کا سبب یہ تھا کہ جب مرج راحط کا معاملہ ختم ہو گیا۔ اور جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں۔ زفر بن حارث الکلابی قرقیسا چلا گیا۔ اور عمیر نے مردان بن الحکم سے بیعت کر لی۔ حالانکہ مرج میں بنی قیس کے قتل ہونے کی وجہ سے اس کے دل میں بنی مردان کی طرف سے عداوت جاگزیں تھی۔ جب مردان بن الحکم نے عبید اللہ بن زیاد کو جزیرہ اور عراق کی طرف روانہ کیا تو عمیر بھی اس کے ہمراہ تھا۔

وہ لوگ عین درودہ پر سلیمان بن صرہ سے ملے ہوئے۔ عبید اللہ زفر سے جنگ کرنے کے لئے قرقسیا کی طرف روانہ ہوا۔ تو عمیر نے اس کو روکا اور یہ مشورہ دیا کہ وہ مختار کے لشکر کے موصل پہنچنے سے پہلے وہاں پہنچ جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ عبید اللہ اور عمر کو روانہ ہو گیا اور خازر کے مقام پر ابراہیم بن اشتر کا مقابلہ ہوا۔ عمیر ابراہیم کی طرف مائل ہو گیا۔ عبید اللہ کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور وہ قتل ہو گیا۔ بعد ازاں عمیر وہاں سے قرقسیا پہنچا اور زفر کے ساتھ مل کر بنوقیس کے مقتولین کی طرف سے بنو کلب اور اہل یمن کا تعاقب کیا۔ ان دونوں کے ہمراہ بنو شقیف کے بھی چند آدمی تھے اور ان کی رہنمائی کرتے تھے۔ عبد الملک ابن مروان اللہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکا کیونکہ وہ مصعب کے معاملے میں الجھا ہوا تھا۔ عمیر نے یحییٰ بن یزید پر غلبہ حاصل کر لیا۔ پھر وہ قرقسیا میں مقیم رہتے رہتے تھک گیا تو عبد الملک سے امان طلب کی۔ اس نے امان دے دی۔ مگر عمیر نے پھر غدر کیا تو عبد الملک نے اسے اپنے موٹے زبان کے پاس قید کر دیا۔ عمیر نے اسے اور اس کے تمام گھبران علیے کو شراب پلا کر مدہوش کر دیا اور جلد ہی جلدی رسیوں کی سیڑھی بنا کر اتر آیا اور اس طرح قید سے نکل کر جزیرہ کی طرف چلا۔ اور حران اور رتہ کے مابین دریائے بلخ پر خمیہ زن ہوا۔ بنوقیس وہاں اس کے پاس جمع ہو گئے۔ جن کو وہ ہمراہ لے کر بنو کلب اور اہل یمن کو قتل و غارت کرتا پھرتا تھا۔ اس کے ہمراہی تغلب کی لڑکیوں کو چھپا لیتے تھے۔ اور ان کے منہ پر لٹے مشائخ سے تسخیر کرتے تھے۔ اس سبب سے ان میں شرف و بھڑک اٹھا۔ مگر نوبت یہ جنگ نہ پہنچی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے کہ جب عبد الملک مصعب اور زفر کے مقابلے کے لئے روانہ نہیں ہوا تھا۔ اس کے بعد عمیر بنو کلب پر حملہ کر کے واپس آیا اور خابور میں اتر آیا۔ بنو تغلب کی فرو دگا ہیں بھی خابور فرات اور دجلہ کے درمیان واقع تھیں جس جگہ عمیر نے اپنے خیمے نصب کئے وہاں بنو تمیم کی ایک عورت ام دیول نام رہتی تھی جس نے بنو تغلب میں نکاح کیا تھا۔ عمیر کے ہمراہ بنو حریش میں سے ایک غلام نے ام دیول کے چار پایوں میں سے ایک گدھا پکڑ لیا۔ ام دیول نے جب عمیر کے پاس اس کی شکایت کی تو عمیر نے

اُسے ایسا کرنے سے روکنے کی بجائے اس کے باقی گئے پر بھی دست درازیاں شروع کر دیں۔ بنو تغلب کے چند آدمی مانع آئے۔ اور ان میں سے ایک شخص مجاشع تغلبی قتل بھی ہو گیا۔ جب دوئل آیا تو اس کی ماں نے اس سے شکایت کی۔ وہ بنو تغلب کا ایک شہسوار تھا۔ اور یہ سن کر وہ اپنی قوم میں گھوما۔ اور ان سے اس واقعہ کا تذکرہ کیا اور اپنی ماں کے چوپاؤں کے گھو جانے کی شکایت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی ایک جماعت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ اور شعیث بن علیک التغلبی کو اپنا امیر بنا کر بنو نمیر کے چند آدمیوں کو ہمراہ لے کر بنو حریش پر حملہ کیا۔ اور ان کی ایک عورت ام حثیم نامی کے ریوڑ کو ہٹکا لے گئے۔ بنو نمیر مانع آئے۔ مگر روک نہ سکے۔ اس پر انھوں نے یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-
 لا اگر تم ہم سے بنو حریش کے متعلق سوال کرو تو ہم کہیں گے کہ ہم نے ان کو بدکاری اور زنا کاری کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ پس وہ جب کہ بنو حریش نے ہم پر اس طرح حملہ کیا۔ گویا کہ وہ کہتے ہیں جو بھونکنے کے لئے اپنی کچلیاں ہٹا لے ہوئے آ رہے ہیں۔ وہ ام ایثم کے جانوروں کو چھڑانے کے لئے آئے تھے۔ مگر ان میں سے ایک اونٹ کو بھی نہ چھڑا سکے۔“

جنگ ماکسین

جب قیس و تغلب میں شروفساد بڑھ گیا۔ اور قیس پر عمیر اور تغلب پر شعیث امیر ہو گئے تو عمیر نے خابور کے قریب مقام ماکسین میں بنو تغلب اور ان کی جماعت پر حملہ کیا۔ سخت جنگ ہوئی۔ یہ ان کی جنگوں میں سب سے پہلا واقعہ تھا۔ بنو تغلب کے پانچ سو آدمی مارے گئے۔ اور شعیث بھی قتل ہوا اثنائے جنگ میں اس کا پاؤں کٹ گیا تھا۔ مگر وہ برابر لڑتا رہا۔ اور آخر کار قتل ہوا۔ اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔ (ترجمہ) :-
 شعیث :-

دقیس نے اچھی طرح جان لیا اور ہم بھی جانتے ہیں کہ جو اس مرد آدمی لجا لنگڑا ہو کر قتل ہوتا ہے “

جنگ ثرثار اول

ثرثار ایک ندی کا نام ہے جس کا اصل منبع شہر سنجا کے مشرق میں
سمرق نام ایک قریہ کے پاس ہے اور علاقہ فرج میں کجیل اور اس الایل
کے درمیان پہنچ کر وسط میں جاگرتی ہے جب اکسین میں ان کے اتنے آدمی مارے گئے
جن کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے تو بنو تغلب نے ہر طرف سے ملک جمع کی - اور
مخمر بن قاسط اور مشجر بن حارث الشیبانی - جو الحزیرہ کے سرداروں میں سے
تھا - اور عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان بنو قیس کے خلاف ان کی مدد کے لئے آ پہنچے -
یہی وجہ تھی کہ مصعب بن زبیر کو عبید اللہ سے دشمنی ہو گئی تھی اور اس نے اس کے
بھائی النابی بن زیاد کو قتل کر دیا تھا - اُدھر عمیر بنو قیس اور بنو اسد سے امداد
طلب کی مگر کسی نے مدد نہ دی - غرض کہ فریقین ثرثار پر ایک دوسرے سے مقابل
ہوئے - بنو تغلب نے شعیث کے بعد زیاد بن ہوبر (اور بقول بعض زید
ابن ہوبر) التغلبی کو اپنا امیر بنالیا تھا - نہایت سخت جنگ ہوئی جس میں
قیس کو ہزیمت ہوئی - مگر بنو تغلب اور ان کے ہمراہیوں کی ایک بڑی تعداد
قتل ہوئی - اور بنو سلیم میں سے تیس عورتوں کے شکم چیر دئے گئے - اس کے
متعلق لیٹے بنت حارث التغلبی (اور بقول بعض انطل) نے یہ اشعار کہے (ترجمہ) :-
((جب اُنھوں نے ہم کو دیکھا اور یہ دیکھا کہ صلیب چلی آتی ہے اور
ایک جنگجو شخص اور خالص زہر سے سابقہ پڑتا ہے اور ایسے ایسے سوار مقابلے
کے لئے آ رہے ہیں جو زہروں کے سوا اور کچھ پہنے ہوئے نہیں ہیں اور ہمارے
ہاتھوں میں تیز اور برندہ تلواریں ہیں تو اُنھوں نے ثرثار اور مزارع اور نایح اور
پختہ انگوروں کو ہمارے لئے چھوڑ دیا یا کو

جنگ ثرثار ثانی

اس کے بعد بنو قیس جمع ہوئے اور امداد حاصل کرنے کے بعد تیار
ہو گئے عمیر بن جناب تو ان کا امیر تھا ہی - اس کے علاوہ قر قیس سے زفر بن حار

بھی ان کی مدد کے لئے پہنچ گیا۔ دوسری طرف بنو تغلب۔ بنو نمراور ان کے دیگر
 ہمراہیوں پر ابن ہویر امیر تھا۔ فریقین شرشار پر ملے۔ اور اس قدر سخت لڑائی
 ہوئی کہ لوگوں نے شاید ہی کبھی ویسی جنگ دیکھی ہو۔ بنو عامر جو بنو قیس کے
 ایک پہلو تھے منہزم ہوئے اور بنو سلیم خوب جم کر لڑے تا آنکہ بنو تغلب اور
 ان کے ساتھی بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدیشوع کے بیٹے اور ان کے علاوہ
 دیگر اشعار تغلب جنگ میں کام آئے۔ عمیر بن حباب نے یہ اشعار کہ (ترجمہ):
 "امیری جان اور جو کچھ میرے پاس اہل و عیال اور مال و زر کا اندوختہ
 ہے سب شرشار کے سواروں پر قربان ہے۔ بنو عامر ہمارے پاس سے بھاگ گئے
 مگر بنو ربیعہ میرے پاس پہاڑوں کی طرح قدم گاڑے کھڑے رہے۔ میں بنو سلیم کے
 دلیر آدمیوں کے ساتھ ان سے جنگ کرتا تھا جو مضبوط اور درشت اونٹوں کی
 طرح جوان اور دلاور ہیں"۔

زفر بن حارث کا قول ہے کہ (ترجمہ اشعار):

"ا کون ہے جو میری طرف سے عمیر کو یہ نصیحت پہنچا دے۔ کیا ہم دونوں
 یمن اور بنو کلیب کے قبائل کو ترک کر کے اپنے آباؤ اجداد کو تمھارے ساتھ
 بنو نمرا سے ملا دیں؟ یہ تو ایسا ہی ہو گا جیسے کوئی اپنے ہاتھ پر سہارا دیئے بیٹھا
 ہو۔ اور وہ ہاتھ اسے اپنی کمزوری اور شکستی سے دھوکا دے۔"

جنگ فدین

بعد ازاں عمیر بن حباب نے فدین پر حملہ کیا۔ جو خابور کے پاس ایک
 گاؤں ہے اور وہاں کے بنو تغلب کو شکست دی اور قتل کر دیا۔ اس پر قبیص
 ابن صفار الحاربی کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر):
 "اگر آسمان تمھاری زمین پر بارش برسائے تو فدین اور صومر تمھارے
 مقتولین کو نمایاں کر دیں گے"

لے صور فدین کا ایک قریہ ہے۔

جنگ سکیر

یہ بھی خابور کے پاس ہے اور سکیر العباس کہلاتا ہے۔ فزین کے بعد وہ لوگ پھر مقابل ہوئے اور سکیر کے مقام پر جنگ ہوئی۔ اس مرتبہ پھر قیس بن عیمیر بن حباب اور تغلب اور عمر بن زید بن ادور اور ارتقہ۔ ایک سخت جنگ ہوئی جس میں تغلب اور عمر کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب کے ایک سوار عیمیر بن جندل کو بھاگتا ہوا دیکھ کر عیمیر بن حباب نے کہا۔ (ترجمہ اشعار) :-
 ”جنگ سکیر کے دن ابن جندل ایک مضبوط۔ بلند اور تیز رو اور اونٹنی پر سوار ہو کر بارے مقابلے سے بھاگ گیا جبکہ ہم اپنے کار آزمودہ۔ ویلے پتلے۔ پتلی کمرے اور خونیں پہلوؤں والے گھوڑوں کے ساتھ حملہ کر رہے تھے“ پڑ
 اور ابن صفار کہتا ہے :-

”ہم نے سکیر میں تم پر صبح کو دھاوا کیا اور تم کو سخت مصیبت میں مبتلا کر دیا۔“

جنگ معارک

معارک شہر موصل کی نئی اور پرانی آبادی کے درمیان واقع ہے۔ اس جگہ بنو تغلب جمع ہوئے۔ اور بعد میں ان میں اور قیس میں سخت جنگ ہوئی جس میں بنو تغلب نے پیٹھ دکھائی۔ ابن صفار نے اس کے متعلق کہا (ترجمہ شعر) :-
 ”ہم نے تمہارے آدمیوں کو معارک۔ حضر۔ اور خثار میں ایسی حالت میں چھوڑا کہ ان کی لاشیں ہی لاشیں تھیں اور کچھ نہ بچا۔“
 کہتے ہیں کہ معارک اور حضر ایک ہی مقام ہیں۔ پڑ
 غرض کہ بنو قیس نے بنو تغلب کو بھگاتے بھگاتے حضر تک پہنچا دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے۔ پڑ

بعض مورخین کا خیال ہے کہ جنگ معارک اور جنگ حضر ایک ہی تھیں اور ان لوگوں کو حضر کی طرف بھگا دیا گیا تھا۔ اور یہ کہ ان میں سے بیشتر قتل ہوا تھا۔ مگر بعض کا قول ہے کہ وہ دو مختلف جنگیں ہیں جن میں بنو قیس ہی کو فتح ہوئی + واللہ اعلم اسی طرح دونوں قبائل کا تکرریت کے اوپر مقام لبی پر بھی مقابلہ ہوا۔ جو موصل کے مضافات میں سے ہے۔ جنگ کا کچھ ایسا انجام ہوا کہ

فتح و شکست آپس میں نصف نصف تقسیم ہو گئی یعنی بنو قیس کا خیال تھا کہ وہ کامیاب رہیں اور بنو تغلب کہتے تھے کہ ہم افضل رہیں۔ ۴

جنگ شمر عبیہ

اس کے بعد وہ لوگ شمر عبیہ میں مقابل ہوئے۔ بنو قیس پر عمیر بن حباب اور بنو تغلب اور ان کے دیگر معاونین پر ابن ہو برامیر تھے۔ ایک شدید جنگ ہوئی۔ جس میں عمار بن مہزم سلمی قتل ہوا۔ اس جنگ میں بنو تغلب کو بنو قیس پر فتح حاصل ہوئی۔ اس پر اخطل نے کہا۔ (ترجمہ شعر)۔
 ”شمر عبیہ میں ہولناک حالتوں اور سواروں کی جنگ کو دیکھ کر حجابی رو پڑا۔“
 ایک شمر عبیہ بلا د تغلب میں ہے اور ایک بلا د منبج میں۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بلا د منبج کا ہے۔ مگر یہ خیال غلط ہے۔ ۵

جنگ بلیخ

بنو تغلب جمع ہو کر بلیخ پہنچے جہاں عمیر بنو قیس کو لے ہوئے موجود تھا۔ بلیخ حرہ اور رقعہ کے درمیان ایک دریا ہے۔ فریقین اس مقام پر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے۔ بنو تغلب کو ہزیمت ہوئی۔ اور ان ہی میں سے بہت سے آدمی بھی قتل ہوئے۔ یہاں بھی جنگ شمر عبیہ کی طرح عورتوں کے شکم چاک کئے گئے۔ اس پر ابن صفار نے کہا۔ (ترجمہ شعر)۔
 ”نیزوں کی خورش اور تلواروں کی برش نے میرے دل کو متزلزل کر دیا اور وہ زائل ہو گیا۔“ ۶

جنگ حشاک اور عمیر بن حباب سلمی اور ابن ہویر تغلبی کا قتل

جب بنو تغلب نے دیکھا کہ عمیر بن حباب سلمی ان پر اس قدر اسکا ح کرتا ہے تو انھوں نے اپنے اہل حاضرہ اور اہل باد یہ سب کو جمع کیا۔ اور حشاک کی طرف روانہ ہوئے۔ جو شمر عبیہ کے قریب ایک پہاڑی ہے۔ اور اس کے

ایک طرف براق ہے عمیر بنوقیس کو لئے ہوئے اور دوسری پہنچا زفر بن حارث الکلائی اور اس کا بیٹا حذیل بن زفر بھی عمیر کے ساتھ تھے اور بنو تغلب کا سردار ابن ہز تھا۔ خشاک کی پہاڑی کے قریب فریقین لڑتے رہے اور جب تک بالکل رات نہ ہو گئی۔ برابر لڑتے رہے۔ اس کے بعد منتشر ہو گئے۔ دوسرے دن پھر رات کے وقت تک جنگ ہوتی رہی پھر علیحدہ ہو گئے۔ تیسرے دن بنو تغلب نے آپس میں عہد کیا کہ فرار نہ کریں گے۔ جب عمیر نے ان کی یہ نوبت دیکھی اور ان کی عورتیں بھی ان کے ساتھ ہیں۔ تو اس نے بنوقیس سے کہا کہ اے لوگو اب میری رائے یہ ہے کہ تم یہاں سے چلو۔ کیونکہ اب انھوں نے مرثی کی ٹھان لی ہے۔ جب وہ لوگ مطمئن ہو کر اپنی فرد گاہ کو چلے جائیں گے۔ تب ہم انھیں سے ہر قوم کی طرف اپنے آدمیوں کو بھیج دیں گے جو ان پر چھاپہ ماریں گے۔ اس کے جواب میں عبدالغزیز ابن حاتم بن نیمان الباہلی نے کہا کہ تم نے کل برسوں اور آج صبح بنوقیس کے بہادر کٹوا دیے اور اب بزدلی کا اظہار کرتے ہو۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ قول عیینہ بن اسماء بن خارجہ الغزازی کا ہے جو عمیر کی مدد کے لئے گیا تھا۔ عمیر اس بات کو سن کر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ مجھے عین یقین ہے کہ شدید جنگ شروع ہوتے ہی سب سے پہلے تم ہی بھاگو گے یہ کہہ کر عمیر اتر پڑا اور یہ کہتے ہوئے ایک شخص سے لڑنے لگا۔ (ترجمہ شعر)۔۔۔

”میں عمیر ابو المغلس ہوں۔ میں لوگوں کو تنگی میں ڈھکیل دیتا ہوں تو بھی ہٹ جاؤ“

اس تیسرے دن زفر منہزم ہو کر قرقیسیا چلا گیا۔ جس کی وجہ یہ ہوئی کہ اسے یہ خبر ملی تھی کہ عبدالملک بن مروان نے اس کی طرف نقل و حرکت کر نیکاعوم کیا ہے اور قرقیسیا پہنچا ہی چاہتا ہے۔ اس لئے وہ جلد تیار ہو کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے فرار کرتے وقت شرم سے بچنے کے لئے یہاں نہ بنایا تھا۔ بعد میں بنوقیس کو ہزیمت ہوئی۔ اور بنو تغلب اور ان کے ہمراہی یہ کہتے ہوئے ان پر چڑھ دوڑ سکے ”کیا تم نہیں جانتے کہ آخر بنو تغلب ہی غالب ہوں گے“ جمیل بن قیس نے (جو بنو کعب بن زبیر میں سے تھا) عمیر پر حملہ کیا۔ اور اسے قتل کر دیا۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ نہیں ہوا بلکہ یہ ہوا تھا کہ بنو تغلب کے دو لڑکوں نے

ایک دوسرے کے ساتھ مل کر پہلے عمیر پر تیر برسائے اور اسے عاجز کر دیا۔ پھر اس پر سختی سے حملہ کیا۔ اور اتنے میں ابن ہویر نے اس پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔ اس دن ابن ہویر کے بھی ایک زخم لگا۔ جب جنگ ختم ہو گئی تو ابن ہویر نے بنو تغلبہ کو یہ وصیت کی کہ وہ مراد بن علقمہ الزبیری کو اپنا سردار بنالیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ اس تین دن کی جنگ میں ابن ہویر نے دوسرے دن نکل کر ان کو وصیت کی تھی کہ وہ تیسرے دن کے لئے مراد کو اپنا امیر بنائیں۔ وہ اسی رات کو انتقال کر گیا۔ اور تیسرے دن مراد ان کا سردار ہوا۔ اس نے ان کے جھنڈوں وغیرہ کو ترتیب دیا اور ہر ایک قبیلہ کی شاخ کے لوگوں کو حکم دیا کہ اپنی عورتوں کو اپنے پیچھے رکھیں جب عمیر نے ان کو دیکھا تو وہ نقرہ کہا جو پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-
 اور ریائے فرات پر قیتیل ابن ہویر پر نوحہ کرنے والیوں نے مجھے جگا دیا
 اور رنگین کر دیا۔ اسے ام مغلس۔ اگر تو اور نوحہ کرنے والیوں میں شامل ہو کر نصرا
 کے مقتولین پر روئے تو کچھ برا نہیں ہے۔
 ایک شاعر عمیر کے ابن ہویر کے ہاتھ سے قتل ہو جانے سے انکار کرتے ہوئے کہتا ہے۔ (ترجمہ شعر) :-

”جس دن بنو تغلبہ نے عمیر سے جنگ کی اس دن عمیر جلیل کے ہاتھ سے قتل ہوا کہ ابن ہویر سے“
 اس جنگ میں بنو سلیم اور بنو غنی میں بالخصوص زیادہ آدمی قتل ہوئے اسی طرح بنو قیس کے بھی بہت سے آدمی مارے گئے۔ بنو تغلبہ نے عمیر بن حیان کا سر کاٹ کر عبد الملک بن مروان کے پاس دمشق بھیج دیا جس کے صلہ میں اس نے وفد کو انعام اور خلعت دیا۔ جب عبد الملک اور زفر بن حارث میں صلح ہو گئی۔ اور لوگوں نے عبد الملک پر اجماع کر دیا تو اخطل نے کہا (ترجمہ اشعار)
 ”اے بنو امیہ میں تمہارے سامنے ہو کر ان لوگوں سے لڑا جنہوں نے پناہ دی اور فتحیاب ہوئے۔ اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے۔ اور اپنی زبردستی اور غلبہ کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کر لی۔ جب ان کی تلواروں کی تیزی کند ہو گئی تو وہ جنگ سے تنگ آ گئے۔ اور قیس عیلان اپنے

اخلاف سے بھی عاجز ہو گئے تھے۔“

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے اشعار ہیں۔ پو
جب عمیر بن حبیب قتل ہو گیا تو ایک شخص نے کوفہ جا کر اس ابن خاریجہ الفزاری
کو اطلاع دی کہ بنو تغلب نے عمیر کو قتل کر دیا ہے۔ اس نے جواب دیا
کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ شخص اپنی قوم کے دیار میں اقبال مندی کے ساتھ مارا
گیا ہے نہ کہ ادبار کے ساتھ۔ پھر یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-
اسلم پر میری اس جنگ کا احسان رہن ہے جس سے بنو کبیر بن وائل
کے سر سفید ہو جاتے ہیں۔ بنو فدوکس کے بچے یتیم اور بیوہ رہ گئے ہیں۔ اور
ان کو قبائل لوٹتے کھسوٹتے رہتے ہیں۔“ پو

جنگ کھیل

یہ مقام سرزمین موصل میں دریائے دجلہ کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اس
جنگ کا سبب یہ ہوا کہ جب عمیر بن حبیب سلمیٰ کا انتقال ہو گیا تو یتیم بن عمیر زفر
ابن حارث کے پاس گیا۔ اور اس سے سوال کیا کہ عمیر کے خون کا بدلہ لیا جائے۔ زفر
نے پس و پیش کیا تو ہذیل ابن زفر نے اپنے باپ سے کہا کہ واللہ بنو تغلب نے
ان لوگوں پر فتح پائی۔ تو یہ آپ کے لئے باعث عار ہو گا۔ اور اگر یہ لوگ بنو تغلب
پر غالب آ گئے اور آپ نے ان کو چھوڑ دیا تو یہ اور بھی زیادہ سخت بات ہو گی
اس لئے زفر نے اپنے بھائی اوس بن حارث کو قریسیا پر اپنا قائم مقام بنایا۔ اور
بنو تغلب پر دھاوا کرنے اور ان سے جنگ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس غرض سے
اس نے بنو تغلب کے ایک قبیلہ بنو فدوکس کی طرف چند سوار روانہ کیے۔
جنہوں نے ان لوگوں کو قتل کیا۔ اور ان کے مال و متاع اور عورتوں کو قتل و غارت
کیا۔ آخر کار صرف ایک عورت باقی رہ گئی۔ جس نے پناہ طلب کی اور یزید بن
حمران نے اُسے پناہ دی۔ پھر زفر بن حارث نے اپنے بیٹے ہذیل کو ایک فوج دے کر
بنو کعب ابن زہیر کی طرف بھیجا۔ ہذیل نے ان لوگوں کو بری طرح قتل کیا۔ اسی
طرح زفر نے مسلم بن ربیعہ الثقیلی کو بنو تغلب کی ایک جماعت کی طرف روانہ کیا تھا۔

جو مجتمع ہو گئے تھے اور مسلم نے ان میں بھی بہت سے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ اس کے بعد جب بنو تغلب سرزمین موصل کے مقام عقیق میں جمع ہوئے تو زفر نے خود ہی ان پر حملہ آور ہونے کا قصد کیا۔ بنو تغلب اس کو آتا دیکھ کر دجلہ کے پار چلے جانے کے قصد سے دماں سے کوچ کر گئے۔ لیکن جب وہ کھیل پہنچے تو زفر نے ان کو بنو قیس کے ساتھ جا کر پکڑ لیا۔ فریقین میں سخت جنگ ہوئی۔ جس کے دوران میں زفر کے تمام آدمی بیدل لڑتے تھے۔ مگر زفر اپنے خچر پر سوار تھا۔ انھوں نے تمام رات بنو تغلب کو قتل کیا۔ اور عورتوں کے شکم چیر دئے گئے۔ ان کے علاوہ مقتولین سے کہیں زیادہ آدمی دجلہ میں ڈوب ڈوب کر مر گئے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بھیجا اس نے جا کر باقی ماندہ آدمیوں کو بھی فنا کر دیا۔ البتہ سوائے ان کے جو دریا کو عبور کر کے بچ گئے تھے۔ زفر نے ان کے دو سو آدمیوں کو قید کیا اور سب کو مروا ڈالا۔ اس پر زفر نے یہ شعر کہے۔ (ترجمہ) :-

”اے آنکھ آنسو بہا اور عاصم اور ابن حباب پر رو۔ اگر جنگ میں بنو تغلب نے عمیر اور بنو غنی کو قتل کر دیا تو کیا ہوا۔ بنو کلاب کے شہسواروں نے بنو جشم بن نمبر اور ان کے بنو نمبر کو فنا کر دیا۔ ہم نے ان کے دو سو آدمیوں کو بے دست دیا (لاچار) کر کے قتل کر دیا۔ مگر پھر وہ سب مل کر عمیر بن حباب کے خون کا بدلہ نہ ہوگا“ ابن صفار المحاربی کہتا ہے (ترجمہ اشعار) :-

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ہماری جنگ نے ذلت و خواری کو بنو حباب کا حلیف بنا کر چھوڑا تھا۔ پہلے وہ اصحاب عزت و وقار تھے۔ مگر اب انکی ذلت کی یہ حالت ہے کہ ان کو کوئی مددگار نہیں ملتا“

ان جنگوں میں سے ایک جنگ میں قطامی التغلبی بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اور اس کا مال و اسباب لے لیا گیا تھا۔ مگر زفر نے اسکے معاملے کا خود ہی فیصلہ کیا اور اسے رہا کر کے اس کا مال بھی اسی کو واپس کر دیا۔ اور اسے انعام و اکرام دیا۔ اس کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے (ترجمہ) :-

”اگرچہ میری اور تمہاری قوم کے درمیان سوائے تیغ زنی کے اور کوئی تعلقات نہیں ہیں پھر بھی میں تمہارے احسان کی وجہ سے تمہاری تعریف ہی

کرونگا جب کہ قتل کرنے والے مجھ سے تعرض کر رہے تھے“ پ

جنگِ لشہر

جب عبد الملک کا امر سلطنت بالکل مستقل ہو گیا۔ اور تمام مسلمان اس پر اجتماع رائے کر چکے تو اخطل شاعر تغلبی اس کے پاس گیا۔ اس وقت حجاب ابن حکیم السیمی بھی بیٹھا تھا۔ عبد الملک نے پوچھا کہ اے اخطل تم اسکو پہچانتے ہو؟ کہا ہاں یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق میں نے یہ شعر کہا تھا (ترجمہ) :-
”ذرا حجاب سے کوئی دریافت کرے کہ آیا وہ سلیم اور عامر کے مقتولین کا بدلے لے گا یا نہیں؟“

پھر اس نے وہ تمام قصیدہ پڑھ کر ختم کیا۔ اس اثناء میں حجاب کھجوریں کھا رہا تھا۔ اور مارے غصے کے گٹھلیاں اس کے ماتھے سے گرتی جاتی تھیں۔ اس نے اخطل کو اس شعر سے جواب دیا۔ (ترجمہ) :-

”ہاں عنقریب ہم ان ہی ہندی تلواروں کے ذریعے روئینگے۔ اور ہم لیے لیے نیزوں سے عمیر کی خبر موت دینگے“ پ

پھر کہا کہ اے نصرانی عورت کے بچے میں نہیں سمجھتا تھا کہ تو میرے خلاف اس طرح کی جرأت کر سکتا ہے۔ اخطل خوف سے کانپ اٹھا اور اٹھا کر عبد الملک کے پاس گیا اور اس کا دامن پکڑ کر کہا کہ میں آپ کے پاس پناہ لینے کے لئے آیا ہوں اور عبد الملک نے کہا کہ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں۔ پھر حجاب اٹھا اور دامن کشاں بخیری کے عالم میں چلا۔ اس نے کسی دیوان کے ایک کاتب سے نرمی کی باتیں کیں۔ اور اس سے بنو تغلب اور بنو بکر کے جزیرے کے صدقات کے متعلق ایک غلط فرمان اپنے لئے لکھوایا۔ اور اپنے اصحاب سے کہا کہ امیر المومنین نے ان صدقات کا تمام کام میرے سپرد کر دیا ہے۔ جو شخص میرے ساتھ چلنا چاہتا ہے چلے۔ بعد ازاں وہ دماں سے روانہ ہو کر رصافہ ہشام کو گیا اور دماں اپنے اصحاب سے اپنا اور اخطل کا واقعہ بیان کیا۔ اور یہ بتلایا کہ اس نے ایک جعلی خط لکھوایا ہے۔ اور وہ فی الحقیقت والی امر نہیں ہے۔ پھر کہا کہ اب جو شخص اپنی شرم و عار کو دھونا چاہتا ہے وہ میرے

ساتھ آجائے۔ کیونکہ میں نے قسم کھاتی ہے کہ جب تک بنو تغلب پر حملہ نہ کر لوں گا اپنا سر نہ دھوؤں گا۔ یہ سن کر تین سو آدمی کے سوا باقی سب اس کے پاس سے چلے گئے اور ان تین سو اشخاص نے کہا کہ ہماری موت اور زندگی تمہاری موت اور زندگی کے ساتھ ہوگی۔ وہ اسی رات گوداں سے روانہ ہو گیا۔ اور صبح ہوتے ہوئے چشمہ رعب پر پہنچ گیا جو بنو تغلب کے قبیلہ بنو جشم بن بکر کا چشمہ ہے۔ ایک زبردست جماعت اس کے مقابلے کے لئے آئی۔ حجاب نے ان کو خوب جی کھوکھل کر قتل کیا۔ اور اخطل کو گرفتار کر لیا۔ اس وقت وہ ایک میلی سی عبا پہنے ہوئے تھا۔ جس شخص نے اسے گرفتار کیا اس نے اسے غلام سمجھ کر پوچھا کہ تو کون ہے؟ کہا کہ میں ایک غلام ہوں۔ یہ سن کر اس نے اسے چھوڑ دیا۔ اور اخطل نے اپنے آپ کو ایک گڑھے میں گر دیا۔ پھر بھی ڈرنا ہی رہا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اسے پہچان لے۔ اور پکڑ کر قتل کر دے۔ آخر جب حجاب وہاں سے چلا گیا تو وہ وہاں سے نکلا۔ حجاب نے لوگوں کو قتل کرنے اور عورتوں کی شکم درمی میں خوب جی کھول کر کام لیا۔ اور بہت سختیاں کیں۔ اور جب وہ واپس چلا گیا۔ تو اخطل عبد الملک کے پاس گیا اور یہ شعر اس کے سامنے پڑھا۔ (ترجمہ) :-

”حجاب نے بشر کے مقام پر وہ سختیاں کی ہیں کہ صرف خدا ہی کے پاس اس کی شکایت اور آواز ہی ہو سکتی ہے“

حجاب نے فرار کیا۔ عبد الملک نے اسے طلب کیا تو وہ بلا در دم کی طرف چلا گیا۔ اس نے جنگ بشر کے بعد اخطل کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ (ترجمہ شعرا)

”اے مالک۔ کیا تو نے مجھ کو طاقت کی مٹی یا مجھ کو قتل کی وجہ سے ذلیل و خوار سمجھا تھا یا ہر ایک طاقت کرنے مجھے نشانہ طاقت بنایا تھا؟ کیا میں نے تم لوگوں کو قتل کر کے فنا نہیں کر دیا؟ کیا میں نے بنو قیس کے جوانوں اور بزدل تلواروں سے تمہاری ناکیں نہیں کاٹ دیں؟ ہاں ہر ایسے جوان کے ذریعے جو اپنے داہنے ہاتھوں سے تلواروں کے قبضوں کو پکڑ کر اپنی تلوار سے عمیر کی خبر مرگ دیتا تھا۔ اگر تم نے مجھے شکست بھی دے دی تو کیا مضائقہ ہے۔ میں وہ ہوں کہ اکثر ناگوں کے خون پیتا تھا۔ میں نے اپنی تلوار سے بنو زہیر اور بنو مالک میں

انغتصاب کا نکاح کیا تھا درہمیں کا نہیں۔ ۛ
ان کے علاوہ اور اشعار بھی تھے۔ ۛ

حجاث مدتوں تک بلا دروم میں طرانہ اور قالیقلا کے ما میں مارا مارا پھرتا رہا۔ آخر کار عبد الملک کے بعض قیسی ہمزاز اشخاص کے ذریعے سے اس نے عبد الملک سے امان لے لی۔ مگر جب وہ عبد الملک کے پاس پہنچا تو اس نے اس سے مقتولین کے خون بہا اور ضامن طلب کئے۔ اور ان کے وصول کرنے میں سعی کی۔ اُوھر یہ شام سے حجاج کے پاس آیا۔ جس کے جواب میں حجاث نے کہا کہ تم نے مجھے خائن کب سے سمجھا؟۔ حجاج نے کہا کہ نہیں بلکہ تم اپنی قوم کے سردار ہو۔ اور تمھارے ماتحت ایک وسیع جاگیر ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تم نے خوب پہچانا۔ اور یہ کہہ کر اس نے حجاج کو ایک لاکھ درہم ادا کر دیئے اور تمام خون بہا بھی جمع کر کے دے دیا۔ پھر وہ ایک عابد اور زاہد شخص ہو گیا اور اس کے اطوار درست ہو گئے حج کر کے چلا گیا۔ اور دماں کہنے کے پردوں کو پکڑ کر پکار پکار کے کہنے لگا۔ کہ ”یا اللہ میرے گناہوں کو بخش دے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا“ محمد بن المنفیع نے اس کی یہ دعا سنی اور کہا کہ یا شیخ۔ تمھاری یہ دعا تمھارے گناہ سے بھی بدتر ہے۔ ۛ

ایک اور روایت یہ بھی ہے کہ حجاث کی واپسی کا سبب یہ تھا کہ بادشاہ دروم نے حجاث کی بڑی تعظیم و تکریم کی اور اس کو اپنا مقرب بنا کر اس سے نصرت فرمائی ہو جانے کے لئے کہا اور یہ شرط کی کہ وہ جو کچھ مانگے دیا جائیگا۔ مگر اس نے جواب دیا کہ میں تمھارے پاس اس لئے نہیں آیا ہوں کہ میں اسلام سے ہیزا رہوں۔ اسی سال دروم کو موسم گرما میں مسلمانوں کی فوج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ انھوں نے واپس جا کر عبد الملک کو اطلاع دی کہ ان کو حجاث نے ہزیمت دی ہے۔ اس پر عبد الملک نے اس کے پاس امان کا پیغام بھیج دیا۔ چنانچہ وہ دماں سے نبو بشر کے پاس جانے کے ارادے سے کفن پہن کر نکلا اور ان کے ماں پہنچ کر ان سے کہا کہ میں تم لوگوں کا خون بہا ادا کرنے آیا ہوں۔ نبو بشر کے جوانوں نے اُسے قتل کرنا چاہا مگر ان کے بوڑھوں نے انھیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور اسے بخش دیا۔ اور ان حج میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے اُسے یہ کہتے ہوئے سنا کہ یا اللہ میرے گناہ بخش دے۔

مگر میں نہیں سمجھتا کہ تو ایسا کرے گا۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ اگر تم حجاب ہی ہو تو تم اس سے زیادہ نہیں کہہ سکتے۔ اس نے کہا اہل میں حجاب ہی ہوں۔ پھر

۱۷۷۷ کے واقعات

مصعب کے قتل اور عبدالملک کے عراق پر قابض ہونے کا بیان

اس سال ماہ جمادی الآخر میں مصعب بن زبیر قتل ہوا۔ اور عبدالملک ابن مروان عراق پر غالب ہو گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ جب حسب ذکر بالا عبدالملک ابن مروان نے عمرو بن سعید بن عاص کا کام تمام کر کے اپنی تلوار سے کام لینا شروع کیا۔ اور جس جس نے مخالفت کی اسی کو قتل کر دیا۔ تاکہ تمام شام اس کے لیے صاف ہو گیا۔ جب اس کا کوئی مخالف باقی نہ رہا تو اس نے مصعب بن زبیر کے مقابلے کے لیے عراق جانا چاہا۔ اور اپنے اصحاب سے اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس کے چچا یحییٰ بن الحکم بن ابی العاص نے اس کو یہ مشورہ دیا کہ شام ہی پر فتنت کرو۔ اور عراق کو ابن زبیر کے لیے چھوڑ دو۔ عبدالملک کا قول تھا کہ جو شخص درست ہے کا طالب ہو اس کو چاہیے کہ یحییٰ کی مخالفت کرے۔ ایک اور شخص نے کہا کہ خشک سال کا موسم ہے اور تم اس سے پہلے بھی دو مرتبہ جنگ کر چکے ہو اور کامیاب نہیں ہوئے اس لیے اس سال توقف کرو۔ عبدالملک نے کہا کہ شام کا ملک بہت قلیل المال ہے اور میں اس کے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔ اشراف عراق میں سے بہت سے آدمیوں نے مجھے خط لکھ لکھ کر اپنے پاس بلایا ہے۔ اس کے بھائی محمد بن مروان نے کہا کہ رائے تو یہ ہے کہ آپ اپنا حق طلب کریں۔ اور ضرور عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔ مجھے امید ہے کہ اللہ آپ کو ضرور فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ ایک اور شخص بولا کہ میری رائے یہ ہے کہ آپ یہیں ٹھہرے رہیں۔ مگر اپنے کسی اہل کو اس طرف روانہ کریں اور اسے فوج سے مدد دیں۔ عبدالملک نے کہا کہ اس کام کے لیے سوائے ایسے قریشی شخص کے اور کوئی مناسب نہیں ہے۔ جو صاحب رائے ہو۔ بہت ممکن ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو روانہ کروں کہ جو شجاع تو ہو مگر صاحب رائے نہ ہو۔ میں خود جنگ آزمودہ ہوں اور اگر

نہر ورت پڑے تو تلواری کا دھتی بھی۔ اُدھر مصعب بھی بہا در ہے اور بہادروں کے گھرانے سے ہے۔ مگر فرق یہ ہے کہ وہ علم حرب سے واقف نہیں بلکہ آرام طلب ہے۔ پھر اس کے ہمراہی اس کے مخالف ہیں اور میرے ساتھی میرے ہمدرد الغرض جب اس نے جنگ کے لئے روانہ ہو جانے کا عزم کر لیا تو اپنی زوجہ عاتکہ بنت یزید بن معاویہ سے رخصت ہوا۔ وہ رونے لگی اور اس کی نوڈیاں بھی رونے پینے لگیں۔ عبد الملک نے کہا کہ خدا بھلا کرے شاعر کثیر غرثہ کا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا اس نے ہم کو دیکھ کر یہ کہا تھا۔ (ترجمہ اشعار) :-

اذا جب وہ جنگ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو ہار پہننے والی عفت تاب عورتیں اس کی ہمت کو نہیں توڑ سکتیں۔ اس نے اُسے منع کیا۔ مگر اس نے دیکھا کہ اس کا منع کرنا اُسے جنگ سے باز نہیں رکھ سکتا تو وہ رو پڑی اور اس کی گریہ انگیز تکلیف کی وجہ سے اس کی نوڈیاں بھی گریہ و زاری کرنے لگیں۔

مختصر یہ کہ عبد الملک عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ اُدھر جب مصعب کو اس کی آمد کی اطلاع ہوئی تو وہ بصرہ میں تھا۔ اس نے وہیں سے مہلب کے پاس پیغام بھیجا جو اس وقت خوارج سے جنگ کرنے میں مشغول تھا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ مصعب نے اُسے اپنے پاس ہی بلایا تھا۔ بہر حال مہلب نے مصعب سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اہل عراق نے عبد الملک کو اور عبد الملک نے اہل عراق کو خطوط لکھے ہیں۔ اب بہتر یہ ہے کہ تم مجھ کو خود سے جدا نہ کرو۔ مصعب نے کہا کہ اہل بصرہ روانگی سے انکار کرتے ہیں۔ جب تک کہ میں تم کو خوارج کی جنگ پر متعین نہ کر دوں جو سوق ابواز تک پہنچ گئے ہیں۔ مگر مجھے یہ بات بھی ناگوار ہے کہ عبد الملک مجھ سے جنگ کرنے کے لئے آہنپا ہے۔ اور میں اس کے مقابلے کے لئے نہ نکلوں۔ بہتر یہ ہے کہ تم اس سرحد پر میری مدد کرو۔ چنانچہ وہ واپس چلا گیا۔ اور مصعب کو نہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کے ہمراہ اخف بھی تھا جو کوفہ پہنچ کر انتقال کر گیا۔ پھر مصعب نے ابراہیم ابن اشتر کو بلایا جو موصل اور جزیرہ کا حاکم تھا جب وہ مصعب کے پاس پہنچ گیا تو مصعب اُسے اپنے مقدمتہ الجیش پر مقرر کر کے احمرہ میں جا کر خیمہ زن ہوا۔ جو علاقہ مسکن کے مقام وانا کے قریب واقع ہے۔

عبدالملک بھی اپنے بھائی محمد بن مروان اور خالد بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو
مقدمہ اکیش کے امار مقرر کر کے روانہ ہوا۔ وہ لوگ جا کر قرقسیا میں خیمہ زن ہوئے
اور زفر بن حارث الکفائی کا محاصرہ کر لیا۔ بعد ازاں اس نے ان شرائط پر
صلح کر لی جن کو ہم انشاء اللہ بیان کرینگے۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو
بھی عبدالملک کے ہمراہ روانہ کیا۔ وہ پہلے عبدالملک کے ساتھ تھا پھر مصعب
سے جاملتا تھا۔ غرض کہ صلح ہو جانے کے بعد عبدالملک اپنے ہمراہیوں کو
لے کر مقام مسکن میں جا ٹھہرا جو مصعب کے قیام گاہ کے قریب تھا۔
چنانچہ دونوں انواع کے مابین دو باتیں ہی فرسنگ کا فاصلہ تھا۔
عبدالملک نے تمام اہل عراق کو خط لکھے۔ ان کو بھی جنھوں نے ان
کو خط لکھا تھا اور ان کو بھی جنھوں نے نہیں لکھا تھا اور ان سب کو
بطور طعمہ کے اصفہان دے دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جن لوگوں نے
عبدالملک کو خط لکھا تھا انھوں نے اس سے اصفہان کی امارت طلب کی تھی۔
چنانچہ عبدالملک نے یہ کہا تھا کہ آخر یہ اصفہان کیا چیز ہے کہ سب کے سب
اسی کو طلب کرتے ہیں۔ مگر ایک ابراہیم بن اشتر کے سوا سب نے اس کے
خطوط کو پوشیدہ رکھا۔ خود ابراہیم نے وہ خط میر بہر مصعب کے حوالے کر دیا۔
مصعب نے اسے پڑھا تو یہ لکھا ہوا تھا۔ کہ عبدالملک نے اُسے بلایا
ہے اور صوبہ عراق دینے کا وعدہ کیا ہے۔ تب مصعب نے ان سے کہا کہ
تمہیں خبر ہے کہ اس میں کیا لکھا ہے؟ ابراہیم نے کہا کہ نہیں مصعب نے کہا کہ
وہ تم کو فلاں فلاں چیز دیتا ہے اور اس طرح تم کو ترغیب دلاتا ہے۔ ابراہیم
نے کہا مگر میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ غدر و خیانت کروں۔ واللہ عبدالملک
کے پاس شاید کوئی ایسا آدمی نہ ہو گا جو اس سے بہ نسبت میر سے زیادہ مایوس
و بدگمان ہو۔ عبدالملک نے تو تمھارے تمام اصحاب کے نام اسی طرح کے
خط لکھے ہیں جیسا یہ مجھ کو لکھا ہے۔ اب تم میری بات مانو اور ان میں شخاص
کی گردن مار دو۔ مصعب نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو ان کے قبائل میر سے
خیر خواہ اور ہمدرد نہ رہینگے۔ کہا کہ اگر ایسا ہے تو ان کو زنجیروں میں جکڑ کر

کسے کے قصاص میں بھیج دو۔ اور انھیں ایسے شخص کی نگرانی میں دید جو اگر تم مغلوب ہو جاؤ تو۔ اور ان لوگوں کے قبائل تم سے علیحدہ ہو گئے تو ان کی گروہیں اور گئے اور اگر تم غالب ہوئے تو ان پر احسان کر کے رہا کر دو گے۔ مصعب نے جواب دیا کہ یہ رائے مجھے پسند نہیں۔ خدا رحم کرے ابو بکر (احف) پر وہ مجھے اہل عراق کے سردار سے ڈرایا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جس طرح ایک قحہ ہر روز ایک بے خاوند کی تلاش میں رہتی ہے اسی طرح اہل عراق ہر روز ایک نئے امیر کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب قیس بن ہنیم نے دیکھا کہ اہل عراق مصعب کے غدر فریب پر آمادہ ہیں تو اس نے ان لوگوں سے کہا کہ تم ہر خدا کی سنوار خبردار اہل شام سے نہ ملو۔ خدا کی قسم وہ تم کو اچھی طرح نہ جینے دینگے۔ اور تمہارے گھروں کو بھی تم پر تنگ کر دینگے۔ واللہ میں نے دیکھا ہے کہ اہل شام کا سردار حلیفہ کے دروازے سے پھر کھڑا ہوا یہ سوال کر رہا تھا کہ وہ اسے کسی حاجت سے روانہ کرے۔ ہم کو تم نے جنگوں میں دیکھ لیا ہے۔ ہمارے ایک آدمی کا زاد راہ چند اڑٹوں پر ہوتا ہے۔ اور ان کے اشراف اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر لڑتے ہیں۔ اور ان کا زاد راہ ان سے پیچھے بندھا ہوتا ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی بات نہ سنی۔ پڑا

غرض کہ جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں۔ تو عبد الملک نے جو ملک کے ایک شخص کو مصعب کے پاس بھیجا اور اس سے کہا کہ جا کر اپنے بھائی سے سلام کہو کہ جو کہ مصعب کی ماں جو ملک سے تھی اور کہو کہ تم اپنے بھائی کے لئے دینا ترک کرو اور میں اپنے لئے دعوت دینا ترک کر دیتا ہوں۔ اور یہ اس امر کا ایک مجلس شوریہ کے ذریعے سے فیصلہ کیا جائے۔ مصعب نے یہ دم برستے کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار ہی فیصلہ کرے گی تب عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کے اور مصعب نے ابراہیم بن اشتر کو اپنا اپنا مقدمہ پیش مقرر کیا۔ اور فریقین میں مقابلہ ہوا۔ جنگ میں محمد کا علمبردار مارا گیا۔ اور مصعب نے ابراہیم کو مدد دینا شروع کیا۔ اور محمد کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ یہ حالت دیکھ کر عبد الملک نے عبد اللہ بن یزید کو اپنے بھائی محمد کی مدد کے لئے بھیجا اور نہایت شب سے لڑائی شروع ہو گئی۔ قتیبہ کا باپ مسلم بن عمرو الباہلی جو مصعب کے بھائی بیوں

میں شامل تھا قتل ہوا۔ پھر مصعب نے ابراہیم کو عتاب بن درقاء کے ذریعے سے مدد دی۔ اس سے ابراہیم کو رنج ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ میری مدد کے لئے عتاب یا عتاب سے آدمیوں کو نہ بھیجنا۔ آخر دی کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عتاب لوگوں کو لے کر پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ اس نے عبد الملک سے خط و کتابت کر لی تھی۔ اس کی پس ماندگی کے بعد ابن اشتر نے جم کر لڑنا شروع کیا۔ مگر عبیدہ بن مسیرہ مولا اے بنو عذرہ کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اور اس کا سر عبد الملک کے پاس بھیج دیا گیا۔

بعد ازاں اہل شام کے آگے بڑھنے پر مصعب نے ان کا مقابلہ کیا اور قطن بن عبد اللہ الکحارنی سے کہا کہ اے ابو عثمان۔ اپنے سواروں کو آگے بڑھاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نہیں چاہتا کہ بنو مدحج بے فائدہ قتل ہوں۔ پھر اس نے جمار بن ابجر سے کہا اے ابواسید تم بھی اپنے سواروں کو بڑھاؤ۔ اس نے پوچھا کہ ان بد بو انسانوں کی طرف؟ مصعب نے جواب دیا کہ جنگی طرف تم پیچھے ہٹ رہے ہو وہ ان سے بھی زیادہ بد بو ہیں۔ جب اس نے محمد بن عبد الرحمن بن سعید کو بھی ایسا ہی حکم دیا تو اس نے جواب دیا کہ ان لوگوں میں سے جب کسی نے ایسا نہیں کیا تو میں کیوں کروں؟ اس پر مصعب نے کہا کہ اے ابراہیم! آہ آج میرے پاس ابراہیم ہی نہیں۔ پھر ایک طرف متوجہ ہوا تو عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو دیکھا۔ اسے قریب بلا کر کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ حسین ابن علیؑ نے ابن زیاد کے حکم سے روگرافی کیلئے کیا طریقہ اختیار کیا تھا۔ اس نے بیان کیا اس پر مصعب نے یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ)۔

”ماں طعن میں بنو ہاشم کے لوگ ہیں جنہوں نے میری غمخواری کی ہے اور کریم النفس لوگوں کے لئے غمخواری کی سنت قائم کر دی ہے“

عروہ کہتا ہے کہ اس شعر کو سنکر مجھے معلوم ہو گیا کہ اب مصعب وہاں سے بغیر مے نہیں ٹھے گا۔ اس کے بعد محمد بن مردان نے مصعب کے قریب جا کر بلند آواز سے کہا کہ میں تمہارا چچیرا بھائی محمد بن مردان ہوں۔ امیر المؤمنین کی امان قبول کرو مصعب نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین کے میں ہیں (جس سے اسکی مراد اپنے بھائی عبد اللہ بن زبیر سے تھی) محمد نے کہا کہ میں اس لئے کہتا ہوں

کہ تمہارے آدمیوں نے تم کو چھوڑ دیا ہے۔ مگر مصعبؓ اس عرض احسان کو قبول نہ کیا۔ پھر محمدؐ نے عیسیٰ بن مصعب بن زبیر کو پکارا مصعبؓ نے کہا کہ جاؤ دیکھو وہ تم سے کیا کہتا ہے۔ چنانچہ جب عیسیٰ محمدؐ کے پاس گیا تو موخرالذکر نے کہا کہ میں تمہارا اور تمہارے والد کا خیر خواہ ہوں۔ اور تم دونوں کے لئے امان ہے۔ عیسیٰ اپنے باپ کے پاس گیا اور صورت حال سے اس کو آگاہ کیا۔ مصعبؓ نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ وہ تم سے دفا کرینگے۔ اگر تم ان کے پاس جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ عیسیٰ نے کہا مگر میں یہ نہیں چاہتا کہ قریش کی عورتیں آپس میں باتیں کریں کہ میں نے آپ کو چھوڑ دیا ہے۔ اور آپ سے روگردانی کی ہے۔ مصعبؓ نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو تم اپنے ہمراہیوں سمیت اپنے چچا کے پاس چلے جاؤ۔ اور اہل عراق کے جو کچھ کیا ہے ان کو اس سے مطلع کرو مجھے تم یہیں چھوڑ دو۔ میں تو گویا مقتول ہوں اس نے کہا کہ میں آپ کے متعلق اہل قریش کو کچھ بھی نہ بتاؤں گا۔ لیکن اسے باپ بصرہ چلے۔ کیونکہ وہ لوگ اب تک ہمارے مطیع ہیں۔ یا نہیں تو امیر المومنین کے پاس چلے جائے مصعبؓ نے کہا مگر میں نہیں چاہتا کہ قریش میں آپس میں تذکرہ کریں کہ میں میدان سے فرار ہو گیا ہوں۔ مگر تم ذرا آگے بڑھ کر لڑو تب میں تم کو بہادر سمجھوں گا۔ اس پر عیسیٰ نے چند آدمیوں کے ساتھ آگے بڑھ کر لڑنا شروع کیا۔ اور وہ اور اس کے تمام ساتھی مارے گئے۔ اہل شام میں سے ایک شخص عیسیٰ کا سر کاٹنے کے لئے آیا تو مصعبؓ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا۔ لوگ اس کے سامنے سے پھٹ گئے۔ وہ واپس ہو گیا اور پھر لیٹ کر حملہ کیا اور لوگ پھر پھٹ گئے۔ عبدالملک نے اسے امان دی اور کہا کہ مجھ پر یہ امر گراں گذرتا ہے کہ تم قتل کئے جاؤ۔ میری بات مانو۔ میں مال اور عمل میں تم ہی کو عامل بناتا ہوں۔ مگر مصعبؓ نے انکار کیا اور پھر لڑنے لگا۔ اس پر عبدالملک نے کہا کہ واللہ یہ تو ویسا ہی ہوا جیسا کہ شاعر کہتا ہے (ترجمہ شعر) :-

وہ بہت سے مسلح آدمی ہیں کہ جو اس سے مقابلہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔
نہ تو وہ بہت ہی سخت لڑنے والا ہے۔ اور نہ خود کو دشمن سے سپرد کرتا ہے۔
مگر مصعبؓ اپنے سر پر دے میں داخل ہوا۔ خوشبو لگائی۔ سر پر ردہ کو

گرادیا اور پھر باہر نکل کر لڑنے لگا عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کے پاس جا کر اس کو دست بدست جنگ کے لیے دعوت دی تو اس نے کہا کہ میرے سامنے سے دور ہو جا۔ کیا مجھ سا شخص تجھ سے آدمی سے بھی لڑا کرتا ہے۔ اس نے مصعب پر حملہ کیا۔ اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ دیا کہ وہ خود کو چیرتی ہوئی اُسے زخمی کر کے نکلی۔ مصعب وہاں سے واپس ہوا۔ اور اپنا سر باندھنے لگا۔ لوگوں نے مصعب کو چھوڑ دیا اور اس کا ساتھ ترک کر دیا۔ آخر اس کے ساتھ صرف سات آدمی رہ گئے۔ پھر اس پر ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ کی گئی۔ اور اس کے بہت سے زخم آئے۔ پھر وہ عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان کی طرف گیا اور اس پر تلوار کا وار کیا۔ مگر ضعف و کثرت زخم کی وجہ سے کچھ نہ کر سکا۔ اس کے جواب میں ابن ظبیان نے ایک ہی وار میں اُسے قتل کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ ہوا تھا کہ زائدہ بن قدامتہ الثقفی نے اُسے بھانپ کر اس پر یہ کہتے ہوئے نیزے سے حملہ کیا کہ "یہ مختار کے خون کا بدلہ ہے"۔ اور اُسے زمین پر گرادیا۔ پھر عبید اللہ بن زیاد بن ظبیان نے اس کا سر کاٹ کر عبید الملک کے سامنے پیش کیا اور اُسے اُس کے سامنے ڈال کر یہ شعر پڑھا (ترجمہ) :-

"ہم بادشاہوں سے اپنا حق طلب کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمارے ساتھ انصاف نہیں کرتے اور ان کا خون ہمارے لیے حرام نہیں ہے"۔

عبد الملک نے اس سر کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ ابن ظبیان کا بیان ہے کہ جب میں نے عبد الملک کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ اُسے بھی سجدے ہی میں قتل کر دوں۔ اور اس طرح عرب کے دو بادشاہوں کا قاتل ہو جاؤں۔ اور لوگوں کو ان دونوں کی آفتوں سے نجات دوں۔ عبد الملک کا قول ہے کہ میں نے سوچا کہ میں ابن ظبیان کو بھی قتل کر دوں۔ اور اس طرح نہایت خوں ریز شخص کو ایک نہایت دلیر آدمی کے بدلے قتل کر دوں۔ عبد الملک نے ابن ظبیان کو ایک ہزار دینار انعام دیا تو اس نے کہا کہ میں نے مصعب کو تمھاری اطاعت کی وجہ سے قتل نہیں کیا بلکہ اپنے بھائی ثالبی ابن زیاد کے بدلے میں قتل کیا ہے۔ اور اسی بنا پر اس نے اس انعام میں سے

کچھ بھی لینے سے انکار کر دیا۔

مصدق اور یاس کے دو چہرے نے یاس و میرہ یا شہیق میں قتل ہوا۔ اور
عبد الملک کے حکم سے اس سے اور اس کے بیٹے یعنی دونوں کو دفن کر دیا گیا۔
عبد الملک نے کہا کہ میرا نور ہرمانہ قدیم بن ایک دوسرے کی سزا کرتے
تھے۔ مگر سلطنت باخوبی ہوئی ہے۔

نابی کے قتل کا سبب یہ ہوا تھا کہ وہ اور بنو نمیر کا ایک شخص وہ نون
روانہ بنی کیا کرتے تھے۔ یوں کو مصعب کے صاحب الشرطہ مشرف بن سیدان
الہامی کے پاس پیش کیا گیا۔ اس نے نابی کو قتل کر دیا اور نمیری کو زود کو سب
کر کے رہا کر دیا۔ جب مصعب نے طرف کو شرط سے معزول کر کے ابھارا
حاکم مقرر کیا تو عبید اللہ بن ابی عامر نے اس کو شرط کی طرف گیا اور اسے
قتل کر دیا۔ مصعب نے مکرم بن مطر کو عبید اللہ کے تعاقب کے لیے روانہ کیا۔
عبید اللہ بھی اُدھر سے روانہ ہو کر مطر کی فوج کی طرف آیا۔ مگر یہ امر اس کی طرف
منسوب کیا ہے حالانکہ وہ اس وقت تک عبد الملک سے جاملتا تھا۔ نابی کے
قتل کے متعلق اور روایات بھی ہیں۔

جب مصعب کا سر عبد الملک کے پاس گیا تو اس نے اس کی طرف
دیکھ کر کہا کہ بھلا تجھ سے آدمی کو کوئی قریشی عورت اب کب کھانا کھلا سکے گی؟ کیونکہ
جن دنوں یہ دونوں بیٹے میں تھے تو وہ دونوں جتنی نام عورت کے پاس آیا جایا
کرتے تھے۔ چہ اس کو مصعب کے قتل کی خبر ملی تو اس نے کہا کہ خدا کرے کہ
اس کا قاتل ہلاک ہو۔ اُسے بتایا گیا کہ قاتل عبد الملک ہے۔ تو اس نے کہا کہ قاتل
و مقتول پر میرے مان باپ فدا ہوں۔ بعد ازاں عبد الملک بن مروان نے عراق
کی فوج کو اپنی بیعت کی دعوت دی۔ اور ان لوگوں نے بیعت کر لی۔ پھر وہاں
سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ چالیس دن تک خزیمہ میں مقیم رہا۔ ایک مرتبہ کوفہ
میں تقریر کی جس میں نیکی کرنے والے سے حسن سلوک کا وعدہ کیا اور بدی کرنے
والے کو وعید کی۔ اور کہا کہ جو زنجیر عمرو بن سعید کے گلے میں ڈالی گئی تھی۔ میرے
پاس موجود ہے۔ اب میں اُسے سوائے ایک سخت مزاج شخص کے کسی اور کے

کلیے میں نہ ڈالو گنا۔ اور اس شخص سے اُسے ہرگز جہاد کرونگا۔ اب ہر شخص اپنے اپنے
نفس کا خود محافظ ہے۔ اور اپنے اپنے ثواب کا ترغیب۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر اس نے لوگوں کو اپنی بیعت کے لیے بلایا اور لوگوں نے بیعت کر لی۔
جب بنو قضاہ اس کے پاس گئے تو ان سے اس نے کہا کہ تم لوگ تو تھوڑے سے
تھے۔ تم اور بنو مضر کس طرح مطیع ہو گئے؟۔ عبد اللہ بن یعلیٰ النہدی نے جواب دیا
کہ ہم ان لوگوں سے زیادہ عزیز و غالب ہیں اور آپ اور آپ سے ان ہزار بیوں سے
جو ہم میں سے ہیں زیادہ صاحب قوت ہیں۔ پھر بنو مذحج آئے تو ان سے کہا کہ اپنے
بھانجے (یعنی یحییٰ بن سعید) کیونکہ اس کی ماں مذحجی تھی (تو میرے پاس لاؤ۔ انہوں
نے پوچھا کیا آپ نے اُسے امان دی؟۔ عبد الملک نے کہا کہ کیا تم لوگ بھی شرائط
طلب کرتے ہو؟۔ اس کے جواب میں ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ ہم کچھ آپ کے
حق سے جہالت کر کے شرط طلب نہیں کرتے۔ بلکہ آپ سے اسی طرح ناز کرتے ہیں
جس طرح بیٹا باپ سے کرتا ہے۔ عبد الملک نے کہا ہاں ضرور تم وہ قبیلہ ہو جو
زمانہ جاہلیت میں شہسوار تھے۔ اچھا اُسے حاضر کرو اس کے لیے امان ہے۔
چنانچہ یحییٰ بن سعید کو لے آئے۔ اور اس نے عبد الملک سے بیعت کر لی۔ اس کے
بعد بنو عدوان آئے۔ انہوں نے اپنے آگے ایک حسین اور خوبصورت شخص کو
بھیجا۔ عبد الملک نے یہ اشعار پڑھے۔ (ترجمہ) :-

۱) بنو عدوان کے قبیلہ کا عذریہ ہے کہ وہ زمین کے سانپ تھے۔ وہ
ایک دوسرے سے بغاوت کرتے تھے اور پرواہ نہیں کرتے تھے۔ مگر ان میں سے
اچھے اچھے سردار اور وعدہ وفا کرنے والے بھی تھے۔

یہ کہہ کر وہ اس خوبصورت آدمی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ ہاں آگے
کہو۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر عبد ابن خالد الجہلی نے جو اس کے
بیچھے تھا یہ اشعار کہے۔ (ترجمہ) :-

۲) اور ان میں سے ایک شخص حکم ہوتا تھا اور ایسا ہوتا تھا کہ جو حکم
وہ لگا دے اُسے توڑا نہیں جاتا تھا۔ اور ان میں ایسے ایسے لوگ تھے جو حج کو
سنت و فرض کے ساتھ ادا کرتے تھے۔ اور ان میں ایسے ایسے لڑکے تھے

جو نسب خالص کی سیرت سے آراستہ تھے؛

عبدالملک اس خوبصورت شخص کی طرف ملتفت ہو کر پوچھنے لگا کہ یہ شخص کون ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ اس پر معبد نے جو چھپے کھڑا تھا کہا کہ یہ ذوالاصبع ہے۔ عبدالملک نے اس خوب صورت شخص سے سوال کیا کہ تیرا نام ذوالاصبع کیوں رکھا گیا۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ اس نے کہ ایک سانپ نے اس کی انگلی میں ڈس کر انگلی کو بالکل کاٹ دیا تھا۔ پھر عبدالملک نے اس خوب صورت آدمی سے پوچھا کہ اس کا اصلی نام کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے جواب دیا کہ حشران بن حارث عبدالملک نے خوب صورت آدمی سے پوچھا کہ وہ تمھاری کس جماعت میں سے ہے۔ کہا کہ میں نہیں جانتا۔ معبد نے بتلایا کہ بنونامج میں سے۔ پھر عبدالملک نے اس خوبصورت آدمی سے سوال کیا کہ تمھاری آمدنی کیا ہے۔ کہا سات سو۔ معبد سے پوچھا تمھارا کیا ہے۔ کہا تین سو۔ اس پر عبدالملک نے اپنے کاتب سے کہا کہ معبد کے نام پر سات سو لکھ دو۔ اور اس شخص کے مشاہیر ہیں سے چار سو کم کر دو۔ پو

اس کے بعد بنو کنہ آئے۔ عبدالملک نے عبداللہ بن اسحاق بن اشعث کو دیکھ کر اس کے متعلق اپنے بھائی بشر بن مروان کو ہدایت کی پو پھر داؤد بن قحذم بکر بن وائل کی ایک بڑی جماعت کو لے کر آیا اور وہ لوگ داؤدی قبیلہ پہنچے ہوئے تھے۔ جو اسی کی وجہ سے اس نام سے موسوم تھیں۔ وہ اگر عبدالملک کے ساتھ تخت پر بیٹھا۔ عبدالملک اس سے مخاطب ہوا۔ پھر وہ اٹھ کے چلا اور سب لوگ بھی اس کے ہمراہ ہی چل کھڑے ہوئے۔ عبدالملک نے کہا کہ یہ ایسے فاسق لوگ ہیں کہ اگر ان کا یہ سردار نہ آتا تو ان میں سے ایک بھی میری طاعت قبول نہ کرتا۔ پو

اس کے بعد عبدالملک نے قطن بن عبداللہ الحارثی کو وائلی کو مقرر کیا۔ مگر بعد میں اسے معزول کر کے اپنے بھائی بشر بن مروان کو مقرر کیا۔ پھر محمد بن عمیر الہمدانی کو سہان پر اور یزید بن روم کو رے پر مقرر کیا۔ جن جن اشخاص سے اس نے اصہبان پر مقرر کیئے جانے کا وعدہ کیا تھا کوئی بھی پورا نہ کیا۔ اس نے

کہا کہ میرے پاس ان فاسقوں کو لاؤ جنہوں نے شام و عراق میں تہلکہ و فساد مچا رکھا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ ان لوگوں کو ان کے قبائل کے رؤساء نے پناہ دے رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ کیا کوئی شخص میرے برخلاف بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے۔ عبداللہ بن یزید بن اسد والد خالد القسری اور یحییٰ بن معیوف الہمدانی نے علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس پناہ لی تھی۔ اور نیل بن زفر بن حارث دہو عبد الملک کے ساتھ تھا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا اور عمرو بن یزید الحکمی نے خالد بن یزید کے پاس پناہ لی تھی۔ جب عبد الملک نے ان کو امان دے دی تو وہ باہر آئے۔ عمرو بن حرث عبد الملک سے لئے بہت سا کھانا تیار کر رکھا تھا۔ اس نے اس کو خورق بھیج دیا۔ اور لوگوں کو اندر داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ لوگ اندر گئے۔ اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پھر عمرو بن حرث آیا تو اسے اس نے اپنے تخت پر بٹھالیا۔ اس کے بعد دسترخوان بچھائے گئے۔ اور سب نے کھانا کھایا۔ عبد الملک نے کہا کہ ہماری زندگی کیسی عمر ہے کاش کہ یہ دانی ہوتی۔ مگر جیسا کہ کوئی کہہ گیا ہے۔ (ترجمہ شعر) :-

”اے امیہ ہر نئی چیز ہلاکت کی طرف جاتی ہے۔ اور ایک نہ ایک دن ہر شخص ایسا ہو جائے گا کہ اس کے متعلق کہا جائے کہ وہ تھا۔“ ۴

جب لوگ کھانے سے فارغ ہو گئے تو عبد الملک نے عمرو بن حرث کو ساتھ لے کر تمام قصر میں گشت لگایا۔ معاینہ کے دوران میں اس سے پوچھتا جاتا تھا کہ یہ مکان کس کا ہے اور کس نے بنایا ہے۔ اور عمرو بتلاتا جاتا تھا۔ اس پر عبد الملک نے کہا۔ (ترجمہ اشعار) :-

”اے انسان۔ ذرا سوچ سمجھ کر کام کیا کر سیکو کہ تو مرنے والا ہے۔ اور اپنے نفس سے بخل کیا کر۔ جو چیز کہ ہو چکی ہے جب وہ ختم ہو جاتی ہے تو ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا تھی ہی نہیں۔ اور گویا کہ وہ چیز جو ہونے والی ہے ایسی ہے کہ جیسے کہ وہ کبھی تھی مگر اب نہیں۔“ ۵

جب عبداللہ بن خازم کو معلوم ہوا کہ مصعب عبد الملک سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا ہے۔ اس نے پوچھا کیا اس کے ساتھ عمرو بن عبداللہ

ابن معر بھی ہے۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اُسے اس نے فارس پر عامل مقرر کیا ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا اس کے ہمراہ مہلب بھی ہے۔ کہا گیا کہ نہیں۔ اسے اس نے خوارج پر تعینات کیا ہے۔ پوچھا کہ عباد بن حصین اس کے ساتھ ہے؟ کہا گیا کہ اُسے بصرہ پر مامور کیا ہے۔ عبد اللہ نے کہا اور میں خراسان میں ہوں (ترجمہ شعر)۔ ”اے کفتار مجھے پکڑے اور کھینچ کر لے جا اور ایک ایسے شخص کا شکار کرنے سے خوش ہو جسے کوئی مددگار نہیں ملا۔“

جب مصعب قتل ہو گیا۔ تو عبد الملک نے اس کا سر کو ذبح بھیج دیا۔ یا شاید اپنے ہمراہ اُسے واپس لے گیا۔ اور بعد میں اسے اپنے بھائی عبدالعزیز بن مروان کے پاس مصر بھیج دیا تھا۔ اس نے اس سر کو اور ناک کو تلوار سے کاٹا ہوا دیکھ کر کہا کہ قسم ہے خدا کی کہ وہ ان سب لوگوں میں سب سے زیادہ خوش خلق سب سے زیادہ دلاور اور سخی تھا۔ پھر اسے شام کو بھیج دیا۔ جہاں اُسے دمشق میں دفن کر دیا گیا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے تمام شام میں گشت کرائیں۔ مگر یزید بن عبد الملک کی والدہ یعنی عبد الملک بن مروان کی زوجہ عائکہ بنت یزید بن معاویہ نے اُسے لے لیا اور اسے غسل دے کر دفن کر دیا۔ اور کہا کہ تم لوگ اس کے ساتھ یہ کچھ کر چکے ہو۔ کیا تم اب بھی خوش نہیں ہو۔ اور چاہتے ہو کہ اسے شبہوں میں پھرایا جائے۔ یہ سخت میہودگی ہے، قتل ہونے کے وقت مصعب کی عمر چھتیس برس کی تھی۔

ایک دن عبد الملک نے اپنے ہم نشینوں سے سوال کیا کہ سب سے زیادہ دلاور شخص کون ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ امیر المومنین۔ عبد الملک نے کہا نہیں اس کے سوا اور کوئی نام بتلاؤ۔ انھوں نے کہا امیر بن حباب عبد الملک نے کہا خدا کی اس پر لعنت ہو۔ کیڑوں کا چور اور ان پر لڑ مرنے کو اپنے نفس اور دین سے زیادہ عزیز رکھنے والا! جلسوں نے کہا کہ وہ نہیں تو شعیب عبد الملک نے کہا کہ حروریوں کا بھی ایک خاص ڈھنگ ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا کہ پھر کون ہے۔ عبد الملک نے جواب دیا کہ مصعب۔ قریش کی دو شریف عورتیں اس کے نکاح میں تھیں۔ سکینہ بنت حنین اور عائشہ بنت طلحہ۔ پھر وہ سب سے زیادہ مالدار بھی تھا۔ میں نے اسے امان دے دی تھی اور عراق پر مقرر کر دینے کا وعدہ

بھی کیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ میں اپنی پرانی محبت و دوستی کی بنا پر اسے ضرور پورا کروں گا۔ مگر اسے کچھ غیرت آئی۔ اس لئے اس نے انکار کر دیا اور جنگ کرنے لگا۔ آخر مارا گیا۔ ایک شخص نے کہا کہ مصعب نبیذ پیتا تھا۔ عبد الملک نے جواب دیا کہ یہ اس کے حصولِ مردت سے قبل کا واقعہ ہے۔ جب سے اس نے مردت حاصل کر لی تھی تو اگر اُسے معلوم ہوتا کہ یہ پانی اس کی مردت کو نقصان پہنچاتا ہے تو وہ اسے ہرگز نہ چکھتا، "اقترا لاسدی کا قول ہے کہ (ترجمہ اشعار) :-

"مصعب نے ذلت کو رو کر کے اپنی آبرو بچائی۔ اس لئے وہ ایک کریمِ نفس آدمی کی موت مرا۔ جس کے اخلاق و عادات کی عیب جوئی نہیں ہوتی اگر وہ جانتا تو اس ذلت کو قبول کر لیتا جو اس شخص نے پیش کی تھی جو اس کے جذباتِ حمیت کو منکر کرنا چاہتا تھا۔ اور اس طرح دنیا میں وہ ایسی زندگی بسر کرتا کہ اس کے طریقوں کی سب جو بھی کرتے۔ مگر وہ گزر گیا اور ایسی حالت میں گذرا کہ بجلی اس کو چمکا رہی تھی۔ کبھی اس سے مشورہ کرتی اور کبھی معافہ کرتی تھی۔ وہ ایک کریمِ نفس آدمی کی موت مرا اسکی مذمت نہیں ہوئی اور کبھی اس کو قالین اور فرش پر عیش کرنے کا موقعہ ملا" پڑ

عرفجہ بن شریک کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

"ابن مروان کو کیا ہو گیا ہے۔ خدا اسے اندھا کر دے۔ اور اسے کوئی اچھی چیز یا مال عنیتِ ہمدست نہ ہو" حالانکہ ابن مروان کے سواروں نے ایک دیر و جنگ جو اور شریف انسان کو قتل کر دیا ہے اے ابن حواری۔ تمہارے پاس کتنی نعمتیں ایسی ایسی ہیں۔ کہ اگر کوئی اور شخص ایسی چیزوں کی تسکرتا تو وہ اسی میں مشغول ہو جاتا۔ تم نے ہر طرح کی سختی برداشت کی۔ قاعدہ ہے کہ کریمِ نفس آدمی ہر بار کو برداشت کر لیتا ہے"

عبد اللہ بن زبیر لاسدی (زبیر حزن را کے زبر اور با کے زیر سے

ہے) ابراہیم بن اشتر کے بارے میں کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

"جب ایک چاندنی رات واپس آئیگی تو میں بنو ندج کے نوجوان کو روؤنگا۔ اگرچہ وہ لوگ خود نہیں روئے۔ ایسے جوان کیلئے روؤنگا جو جنگ کی تلخی سے

نادانگہ نہ تھا اور جنگ میں اس نے خوف زدہ لوگوں کی کبھی پیروی نہیں کی۔ اس کے قتل سے قبیلہ قحطان کی ناکیں اونچی ہو گئیں اور بنو نزار کی ناک تو بالکل ہی کٹ گئی۔ بعض آدمی اپنے امیر سے خیانت کرتے ہیں۔ مگر ابراہیم نے جان دینے میں بھی مصعب سے خیانت نہ کی یا پھر

مصعب کے قتل کے وقت مہلب آٹھ مہینے سے مقام سولاف میں ازرقہ سے جنگ کرنے میں مصروف تھا۔ جو فارس میں سمندر کے کنارے پر ایک شہر ہے۔ مہلب سے پہلے ازرقہ کو مصعب کے قتل کی خبر ہو گئی تھی۔ انھوں نے چیخ چیخ کر مہلب کے ہمراہیوں سے پوچھا کہ مصعب کے متعلق کیا رائے ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ وہ ہمارے امیر ہدایت ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں وہ ہمارے اور ہم ان کے دوست ہیں۔ ازرقہ نے پوچھا کہ عبد الملک کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ وہ ملعون کا بچہ ہے۔ ہم خدا سے اس سے برأت طلب کرتے ہیں۔ اس کا خون ہمارے لئے تمہارے خون سے بھی زیادہ حلال ہے۔ انھوں نے کہا کہ عبد الملک نے مصعب کو قتل کر دیا ہے۔ اور کل تم عبد الملک کو اپنا امام بنا لو گے۔ دوسرے دن مہلب اور اس کے ہمراہیوں نے مصعب کے قتل کا حال سنا۔ اور مہلب نے اپنے ہمراہیوں سے عبد الملک بن مروان کے لئے بیعت لے لی۔ اس پر خوارج نے پھر پکار کر کہا کہ اسے اللہ کے دشمنو۔ اب تم مصعب کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا۔ کہ اسے خدا کے دشمنو تم کو نہیں بتاتیں گے۔ انھوں نے یہ اس لئے کہا تھا کہ وہ اپنے نفوس سے جھوٹ نہیں بول سکتے تھے۔ اس پر خوارج نے سوال کیا کہ تم عبد الملک کے متعلق کیا کہتے ہو؟ کہا کہ وہ ہمارے خلیفہ ہیں۔ یہ قول اس لئے تھا کہ وہ ان سے بیعت کر ہی چکے تھے۔ تو ایسا کہنے کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی۔ خوارج نے کہا۔ اسے اللہ کے دشمنو۔ کل تو تم اس سے دنیا و آخرت میں بری ہو چکے تھے کہ اور آج وہ تمہارا امام ہو گیا ہے۔ چنانکہ اس نے تمہارے اس امیر کو قتل کر دیا ہے جس کو تم اپنا ولی اور والی سمجھتے تھے۔ اب یہ بتلاؤ کہ اس میں سے کون سا ہدایت پرست اور کون باطل ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ اسے

اللہ کے دشمنو۔ ہم اسی پر راضی ہیں اس وقت تو وہ ہمارے امر کے متولی تھے۔ مگر اب یہ ہیں۔ خوارج نے کہا "وہ نہیں واللہ تم لوگ اخوان الشیاطین ہو اور دنیا کے بندے ہو" پڑ

اب رافعہ اللہ بن زبیر کا معاملہ۔ اس کا یہ ہوا کہ جب ان کو اپنے بھائی مصعب کے قتل کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے کھڑے ہو کر لوگوں کے سامنے تقریر کی جس میں کہا "تمام تعریف اس خدا کیلئے ہے جو خلق و امر کا والی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے ملک کا مالک بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے۔ ہاں مگر جس کے ساتھ حق ہو۔ خدا اُسے ذلیل نہیں کرتا گو کہ وہ تنہا ہی ہو۔ اور اس شخص کو عزت نہیں دیتا جو شیطان کا مطیع ہو۔ گو کہ اس کے ساتھ سب ہی ہوں۔ ہمارے پاس عراق سے ایک خبر آئی ہے۔ جس نے ہم کو غمگین بھی کیا ہے۔ اور خوش بھی۔ یعنی ہم کو مصعب (رحمۃ اللہ) کے قتل کی خبر ملی ہے۔ جس بات سے ہمیں خوشی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ وہ شہید ہوا۔ اور جس سے رنج ہوا وہ یہ ہے کہ ایک عزیز کے فراق سے دوسرے عزیز کو صدمہ ہوتا ہے۔ اور اس کے بعد ایک صاحب رائے شخص صبر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ مصعب اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ تھا۔ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ اہل بلعراق اہل غدروہ نفاق ہیں۔ انھوں نے اسے چھوڑ دیا اور تھوڑی قیمت کے عوض فروخت کر دیا۔ اگر وہ قتل ہو گیا ہے تو ہم بھی اپنے مکانات میں نہیں مریٹے۔ جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد مرقی ہے۔ کیونکہ ان کا کوئی شخص زمانہ جاہلیت میں قتل ہوا اور نہ اسلام میں۔ ہم مریں گے نہیں جب تک کہ یزیدوں سے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں۔ ہم صرف تلواروں کے سامنے مریٹے۔ دنیا ایک مستعار ہے۔ جو اس بلند و برتر بادشاہ کی طرف سے ملی ہے۔ جس کی سلطنت کو زوال نہیں۔ اور جس کا ملک کبھی تباہ نہیں ہوتا۔ اگر وہ سامنے آتی ہے تو میں ایک مشتاق خواہشمند کی طرح اسے پکڑتا ہوں اور اگر پشت پھیر کر جاتی ہے تو اس پر ایک ذلیل نکتے کی طرح گریہ و بکا نہیں کرتا۔ میں تم سے یہ کہتا ہوں اور خدا سے

تمہارے اور اپنے لئے استعفار کرتا ہوں۔ ۛ

(جابر بن ابجر حارمہلہ کے زہر اور حیم کی تشدید سے ہے۔ اور اس کی کنیت ابو اسیدیں ہمزہ پر پیش اور سین پر زبر ہے۔ جی میں حارمہلہ پر پیش ہے۔ بار موحده تشدید اور اذالہ سے ہے۔ اور آخر میں یا سے مفتاۃ تختانی ہے۔ عبد اللہ بن خازم خاتہ مجعہ اور نرا سے ہے ۛ)

خالد بن عبد اللہ کی ولایت بصرہ کا بیان

اس سال حران بن ابان اور عبید اللہ بن ابی بکرہ میں ولایت بصرہ کے متعلق تنازع ہو۔ ابن ابی بکرہ کہتا تھا کہ میں تجھ سے بڑا آدمی ہوں۔ کیونکہ میں جنگ جفرہ میں خالد کے آدمیوں پر زرو مال خرچ کرتا تھا۔ حران سے کہا گیا کہ تم ابن ابی بکرہ کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔ اس لئے عبد اللہ بن اُحیم سے مدد لو۔ چنانچہ وہ اسی کی مدد سے بصرہ پر غالب ہو گیا۔ اور عبد اللہ کو صاحب الشرطہ مقرر کیا۔ حران کو نبوأمیہ کے نزدیک بہت کچھ قدردانیت حاصل تھی۔ یہ تنازع مصعب کے قتل کے بعد واقع ہوا تھا۔ جب اس کے قتل کے بعد عبد الملک عراق پر غالب آ گیا۔ تو اس نے خالد بن عبد اللہ بن خالد بن اُسد کو والی بصرہ مقرر کیا۔ مگر اس نے عبید اللہ بن ابی بکرہ کو اپنی طرف سے وصال بھیج دیا۔ جب عبید اللہ حران کے پاس پہنچا تو اس سے کہا کہ دیکھو اب میں آ گیا ہوں۔ اب تم والی نہیں ہو۔ چنانچہ خالد کی آمد تک عبید اللہ والی حاکم رہا۔ جب عبد الملک فارغ ہوا تو شام کو واپس چلا گیا۔ ۛ

عبد الملک و زفر بن حارث کے امور کا بیان

قرقیسیا کی طرف زفر کی روانگی۔ اس پر حملہ کی غرض سے بنو قیس کا اجتماع راہط پر اس کے غلبہ پانے کا سبب اور جو کچھ اس کے بعد گذرا ہم نے سب کچھ راہط کے واقعہ میں بیان کر دیا ہے۔ وہ ابن زبیر سے بیعت کر چکا تھا۔ اور ان کے مطیعوں میں شامل تھا۔ جب مردان بن الحکم نے وفات پائی۔ اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عبد الملک جانشین ہوا۔ تو اس نے والی حصہ آبان بن عقبہ بن ابی معیط کے نام یہ حکم بھیجا کہ وہ زفر کی جانب روانہ ہو جائے۔ چنانچہ آبان روانہ ہوا۔ اس کے

مقتدرہ ایشیہ پر عبداللہ بن زبیر ظافرتی تھا۔ آبان کے پیچھے سے پہلے ہی عبداللہ نے زفر پر حملہ کر دیا جس میں اس کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ جن کی تعداد تین سو تھی۔ آبان نے اس کو اس بخلت پر ملامت کی اور آبان نے خود وہاں پہنچ کر زفر پر حملہ کیا۔ اس کا بیٹا وکیع بن زفر جنگ میں کام آیا۔ اور بوٹے نے زفر کے اسباب اور اس کی عورتوں پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن حصین بن نمیر نے انھیں ہانگ لیا اور انھیں قرقیسیا میں زفر کے پاس بھیج دیا۔ اس واقعہ کے متعلق زفر کہتا ہے۔ (ترجمہ اشعار) :-

”وہ حصین بن ریتی سے مرعوب ہو گئیں اگر وہ ہوتا تو ان کے درمیان بہت سی وادیاں اور سبزہ زار حائل ہو جاتے تھے باپ اور ہمارا باپ قدیم زمانے میں ایک ہی تھے۔ اور میں تمہارے پیچھے ہمیشہ شکر گزار رہوں گا۔“
زفر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کندہ میں سے تھا۔ پڑ

اس کے بعد عبدالملک نے مصعب کے مقابلے کے لئے جانے کا ارادہ کیا۔ اور قرقیسیا پہنچا۔ اس قلعہ میں زفر کا حاصرہ کیا گیا۔ اور اس منجنیقیں نصب کی گئیں۔ زفر نے حکم دیا کہ عبدالملک کے لشکر سے پوچھا جائے کہ ہم پر منجنیقیں کیوں لگائی گئیں ہر اس کے جواب میں انھوں نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ دیواروں میں شکاف کریں اور تم سے جنگ کریں۔ زفر نے جواب دیا کہ ہم تم سے دیواروں کے پیچھے ہو کر نہیں لڑنا چاہتے۔ بلکہ باہر نکلتے ہیں۔ اسی اثنا میں ایک منجنیق نے شہر کے اس برج میں شکاف کر دیا جو حریش بن بحدل کے قریب تھا اس پر زفر نے کہا۔ (ترجمہ شعر) :-

”ابن بحدل کے منجنیق نے میرا یہ حال کر دیا ہے کہ میں اڑتی ہوئی چڑیا سے بھی ڈر کے بھاگتا ہوں“ پڑ

خالد بن زید بن معاویہ زفر کے مقابلے میں سب سے بڑھ چڑھ کر لڑ رہا تھا۔ چنانچہ بنی کلاب کے لوگوں میں سے ایک نے جو زفر کے ساتھ تھے کہا کہ میں خالد سے ایک ایسی بات کہوں گا جس سے وہ اپنے اس کام سے باز آ جائے گا۔ چنانچہ جب صبح ہوئی اور خالد جنگ کے لئے (حب معمول) باہر آیا تو کلابی

شخص نہ تھا۔ ماذا ابتغاء خالد وھمة۔ اذا سلب ملک وینکث امانہ (جبکہ حکومت چھن گئی اور اسکی ماں سے تعارت کی گئی تو اب خالد اس معاملے میں اس قدر جدوجہد کیوں کر رہا ہے) اس کے بعد وہ اوم ہو کر واپس چلا گیا۔ اور دوبارہ مقابلے کے لئے نہ آیا۔ بنو کلیب نے عبدالملک سے کہا کہ جب ہم زفر سے مقابلہ کرتے ہیں تو آپ کے قیسی عرب خود شکست کھا جاتے ہیں۔ بہتر یہ ہو کہ آپ انکو ہماری ہمراہ نہ لے سکیں۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ قیسی عربوں نے اپنے تیروں پر لکھ کر کہ "کل کوئی مضر ہی تمھارا مقابلہ نہ کرے گا" قرقسیا کی طرف پھینک دیا۔ صبح ہوئی تو زفر نے اپنے بیٹے ہذیل کو بلایا۔ (اسی لڑکے کے نام پر اسکی کنیت تھی) اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسکی کنیت ابوالکوتر تھی) اور کہا کہ تم ان کے مقابلے کے لئے روانہ ہو جاؤ۔ اور بڑی سختی سے ان کا مقابلہ کرو۔ عبدالملک کے خیمے تک پہنچنے سے قبل ہرگز واپس نہ آنا۔ اگر تم اس کے خیمے کی آہٹیں توڑے بغیر واپس آ گئے تو میں تم کو ضرور قتل کر دوں گا۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو جمع کر کے ان پر دھاوا کیا۔ کچھ دیر تک تو وہ بہادری سے لڑتے رہے۔ مگر آخر کار بھاگ کھڑے ہوئے۔ ہذیل نے اپنے سواروں کو لیکر ان کا تعاقب کیا۔ یہاں تک کہ خیمے کی طنابوں کو روند ڈالا۔ اور ان کا کچھ حصہ کاٹ دیا۔ وہاں سے اپنے باپ کے پاس واپس آ گیا۔ زفر نے ہذیل کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ اس کے بعد عبدالملک تم کو ہمیشہ محبوب رکھے گا۔ ہذیل نے کہا کہ اگر آپ فرماتے کہ میں اس کے خیمے میں داخل ہو جاؤں تو خدا کی قسم میں ضرور ایسا ہی کرتا۔ زفر نے کہا (ترجمہ اشعار) :-

وہاں مجھے اسکی بالکل پرواہ نہیں ہو کہ کس کس کی موت آتی ہو۔ جب کہ ہذیل کے پاس سے موتیں ہٹ گئیں۔ تم اس کو تمام سواروں کے آگے آگے دیکھو گے کہ جب وہ میدان جنگ سے روگردانی کرتے ہیں تو یہ ان کے سب کے پیچھے شمشیر زنی کرتا رہتا ہے اور انھیں پکاتا جاتا ہے۔

جب قرقسیا کے برج میں رخصت ہو گیا۔ تو عبدالملک کے آدمیوں نے کہا کہ اگر آپ بنو قضاہ کو ہمراہ لے کر جملہ کرتے تو ضرور کامیاب ہو جاتے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ مگر شام کی وقت بنو قضاہ کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور ان کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ روح بن زیناع الحزامی شہر کے ایک برج کے پاس پہنچا۔ اور اہل شہر سے کہا کہ تمھیں قسم ہے خدا کی کہ یہ بتاؤ کہ ہم نے تمھارے

کہتے آدمی قتل کئے۔ انہوں نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ ہم میں نہ کوئی مارا گیا اور نہ زخمی ہوا۔ البتہ ایک شخص کو کچھ چشم زخم پہنچا ہے۔ مگر اس کی بھی کچھ تشویش ناک حالت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے اس سے خدا کی قسم دے کر دریافت کیا کہ تمہارے کہنے آدمی کام آئے۔ روح نے جواب دیا کہ بہت سے سوار تو قتل ہوئے ہیں۔ اور تم نے بے شمار پیادوں کو بھی قتل کیا ہے۔ ابن بحدل پر خدا کی لعنت ہو۔ اس کے بعد روح عبد الملک کے پاس گیا اور کہا کہ ابن بحدل آپ کو غلط امیدیں لاتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ اس سے علیحدہ ہو جائیں۔

قبیلہ کلب میں ذیال نامی ایک شخص تھا۔ جو ہمیشہ میدان میں آکر زفر کو سب و شتم کیا کرتا تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے ہذیل یا شاید کسی اور دوست سے کہا کہ کیا تم اس کے لئے کافی نہیں ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں ضرور اُسے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ چنانچہ وہ ایک رات کو عبد الملک کی فوج میں پہنچا۔ اور باؤز بنہ کہنے لگا کہ تم میں سے کسی نے اس خچر کو دیکھا ہے جس کی فلاں فلاں صفت ہے۔ ہوتے ہوتے وہ اس شخص کے قیام گاہ تک پہنچ گیا۔ اور اس کو پہچان لیا۔ اس شخص نے کہا کہ خدا کے پاک تمہاری گم شدہ چیز تمہیں واپس دلائے۔ جواب میں اس نے کہا کہ اے بندہ خدا! میں تھک گیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں تھوڑی دیر کے لئے آرام کر لوں۔ اس نے خیمہ میں داخل ہونے کے لئے کہا۔ وہ اندر گیا اور اس شخص کو اکیلا پا کر وہیں لیٹ گیا۔ صاحب خیمہ بھی سو گیا۔ اس کے بعد مہمان نے اُٹھ کر اس کلبی شخص کو جگایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تو ذرا بھی بولا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اس کے بعد میں یا تو مارا جاؤں گا یا صحیح و سلامت بچ جاؤں گا۔ اگر تیرے قتل کے بعد میں مارا بھی جاؤں تو اس سے تجھے فائدہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر تو چپ چاپ میرے ساتھ زفر کے پاس چلے تو میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر معاہدہ کرتا ہوں کہ زفر تیرے ساتھ صلہ رحمی اور نیک سلوک کرے گا۔ پھر میں تجھے تیرے لشکر تک پہنچا دوں گا۔ غرض کہ دونوں چلے۔ اور وہ برابر یہی پکارتا جاتا تھا کہ میرے فلاں فلاں نشانی والے خچر کو کسی نے دیکھا ہے؟ آخر ش وہ اس شخص کو ساتھ لے ہوئے زفر کے پاس پہنچا اور اس کو اطلاع دی کہ اس نے

اُس کلبی کو امان دے دی ہے۔ زفر نے اس کو چند دینار انعام دیے۔ اور اُسے زمانہ لباس پہنا کر ایک زمانہ سواری پر سوار کرایا اور چند آدمیوں کو ہمراہ کر کے عبد الملک کے لشکر کی طرف روانہ کر دیا۔ انھوں نے قریب پہنچ کر پکار کر کہا کہ زفر نے عبد الملک کے لئے ایک لونڈی بہ طور تحفہ روانہ کی ہے۔ اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔ لشکریوں نے اُسے دیکھا تو وہ پہچان گئے۔ اور عبد الملک کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اس نے نہیں کر کہا کہ جس شخص نے اس کو مدد دی اس کو خدائے تعالیٰ کی حمد و در نہیں رکھتا۔ خدا کی قسم ان لوگوں کو قتل کرنا یا عیش و لذت ہے اور چھوڑ دینا قابلِ حسرت ہے۔ وہ شخص رک گیا اور پھر کبھی زفر کو گالیان نہیں دیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ لشکر سے بھاگ گیا تھا۔

بعد ازاں عبد الملک نے اپنے بھائی محمد کو حکم دیا کہ وہ زفر۔ اس کے بیٹے بذیل۔ اور اس کے ساتھیوں کے لئے امان پیش کرے اور یہ بھی کہہ دے کہ وہ دونوں جو کچھ چاہیں گے ان کو دیا جائیگا۔ محمد نے ایسا ہی کیا۔ بذیل نے اس کی بات مان لی۔ اور باپ سے اس کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ اگر آپ اس شخص سے جس کی طاعت تمام لوگوں نے قبول کر لی ہے صلح کر لیں تو وہ یقیناً ابن زبیر سے زیادہ بہتر ثابت ہو گا۔ چنانچہ زفر نے بھی یہ بات قبول کر لی کہ اس کو عبد الملک سے بیعت کرنے کے لئے ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اور وہ جہاں چاہے رہے۔ اور عبد الملک کو ابن زبیر کے خلاف مدد نہ دے۔ اسی اشارہ میں کہ سفرائے صلح آتے جاتے تھے کہ کسی کلبی شخص نے عبد الملک سے جا کر کہہ دیا کہ شہر کے چار برج ٹوٹ چکے ہیں۔ اس بنا پر عبد الملک نے کہا کہ اب میں صلح نہ کرؤں گا۔ اور ان کو یکبارگی حلق کر دیا۔ مگر اس کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور وہ اپنے لشکر میں واپس آ گئے۔ عبد الملک نے کہا کہ اب ان کو وہ تمام مراعات دے دو جو وہ مانگتے ہیں۔ زفر نے کہا کہ اس سے پہلے ہی یہ امر طے ہو جاتا تو بہتر تھا۔ مختصر یہ کہ صلح ان شرائط پر ہوئی کہ سب کے جان و مال کی امان عام دی جائے۔ اور زفر ابن زبیر کی وفات تک عبد الملک کے ہاتھ پر بیعت نہ کرے کیونکہ مقدم الذکر کی بیعت اس کی گردن پر تھی) اور یہ کہ عبد الملک اُسے کچھ زر و مال دے کر جسے وہ اپنے

ساتھیوں میں تقسیم کر دے۔ زفر کو یہ خوف ہوا کہ عبد الملک کہیں اس کے ساتھ بھی
 اسی قسم کا فریب نہ کرے جیسا کہ عمرو بن سعید (الاشدقی) کے ساتھ کیا تھا۔ اس وجہ
 سے وہ اس کے پاس نہ گیا۔ مگر عبد الملک نے آل حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا
 عصائے مبارک اس کے پاس بھیجا تاکہ اسے امان کا پورا الطمینان ہو جائے جب
 جا کر زفر عبد الملک کے پاس گیا۔ اور اس کے دربار میں پہنچنے پر عبد الملک نے
 حکم دیا کہ اس کو اس کے برابر تخت پر بٹھایا جائے۔ ابن غضافۃ الاشعری نے کہا کہ
 اس جگہ کے لئے میں اس سے زیادہ حقدار ہوں۔ زفر نے کہا کہ غلط ہے۔ میں نے
 دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دوستی کو نفع دیا۔ جب عبد الملک کو زفر کے ہمراہیوں
 کی قلت تعداد کا حال معلوم ہوا تو اس نے کہا کہ اگر مجھے علم ہوتا کہ ان لوگوں کی
 تعداد اس قدر قلیل ہے۔ تو اس وقت تک محاصرہ نہ اٹھاتا جب تک کہ زفر میرے
 حکم کو نہ مان لیتا۔ زفر نے یہ بات سنی تو اس نے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو اب بھی ہم
 اور آپ اپنے مقام پر واپس ہو سکتے ہیں۔ عبد الملک نے کہا کہ نہیں بس
 یہ کافی ہے۔ ایک مرتبہ عبد الملک نے اس سے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ تم قبیلہ
 کندہ میں سے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ بھلا جو شخص حسد نہیں کرنا چاہتا اور کسی
 چیز کو رغبت سے حاصل کرنا پسند نہیں کرتا اس سے اور کوئی بھی بہتر ہو سکتا ہے؟
 مسلمہ بن عبد الملک نے رباب بنت زفر سے نکاح کیا تھا۔ اس لئے وہ بذیل
 اور کوثر دونوں بھائیوں کو اور سب کے مقابلہ میں ایک امتیازی جگہ دیا کرتا
 تھا۔ زفر نے اپنے بیٹے بذیل کو حکم دیا کہ عبد الملک کے ساتھ مصدب کے مقابلہ
 کے لئے روانہ ہو جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ تم پر کوئی عہد نہیں ہے۔ چنانچہ وہ روانہ
 ہوا۔ جب وہ مصدب کے قریب پہنچا تو بھاگ کر اس کے ساتھ ہی مل گیا۔ اور ابن اشتر
 کے ہمراہ مقابلہ کیا۔ جب ابن اشتر مارا گیا تو بذیل نے کوفہ میں روپوشی اختیار کی۔
 آخر کار عبد الملک سے اس کے لئے امان دینے کی درخواست کی گئی۔ اور اس نے جیسا کہ
 پہلے بیان ہوا اسے امان دے دی۔

متعدد واقعات کا بیان

بقول واقدی اسی سال میں عبد الملک نے تیسارے فتح کیا اور اسی سال

ابن زبیر نے جابر ابن اسود بن عوف کو مدینہ سے برطرف کر کے طلحہ بن عبید اللہ بن عوف کو والی مقرر کیا۔ یہ شخص مدینہ کا آخری والی ہے جو ان کی طرف سے مقرر ہوا۔ جب حضرت عثمانؓ کا آزاد کردہ غلام طارق بن عمر آیا تو طلحہ وہاں سے فرار کر گیا۔ طارق وہاں چند روز مقیم رہ کر ابن زبیر کے مقابلے کے ارادہ سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مصعب کے زمانہ امارت میں برابر بن عازب بن زید بن مضر حمیری شاعر اور حدیبیہ اور خیبر کے شریک عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی نے وفات پائی ان ہی کے زمانہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے شتیر بن شعل غبسی کو فی نے بھی انتقال کیا۔

۲۷۷ کے واقعات

خوارج کا بیان

مصعب کے قتل کے بعد جب عبدالملک نے کوفہ میں اقامت کی تو خالد بن عبداللہ کو عامل بصرہ مقرر کیا۔ خالد نے وہاں پہنچنے پر مہلب کو ازرقہ سے جنگ کرنے میں مشغول پایا۔ چنانچہ اس کو ابواز کے محاصل اور اس کے مضافات پر مقرر کیا اور اپنے بھائی عبدالعزیز بن عبداللہ کو خوارج کے مقابلے کے لئے روانہ کیا۔ اور مقاتل بن مسمع کو بھی ہمراہ بھیجا۔ یہ دونوں ازرقہ کی تلاش میں روانہ ہو گئے۔ اور خوارج نواحی کرمان سے دارا بجر کو چلے گئے۔ ادھر قطری بن فجارہ مازنی نے صالح بن مخارج کی سرکردگی میں نو سو سواروں کو روانہ کیا۔ وہ ان کو ساتھ لئے ہوئے جارہا تھا کہ راستہ میں عبدالعزیز سے ٹھٹھ بھٹھ ہوئی جو بالکل غیر منتظم حالت میں تھا۔ صالح نے یکبارگی حملہ کر دیا۔ عبدالعزیز کو شکست فاش ہوئی اور مقاتل بن مسمع مارا گیا۔ مقدم الذکر کی بیوی منذر بن جارد کی بیٹی کو قید کر کے اس کا نیلام کیا گیا۔ جس میں ایک لاکھ تک بولی دی گئی۔ اس عورت کے ہم قوم ایک خارجی سردار نے یہ دیکھ کر لوگوں سے کہا کہ ہٹ جاؤ۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس مشرک نے تمہیں اپنے فتنہ میں پھنسا لیا ہے۔ اور یہ کہہ کر اس عورت کی گردن ارادی۔ اور بصرہ چلا گیا۔ جب بنو منذر نے اس کو دیکھا تو کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ تمہاری تعریف کریں

یاندت۔ مگر وہ یہ کہتا تھا کہ میں نے جو کچھ کیا صرف غیرت اور جمعیت سے کیا ہے۔ جب مہلب کو عبدالغزیز کے رامہر مزہ پینچنے کی کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے ایک ازوی کو اس کے پاس روانہ کیا اور اس سے کہہ دیا کہ اگر تم اسے نہریت خوردہ پاؤ تو اس کی تعزیت ادا کرنا۔ چنانچہ وہ شخص اس کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ تیس سواریوں کے ساتھ نہایت رنج و الم کے عالم میں فروکش ہے۔ اس قاصد نے پیغام پہنچایا اور واپس جا کر مہلب کو اس کی خبر کر دی۔ مہلب نے اس کے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس اس کی نہریت کی خبر سننے کے لئے قاصد بھیجا۔ جب قاصد نے اسے یہ خبر سنائی تو اس نے کہا کہ تو جھوٹا ہے۔ قاصد نے جواب دیا کہ خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں کہہ رہا ہوں۔ اگر میں جھوٹ کہتا ہوں تو میری گردن اڑا دینا۔ اور اگر میں سچا ثابت ہوں تو مجھ کو اپنا جتہ اور خود انعام میں دینا۔ اس نے کہا کہ تو نے بڑے خطرے کے عوض آسمان کو منظور کر لیا ہے۔ یہ کہہ کر اسے روک لیا۔ اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا۔ یہاں تک کہ آخر کار نہریت کی خبر درست ثابت ہوئی۔ عبدالغزیز کی شکست اور اس کی اپنی زوجہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کے متعلق ابن قیس الرقیات کہتا ہے کہ (اشعار) :-

”اے عبدالغزیز تو نے اپنے کل لشکر کو رسوا کیا۔ اور ان سپاہیوں کو تو نے ہر راہ میں مقتول چھوڑ دیا۔ ان میں پیاسے اور زخم خوردہ سبھی ہیں۔ جب تو شام کے وقت بھاگ رہا تھا۔ اس وقت تجھے کیوں یہ خیال نہ آیا کہ ان شہیدوں کے ساتھ جم کر لڑتا ہے تو نے اپنے لشکر کو اس حالت میں چھوڑا کہ ان کا کوئی امیر نہ تھا۔ پس اب تو اپنی طولانی حیات کو عار و ننگ میں بسر کر۔ تو اپنی زوجہ کو بھول گیا جسے قید کر کے لیجا رہے تھے۔ اور وہ جینیں مار مار کر دبیٹ رہی تھی“

خالد نے عبدالملک کو اس واقعہ سے مطلع کیا۔ عبدالملک نے اسے لکھا کہ مجھ کو واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ میں نے تمہارے قاصد سے مہلب کے متعلق دریافت کیا تو اس نے مجھے بتلایا کہ وہ اہواز پر عامل بنا دیا گیا ہے۔ خدائے تمہاری عقل کو خراب کر دیا ہے جو تم نے اپنے ایک بھائی کو جو مکہ والوں کا ایک جنگی شخص ہے لڑائی کے لئے بھیج دیا۔ اور مہلب کو محاصل کے وصول

کرنے کے لئے مقرر کر دیا ہو؟ وہ خود ایک تجربہ کار نبرد آزما ہے اور نبرد آزماؤں کا بیٹا ہے۔ لہذا تم مہلب کو ان کے مقابلے پر روانہ کر دو۔ میں نے کوفہ میں بشر کو بدایت کی ہے کہ وہ لشکر سمیت تمہاری مدد کو پہنچے۔ تم اس کے ساتھ روانہ ہو جاؤ۔ اور جب تک مہلب شامل نہ ہو جائے ہرگز اپنے دشمنوں کے متعلق کوئی رائے قائم نہ کرو۔ والسلام

ادھر عبدالملک نے اپنے بھائی بشر کو جو کوفہ میں تھا یہ حکم بھیجا کہ پانچ ہزار کا لشکر ایسے سوار کے ماتحت جس کو وہ پسند کرے خواج سے لڑنے کے لئے بھیج دے اور یہ لوگ جب اس جنگ کو پورا کر لیں تو ”رے“ چلے جائیں اور وہاں دشمنوں سے لڑتے رہیں اور سرحدی جنگی چھاؤنی کے طور پر قیام کریں بشر نے پانچ ہزار سپاہیوں عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کی سرکردگی میں روانہ کیا اور اس کے لئے یہ حکم نامہ لکھ دیا کہ جنگ سے فارغ ہونے کے بعد اس کو رے کی حکومت دیدنی جائے گی۔ خالد بھی اہل بصرہ کو ہمراہ لے کر اہواز پہنچا اور عبدالرحمن بن محمد بن اشعث اہل کوفہ کو ہمراہ لے ہوئے آٹا۔ ازارقہ بھی اہواز کے قریب آ کر خیمہ زن ہوئے۔ مہلب نے خالد سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہاں بہت سی کشتیاں ہیں تم ان کو اپنی حفاظت میں رکھو ورنہ وہ لوگ ان کو جلا دیں گے۔ چنانچہ ابھی تھوڑا ہی سا وقت گذرا تھا کہ انھوں نے لوگوں کو بھیج کے کشتیوں کو جلا دیا۔ خالد نے مہلب کو اپنے میمنہ پر اور بنو قیس کے داد بن مخزم کو میسرہ پر مقرر کیا۔ جب مہلب عبدالرحمن بن محمد بن اشعث کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ اس نے خندقیں تیار نہیں کیں۔ اس نے پوچھا کہ تم کو اب تک خندقیں تیار کرنے سے کس نے باز رکھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں ان کو گوزشتہ سے بھی کتر سمجھتا ہوں مہلب نے کہا کہ دیکھو خبردار ان لوگوں کو ذلیل نہ سمجھنا۔ یہ لوگ عرب کے درندے ہیں۔ غرض کہ جب تک عبدالرحمن نے خندقیں تیار نہ کیں مہلب وہاں سے نہ ملا ازارقہ تقریباً بیس دن تک مقیم رہے۔ پھر خالد نے اپنے آدمیوں کو ساتھ لیکر انہر اچانک حملہ کر دیا۔ وہ لوگ آدمیوں کی کثرت دیکھ کر کھجرا گئے۔ سواروں نے ان پر غلبہ حاصل کر لیا۔ انھوں نے پیٹھ دکھائی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے وہ بھڑکے

ہوئے گھوڑوں پر سوار ہیں۔ وہ اپنے منہ موڑے ہوئے بھاگے جا رہے تھے اور تاب مقاومت نہ رکھتے تھے۔ خالد نے داؤد بن قحزم کو ان کا تعاقب کرنے کے لئے بھیجا اور خود بصرہ کی طرف مراجعت کی۔ بعد الرحمن رسے کو چلا گیا۔ اور مطلب نے ابواز میں اقامت کی۔

خالد نے یہ تمام کیفیت عبد الملک کو لکھ بھیجی۔ جب وہ خط عبد الملک کے پاس پہنچا تو اس نے اپنے بھائی اشیر کو حکم دیا کہ چار ہزار کو فی سوار کسی جنگ آزا کر سرکردگی میں ملک فارس کی طرف ازرقہ کی تلاش میں روانہ کر دیئے جائیں۔ اور ان سے یہ کہہ دو کہ اگر وہ راستے میں داؤد بن قحزم سے ملتی ہوں تو وہ دونوں مل کر ان پر دھاوا کریں۔ چنانچہ اشیر نے عتاب بن ورقاء کو چار ہزار کو فی دے کر روانہ کر دیا۔ وہ وہاں سے چلے اور راستے میں داؤد بن قحزم سے ملتی ہوئے۔ اور تیرہ غلوں پر ازرقہ کی تلاش کرنے لگے۔ ہوتے ہوتے ان سب کے گھوڑے ہلاک ہو گئے۔ ان کو بھوک اور پیاس کی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور اکثر لشکر پیہل ابواز گئے۔

اسی سال بنو قیس بن ثعلبہ میں سے ابو فدیک خارجی نے بغاوت کی اور بحرین پر مشغول ہو کر نجد بن عامر الحنفی کو قتل کیا۔ خالد بن عبد اللہ کو ایک ہی وقت میں ابو فدیک اور قطری کے ابواز پر حملہ کی مدافعت کرنی پڑی اس لئے اس نے اپنے بھائی اُمیہ بن عبد اللہ کو ایک لشکر جاریہ کے ساتھ ابو فدیک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ابو فدیک نے اسے شکست دی اور اس کی ایک اونڈی گرفتار ہوئی جس کو خود ابو فدیک نے اپنے لئے پسند کیا۔ خالد نے عبد الملک کو اس معاملہ کی اطلاع دی۔

عبد اللہ بن خازم کے قتل کا بیان

مصعب کے قتل کے وقت ابن خازم نیشاپور میں بحیر بن ورقاء صریحی تیمی سے مقابلہ کرنے میں مشغول تھا۔ عبد الملک نے ابن خازم کو اپنی بیعت کے لئے دعوت دی۔ اور اُسے سات سال کے لئے خراسان دینے کی طمع دلائی۔ اور اس خط کو سوادہ بن اشتم غیری کے ہمراہ روانہ کیا۔ اور ایک روایت یہ بھی ہے کہ

مکمل غنوی کے ہاتھ بھیجا تھا۔ غرض کہ ابن خازم نے اس سے کہا کہ اگر میں بنو سلیم اور بنو عامر کے درمیان جنگ کر دینے کا سبب نہ بن جاتا تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ مگر تم اس خط کو کھالو۔ چنانچہ اس نے کھالیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ خط سوا وۃ بن عبید اللہ نمیری یا مکمل غنوی کے ہاتھ روانہ کیا گیا تھا۔ اور اس سے ابن خازم نے کہا تھا کہ تم کو ابوالذبان نے اس لئے روانہ کیا ہے کہ تم بنو غنی میں سے ہو اور وہ جانتا ہے کہ میں بنو قیس میں سے کسی کو قتل نہیں کرتا۔ مگر تم اس خط کو کھالو۔ پھر عبد الملک نے بکیر بن وشلح سے جو کہ ابن خازم کی طرف سے مرو کا حاکم تھا خراسان دینے کا وعدہ کرتے ہوئے خط لکھا اور بہت کچھ امیدیں دلائیں بکیر نے عبد اللہ بن زبیر سے بیعت فسخ کر کے لوگوں کو عبد الملک کی بیعت کے لئے دعوت دینی شروع کی۔ اہل مرو نے اس کا ساتھ دیا۔ جب ابن خازم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو اُسے یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں بکیر نہ آجائے اور اہل مرو و اہل نیشاپور دونوں اس سے مل نہ جائیں۔ اس خیال سے اس نے بکیر کو وہیں بھیج دیا۔ خود مرو چلا گیا اور اس کا بیٹا زید ترند کی طرف روانہ ہوا۔ بکیر نے اس کا پیچھا کیا اور اُسے مرو سے آٹھ فرسنگ کے فاصلے پر ایک قریہ کے پاس جالیا۔ ابن خازم نے لڑنا شروع کیا۔ اور بالآخر مارا گیا۔ جس نے اُسے قتل کیا وہ وکیع بن عمر القرظی تھا۔ وکیع بکیر بن ورقا اور عمار بن عبد العزیز نے اُسے گھیر لیا۔ اور نیروں سے زخم لگانے شروع کئے۔ آخر ابن خازم زمین پر گر ا اور وکیع نے اس کی چھاتی پر بیٹھ کر اس کو قتل کر دیا۔ پھر

کسی والی نے وکیع سے پوچھا کہ تم نے ابن خازم کو کس طرح قتل کیا؟ اس نے کہا کہ میں نے نیزے کی نوک سے اس پر غلبہ حاصل کیا۔ اور جب وہ گر گیا تو میں اس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھا۔ اس طرح اس سے اٹھانہ گیا۔ میں نے کہا کہ یہ دو بلہ کا بدلہ ہے۔ (دو بلہ وکیع کا بھائی تھا جو ان ہی لڑائیوں میں سے کسی ایک میں مارا گیا تھا) ابن خازم نے میرے منہ پر تھوک دیا اور کہا کہ خدا کی تجھ پر لعنت ہو کیا تو ایک مضری مینڈھے کو اپنے بھائی کے عوض قتل کرنا چاہتا ہے حالانکہ وہ ایک مٹھی بھر گٹھلیوں یا (بقول بعض) مٹی کا درجہ بھی نہ رکھتا تھا پھر

پھر اس نے کہا کہ میں نے ایسی حالت میں اور فوت کے وقت کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کا لعاب دہن ابن خازم سے زیادہ ہو۔ بکیر نے اسی وقت ابن خازم کے قتل کی خبر وہی کے لئے ایک قاصد عبد الملک کی طرف روانہ کر دیا۔ مگر اس کا سر نہ بھیجا۔ بکیر نے بکیر بن وشاح کو اہل مرو کے ہمراہی میں روانہ کیا وہ عین اس وقت پہنچا کہ جب ابن خازم قتل ہو چکا تھا۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ اس کے سر کو عبد الملک کے پاس بھیج دے۔ مگر جب بکیر نے اس کو ایسا کرنے سے روکا تو بکیر نے ایک گرز اسے مارا اور اس کو قید کر کے سر عبد الملک کے پاس بھیج دیا۔ اور یہ اطلاع دی کہ حقیقی قاتل وہ خود ہی ہے جب سرواں پہنچا تو عبد الملک نے بکیر کے قاصد کو بلایا اور پوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ اس نے کہا کہ مجھے کچھ معلوم نہیں میں لوگوں سے اس وقت علیحدہ ہوا تھا کہ جب ابن خازم مارا گیا ہے پوچھتے ہیں کہ ابن خازم عبد اللہ بن زبیر کے قتل ہونے کے بعد مارا گیا ہے اور عبد الملک نے ابن زبیر کا سر اس کے پاس روانہ کیا تھا۔ اور اس کو اپنی طرف دعوت دی تھی۔ ابن خازم نے اس سر کو غسل دیا اور کفن پہنا کر ابن زبیر کے رشتہ داروں کے پاس مدینہ روانہ کر دیا۔ اور قاصد کو اس کا خط بھی لکھا دیا اور کہا کہ اگر تو قاصد نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس نے اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر اس کو قتل کرایا اور حلف اٹھائی کہ میں ہرگز عبد الملک کی اطاعت نہ کروں گا۔ پوچھو

{ بکیر بڑے موحده کے زبر اور حائے مہل کے زیر سے ہے }

متعدد واقعات کا بیان

ان دنوں عبد الملک کی جانب سے مدینہ کا حاکم طارق اور کوفہ کا بشر ابن مروان تھا۔ وہاں کا قاضی عبید اللہ بن عبد اللہ بن عقبہ تھا۔ بصرہ کا حاکم خالد ابن عبد اللہ اور اس کا قاضی ہشام بن ہبیرہ تھا۔ خراسان میں بقول بعض بکیر ابن وشاح اور بقول بعض عبد اللہ ابن خازم حکمران تھا۔ اسی سال حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کے ہمراہیوں میں سے عبیدہ سلمانی نے وفات پائی۔

{ عبیدہ عین کے زبر اور بڑے موحده کے زیر سے ہے }

۳۷۷ کے واقعات

عبداللہ بن زبیر کے قتل کا بیان

جب شام میں عبدالملک سے بیعت کر لی گئی تو اس نے چھ ہزار شاہیوں کو عروہ بن انیف کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کیا۔ اور اس کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں داخل نہ ہو بلکہ عرصہ کے پاس چھاؤنی ڈالے۔ مدینہ میں حارث بن حاطب ابن حارث بن معرجمی جو عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حاکم تھا فرار ہو گیا۔ ابن انیف مدینہ جا کر لوگوں کو نماز جمعہ پڑھاتا اور پھر اپنی چھاؤنی میں واپس چلا آتا۔ وہ وہاں ایک ماہ تک اقامت پذیر رہا۔ مگر ابن زبیر نے کسی شخص کو اس کے مقابلہ کے لئے روانہ نہ کیا۔ لہذا عبدالملک نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ اپنے ہمراہ سمیت واپس ہو گیا۔ اس کے بعد عبدالرحمن بن سعد القرظی لوگوں کو نماز پڑھاتا رہا۔ پھر حارث مدینہ واپس آیا اور ابن زبیر نے سلیمان بن خالد زرقی اللاتاری کو عامل بنا کر روانہ کیا جو ایک نیک شخص تھے۔ اور زبیر اور فدک پر عامل رہ چکے تھے۔ وہ اپنے کام میں لگ گئے۔ عبدالملک نے عبدالواحد بن حارث بن الحکم کو کہتے ہیں کہ اس کا نام عبدالملک تھا اور یہی صحیح بھی ہے چار ہزار کی فوج کے ساتھ روانہ کیا۔ وہ چلا اور وادی القرظ میں خیمہ زن ہوا۔ اور پانچ سو کی ایک قلیل سی جماعت کو ابو القمام کی سرکردگی میں دے کر سلیمان کی جانب روانہ کیا۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ وہ فرار کر گیا ہے۔ انھوں نے اس کو تلاش کیا اور پا کر اسے اس کے ساتھیوں سمیت قتل کر ڈالا۔ اس کے قتل سے عبدالملک بن مروان بہت غمگین ہوا اور کہا کہ لوگوں نے ایک مسلمان مرد صالح کو بے گناہ قتل کر دیا ہے۔ ابن زبیر نے حارث کو مغزول کر کے اس کی جگہ جابر بن اسود بن عوف زہری کو مقرر کیا۔ جابر نے ابو بکر بن ابی قیس کو چھ سو چالیس سواروں کے ساتھ خیمہ کو روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ ابو القمام اور اس کے ہمراہی فدک میں لوگوں پر ظلم و عار رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اس سے جنگ کی ابو القمام کے ساتھیوں نے اس کی کھائی۔ ان میں سے تیس قید ہوئے۔ اور ان کو قتل کیا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ

کہ پانچ سو یا اس سے بھی کچھ زیادہ قتل ہوئے۔
عبد الملک نے حضرت عثمان کے آزاد کردہ غلام طارق بن عمر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ وہ جا کر ایلہ اور وادی القرے کے درمیان مقیم ہو جائے۔ ابن زبیر کے عامل کو زیادہ نہ پہنچنے دے۔ اور جو کچھ خلل واقع ہو اس کو روک دے۔ طارق نے ابو بکر کے مقابلے کے لئے ایک فوج روانہ کی۔ فریقین میں مقابلہ ہوا۔ اور ابو بکر اور اس کے ساتھیوں میں سے دو سو آدمی سے زیادہ قتل ہو گئے۔

جس زمانہ میں قبیلہ ابن زبیر کی طرف سے بصرہ کا عامل تھا انھوں نے اسے لکھا تھا کہ وہ ان کے عامل مدینہ کی امداد کے لئے دو ہزار سوار بھیج دے۔ چنانچہ اس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے۔ ابو بکر کے قتل ہونے کے بعد تو ابن زبیر نے جابر بن اسود کو حکم دیا کہ وہ بصری لشکر کو ہمراہ لے کر طارق کے مقابلہ کے لئے روانہ ہو جائے۔ بصریوں نے کوچ کیا اور جب طارق کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بھی ان سے جنگ آزمائی کے لئے ان کی طرف چلا۔ دونوں میں مدھیٹر ہوئی تو جنگ میں اہل بصرہ کا سپہ سالار مارا گیا۔ اور اس کے ہمراہی شدید زخموں میں کے بعد قتل ہوئے۔ طارق نے فرار ہونے والوں کو پکڑ دالیا۔ ان کے زخمیوں پر فوج بھیجی۔ اور ان کے کسی قیدی کو یا قبی نہ چھوڑا۔ اس کے بعد اس نے خود وادی القرے کی طرف مراجعت کی۔

مدینہ میں جابر بن اسود ابن زبیر کی طرف سے عامل تھا۔ ابن زبیر نے اس کو معزول کر دیا اور اس کی جگہ شہ میں طلحہ بن عبد اللہ بن عوف کو جو طلحہ بنی کے لقب سے مشہور ہے مقرر کیا وہ اس وقت تک مدینہ کا عامل رہا جب تک کہ اس کو طارق نے وہاں سے نکال نہ دیا۔

جب عبد الملک مصعب کو قتل کر چکا اور کوفہ پہنچا تو اس نے حجاج ابن یوسف الثقفی کو دو ہزار یا بقولے تین ہزار شامیوں کے ساتھ عبد اللہ بن زبیر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ کسی دوسرے شخص کو نہ بھیج کر خاص اس کے بھیجنے کا سبب یہ تھا کہ اس نے عبد الملک سے کہا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں نے عبد اللہ بن زبیر کو پکڑ لیا ہے اور اس کی کھال کھینچی ہے۔ اس لئے

آپ اس کی گوشمالی کے لئے مجھے ہی روانہ کیجئے اور مجھ ہی کو اس کی جنگ کا امیر بنائیے۔ چنانچہ عبدالملک نے اس کو روانہ کیا۔ اور اُسے ایک امن نامہ لکھ دیا کہ اگر ابن زبیر اور ان کے ہمراہی اطاعت قبول کر لیں تو ان کو امن دی جائیگی۔ چنانچہ وہ ماہِ جادی الاولیٰ ۲۷ھ میں روانہ ہو گیا۔ اس نے مدینہ سے کچھ سروکار نہ رکھا۔ بلکہ مقام طائف میں خیمہ زن ہوا۔ وہ وہیں سے اپنی فوج کو عرفہ بھیج دیا کرتا تھا اور اسی طرح عبداللہ بن زبیر بھی اپنی افواج کو وہیں بھیجا کرتے تھے۔ دونوں کی عرفہ میں لڑائی ہوتی اور ہر دفعہ ابن زبیر کے لشکر کو ہزیمت اور حجاج کی فوج کو فتح ہوتی۔ پھر حجاج نے عبدالملک کو خط لکھ کر حرم میں داخل ہونے اور ابن زبیر کا محاصرہ کرنے کی اجازت مانگی۔ ساتھ ہی ان کے ضعف اور ان کے ہمراہیوں کی علمدگی کا حال لکھ کر اور بھی زیادہ ملک طلب کی۔ عبدالملک نے طارق کو حجاج سے ملنے کا حکم دیا۔ اس نے ۲۷ھ ماہ ذی قعدہ میں مدینہ پر فوج کشی کی اور ابن زبیر کے عامل کو وہاں سے نکال کر ثعلبہ نامی ایک شامی کو وہاں کا عامل مقرر کیا۔ ثعلبہ کی عادت یہ تھی کہ منبر نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بیٹھ کر گودا نکالتا اور اس کو کھاتا۔ اور اس کے بعد کھجور کھالیتا تھا تاکہ اہل مدینہ اس کی اس حرکت سے رنجیدہ نہ ہو کر غیظ و غضب میں آجائیں۔ مزید برآں وہ ابن زبیر کے ہمراہیوں کے حق میں نہایت سخت گیر تھا۔ غرض کہ ماہ ذی الحجہ کے سلخ کو طارق پانچ ہزار کی فوج لے ہوئے مکہ کے پاس حجاج سے جا ملا۔ حجاج اس سے پیشتر ذی قعدہ ہی میں مکہ پہنچ چکا تھا اور حج کے لئے احرام باندھے ہوئے تھا۔ چنانچہ وہ بیٹھیمیوں کے پاس فروکش ہوا اس سال حجاج نے ہی لوگوں کے ساتھ حج کیا۔ مگر طوان کعبہ اور صفا و مروہ کے مابین سعی نہ کر سکا کیونکہ ابن زبیر نے اُسے ایسا کرنے سے روک دیا۔ اور وہ ابن زبیر کے قتل تک برابر ہتھیار بند عورتوں سے علیحدہ اور خوشبوؤں سے اجتناب کرتا رہا۔ ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں نے حج نہ کیا تھا۔ کیونکہ وہ وقوف عرفہ اور رمی جمار نہ کر سکتے تھے۔ اور ابن زبیر نے اپنی قربانیاں بھی مکہ ہی میں کیں۔ پھر حجاج نے ابن زبیر کو گھیر کر وہاں قیام پر ایک بھینق لگائی اور اس سے کعبہ پر سنگباری کی اسی فعل کو عبدالملک نے یزید بن معاویہ کے زمانہ میں نفرت سے

دیکھا تھا اور اب خود اس نے اسی کام کا حکم دیا۔ لوگ کہتے تھے کہ عبد الملک نے
 دین کا راستہ چھوڑ دیا۔ ابن عمر نے اس سال حج کیا اور حجاز سے کہلا بھیجا کہ
 خدا سے خوف کرو۔ اور لوگوں پر سنگ باری کو موقوف کر دو۔ اس پاک
 مہینہ میں اس پاک شہر میں خدا کے پاک کی جاعتیں زمین کے مختلف حصوں
 سے فریضہ خداوندی ادا کرنے اور اپنی نیکیوں کے بڑھانے کے لئے آ رہی ہیں
 مگر منجیق ان کو طواف سے روکتی ہے۔ تم سنگباری کو موقوف کر دو تاکہ لوگ
 مکہ میں اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔ چنانچہ سنگباری بند کی گئی۔ اور لوگ عرفات سے
 واپس ہوئے اور طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کی۔ ابن زبیر نے
 بھی مابجوں کو طواف اور سعی سے نہ روکا اور جب وہ طواف و زیارت سے
 فارغ ہو گئے۔ تو حجاج کے منادی نے پکار کر کہہ دیا کہ اے لوگو تم اپنے اپنے وطن کو
 واپس چلے جاؤ کیونکہ اب ہم ابن زبیر محمد پر سنگباری کرینگے۔ سب سے پہلے جب
 منجیق نے کعبہ پر سنگباری شروع کی تو آسمان گرج اٹھا۔ اور بجلیاں کھینکنے
 لگیں۔ یہاں تک کہ گرج کی آواز سنگباری کی آواز سے بڑھ گئی۔ شامیوں پر
 اس واقعہ کا بڑا اثر ہوا۔ اور وہ لوگ رُک گئے۔ مگر حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے
 پتھر اٹھا اٹھا کر منجیق میں رکھے اور پھینکنے لگا۔ دوسرے دن بجلیاں گریں
 اور اس کے بارہ ہمارا ہی فنا ہو گئے۔ شامیوں کے دل اس واقعہ سے بالکل ٹوٹ
 گئے۔ مگر حجاج نے کہا کہ اے شامیو! اس امر کو مروہ نہ سمجھو۔ میں خود تہامہ کا رہنے والا
 ہوں۔ یہ بجلیاں وہیں کی ہیں۔ یہ فتح کی علامت ہے۔ تم کو تو خوش ہونا چاہئے۔ دوسرے
 دن پھر بجلی گری جس سے ابن زبیر کے چند آدمی مارے گئے۔ پھر حجاج نے لوگوں سے
 کہا کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصیبت ان لوگوں پر پڑ رہی ہے۔ تم لوگ تو طاعت
 حق پر ہو۔ مگر وہ اس کے خلاف ہیں۔ پتھر ابن زبیر کے سامنے آ کر گرتے تھے مگر
 وہ نماز ہی میں مشغول رہتے تھے۔ اور ان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور شامی
 لوگ یہ کہتے تھے (شعر)۔

اے ابن زبیر تم نے بہت سرکشی کی۔ ہمیں تمہاری وجہ سے بہت

تکلیف پہنچا۔ اب جو کچھ تم نے کیا ہے اسے بھگتو۔

اعرابیوں کی ایک جماعت نے ابن زبیر کے پاس جا کر کہا کہ ہم تمہارے ساتھ ہو کر لڑنے کے لئے آئے ہیں۔ انھوں نے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک شخص کے پاس ایک تلوار ہے۔ گویا کہ وہ ایک چمڑے جو میان سے باہر نکلا ہوا ہے۔ ابن زبیر نے ان کو جواب دیا کہ اے اعرابیو۔ خدا تم کو ہمارے نزدیک نہ کرے۔ خدا کی قسم تمہارے ہتھیار پرانے اور تمہاری گفتگو خراب ہے۔ تم خشک سالی میں ٹوب جنگ کرنے والے اور فراخ سالی میں دشمنی سے پیش آنے والے ہو۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔ لڑائی نے بہت طویل کیلینچا۔ ابن زبیر کے پاس سامان رسد کم رہ گیا۔ اور لوگوں کو سخت بھوک کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ حالت ہو گئی کہ انہوں نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک ایک مرغی دس دس درہم کو فروخت ہوتی تھی اور جو ار کے دانے میں بیس درہم کو ملتے تھے۔ مگر ابن زبیر کے گھر میں گیموں۔ جو۔ اناج اور کھجور بھرے ہوئے تھے۔ شامی انتظار کر رہے تھے کہ ان کا ذخیرہ ختم ہو جائے۔ مگر وہ اس کی حفاظت کرتے اور اس میں سے صرف سد رمق کی مقدار خرچ کرتے۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک وہ ختم نہ ہوگی میرے ہمراہی ملاقاتور رہیں گے۔ ان کے قتل سے چند دن پیشتر ان کے ہمراہی پر اگندہ ہو کر حجاج سے امان طلب کرنے کے لئے روانہ ہو گئے۔ جو لوگ ان کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی۔ ان ہی لوگوں میں ان کے بیٹے حمزہ اور خدیب بھی شامل تھے۔ ان دونوں نے اپنی اپنی جانوں کے لئے امان طلب کر لی۔ عبداللہ بن زبیر نے اپنے بیٹے زبیر سے بھی کہا کہ تم بھی اپنے بھائیوں کی طرح ہی کرو۔ بخدا میں تمہارے زندہ رہنے کو پسند کرتا ہوں۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ میں وہ نہیں ہوں جس کو اپنی جان زیادہ مرغوب ہو۔ چنانچہ اس نے ان کا ساتھ دیا اور جنگ میں کام آیا۔ پو

عبداللہ بن زبیر کے ہمراہیوں کے منتشر ہونے کے بعد حجاج نے ایک تقریر کی جس میں لوگوں سے کہا کہ تم ابن زبیر کے ساتھیوں کی قلت تعداد اور ان کی تنگی و مصیبت کو دیکھ رہے ہو۔ تم لوگ خوش ہو جاؤ اور فتح کی شادمانی کرو۔ اور آگے بڑھو۔ چنانچہ جوں اور ایوان کا درمیانی علاقہ ان سے پر ہو گیا۔

اس وقت ابن زبیر اپنی والدہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ اے ماں - لوگوں نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب میرے پاس کم آدمی رہ گئے ہیں۔ اور جو رہ گئے ہیں وہ بھی ایسے ہیں کہ ان میں ایک ساعت کے لئے استقلال نہیں ہے۔ اور قوم مجھے اس قدر دینا چاہتی ہے جس کا میں آرزو مند ہوں۔ اب آپ کی اس کے متعلق کیا رائے ہے؟ ان کی والدہ نے کہا کہ تم اپنے متعلق خود ہی زیادہ جانتے ہو۔ جب تم یہ سمجھتے ہو کہ تم حق پر ہو اور اسی جانب لوگوں کو بلا رہے ہو اور اسی پر تمہارے ساتھی مارے گئے ہیں۔ تو جاؤ اور اپنی گردنوں کو بنو امیہ کا گھلوٹا بننے کے لئے ان کے حوالے مت کرو۔ اگر تم نے یہ لڑائی صرف دنیا پیدا کرنے کے لئے کی تھی تو تم بلاشبہ برے آدمی ہو۔ تم نے خود کو اور اپنے ہمراہیوں کو جو تمہارے لئے قتل ہوئے ہیں ہلاکت اور تباہی میں ڈالا۔ اگر تم یہ کہتے ہو کہ میں حق پر تھا۔ مگر ساتھیوں کے کم ہو جانے کی وجہ سے کمزور ہو گیا ہوں۔ تو یاد رکھو کہ یہ جو انہروں اور دینداروں کا کام نہیں ہے۔ تمہارے دنیا میں رہنے کی مقدار ہی کتنی ہے۔ قتل ہو جانا ہی بہتر ہے۔ انہوں نے کہا اے والدہ کمرہ مجھے خوف ہے کہ اگر شامیوں نے مجھے قتل کیا تو یہ کریں گے کہ مجھے سولی دیں گے اور میرے اعضا کے پرزے کرینگے۔ ان کی والدہ نے جواب دیا کہ بیٹا۔ بکری فوج ہو جانے کے بعد کھال کے اُدھیڑے جانے کا صدمہ محسوس نہیں کرتی۔ تم اپنی بصیرت پر عمل کرو۔ اور خدا سے مدد مانگو۔ انہوں نے اپنی والدہ کے سر کو بوسہ دیا۔ اور کہا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے لئے میں نے آج تک کام کیا ہے اور رنج اٹھایا ہے میں نے نہ تو دنیا کی خواہش کی ہے اور نہ اس میں زندگی کو پسند کیا ہے۔ اور مجھے اس کے محرمات کے استحلال کی وجہ ہی سے صرف اللہ ہی کے غضب نے خروج پر آمادہ کیا۔ میں نے مناسب خیال کیا کہ آپ کی رائے لے لوں۔ آپ نے میری بصیرت کو اور بھی زیادہ تیز کر دیا ہے۔ دیکھئے میں آج قتل ہونے والا ہوں۔ کہیں آپ کو زیادہ رنج و الم نہ ہو۔ آپ تمام کام خدا کو سونپ دیجئے۔ آپ کے اس بچے نے نہ کبھی کسی برے کام کی طرف قدم بڑھایا نہ کسی فحش کام کی طرف توجہ کی۔ نہ کبھی خدا کے حکم میں جرات کی۔ نہ اماں دیکر دغا بازی سے کام لیا۔ نہ کسی مسلمان پر عداوت ظلم کیا۔ میرے عاملوں کی شرفایت

پہنچی ہے تو اس سے میں خوش ہوا ہوں۔ بلکہ میں نے اس کو برا سمجھا اور خدا کی
 خوشنودی سے بڑھ کر اور کوئی چیز مجھے بہتر نہیں معلوم ہوئی۔ خدا یا اس سے
 میں کچھ اپنے نفس کی پاکیزگی نہیں ظاہر کر رہا ہوں۔ بلکہ اپنی مان کو صبر دلانے
 کے لئے کہہ رہا ہوں۔ تاکہ اُسے میری طرف سے تسلی ہو جائے۔ ان کی والدہ
 نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ تمہارے متعلق میری تعزیت اچھی ہوگی۔ اگر تم مجھ سے
 پہلے چلے گئے تو میں تم کو اپنے اعمال نامہ میں شمار کر لوں گی۔ اور اگر تم ظفر منہ ہوئے
 تو تمہاری فتح سے خوش ہوں گی۔ چلو میں تمہارے عمل کے نتیجے کو دیکھوں۔
 ابن زبیر نے کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ کیا آپ میرے لئے دعا نہ کریں گی؟
 انھوں نے جواب دیا کہ میں ہرگز تمہارے لئے دعا کبھی نہ چھوڑوں گی۔ لوگ
 باطل پر بھی مارے جاتے ہیں۔ اور تم تو بلاشبہ حق پر جان دے رہے ہو۔ پھر کہنے
 لگیں کہ «یا اللہ! لمبی راتوں کے اس طویل قیام اور گریہ و زاری اور اس
 پیاس پر جو مکہ اور مدینہ کی شدت تازت میں عبادت کے وقت سہا کرنا تھا اور
 جو نیکی اپنے باپ کے اور میرے ساتھ کرتا تھا۔ رحم فرما۔ خدا یا! میں نے اس کے
 امر کو تیرے حکم پر جو کچھ تو اس کی نسبت فرمائے چھوڑ دیا ہے۔ اور میں تیرے
 فیصلہ پر راضی ہوں۔ مجھے صبر و شکر کرنے والوں کا ثواب عطا فرما۔ پھر ابن زبیر
 نے اپنی ماں کے ہاتھوں کو ہاتھ میں لے کر بوسہ دینا چاہا۔ تو انھوں نے کہا کہ
 یہ تو وداع کی نشانی ہے۔ ابھی سے رخصت نہ ہو۔ ابن زبیر نے کہا کہ میں وداع
 ہی چاہتا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میری زندگی کے دنوں میں یہ آخری دن ہے
 ان کی والدہ نے کہا کہ بہت بہتر۔ جو تمہاری مرضی ہو وہی مناسب ہے۔ ذرا
 میرے پاس تو ہو جاؤ تاکہ میں تم کو رخصت کر دوں۔ چنانچہ ابن زبیر نے اپنی
 والدہ سے معافہ کیا اور ان کو بوسہ دیا۔ اس حالت میں ان کی والدہ کا ہاتھ
 ان کی زرد پر پڑا۔ تو وہ کہنے لگیں۔ کیا یہ اس شخص کا کام ہے جو تمہارا سارا روہ
 رکھتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس کو اور کسی غرض سے نہیں
 پہنسا ہے۔ صرف غرض یہ ہے کہ آپ کے فرزند (یعنی خود) کو اور بھی زیادہ مضبوط
 کر دوں۔ ان کی والدہ بولیں اس سے میرا بیٹا کچھ مضبوط نہیں ہو سکتا۔ اس پر

ابن زبیر نے زرہ کو اتار دیا۔ پھر اپنی دونوں آستینوں کو لپیٹ لیا اور اپنی قمیص اور شلوار کے جبہ کو لپیٹ کر ازار کے درمیان کر لیا۔ اور حصہ زیریں کو اوپر اٹھا کر مکر بند کے نیچے سے لے لیا۔ ان کی والدہ کہتی جاتی تھیں کہ تم اپنا لباس لپٹا ہوا پہنو پھر ابن زبیر یہ کہتے ہوئے نکلے۔ (مشعر)

۱۱۱ ابتداء میں جس وقت اپنے آخری دن کو پہچان لوگاتو استقلال دکھلاؤ گھا
اصل یہ ہے کہ شریف آدمی ہی اپنے دن کو پہچان لیتا ہے۔ اور کوئی
پہچانتا تو ہے مگر اس سے بے خبر بھی رہتا ہے۔

ان کی والدہ نے ان کو یہ کہتے ہوئے سن کر کہا کہ ان شاء اللہ تم ضرور
استقلال دکھاؤ گے۔ کیونکہ تمہارے آباء ابوبکر اور زبیر ہیں۔ اور تمہاری ماں
صفیہ بنت عبد المطلب ہے۔

اس کے بعد انھوں نے شامیوں پر یکبارگی سخت حملہ کیا۔ ان کے
ہمراہیوں میں سے چند مارے گئے۔ جب وہ اور ان کے ساتھی دشمنوں کے
سامنے کھل گئے تو ان کے ایک ہمراہی نے کہا کہ کاش کہ آپ فلاں مقام پر
چلے جاتے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں اسلام میں اس وقت ایک بہت بڑا بوجھ
آدمی سمجھا جاؤنگا جب میں کسی قوم کو حملہ کرنے پر آمادہ کروں اور جب وہ
قتل ہو جائیں تو میں ان کی طرح قتل ہو کر گر جانے کے عوض میدان جنگ سے
فرار کر جاؤں غرض کہ شامی آگے بڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ دروازے
ان سے بھر گئے۔ اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ اے ذات النطاقین کے بیٹے
جواب میں ابن زبیر یہ کہتے تھے (مصرعہ) :-

ادیہ ایسی شکایت ہے جس کا ننگ تجھ پر خوب ظاہر ہے۔

اہل شام نے مسجد کے دروازوں پر ہر شہر کے ایک ایک آدمی کو مقرر
کر دیا۔ چنانچہ اہل حص کو خانہ کعبہ کے دروازہ کے مقابل کے دروازے کی نگہبانی
سپرد کی گئی۔ اہل دمشق باب بنی شیبہ پر۔ اہل اردن باب الصفا پر۔ اہل فلسطین
باب بنی جج پر۔ اور اہل تہرین باب بنی یمیم پر متعین کئے گئے۔ اور حجاج اور
طارق البطح سے مروہ تک نگہبانی کرنے لگے۔ ابن زبیر کبھی اُدھر اور کبھی اُدھر

اس طرح حملہ کرتے تھے کہ گویا وہ شیریشہ ہیں۔ لوگ ان کے سامنے نہ آتے تھے۔
 عبداللہ ابن زبیر دشمنوں کے پیچھے دوڑتے اور ان کو دروازوں سے
 باہر نکال دیتے اور پھر ابو صفوان کو پکار کر کہتے کہ تمھاری ماں رُووے۔ اگر تمھارا
 ساتھ چند جوان مرد اور ہوتے تو تم فتح ہی کر لیتے یا میرا حریت اگر ایک شخص ہوتا
 تو میں اس کو کافی ہوتا۔ ابو صفوان عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف
 کہتا کہ ہاں خدا کی قسم آپ ایک ہزار کے لئے کافی ہیں۔ حجاج لوگوں کو ابن زبیر
 کی طرف پیش قدمی نہ کرتے دیکھ کر آگ بگولا ہو گیا۔ اور خود بیدل ہو کر لوگوں کو
 آگے بڑھانے لگا۔ ابن زبیر کا علم بردار۔ جو ان کے آگے آگے تھا۔ شامیوں کو
 تلوار کے گھاٹ اتار رہا تھا۔ ابن زبیر اپنے علم بردار سے بھی آگے بڑھ گئے۔ اور
 اہل شام کو مارنے لگے۔ یہاں تک کہ شامی مغلوب ہو گئے۔ اور آفتاب غروب
 ہو گیا۔ انھوں نے پلٹ کر مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز ادا کی۔ لوگوں نے
 ان کے علم بردار پر حملہ کیا اور اس کو باب بنی شیبہ کے پاس قتل کر دیا۔ علم حجاج کے
 ہمراہیوں کے ہاتھ میں آگیا ابن زبیر نماز سے فارغ ہو کر آگے بڑھے اور بغیر علم ہی
 حملہ کر دیا۔ ایک شامی کو قتل کیا اور کہا کہ لے یہ بھی ایک ہاتھ لیتا جا۔ میں حواری
 کا بیٹا ہوں۔ اسی طرح ایک حبشی پر وار کیا۔ اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ اور کہا
 او حام کے بیٹے ٹھہر جا۔ عبداللہ بن مطیع نے ان کا مقابلہ کیا۔ اور وہ یہ
 کہتا جاتا تھا۔ (شعر) :-

۱۱ میں وہی ہوں جو حرہ کے روز فرار ہو گیا تھا۔ مگر شریف النسب
 آدمی ایک دفعہ کے سوار کبھی گریز نہیں کرتا۔ آج میں پہلے فرار کا عوض پلٹ کر رہا ہوں
 ابن مطیع مقابلہ کرتے کرتے مارا گیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے چند
 کاری زخم آئے جن سے وہ چند دنوں کے بعد مر گیا۔ ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے کے
 دن صبح کو نماز کے بعد اپنے ہمراہیوں اور اہل و عیال سے کہا کہ ذرا اپنے چہروں کو
 کھول دو تاکہ میں دیکھ لوں۔ کیونکہ ان لوگوں کے چہرے خودوں سے ڈھکے ہوئے
 تھے چنانچہ اس حکم کے موافق ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ اس پر انھوں نے
 کہا کہ اے آل زبیر اگر تم مجھ سے خوش ہوا اور مجھ کو اپنے میں سے تصور کرتے ہو۔

تو یاد رکھو کہ ہم عرب کے ایک ایسے خاندان کے لوگ ہیں جنہوں نے خدا کے لئے صلح کی ہے۔ یاد رہے کہ تلواروں کی ضرورت تھیں نہ ڈرائیں۔ کیونکہ زخمیوں کو زخم کے درد سے زیادہ دوا کا صدمہ ہوتا ہے۔ اپنی تلواروں کی اسی طرح حفاظت کرو جیسی تم اپنے چہروں کی کرتے ہو۔ اپنی تلواروں کی چمک سے اپنی آنکھوں کو بچائے رکھو۔ چاہئے کہ تم میں سے ہر ایک شخص اپنے حریت سے مقابلہ کرنے میں مشغول رہے۔ اور میری حالت کچھ دریافت نہ کرو۔ اگر تم میں سے کوئی شخص میرا حال دریافت کرنا چاہے تو میں سواروں کی پہلی جماعت میں ملونگا۔ خدا کی برکت پر بھروسہ کرو۔ اور حملہ کرو۔ پھر انہوں نے ان لوگوں پر حملہ کیا۔ اور بھگاتے بھگاتے جیون تک پہنچا دیا۔ قبیلہ سکون کے ایک شخص نے ان پر ایک اینٹ کھینچ کے ماری جو ان کے چہرے پر لگی۔ ان کے اندام پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور چہرہ بالکل خون آلود ہو گیا۔ انہوں نے اپنے چہرے پر خون کے آثار پا کر کہا (شعر) :-
 لاہم ان میں سے نہیں ہیں جن کی ایڑیاں خون سے تر ہو جاتی ہیں۔
 بلکہ خون ہمارے قدموں پر ٹپکتا ہے۔“

پھر انہوں نے ان لوگوں سے شدید جنگ کی۔ ان لوگوں نے پلٹ کر ان پر یکبارگی دباؤ کر دیا۔ اور ان کو ماہ جمادی الآخر میں شنبہ کے روز شہید کر دیا۔ اس وقت ان کی عمر سو سال کی تھی ان کے قتل پر قبیلہ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔ وہ ان کا سر حجاج کے پاس لے گیا۔ حجاج نے مسجد مشعرہ ادا کیا اور اسی سکونی اور مرادی کو اس امر کی اطلاع کے لئے عبدالملک کے پاس روانہ کر دیا اور دونوں کو پانچ سو دینار بھی دیئے۔ حجاج اور طارق چلے اور ابن زبیر کی لاش کے پاس آکر کھڑے ہوئے۔ طارق نے کہا کہ عورتیں ان سے بڑھ کر جواں مرد پیدا نہ کر سکیں۔ حجاج نے کہا کہ کیا تم امیر المومنین کے دشمن کی تعریف کرتے ہو۔ کہا ہاں۔ یہی بات ہماری معذرت کی دلیل ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو ہمارے لئے عذر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔ کیونکہ ہم نے ان کا سات ماہ سے محاصرہ کر رکھا تھا۔ حالانکہ ان کے پاس نہ فوج تھی نہ قلعہ اور نہ مددگار۔ پھر بھی وہ ہم سے مقابلہ کرتے رہے بلکہ سبقت لے جاتے تھے۔ ان دونوں کے

مکالمہ کی کیفیت عبد الملک تک پہنچی تو اس نے طارق کی رائے کی تصویب کی۔ پو
 ابن زبیر کے قتل پر اہل شام نے خوشی اور مسرت سے تکبیریں کہیں۔
 ابن عمر نے کہا کہ ان لوگوں کو دیکھو۔ مسلمان تو ان کی ولادت پر خوشی سے تکبیریں
 کہتے تھے اور یہ لوگ ان کے قتل پر خوش ہو کر تکبیریں کہہ رہے ہیں۔ حجاج نے
 ان کے اور عبد اللہ بن صفوان اور عمارہ بن عمرو بن حزم کے سروں کو بدینہ
 روانہ کیا۔ پھر وہ سر عبد الملک بن مروان کے پاس لائے گئے۔ اور ابن زبیر کی
 لاش کو حجون کے قریب ثنیۃ یعنی پر سولی دی گئی۔ اسمار نے اس کے پاس
 کہلا کے بھیجا خدا تجھے موت دے۔ تو نے اُسے سولی کیوں دی۔ اس نے جواب
 دیا کہ اس لکڑی پر چڑھنے کے لئے میں اور وہ دونوں مل کر دوڑے اور وہ اس کے
 حصہ میں آگئی۔ پھر اسمار نے ان کے کفن و دفن کی اجازت چاہی۔ مگر حجاج نے
 انکار کر دیا۔ اور اس لکڑی کے پاس ایک شخص کو حفاظت کے لئے مقرر کیا۔
 پھر عبد الملک کو ان کے سولی دینے کا مال لکھ بھیجا۔ اس نے جواب میں اسے ملامت
 کی اور لکھا کہ تم نے ان کو ان کی مال کو کیوں نہ دے دیا۔ چنانچہ حجاج نے اجازت
 دے دی اور اسمار نے ان کو حجون کے پاس دفن کر دیا عبد اللہ ابن عمرؓ اور
 اُذرے تو انھوں نے کہا کہ اے ابو خبیث۔ تم پر سلام ہو۔ خدا کی قسم میں تم کو اس
 سے منع کیا کرتا تھا۔ اور تم بڑے روزہ دار تہجد گزار اور صلہ رحم کرنے والے جرگ
 تھے اور خدا کی قسم تم جس قوم سے شدید متصور ہوتے ہو وہ نہایت ہی عمدہ قوم ہے۔ پو
 ابن زبیر نے اپنے قتل ہونے سے چند دن قبل ہی سے ایلو اور مشک استعمال
 کرنا شروع کر دیا تھا تاکہ ان کے جسم میں سے بدبو نہ آنے پائے۔ چنانچہ جب ان کو
 سولی دی گئی تو مشک کی خوشبو پھیل گئی تھی کہتے ہیں کہ حجاج نے ان کے ساتھ ایک
 مردہ کتے کو بھی سولی دی تھی جسکی بدبو اس خوشبو پر غالب آگئی تھی۔ ایک بیان
 یہ بھی ہے کہ اس نے ان کے ساتھ ایک بلی کو سولی دی تھی۔ پو
 جب عبد اللہ بن زبیر قتل ہوئے۔ تو ان کے بھائی عروہ ایک تیز رفتار
 اونٹنی پر سوار ہو کر عبد الملک ابن مروان کی طرف روانہ ہوئے۔ قبل اس کے
 کہ حجاج کے قاصد عبد اللہ ابن زبیر کے قتل کا خبر لے کر پہنچیں وہ شام پہنچ گئے۔

اور عبد الملک کے دروازے پر جا کر اجازت طلب کی۔ اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئے۔ اور اس پر سلام خلافت عرض کیا۔ عبد الملک نے سلام کا جواب دیا۔ اور مرحبا کہا۔ معافۃ کیا اور اپنے پاس تخت پر بٹھالیا۔ عروہ نے کہا: تمہارے پاس قرابت قریبہ کا وسیلہ تلاش کیا گیا ہے۔ اور قرابت اس وقت تک قریب نہیں آسکتی جب تک کہ تم اس کو قریب آنے کی اجازت نہ دو۔ پھر دونوں باتیں کرنے لگے۔ عبد اللہ بن زبیر کا ذکر ہوا تو عروہ نے جواب میں کہا کہ: "اوہ تھے" (یعنی اب موجود نہیں ہیں) عبد الملک نے پوچھا: "کیا ہوا؟" کہا کہ قتل کئے گئے۔ یہ سن کر عبد الملک سجدے میں گر پڑا۔ عروہ نے کہا کہ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکا رکھا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ آپ ان کی لاش کو ان کی والدہ کے سپرد کر دیں۔ عبد الملک نے کہا کہ ہاں ایسا ہی کیا جائیگا۔ چنانچہ اس نے حجاج کو ایک خط لکھا جس میں ابن زبیر کے سولی پر لٹکائے جانے کے طرز عمل پر نفرت کا اظہار کیا۔

اور حجاج نے عروہ کو حکم پا کر عبد الملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھا۔ اور جب وہ قتل ہو گئے تو وہ خدا کے مال میں سے کچھ حصہ لے کر فرار ہو گیا ہے۔ عبد الملک نے جواب میں لکھا کہ وہ بھاگے نہیں ہیں۔ بلکہ میری بیعت کرنے کے لئے آئے ہیں۔ میں نے ان کو امان دے دی ہے اور جو کچھ اس سے پہلے گزر چکا ہے میں نے معاف کر دیا ہے۔ وہ تمہارے پاس آنے والے ہیں تم ہرگز ان سے کوئی بُرائی نہ کرنا۔ بعد ازاں عروہ نے مکہ کی طرف مراجعت کی۔ اس اثناء میں وہ کئی دنیں وان غائب رہے تھے۔ پھر حجاج نے عبد اللہ بن زبیر کی لاش کو سولی پر سے اتار کر ان کی والدہ کے پاس روانہ کر دیا۔ انھوں نے لاش کو غسل دیا۔ پانی ڈالتے ہی جسم پارہ پارہ ہو گیا۔ لہذا انھوں نے ہر عضو کو علیحدہ علیحدہ غسل دیا جس سے جسم بگڑ گیا۔ عروہ نے ان پر نماز پڑھی اور انہیں اپنے گھر لے کر آ دیا۔

یہ بھی کوئی بات ہے کہ جب عروہ عبد الملک کے پاس تھے تو حجاج نے ان کو لکھا کہ وہ عروہ کو اس کے پاس واپس بھیج دیں۔ عبد الملک نے ان کے

پاس بھیجنے کا ارادہ کیا۔ عروہ نے کہا کہ یقیناً وہ شخص ذلیل نہ تھا جس کو تم نے قتل کیا ہے۔ بلکہ وہ ذلیل ہے جس کو تم نے بادشاہ بنایا ہے۔ وہ قابل ملامت نہیں ہے جس نے استقلال دکھلایا اور جان دی۔ بلکہ وہ قابل ملامت ہے جو تو سے بھاگا۔ عبد الملک نے یہ سن کر کہا کہ اسے ابو عبد اللہ - تم کہتے ہو ہم سے کوئی ایسی بات نہ سناؤ گے جو تمہارے ناگوار خاطر ہو۔

عبد اللہ بن زبیر کے متعلق یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی لاش کسی نے نماز نہیں پڑھی۔ کیونکہ حجاج نے نماز پڑھنے سے یہ کہہ کر روک دیا تھا کہ امیر المؤمنین نے صرف وفن کرنے کا حکم دیا ہے۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عروہ نے نہیں بلکہ کسی اور نے نماز پڑھی تھی۔ اور مسلم نے اپنی صحیح میں جو روایت بیان کی ہے وہ یہ ہے کہ عبد اللہ بن زبیر کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا گیا۔ اور ان کی والدہ ان کے بعد چند ہی روز زندہ رہ کر وفات پا گئیں۔ اور وہ نابینا ہو گئی تھیں اور عروہ کی ماں بھی وہی تھیں۔

ابن زبیر کے امور سے فارغ ہو کر حجاج مکہ میں داخل ہوا۔ اہل شہر نے اس سے عبد الملک ابن مروان کے لئے بیعت کر لی۔ حجاج نے مسجد حرام کو خون اور پتھروں سے پاک کرنے کا حکم دیا۔ اور خود مدینہ کی جانب راہی ہوا۔ کیونکہ عبد الملک نے اُسے کہ اور مدینہ پر حاکم مقرر کر دیا تھا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے ہبیزہ و وہبہ تک وہاں اقامت کی۔ باشندوں سے برا سلوک کیا۔ ان کی ذلت کی اور کہا تم لوگ امیر المؤمنین عثمان کے قاتل ہو۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کو ذلیل کرنے کی غرض سے ان کے ہاتھوں پر اسی طرح سیسے کی مہریں لگائیں جس طرح ذمیوں کے لگائی جاتی تھیں۔ ان صحابہ میں جابر بن عبد اللہ - انس بن مالک اور سہل بن سعد بھی شامل تھے۔ اس کے بعد وہ مکہ کو روانہ ہو گیا۔ مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے اس نے کہا کہ خدا کا شکریہ جس نے مجھے ایک بدبودار جگہ سے نکالا۔ جس کے باشندے بدتر اور امیر المؤمنین کو دھوکا دینے والے اور خدا کی نعمت کی وجہ سے حسد کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم اگر میرے پاس ان کے متعلق امیر المؤمنین کے خط نہ آتے تو میں اس شہر کو جوت حمار کی طرح تباہ کر دیتا۔ چند لکڑیاں ہیں جن کو اپنی پناہ گاہ بنالیا ہے۔

اور چند پراتی ہڈیاں ہیں جو یوسیدہ ہو چکی ہیں جن کو منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ یہ کیفیت جابر بن عبد اللہ تک پہنچی تو انھوں نے کہا کہ اس کے ادھر وہ پیغمبر ہے جو اس کو تباہ کر کے چھوڑے گی۔ فرعون نے بھی جو کچھ کہنا تھا کہا۔ مگر خدا نے اسے ڈھیل دینے کے بعد پکڑ لیا۔ کہا جاتا ہے کہ حجاج کی مدینہ پر حکومت اور اس کا اصحاب بنوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدسلوکی کا واقعہ ۷۰ ماہ صفر ۶۵ھ میں پیش آیا جو

{ خبیب بن عبد اللہ بن زبیر خاضہ مجھے کے پیش آورد و بانے موعده سے ہے جن کے درمیان پائے ثناتہ تختانی ہے۔ عبد اللہ بن زبیر کی کنیت ان ہی کے ام سے تھی۔ ابو بکر بھی ان کی کنیت تھی }۔

(عبد اللہ) ابن زبیر کی عمر اور سیرت کا بیان

قتل کے وقت ان کی عمر ۲۷ سال کی تھی۔ ان کی خلافت نو سال تک تھی۔ کیونکہ ۶۴ھ میں ان سے بیعت کی گئی تھی۔ ان کے سر پر لمبے لمبے بالوں کی لٹیں تھیں۔ یحییٰ ابن وثاب کا بیان ہے کہ ابن زبیر سجدہ کرتے تھے تو ان کے طول سجود اور سکون کی وجہ سے چڑیاں ان کی پیٹھ کو دیوار سمجھ کر اس پر بیٹھ جاتی تھیں۔ کسی اور کا بیان ہے کہ عبد اللہ نے وقت کو تین حالتوں اور حصوں پر تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک رات کو صبح تک قیام میں بسر کرتے تھے۔ اور دوسری رات کو صبح تک رکوع میں اور تیسری رات کو صبح تک سجدے میں رہتے۔ بیان کیا گیا ہے کہ سب سے پہلی بات جو ابن زبیر کی جرأت ظاہر کرتی ہے یہ ہے کہ وہ ایک دن لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور خود بھی کم سن تھے ایک شخص ان کے پاس سے گذرا اور ان لڑکوں کو ڈانٹا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ ابن زبیر ان کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے کہا کہ اے لڑکو۔ تم مجھے اپنا امیر بنا لو۔ تاکہ تم سب اس پر حملہ کریں۔ چنانچہ ان لڑکوں نے ایسا ہی کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ ابن الخطاب ان کے پاس سے گذرے یہ لڑکوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اور لڑکے تو ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر یہ وہیں ڈٹے رہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم ان کے ساتھ کیوں نہ بھاگ گئے۔ انھوں نے جواب دیا کہ نہ میں نے

کوئی خطا کی کہ آپ سے ڈروں اور نہ راستہ تنگ ہے کہ ایک ہٹ کر پہاڑ کے لئے کشادہ راستہ بنانے کے لئے تیار ہو جائوں۔ قطن ابن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ابن زبیر ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک مسلسل روزہ رکھتے تھے۔ غالب بن ابی عمران کا قول ہے کہ ابن زبیر ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہ رکھتے۔ سیدہ اور چالیس سال تک اپنے اپنی پشت پر سے کپڑا نہیں اٹھایا۔ ابن مجاہد کہتے ہیں کہ عبادت کا کوئی ایسا اسلوب نہ تھا جس کو ابن زبیر باسانی ادا کرتے ہوں۔ اگرچہ لوگ اس سے عاجز آ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ خانہ کعبہ تک سیلاب آ گیا۔ تو ابن زبیر نے تیر کر طواف کیا۔ ہشام بن عروہ بیان کرتے ہیں کہ سب سے پہلی بات جو صفر سنی میں میرے چچا عبد اللہ ابن زبیر نے کہنی سیکھی تھی وہ سیف (تلوار) تھی۔ حالانکہ وہ بالکل کم سن تھے۔ اور اپنے ہاتھ سے کبھی تلوار دوڑ نہ کرتے تھے۔ زبیر کہا کرتے تھے کہ خدا کی قسم تیرے لئے تلوار کا ایک خاص دن ہے اور وہ زمانہ آ کر رہیگا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن زبیر کہا کرتے تھے کہ گیب نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو ان کے قول کے مطابق پوری نہ اتری ہو۔ سوائے اس قول کے کہ ایک ثقفی نو جوان مجھے قتل کریگا۔ حالانکہ اس (یعنی مختار ثقفی) کا سر میرے سامنے رکھا ہوا ہے۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ ابن زبیر یہ نہ جانتے تھے کہ حجاج ان کے لئے مخصی تھا۔ عبد العزیز بن ابی جمیلہ انصاری کی روایت ہے کہ ابن عمر ابن زبیر کے پاس سے ایسی حالت میں گزرے کہ وہ قتل ہونے کے بعد سولی پر لٹکے ہوئے تھے۔ ابن عمر نے کہا کہ ابو جہیب خدام پر رحم کرے تم بڑے روزہ دار اور بڑے تہی گزار تھے۔ اگر تم قبیلہ قریش کے اشرار میں سے تھے۔ تو یقیناً وہ فوز و فلاح کا مستحق ہو گیا۔ حجاج نے ان کو سولی پر لٹکایا بعد میں لاش کو یہودیوں کے قبرستان میں پھینک دیا۔ اور ان کی والدہ کے پاس ایک شخص کو یہ حکم دے کر بھیجا کہ وہ حاضر ہوں۔ مگر وہ اس کے پاس نہ گئیں۔ اس نے دوبارہ کہا بھیجا کہ اگر تم آگئیں تو مناسب ہو گا ورنہ میں ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو تمہارا چونڈا پکڑ کر کھینچتا ہوا لے آئیگا۔ مگر وہ پھر بھی نہ گئیں۔ اس پر وہ خود ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے عبد اللہ کے ساتھ کیا کیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے صرف یہ دیکھا کہ

کہ تو نے اس کی دینا خراب کر دی اور اس نے تیری آخرت برباد کر دی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو یہ خبر دی ہے کہ قبیلہ ثقیف میں ایک دکاندار "اورایک" اور ایک "اسیر" ہو گا۔ کذاب تو ہم نے دیکھ لیا (یعنی منشا ثقیفی) اور میرے تو ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ مسلم نے اسے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ابن زبیر نے عبد اللہ ابن جعفر سے کہا کہ تم کو اس دن کا واقعہ یاد ہے جب ہم اور تم رسول اللہ سے ملے تھے اور آپ نے بنو فاطمہ کو لے لیا تھا۔ انھوں نے کہا ہاں یاد ہے۔ ہم کو آپ نے اٹھایا تھا۔ مگر تم کو چھوڑ دیا تھا۔ اگر ابن زبیر کو یہ معلوم ہوتا کہ عبد اللہ ابن جعفر ان کے سوال کے جواب میں ایسا کہہ دیتے تو وہ ہرگز ان کے ایسا سوال نہ کرتے۔ جو

محمد بن مروان کی ولایت جزیرہ و آرمینہ کا بیان

اسی سال عبدالملک نے اپنے بھائی محمد کو الجزیرہ اور آرمینہ کا والی مقرر کیا۔ اس نے وہاں جنگ کی اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ بحیرہ آرمینہ جس میں طویج نام کی مچھلی پائی جاتی ہے۔ اس وقت تک لوگوں کے لئے عام طور پر کھلا ہوا تھا۔ کوئی روکنے والا نہ تھا۔ جو شخص چاہتا تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتا تھا۔ مگر محمد نے اس میں مچھلی کا شکار کھینچنے سے منع کر دیا۔ اور وہاں سے مچھلی پکڑنے۔ بیچنے اور قیمت حاصل کرنے پر ٹیکس لگا دیا۔ اس کے بعد وہ اس کے بیٹے مروان کے قبضہ میں رہا۔ اور بنو امیہ کی سلطنت کے انقضاض کے ساتھ وہ بحیرہ بھی ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اور اس کی اب تک وہی حالت جاری ہے۔ جو کوئی کسی سے طریقہ کار و لاج قائم کرتا ہے اسے اس کا اور اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ قیامت تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بغیر اس کے کہ ان مومن الذکر لوگوں کے حصوں میں کچھ بھی تخفیف ہو۔ یہ طویج مچھلی دنیا کے عجائبات میں سے ہے۔ کیونکہ وہ ایک چھوٹی سی مچھلی ہوتی ہے۔ ہر سال ایک خاص موسم میں اسی بحیرہ سے ایک نہر میں اس کثرت سے آتی ہے کہ ہاتھ اور مصنوعی آلات سے اس کا شکار کیا جاتا ہے۔ مگر جب موسم ختم ہو جاتا ہے تو ایک بھی نہیں ملتی۔ جو

ابو فردیک خارجی کے قتل کا بیان

ہم نے اس کے واقعات میں بنجدہ بن عامر خارجی کے قتل اور اس کے

ہمراہیوں کے ابو فدیک کے تابع ہو جانے کے واقعات کو قلمبند کیا ہے۔ ابو فدیک کا قدم اس وقت تک مضبوطی سے جا رہا۔ اس لئے عبد الملک بن مروان نے عمر بن عبید اللہ بن مسعر کو حکم دیا کہ اہل کوفہ اور بصرہ کو یہ انگلیختہ کرے اور ابو فدیک سے جنگ کرے۔ لے روانہ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے ان کو دعوت دی اور اس کے ساتھ دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ اُس نے ان کے لئے سامان رسد نکلوایا اور ان کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گیا۔ اس نے کوفیوں کو مینہ پر قائم کر کے محمد بن موسیٰ بن طلحہ بن عبید اللہ کو ان کا امیر مقرر کیا۔ اور بصریوں کو بیسہرہ پر تعینات کر کے ان پر اپنے بھتیجے عمر بن موسیٰ بن عبید اللہ بن مسعر کو سردار بنایا۔ اور اپنے سواروں کو قلب میں رکھا۔ غرض وہ لوگ روانہ ہوئے اور بحرین پہنچ کر دشمن سے مقابل ہوئے۔ جنگ شروع ہوئی۔ ابو فدیک اور اس کے ہمراہیوں نے متحدہ طور پر ایک ہی آدمی کی طرح حملہ کر دیا۔ اور عمر کے بیسہرہ شکست دی۔ تا آنکہ وہ منیر بن جندب مجاہد بن عبد الرحمن اور دیگر سواروں تک پہنچ گئے۔ اور مینہ پر کوفیوں کی مدد کی طرف مائل ہونے لگے۔ عمر بن موسیٰ رخصی ہوا۔ مگر جب بیسہرہ والوں نے دیکھا کہ مینہ کو ہزیمت نہیں ہوئی تو وہ پیٹھے اور اڑنے لگے۔ حالانکہ ان کا کوئی امیہ نہ تھا۔ کیونکہ ان کا سردار عمر بن موسیٰ مجروح ہو گیا تھا۔ انھوں نے اسے اپنے ساتھ اٹھایا۔ اور نہایت سختی سے لڑنے لگے۔ بہوتے بہوتے خارجیوں کے لشکر میں داخل ہو گئے۔ اور کوفیوں نے بھی نہایت پیسے بیسہرہ کے حملہ اور سیاہیوں کے ساتھ مل کر حملہ کر دیا۔ ان کے لشکر کی کارٹ کے رکھ دیا۔ اور ابو فدیک کو قتل کر دیا۔ پھر اس کے ہمراہیوں کو شہر کے قریب گھیر لیا۔ اس مقام پر انھوں نے بغیر عہد و پیمان کے اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیا۔ چنانچہ ان میں سے چھ ہزار قتل اور آٹھ سو قید ہوئے۔ ان ہی میں عبد اللہ بن امیہ کی لونڈی بھی تھی جو ابو فدیک سے حاملہ ہو گئی تھی۔ بعد ازاں سب نے بصرہ کی طرف مراجعت کی۔ پو

مشدد واقعات کا بیان

بعض مورخین کے بیان کے مطابق اسی سال عبد الملک نے بصرہ سے خالد بن عبد اللہ کو معزول کر کے اپنے بھائی یزید کو وہاں کا حاکم مقرر کیا۔ اور اس طرح دو شہر کوفہ اور بصرہ

اس کے مانت ہو گئے۔ ایشر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور کوفہ پر عمرو بن حریث کو مقرر کر دیا۔
 اسی سال موہم گرامیں محمد بن مروان نے رومیوں سے جنگ کی۔ اور عثمان بن لیث
 اور رومیوں کے درمیان آرمینیہ سرحد پر جنگ ہوئی۔ مقام الذکر کے ساتھ چار ہزار سپاہی
 تھے۔ اور گوروجی ساٹھ ہزار تھے مگر عثمان نے ان کو شکست دی اور اکثر کو قتل بھی کیا۔ حجاج
 نے اسی سال لوگوں کے ساتھ حج کیا اور وہ مکہ۔ یمامہ اور یمن کا حاکم تھا۔ بعض کے قول
 کے مطابق کوفہ اور بصرہ پر شریک بن مروان حاکم تھا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کوفہ پر
 بشر اور بصرہ پر خال ابن عبد اللہ حکمران تھا۔ کہ قہ کے حکم مضافہ شریک بن حارث اور
 بصرہ کی قضات پر ہشام بن مہیرہ اور خراسان پر بکیر بن وشیع مقرر تھے۔
 اسی سال عبد اللہ بن عمر نے مکہ میں وفات پائی۔ اور وہ طائے مر۔ وغیرہ ہو گئے۔
 ایک اور روایت ہے کہ کُح میں دفن ہیں۔ آپ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ حجاج نے اپنے
 ایک ہمراہی کو حکم دے رکھا تھا اور اسی کے مطابق اس نے زہر میں بھیجے ہوئے نیرس کی
 انی سے ان کے پاؤں کو زخمی کیا۔ اور اسی سے آخر میں انہوں نے وفات پائی۔ حجاج نے
 دوران مرض میں ان کی عیادت کی اور پوچھا کہ آپ کو کس نے یہ صدمہ پہنچایا یا انہوں
 نے جواب دیا کہ تو نے ہی مجھ کو یہ صدمہ پہنچایا۔ کیونکہ تو نے ایسے شہر میں مسلح رہنے کا حکم
 دیا جہاں ہتھیار اٹھانا حلال نہیں۔ ان کی وفات ابن زبیر کے قتل کے تین ماہ بعد
 واقع ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر (۸۶) سال کی تھی۔
 اسی سال سلمہ بن الکوع۔ ابو سعید خدری۔ رافع بن خدیج اور مالک بن مسعم
 ابو غسان یحییٰ نے بھی وفات پائی کہتے ہیں آخر الذکر نے سلاطین میں انتقال کیا
 اور آنحضرت صلعم کے زمانے میں ان کی ولادت ہوئی تھی۔ سلم بن زیاد بن ابیہ
 نے بشر بن مروان سے پہلے ہی انتقال کیا۔ اسماء بنت ابی بکر اپنے فرزند
 عبد اللہ کی شہادت کے تھوڑے عرصے بعد انتقال کر گئیں۔ وہ آخری زمانے
 میں نابینا ہو گئی تھیں۔ وہ زبیر کی مطلقہ تھیں۔ کہا جاتا ہے کہ عبد اللہ ابن زبیر
 نے اپنے والد سے یہ کہہ کر کہ مجھ جیسے شخص کی ماں اب کسی مرد کی بیوی نہیں رہ سکتی
 اپنے والد سے ان کو طلاق دلوایا تھا۔
 اسی سال عوف بن مالک اشجعی نے بھی انتقال کیا۔ ان کا سب سے پہلا غزوہ

غیبیر کا تھا۔ جو

معاویہ بن صلیح بھی ابن عمر سے چند ہی ایام پیشتر راہی ملک عدم ہوئے تھے
 معبد بن خالد حبشی نے بھی اسی سال میں پیک اجل کو لبیک کہا۔ ان کی
 عمر (۸۰) سال کی تھی۔ وہ آنحضرت کے صحابی بھی تھے۔ جو
 عبدالرحمن بن عثمان بن عبد اللہ بھی اسی سال ابن زبیر کے ہمراہ قتل
 ہوئے۔ یہ بھی صحابی تھے اور طلحہ بن عبید اللہ کے بھتیجے تھے۔ جو
 { رافع بن خدیج میں غادجہ پر زبر ہے اور وال مہلہ پر کسرہ۔ معاویہ بن صلیح میں
 حار مہلہ پر پیش اور وال مہلہ پر زبر ہے۔ }

بسم اللہ

صحت نامہ

کمال ابن اثیر حصہ اول

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۱۷	طسائے	طسایہ
۹	۹	سواہ	سواد
۱۵	۱۸	اسکو اس کے	اُن کو اور اُن کے
"	۲۴	۵۴ھ	۵۴ھ
۱۷	۳	کی حد بندی کی	کو بسایا
"	۵	اُسکا	اُن کے
"	۶	اسکی	اُن کی
"	۷	فوت ہوا	فوت ہوئے اور صحابی تھے
"	۸	ہو گیا تھا۔ اُس	ہو گئے تھے۔ انھوں
۱۸	۳	دس	بیس
"	۷	امیر معاویہ سے صلح کر لی۔ اس لئے	صلح ہو گیا۔ اور
"	۱۰	وہ عافیت اور جن سیرت کو عزیز رکھتے تھے۔	وہ عافیت کو عزیز رکھتے تھے اور لوگوں سے بچتا رہا تو کیا
"	۱۴	لوگوں نے اُن کا پیچھا چھوڑ دیا۔	لوگ ان سے نڈر ہو گئے
۱۹	۲	اس غرض سے	
"	۴	مگر میں تھلے چچا زیادہ کے ساتھ اہسان کرتا ہوں	مگر تھلے چچا زیادہ نے مجھ پر اہسان کیا ہے۔
"	۱۱	زیادہ کا روپہ اسکے پاس محفوظ رہ گیا۔	زیادہ کے اہسان کو یاد رکھا۔
"	۱۲	گیا	گئے
"	"	اُسے	اُن کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹	۲۰	”زیادہ ہاں نہیں ہے“	”زیادہ ہاں کیا چیز ہے“
۲۰	۳	کیا ہے	کیا ہونی چاہئے
۱۳	۱۳	تیرے ہاتھ کو باگ سمیت کاٹ دوں گا	تیرا ہاتھ باگ میں لٹکا دوں گا
۲۳	۲۳	رُذکرتے رہے۔	دُہراتے رہے۔
۲۵	۲۵	وغیرہ وغیرہ	آخر آیت تک
۲۱	۳	مگر	اور
۷	۷	کوئے	کوؤ
۸	۸	مگر کیم کرتا تھا	مگر کیم کرتے تھے۔
۱۲	۱۲	بھی	
۱۳	۱۳	عبد	عنبہ
۲۳	۲۵	اگر کوئی شخص فتیر پر رازوں کے نام سے انکو آگاہ کرے	اگر کوئی شخص فتیر پر رازی کرنا چاہتا ہو تو اس سے اسکو آگاہ کر دیں۔
۲۵	۵ و ۳	اپنے خلاف اپنے خلاف اگر کسی طرح راہ نہ دو۔	نہ اپنے خلاف کوئی موقع اُنکے ہاتھ نہ آنے دو۔
۲۹	۶	گرم پر	گرم پر
۷	۱۸	کے	نے
۳۰	۳	آب	اب
۷	۶	عقد	عصر
۱۱	۱۱	التمیسی	التمیسی
۱۶	۱۶	مگر کیونکہ	
۳۳	۳	ادھر حب ابو الرواغ نے کہا	ادھر حب ابو الرواغ نے دیکھا۔
۳۴	۲۵	مخمرز	مخمرز
۳۶	۲۲	اُمس نے	اُمس

صفحہ	سفر	فاظ	صحیح
۳۷	۹	کے	نے
"	۱۱	جمع ہو جائیں	جمع نہ ہو جائیں
۳۶	۱۶	قرقسیا	قرقسیا
۵۷	۲۱	ابن عمرو	ابن عمرو
۷۱	۷	اُس نے	اُنھوں نے
۷۲	۱۰	وہ ہی	وہی
۷۳	۲۲	اسے	انھیں
۷۹	۱۵	کبوتری	قرقرہ اور کبوتری
۸۱	۲۳	مختلف علاقہ جات کے	فوج کے چاروں دستوں کے
"	۲۴	مدینے سے	اہل مدینہ کے دستہ کا
"	"	ہمدان سے	ہمدان کا
"	۲۵	کنہ سے	کنہہ کا
"	"	اسد سے	اسد کا
۸۲	۲۱	الغزنی	الغزنی
۸۳	۲۲	بلکہ کم کو اس بات کی ضرورت ہے کہ تم کو اسکے ساتھ عراق روانہ کر دیں۔	اور اس وقت میری خدمت کو اُس مقام کے لئے عراق بھیجا پڑیگا۔
۸۵	۱۴	الغزنی	الغزنی
۸۷	۱۵	تجے	تجے
۹۷	۶	حوطیب بن العزری	حوطیب بن عبد العزری
"	۹	سکنہ	سکنہ
"	۱۲	الجنتی	الجنتی
"	۱۶	مؤرم ہر باسیر کیا	فوج کے ساتھ سردار ہر باسیر کیا
"	۲۱	بصرے	بصرہ
"	۲۲	"	"
"	"	منبر سے	منبر پر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹۷	۲۴	بنو خبیثہ	بنو خبیثہ
۹۸	۱۶	ارقم ابن ارقم	ارقم بن ابی ارقم
"	۱۸	حضرت ابو بکرہ	ابو بکرہ
"	۲۲	اسی	اس
۱۰۰	۱	بصرے	بصرہ
۱۰۹	۴	اجتماع	اجماع
"	۵	"	"
۱۱۲	۱۵	ہوئی	ہوتی
۱۱۵	۳۰۲	عروہ کی موت سے پہلے	عروہ کے قتل کرنے سے پہلے
"	۳	کیونکہ	چونکہ
"	۱۶	جب بیت المال کے پاس سے گزرا	جب بیت المال پر ایسا مال گزرا جو بیت المال میں جمع ہونا لایا ہے۔
"	۱۷	باقی چھوڑ دیا	باقی چھوڑ دیتا
"	۲۳	تم نے جنگ میں ابتدا کی ہے	انہوں نے تم پر جنگ میں ابتدا کی ہے
۱۱۶	۱	آپ کو مجھے	آپ کا مجھے
۱۱۷	۳۰۲	قیس بن ہشیم السلمی اس سے پہلے وہاں کھڑی تھا	اُس نے اپنے آگے قیس بن ہشیم السلمی کو وہاں بیسجایا اور اُس نے۔
۱۱۸	۶	زیاد	ابن زیاد
"	۷	ہجو کی	برکائی ظاہر کی
۱۳۲	۹	انکے اثناء پر قادر ہوں۔	میں اپنی حفاظت پر قادر ہوں۔
"	۱۵	تم دونوں ایک جگہ جمع ہوں	تم دونوں متفق ہو جاؤ
۱۳۳	۱۲	اُسے	انکو
۱۳۷	۳	انکے مجرمین کی تجبیہ تکفین کی	اور انکے مجرمین کو گھوڑے دوڑا کر کھل دیا۔
"	۶۵	عبداللہ آئے تو عبیدہ نے ان سے	پھر عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ میں نے۔

صفحہ	سطر	نقطہ	بیچ
۱۳۹	۱۶	کون	کون
۱۴۰	۹ و ۸	وہ لوگ رونے اور قتال و نصرت کو اپنے ہی	وہ لوگ رونے اور وعدہ کرتے کہ ہم لوگ
		میں سمجھنے لگتے۔	اپنی ذات سے لڑیں گے اور نصرت دیں گے۔
۱۴۸	۹	جن	جس
۱۵۴	۳	زیادہ	زیادہ
۱۶۵	۱۰	کیا	کیا تھا
۱۷۵	۶	جہاں کوئی	جہاں نہ کوئی
۱۹۱	۱۳	عبداللہ عمیر	عبداللہ ابن عمیر
۱۹۳	۱	کہا کہ	کہا
۶۲۵	۶ و ۵	اگر سب اہل کربلا چاہتے ہو تو آؤ باہر آؤ میں تم سے	پھر باہر آؤ میں تم سے لڑتا ہوں
		لڑتا ہوں۔	
۷	۷	اور حق پوش و باطل پرست کو ہلاک کرے	اور حق پرست و باطل والے کو ہلاک کرے
۱۱	۱۱	منقذ العبدی	منقذ العبدی
۲۰	۲۰	قرطہ	قرطہ
۱۹۴	۵ و ۴	یزید ابن ابی سفیان	یزید بن سفیان
۵	۵	شہید ہوا	حُرنے اسکو قتل کر دیا
۷	۷	نافع نے اُسے شہید کر دیا	نافع نے اُسے قتل کر دیا
۲۰۰	۵	الشبانی	الشبانی
۹	۹	اور سوائے خدا کے	اور خدا سے
۲۰	۲۰	ابی شیب	ابی شیب
۲۱	۲۱	آگے بڑھے	امام حسنؑ کے پاس آئے اور سلام کر کے
			آگے بڑھے
۲۲۱	۱۸ و ۱۷	منہ چھپاتے پھر دگے۔ میں ہرگز تم کو کسی امر پر	محبوب کر دئے گئے ہیں اب کسی بات میں تم سے
		کبھی جمع نہ کروں گا۔	اتفاق نہیں کروں گا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۲۱	۲۰	جو سر ہیں	جو سر گرے
"	۲۵ و ۲۴	اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے کسی کو تار مارا	اہل مدینہ سے بعض لوگوں نے کسی کو یہ منادی کرتے ہوئے سنا۔
۲۲۲	۵	دو پہر تک	اُسکے بند ہوئے تک
"	۸	تا آنکہ اس مقام کو پہنچے نہ چھوڑوں	تاکہ اس مقام کو پہنچے چھوڑوں
۲۲۳	۲	تیرہ عدد سر	تیرہ سر
"	۳	بنو اسد سولہ	بنو اسد چھ
"	۱۱	علیٰ ہذا القیاس	
"	۱۶ و ۱۵	ابو بکر بھی سعد بن عمرو بن نفیل الاذوی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔	ابو بکر بھی جن کی ماں ام ولد تھیں حرملہ بن کاہن کے تیرے شہید ہوئے تاہم بن الحسن سعد بن عمرو
"	۱۹	التمیمی	التمیمی
۲۲۳	۱	علاوہ اُنکے	
"	۲۳	میں تمہارا حکم بجا لایا ہوں	میں تمہارا حکم بجا لانے کے لئے چلا گیا
۲۴۱	۲	عذر	عذر
۲۶۲	۴	بھول جانا	بھول جانا
۲۸۰	۹		
۲۹۱	۸	انہوں نے	اس نے
"	۲۱	حوارین	حوارین
۲۹۲	۸ و ۷	شاید نو تزار تم کو بہت تنگ اور کم مقدار آدمی معلوم ہوئے۔	شاید تم نے بنی نزار سے تنگ آکر
"	۱۵	مصر میں	شہر کوذ میں
"	۲۱	رقابے کیلئے چڑھ دوڑا	مروے سے روانہ ہو گیا۔
"	۲۲	جبشہی شخص نے اسکو دست درازی سے باز رکھا	شہر میں آنے نزدیک

صفحہ	سطر	عناط	صحیح
۲۹۴	۱۶	اور کہا	اس نے کہا
۲۹۵	۶	لڑائی نہایت شدید تھی	وہ بہت بُری طرح مارے گئے
"	۸	ہزار	ہزار
"	۱۳	پناہ گزین	پناہ گزین
۲۹۷	۶۱۳	عمر وہ چیز ہے جو خدا تعالیٰ نے آدمی کو ماٹھ سال	اللہ نے نبی آدم کی عمر ساٹھ سال بنائی ہے
"	۹	اسکی کتابیں	اُنکے خطوط
"	۱۰	ہم کو عذر کا موقع دیا	ہمارے سامنے اپنے آپ کو بری الذمہ کر دیا
۲۹۹	۹	سوار ہو کر دوڑے	اپنے گھنٹوں پر کھڑے ہو گئے
"	۲۵	روانہ کر دیں گے	اُن سے انھیں مسلح کر دیں گے
۳۰۱	۱۱۱۰	حالاں کہ وہ اپنے دشمن کے دشمن جانی تھے	اور دشمن کے ہاتھوں وہ بُری طرح قتل کئے جائینگے
"	۲۵	معلوم ہوا ہے کہ	معلوم ہوا کہ
۳۰۳	۸	باپ دا	باپ دادا
۳۰۴	۲۴	آپ رات بھر اور مجھے آرام کر لینے دیں	آپ شام کو آئے
۳۰۹	۸	عسرو	فختار
۳۱۰	۱۷۱۷	اور اُس سے علاحدہ ہو کر ایک سال اس سے غائب ہو	غمت اُنکے پاس سے چلا گیا اور ایک سال تک
"	۲۴۲۳	مگر ابن زبیر نہیں گئے	ابن زبیر سے پوشیدہ رہا۔
۳۱۱	۱۸۱۷	اور پیشہ اہل شام کا سخت دشمن رہا	وہ ابن زبیر کے پاس نہیں آیا۔
"	۲۰	کسی کام میں مدد نہیں دیتے	شایدوں پر سب سے زیادہ یہی وہ بھرتھا
"	۲۱	جو شخص ابن زبیر کے پاس آتا	کسی مقام کا عامل نہیں بناتے
۳۱۲	۲۴۲۳	پھر جب اذان ہوئی تو اُس نے لوگوں کو ناز پر بحالی	کو نہ کا جو شخص اُسکے پاس آتا
"	۱۰	عبد اللہ ابن خازم	سابقہ خازن پڑھی۔
۳۱۵	۱۰	عبد اللہ ابن خازم	عبد اللہ ابن خازم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۳۳	۱۲	خندق کھودا	خندق کھودی
۳۳۴	۱۰۹	کیونکہ اسکی تلاش و تفتیش کی جارہی تھی	کیونکہ یہ رسول اللہ صلیم کے خلاف جاسوسی کیا کرتا تھا
۳۳۷	۱۷۱۶	اور یہ ذوات الزیات سے تھی جس سے بظاہر کے	اور اسکے متعلق ایسی روایتیں مروی ہیں جن سے اسکا فاش نہ ہوا ثابت ہوتا ہے۔
۳۴۰	۴	ساحل کے پاس لگا دی	ساحل کے پاس لگا دی اور دریا شدید طغیانی پر تھا۔
"	۱۱۱۰	مگر حارث ابن ابی ربیعہ نے اُسے مہلب کے پاس بھیج دیا۔	مگر حارث نے حارث بن ابی ربیعہ کو مہلب کے پاس بھیج دیا۔
۳۴۱	۲۳	جب ہم متفرق ہوئے	جب ہم نے حذر کیا
۳۴۲	۹۰۸	مگر بعد میں لوگ اسکے اس قول کا نشان بھی نہ پاتے تھے۔	مگر اسکے کہنے کا کچھ بھی اثر نمایاں نہ ہوا تھا۔
۳۵۳	۷	حجر اسود کو اسکے اندر رکھ دیا	مقام حجر کو اس میں داخل کر دیا
"	۱۱۱۰	اس میں حجر اسود کی زیادتی کر دیتا	بیت اللہ میں مقام حجر کو شامل کر دیتا
۳۵۵	۵	جس سے اسکے نشینے کی ٹوپی اسکے چہرہ پر گر پڑی	جس سے اسکے کاسہ سر کی کھال اُس کے چہرہ پر آ پڑی۔
"	۱۲	مرو رو	مرو رو
۳۵۹	۲۰	ہمدان سے	جو قبیلہ ہمدان سے تھے
۳۶۷	۹	نہایت تنگی سے منتشر ہو گئے	تنگ کوچوں میں منتشر ہو گئے
۳۷۱	۴	اپنا گھوڑا انگوایا	اسکا گھوڑا انگوایا
۳۷۷	۱۰	جیش	جیش
۳۷۸	۵	اس سے مناظرہ نہ کرو	دشمن کے حملہ آور ہونیکا انتظار نہ کرنا
۳۸۲	۵۰۴	عبداللہ ابن سبیع بنو سبیع کو لئے ہوئے اہل یمن کے ہاں مقیم ہوا۔	عبداللہ بن سبیع اہل یمن کے ہمراہ احاطہ سبیع میں آکر ٹھہرا۔
۳۸۶	۲۳	خدا کی قسم میں یہاں تین دن تک ہرگز نہیں رہوں گا	خدا کی قسم میں تین دن تک اس مقام سے نہ جاؤں گا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸۷	۸	کئی	کئی
۳۹۰	۷	آدمی بھیجے	آدمی بھیجے
۳۹۱	۱۳	اسکے مکان کے ایک طرف کو لیا کر قتل کر دیا	اسکے بوی بچوں کے سامنے اُسے قتل کر ڈالا
۳۹۲	۱۶	لوگوں نے یہ خبر مختار کو پہنچا دی	انہوں نے کہا آپ یہ بات مختار سے جا کر کہیں
۳۹۵	۱۱	اور قیس نے بھی اپنا مقام چھوڑ دیا	اور قیس کو اُس نے اسی جگہ چھوڑ دیا
۳۹۶	۸	تو ضرور ایسا کرتے	تو میں اُسکے لئے آمادہ ہوں
۳۹۷	۱۰	مجھ میں	اُس میں
۴۰۲	۱۱	اس تمام مال و زر کو انہیں میں تقسیم کرنا چاہا مگر انہوں نے قبول نہ کیا۔	اُس روپیہ کو اُن میں بانٹ دیا۔ وہ طاقتور اور سرکش ہو گئے۔
۴۰۷	۲	زہیر وغیرہ واپس آگئے اور اُس کے اصحاب بھی بچ گئے۔	زہیر قلعہ واپس آگیا مگر اُس کے ساتھی بچکر محاصرہ سے نکل گئے۔
۴۰۸	۵	غرض کہ سب بنو تیمم ابن خازم کے حکم پر چلنے لگے	غرض کہ تمام بنو تیمم نے اپنے آپ کو بن خازم کے حوالہ کر دیا۔
۴۱۲	۱۵	اگر اُن لوگوں نے تمہارے آدمیوں کو سال کی طرف کر دیا۔	اگر تمہارے آدمیوں کی خوب سے واقف ہو گئے۔
۴۱۶	۱۵	تو وہ اُن سے مفاد ہو کر اسی طرح اُسے گونگا کیا گیا ہے	تو وہ اُن سے انوس ہو جائیں گے اُس نے کہا اُنکی آستین میں بھی آگ لگائی گئی ہے جس طرح اب چہرہ جلایا جا رہا ہے
۴۱۷	۲	اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ بھوس غلاقت کو قبول کر لے۔	اور وہ ناپاکوں کو کس طرح پاکوں کے درمیان قبول کر سکتی ہے۔
۴۱۸	۲	تم اپنے امراء کو پھیر پھرتے ہو	تم اپنے امیروں کے نام دھرتے ہو
۴۲۲	۲۲	بلکہ ہمارے غلاموں کو تم کو ہماری عورتوں سے بچوں اور حرم پر غلبہ کر دیا ہے۔	ہمارے غلاموں نے ہماری عورتوں، اولاد اور حرم پر قبضہ کر لیا ہے۔
۴۲۳	۳	جسکا وہ خیال کرتے تھے وہ انکو والد کی جماعت میں سے ہے	حالانکہ وہ شیعیان مائی ہو چکا مدعی ہے۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۲۳	۱۳ و ۱۲	جیسا کہ ان میں سے بعض لوگ کہا بھی کرتے تھے	اور اس طریقہ سے بعض لوگ یہ اب ہو جاتے تھے
"	۱۸ و ۱۶	تو خدا کی قسم مجھے ذرا بھی یابوسی نہ ہوگی بشرطیکہ تم	اور اگر تم پوری صداقت و استقلال سے ان سے
		یقین کر لو کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔	جنگ کرو تو مجھے اس بات سے یابوسی بھی نہیں
			ہے کہ اللہ تمہیں کو فتح دیدے۔
"	۲۲ و ۲۱	اگر تم نے ان لوگوں کے حکم کے مطابق کیا	اگر تم نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دئے۔
۴۲۸	۱	لو کہ عین نے اس کے قتل میں توقف نہ کیا	لو کہ عین نے اس کے قتل پر اتفاق کیا۔
۴۳۵	۸	اس پر رحم نہ کرنا چاہئے	رحم اس کے پاس نہیں
"	۲۰ و ۱۹	میل پ مصیبت زدہ ہے	میرا باپ پاگل ہے
۴۳۶	۱۵ و ۱۴	ان کے بعض سوار پل کے پاس پہنچ کر بھاگنے	ان کے بعض سوار پل کے پاس کمر درسا
		میں مست پڑ گئے۔	مقابلہ کیا۔
۴۳۷	۱۱ و ۱۰	اور خواجه فیصل شہر سے تیراوتھر ہمایا کرتے۔	اور فیصل شہر سے خواجه برتیراوتھر بھیکے جاتے۔
۴۳۸	۷ و ۶	ان کے لئے بہت سا سامان خوراک اکٹھا کیا	ان کے لئے بہت سا کھانا تیار کرایا
"	۱۲ و ۱۱	پھر عتاب اور اس کے بھائیوں نے ان لوگوں کو	پھر عتاب اور اس کی فوج نے دل کھل کر اس کے
		جس جس طرح چاہا تنگ کیا۔	پڑاؤ کو لوٹ لیا۔
۴۳۹	۸	اسی سال عبدالملک بن مروان نے بطنان میں	اسی سال عبدالملک نے بطنان میں پڑاؤ کیا۔
		فوج جمع کی۔	
"	۲۱ و ۲۰	چونکہ تم ہمارے دشمن سے جا ملے ہو۔ اس لئے	تم نے ہمارے مقابل میں ہمارے دشمن کی
		یہوت تم سے لیلی گئی ہے	امداد کی اور اس میں حد سے تجاوز کیا
۴۴۲	۱۸	فوجی	خوجی
۴۴۳	۱۹ و ۱۸	دیکھیں مصیبت یا کس نعمت کی وجہ سے ہے کہ	وہ کونسا ایسا کارنیاں یا احسان ہے
		مسلم اور مطلب میرے سامنے آتے ہیں	جسکی وجہ سے مسلم اور مطلب کو مجھ پر ترجیح
			دی گئی ہے
۴۴۷	۱۳ و ۱۳	ابن حُر نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ ہم لوگ	ابن حُر سے اس کے ساتھیوں نے کہا کہ ہم لوگ
		ڈرے رہے ہیں۔	ہیں۔

صفحہ	سطر	مطلب	صحیح
۴۶۰	۹	دوسرے دن نافع بن حارث جزیرہ صید کیا	دوسرے دن وہ جزیرہ نافع بن حارث چلے گئے
"	۱۷	مالک بن مسعم کی آنکھ کو صدمہ پہنچا۔	مالک بن مسعم کی آنکھ جاتی رہی۔
۴۶۳	۴	دھلے	دجلہ
۴۶۶	۲۱	اور یہ کہ اُن میں سے بشر قتل ہوا تھا	اور اُن میں سے بہت سے آدمی مارے گئے۔
۴۶۹	۲۴ تا ۲۶	اسے بنی امیہ میں تمھارے سامنے ہو کر اُن لوگوں سے لڑا جنھوں نے پناہ دی اور فخریاب ہوئے	اسے بنو امیہ تمھاری طرف سے وہ لوگ کی تھی اور قیس عیلان لڑے جو ناچتے ہوئے اور قیس عیلان جو ناچتے ہوئے آئے اور اپنی زبردستی اور غلبہ کے بعد سب نے یکبارگی تم سے بیعت کر لی۔
۴۷۰	۱۲	جب عمیر بن حباب سلی کا انتقال ہو گیا	عمیر بن الحباب السلی کے قتل کے بعد
۴۷۵	۱۶	اور میں اس کے نفاذ سے بے خوف نہیں ہوں۔	اور مجھے ڈر ہے کہ وہ ختم ہو جائیگی۔
۴۸۱	۳۰	اُس نے مصعب پر حملہ کیا۔	مصعب نے اُس پر حملہ کیا
"	۵	مصعب وہاں سے واپس ہوا	عبید اللہ بن زیاد بن بلیان واپس چلا گیا۔
۴۸۲	۱۳ و ۱۳	عبید اللہ بھی اُدھر سے روانہ ہو کر مطرف کی فوج کی طرف آیا۔ مگر یہ امر اُس کی طرف منسوب کیا ہے۔	کرم عبید اللہ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا
۴۸۵	۹	ہونے عام کی	ہونے کی عام
۴۹۵	۸ و ۷	میں نے دشمنی کو نقصان پہنچایا اور دشمنی کو نفع دیا۔	میں اگر دشمن ہوا تو دشمن ثابت ہوا اور اگر دوست بنا تو فائدہ رساں۔
۵۰۰	۱۳	اور اُس کا بیٹا یزید ترند کی طرف روانہ ہوا۔	اور اُس وقت اسکا بیٹا یزید ترند میں تھا۔
۵۰۳	۹	اُس نے دو ہزار پیدل کو روانہ کئے۔	اُس نے دو ہزار سپاہی بھیج دیئے۔
"	۱۵ و ۱۴	انکے زخمیوں پر فوج بھیجی۔	انکے زخمیوں کو قتل کر ڈالا۔
۵۱۰	۱۶	عبید اللہ بن مطیع نے اُن کا مقابلہ کیا۔	عبید اللہ بن مطیع انکے ساتھ ہو کر لڑا۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۱۱	۱۷۰۱۶	اُنکے قتل پر قبیلہ مراد کا ایک شخص مقرر ہوا تھا۔	قبیلہ مراد کا ایک شخص اُنکا قاتل تسلیم کیا گیا تھا۔
۵۱۵	۲۰۶۱۹	ابن زبیر اُنکے پیچھے پیچھے گئے۔	ابن زبیر اُنکے پاؤں چٹنے لگے۔
۵۱۷	۲	بیسیر	بیسیر
۵۱۸	۵	اُس نے اُنکے لئے سامان رسد نکلوایا	اُس نے بیت المال سے انکی معاشیں دلوائیں۔

— — — — —

